بیان الامامۃ

(حصہ دوم) خطوط و تشریح

نہج البلاغۃ

(حصہ دوم)

کلامِ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام

الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی (مجتہد)
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

تمام حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب: بیان الامامة (حصہ دوم)
ترجمہ و تشریح نہج البلاغة (خطوط)

مترجم: الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی (مجتهد)
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

ناشر: السید محمد عسکری عابدی نوگانوی

طبع: دوم

تعداد 500

ھدیہ: روپے

www.insaaniat.org

............☆..................

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

بیان الامامة (حصہ دوم)

("خطوط وتشریحات")

تمہید:۔ بیا ن الامامة کا ابتدائیہ لکھا جا چکا ہے۔ یہاں چند باتیں بطور یاد دھانی سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔

اوّل یہ کہ حضرت علی علیہ السلام کے خطوط پڑھتے ہوئے خطبات کی بنیادی باتوں کو فراموش نہ فرمائیں کہ حکومت وخلافت اللہ، رسولؐ اور قرآن کی رُو سے حضرت علی علیہ السلام کا حق تھا۔اور قریش قومی طاقت سے حکمران بن گئے تھےاور حضرت علی علیہ السلام نے اَمن وامان برقرار رکھنے کی خاطر اُن سے جنگ نہ کی تھی۔اور جب قدرتی دباؤ نے اُنہیں خلیفہ منوالیا تو فرمادیا تھا کہ:۔

"اَلْاٰنَ اِذْرَجَعَ الْحَقُّ اِلٰی اَھْلِہٖ وَنُقِلَ اِلٰی مُنْتَقَلِہٖ"(2/76-77 نہج البلاغہ)

اس سلسلے کی ضروری تفاصیل الفاروق وطبری سے لکھی جا چکی ہیں یہاں ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا ایک جملہ سُنتے چلیں لکھا ہے کہ:۔

1۔ قریش نے خلافت وحکومتِ رسولؐ کا رُخ اپنی طرف پھیرلیا

۔"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قریش نے خلافت کا رُخ بنی ھاشم کی طرف سے اس لئے پھیر دیا تھا کہ نبوت اورخلافت قریش کے اس خاندان میں جمع کرنا اَمن وعافیت کے خلاف ہے۔"(کتاب علیؑ صفحہ 21)

چند صفحات کے بعد طٰہٰ حسین حکومت وخلافت کو حضرت علی علیہ السلام کا حق مانتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

2۔ خلافت وحکومتِ رسولؐ حضرت علیؑ کا حق تھا

۔"مسلمانون کی خاطر اپنی طبیعت کو اس بات پر راضی کرلیا کہ اپنے حق سے چشم پوشی کرلیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کا اندازہ تھا کہ حضرت ابوبکر کے بعد خلافت اُن ہی کو ملے گی اور مسلمان اِس بوڑھے کو خلیفہ بنادینے میں معذور تھے۔"(علیؑ صفحہ 30)

قارئین یہ سمجھ کرکہ قریش اوراُنکے لیڈر اللہ ورسولؐ اور قرآن کے حکم کے خلاف تھے،دوسری بات یہ یادرکھیں کہ:۔

3۔ قرآن کو مہجور کرنے والی بھی یہی قوم تھی

رسولؐ اللہ کی یہ نام نہاد قوم قرآن کی رُو سے دُشمن خدا اور رسولؐ بھی تھی (فرقان 25/30-31)(الانعام 6/66) اور یہ کہ قریش نہ اللہ پرایمان رکھتے تھے نہ رسولؐ پر اُن کا ایمان تھا نہ وہ سابقہ کتبہائے خداوندی اور قرآن پر حقیقی ایمان رکھتے تھے (نساء

4/136) لہٰذا جیسا کہ قریش کواللہ نے ظاہری اور برائے نام مومن کہہ کر پکارا ہے(4/136) حضرت علی علیہ السلام نے بھی قرآن کی پیروی میں اُن کوظاہری مسلمان ومومن شمار کیا ہے اور بس۔

تیسری بات یہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ دوسرے خلیفہ حضرت عمر کے زمانے میں اللہ، رسولؐ اور قرآن کے خلاف بیس پچیس (25-20) لاکھ تنخواہ دار فوج (Standing Army) سے سینکڑوں چھاؤنیاں عرب میں بھری ہوئی تھیں جو حضرت عثمان کے زمانہ میں برقرار تھیں۔

4۔ پانچ سال تک بلاتنخواہ دارافواج کے، قریش کوشکستوں سے دوچار رکھتے رہے

علی علیہ السلام نے زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی تنخواہ دار افواج کو چھٹی دے دی۔ خزانے پبلک میں تقسیم کر دیئے اور اللہ ورسوؐل کے طریقے پرحکومت قائم رکھی۔ پانچ سال قریش نے حکومت چھیننے کے لئے جنگیں جاری رکھیں۔ مگر علی علیہ السلام نے تنخواہ دار فوج سے کام نہ لیا۔ چند جملے طٰہٰ حسین سے سن لیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

5۔ رضا کار مجاھدین نے قریش کو ہمیشہ ھزیمت دی

۔''پس حضرت علیؑ جانتے تھے کہ گنجائش کی آخری حدود تک لوگوں کو آزادی کا حق ہے اور اسی لئے وہ لوگوں کو اُن کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کرتے تھے۔ اور نہ ہر اطاعت کے لئے اُن پر جبر فرماتے تھے۔'' (علیؑ صفحہ 303) مسلسل لکھا ہے کہ:۔

۔''دوسری بات جس پر حضرت علیؑ کسی کو مجبور نہ کرتے تھے وہ لڑائی ہے۔ آپؑ کا خیال ہے کہ غدّاروں، گمراہوں اور دین سے خارج ہوجانے والوں سے جنگ کرنا آپؑ کا اور مسلمانوں کا اُسی طرح فرض ہے جس طرح اھل کتاب اور مشرک دشمنوں سے جہاد کرنا <u>لیکن یہ فرض آپؑ نے لوگوں پر جبراً لادا نہیں اور نہ اقتدار سے کام لے کر اس پر زبردستی کی</u> بلکہ آپؑ نے اس کی دعوت دی جس نے اُس دعوت پر لبیک کہا اُس سے خوش ہوئے اور اُس کی تعریف کی اور جو بیٹھ رہا اُس کو نصیحت کی، آمادہ کیا۔ آمادہ کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ جنگ جمل اور صفین کے معرکوں کے لئے آپؑ نے کسی کو مجبور نہیں کیا اور نہ خوارج کے ساتھ معرکوں کے لئے کسی پر زبردستی کی۔ ان تمام لڑائیوں میں <u>آپؑ کے ساتھی وہی لوگ تھے جو اپنی بصیرت سے آپؑ کو جان کر آپؑ کا حق پہچان کر آپؑ کے ساتھی بنے اور رضا کارانہ خدمت پیش کی۔ اگر آپ چاہتے تو فوجی بھرتی کر سکتے تھے۔ لیکن فوجی خدمت کا یہ طریقہ جو لوگوں کو اس فرض پر مجبور کرے اب تک جاری نہ ہوسکا تھا۔ اگر آپ چاہتے تو مال دے کر لوگوں کو اس طرف متوجہ کر سکتے تھے جب کہ لوگ لڑائی سے گریز</u>

کرتے تھے۔لیکن آپؑ نے ایسا بھی نہیں کیا۔آپ کو گوارا نہ تھا کہ اپنے ساتھیوں کا خلوص اور خیر خواہی دام دے کر خریدیں۔آپؑ تو یہ چاہتے تھے کہ دوست اور ساتھی **ایمان اور بصیرت کی روشنی میں آپ کا ساتھ دیں**۔بلکہ آپؑ نے تو اس سے بھی زیادہ کیا۔انہیں لڑائیوں میں اِنہیں ساتھیوں کے ساتھ گُھس پڑے اور اُن کو مال غنیمت بھی نہیں لینے دیا۔جس پر آپؑ کے ساتھی کبیدہ خاطر ہوئے اور کہا کہ **اُن کا خون تو ہمارے لئے مباح کر دیا لیکن مال مباح نہیں کیا**۔''(علیؑ صفحہ۔ 304-303)

یعنی حضرت علیؑ کے مقابلے پر تنخواہ دار فوجوں کا ٹڈی دل برابر پانچ سال برسرِ جنگ رہا جس کو مال غنیمت لوٹنے کی کُھلی چھوٹ ملی ہوئی تھی۔مگر مقدر میں شکست وھزیمت وذلت وندامت ونا کامی تھی۔

چوتھے نمبر پر یہ بات کبھی نہ بھولیں کہ قریش نے خود منت سماجت کر کے حضورؑ کو خلافت وحکومت سونپی تھی۔لہٰذا آپؑ نے اپنے احتجاجات اور بحثوں میں قریش پر قریش ہی کے قائم کردہ اور مسلّمہ اصول بطورِ حجت پیش کئے ہیں اُن کو حضرت علی علیہ السلام کے خلاف یا شیعہ مسلّمات کے خلاف استعمال کرنا غلط ہوگا۔چونکہ حکومت واپس دینے میں قریش نے اللہ ورسولؐ اور قرآن وعلیؑ کے مسلّمات کی اطاعت کا نہ وعدہ کیا تھا نہ وہ اپنے مسلّمہ مذھب کی رُو سے اللہ،رسولؐ اور قرآن کی اطاعت کر سکتے تھے۔

6۔حضرت علیؑ نے نہ حکومت طلب کی نہ اُن کو ضرورت تھی۔اُن کی مرضی کے خلاف منت وسماجت سے دی گئی

بہر حال علامہ مودودی کا اپنا بیان یہ ہے کہ:۔

''۔اُس وقت اُن چھ میں سے چار اصحاب موجود تھے جن کو حضرت عمر نے اپنی وفات کے وقت اُمت کے مقدم ترین اصحاب قرار دیا تھا۔ایک حضرت علیؑ دوسرے حضرت طلحہ تیسرے حضرت زبیر چوتھے حضرت سعد بن ابی وقاص ان میں سے حضرت علیؑ ہر لحاظ سے پہلے نمبر پر تھے۔شوریٰ کے موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اُمت کی عام رائے معلوم کرنے کے بعد یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ حضرت عثمان کے بعد دوسرے شخص جن کو اُمت کا زیادہ سے زیادہ اعتماد حاصل ہے حضرت علیؑ ہی ہیں۔اس لئے یہ بالکل فطری امر تھا کہ لوگ خلافت کے لئے اُن ہی کی طرف رجوع کرتے۔صرف مدینے ہی میں نہیں پوری دُنیائے اسلام میں دوسرا کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی طرف اس غرض کے لئے مسلمانوں کی نگاہیں اُٹھتیں۔حتیٰ کہ اگر آج کے رائج طریقوں کے مطابق بھی کوئی انتخاب کرایا جاتا تو لازماً اکثریت کے ووٹ اُنہی کو حاصل ہوتے۔چنانچہ تمام معتبر روایتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دوسرے اھل مدینہ اُن کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ:۔''یہ نظام کسی امیر کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔لوگوں کے لئے ایک

امام کا وجود نا گریز ہے۔اور آج آپؑ کے سوا ہم کوئی ایسا شخص نہیں پاتے جو اس منصب کے لئے آپ سے زیادہ مستحق ہو۔نہ سابق خدمات کے اعتبار سے اور نہ **رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرب کے اعتبار سے۔**'' اُنھوں نے انکار کیا اور لوگ اصرار کرتے رہے۔آخر کار اُنہوں نے کہا کہ ''میری بیعت گھر بیٹھے خفیہ طریقے سے نہیں ہوسکتی۔عام مسلمانوں کی رضا کے بغیر ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔'' **پھر مسجد نبوی میں اجتماع عام ہوا اور تمام مہاجرین وانصار نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی۔''**

اگلی سطر میں لکھتے ہیں کہ:۔

''۔اِس روداد سے امر میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ حضرتِ علیؑ کی خلافت قطعی طور پر ٹھیک ٹھیک اُن ہی اصولوں کے مطابق منعقد ہوئی تھی جن پر خلافت راشدہ کا انعقاد ہوسکتا تھا۔**وہ زبردستی اقتدار پر قابض نہیں ہوئے۔اُنہوں نے خلافت حاصل کرنے کے لئے برائے نام بھی کوئی کوشش نہیں کی لوگوں نے خود آزادانہ مشاورت سے اُن کو خلیفہ منتخب کیا۔صحابہ کی عظیم اکثریت نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی اور بعد میں شام کے سوا تمام بلاد اسلامیہ نے اُن کو خلیفہ تسلیم کیا۔**'' (خلافت وملوکیت صفحہ 122۔121)

علامہ مودودی کا یہ بیان چیخ چیخ کر بتاتا ہے کہ قریش نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے قائم کردہ نظامِ حکومت کے مطابق اپنے مسلّمہ قواعد وضوابط اور اصولوں کے مطابق اپنا خلیفہ بنایا تھا اور اُن سے وہی کچھ چاہا تھا جو سابقہ قریشی حکمرانوں سے چاہتے تھے۔ لہٰذا قریش پر اُن ہی کے اُن کے مسلّمہ قواعد وضوابط اور اصولوں کے مطابق حجت قائم کرنا ضروری تھا۔لہٰذا ہماری چوتھی بات کو فراموش نہ کریں۔اور پانچویں بات تو ایسی ہے کہ اُسے نہ بھُلایا جاسکتا ہے نہ سامنے سے ہٹایا جاسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ:۔

خلافت سونپنے کے روز ہی سے قریش نے خلافت وحکومت واقتدار کو واپس لینے کی کوشش شروع کی اور اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک حضرت علی علیہ السلام کو شہید نہ کر دیا۔دن رات غدّاریاں کیں، ہر ممکن سازش اور مکروفریب کئے، جنگیں کیں دل بھر کر اللہ ورسولؐ اور قرآن کی خلاف ورزیاں کیں۔مختصر یہ کہ وہ سب کوششیں اور کام کئے جو بدترین دشمن بھی نہیں کرتے۔اور خطبات کی طرح اِن کمینہ اقدامات کا ذکر بھی آنے والے خطوط میں کہیں کہیں آپ کو ملے گا۔اور اپنی تشریحات میں ہم بھی کہیں کہیں آپ کو متوجہ کریں گے۔آپ دیکھیں گے کہ ناموں کے سوا حضرت علی علیہ السلام کے مخالفوں میں اسلام وقرآن کا کہیں پتہ نہ چلے گا۔

اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ٥

خط (نمبر 1)

الٰی اَھْلِ الْکُوْفَةِ عِنْدَ مَسِیْرِهٖ مِنَ الْمَدِیْنَةِ اِلَی الْبَصْرَةِ (مدینہ سے بصرہ جاتے ہوئے اہل کوفہ کو لکھا گیا تھا)

1۔عثمان کے قتل میں عائشہ،طلحہ اور زبیر کا ہاتھ،2۔مدینہ میں فتنہ کی چکّی چل رہی تھی۔

3۔اھل کوفہ کو عائشہ،طلحہ اور زبیر کے خلاف جہاد کی دعوت دی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

مِنْ عَبْدِاللّٰہِ عَلِیٍّ اَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی اَھْلِ الْکُوْفَةِ جَبْهَةِالْاَنْصَارِوَسَنَامِ الْعَرَبِ،	1	اللہ کے بندے اور مومنین کے حاکم علیؑ کی طرف سے اہل کوفہ کے نام جو میرے انصار میں سب سے بڑھ کر اور عرب میں بلند مرتبہ لوگ ہیں۔
اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّی اُخْبِرُکُمْ عَنْ اَمْرِعُثْمَانَ حَتّٰی یَکُوْنَ سَمْعُهُ کَعِیَانِهٖ،	2	بعد از حمدِ خدا و صلوٰۃ واضح ہو کہ میں تمہیں عثمان کے متعلق اِس انداز سے خبردار کرتا ہوں کہ دیکھنے اور سننے میں کوئی فرق نہ رہے۔
اِنَّ النَّاسَ طَعَنُوْاعَلَیْهِ فَکُنْتُ رَجُلاً مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ اُکْثِرُاسْتِعْبَابَهٗ،وَاُقِلُّ عِتَابَهٗ،	3	حقیقتِ حال یہ گذری ہے کہ تمام مسلمانوں نے عثمان کو برابر طعنے دئے مگر مہاجرین میں سے میں اکیلا ایک شخص ایسا تھا جس کی کوشش تھی کہ زیادہ سے زیادہ لوگ عثمان کے خلاف نہ بھڑکیں اور جس نے عثمان پر کم سے کم غصہ اور عتاب کیا۔
وَکَانَ طَلْحَةُوَالزُّبَیْرُاَھْوَنُ سَیْرِھِمَافِیْهِ الْوَجِیْفُ،	4	اور وہ طلحہ اور زبیر تھے جن کی ہلکی سے ہلکی کاروائیاں بھی عثمان کے خلاف مہلک و خطرناک اور بے چینی پھیلانے والی تھیں۔
وَاَرْفَقُ حِدَائِهِمَاالْعَنِیْفُ،	5	اور نرم سے نرم رویہ بھی انتہائی طور پر ملامت انگیز اور اشتعال پھیلانے والا تھا۔
وَکَانَ مِنْ عَائِشَةَفِیْهِ فَلْتَةُ غَضَبٍ،	6	اور عائشہ نے تو عثمان کے خلاف اپنے غیظ و غضب اور اشتعال کی انتہا کر دی تھی۔
فَاُتِیْحَ لَهٗ قَوْمٌ قَتَلُوْهُ	7	چنانچہ ان تینوں کی اشتعالی کاروائیوں سے ایک قوم اُٹھی اور عثمان کو قتل کر ڈالا۔
وَبَایَعَنِی النَّاسُ غَیْرَ مُسْتَکْرَھِیْنَ،وَلَامُجْبَرِیْنَ، بَلْ طَائِعِیْنَ مُخَیَّرِیْنَ.	8	اور اس کے بعد سوچ سمجھ کر آپس میں مشورے کر کے، بلا جبر و اکراہ، آزادانہ رغبت و اطاعت کے ساتھ مجھے اپنا حاکم بنانے کی بیعت کر لی۔
وَاعْلَمُوْا اَنَّ دَارَالْهِجْرَةِ قَدْ قَلَعَتْ بِاَھْلِهَا وَقَلَعُوْابِهَا،	9	**اور یہ بھی سمجھ لو کہ عہدِ رسولؐ میں ہجرت کیلئے مناسب پناہ گاہ رہنے والا شہر مدینہ اپنے حقیقی اھل کو جڑ سے اکھیڑ چکا ہے اور وہ حقیقی باشندے بھی مدینہ کو جڑ سے اکھیڑ چکے ہیں۔**
وَجَاشَتْ جَیْشَ الْمِرْجَلِ،	10	اور مدینہ ایک دیگ کی طرح پورے جوش و خروش سے اُبل رہا ہے۔
وَقَامَتِ الْفِتْنَةُ عَلَی الْقُطْبِ،	11	اور وہاں ایک خاص فتنہ جم کر کھڑا ہو گیا ہے اور اپنی چکّی میں لوگوں کو پیس رہا ہے۔
فَاَسْرِعُوْا اِلٰی اَمِیْرِکُمْ	12	چنانچہ تم لوگ جلدی سے اپنے حاکم کے پاس پہنچو۔
وَبَادِرُوْاجِهَادَعَدُوِّکُمْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ.	13	اور اپنے واپنے حاکم کے اور حکومت واسلام کے دشمن سے جہاد میں کوشش کرو انشاءاللہ“

تشریح: یہ بات سب سے پہلے نوٹ کرنے کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام مدینہ کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر جارہے ہیں اور اپنی زندگی میں مدینہ واپس نہ آئیں گے۔ اُنکے ساتھ اسلام کا مرکز بھی مدینہ سے ایسا گیا کہ پھر نہ سچا مرکز مدینہ میں کبھی قائم ہوا اور نہ جھوٹے مراکز یا دارالخلافے مدینہ آئے۔ علاوہ ازیں اھل بیت علیھم السلام بھی اسکے بعد مدینہ میں خوش ہو کر اور چین سے نہ رہے۔ یہی تفصیل ہے حضورؐ کے نویں جملے کی اور اِس میں حضور علیہ السلام نے مدینہ کو مجرم قرار دیا ہے۔ اور یہی روانگی کا دن تھا جس دن سے مدینہ کی عزت وحرمت دوست داران محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واجمعین کے دلوں سے نکل گئی تھی۔ اور امام حسین علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کے نکلنے سے تو مدینہ بالکل ذلیل ہو کر رہ گیا تھا۔ اور قدرت نے اھل مدینہ سے ایسا انتقام لیا تھا کہ ویسا انتقام کسی بستی کے باشندوں سے نہیں لیا گیا۔ اسکے چونکہ برعکس حضرت علی علیہ السلام اور مرکز اسلام کوفہ میں منتقل ہو رہا تھا اسلئے اس شہر کی عزت کو چار چاند لگتے چلے گئے۔ یہیں کے باشندوں نے تحریک تشیّع کی بنیاد رکھی۔ یہیں کے رہنے والوں نے اللہ ورسولؐ اور قرآن وعلیؑ کے دشمنوں کی حکومت کو بیخ وبُن سے اکھیڑا۔ اُن کی اینٹ سے اینٹ بجائی۔ یہیں سے مادی وروحانی ترقی نے آگے قدم بڑھایا۔ یہیں کے باشندوں نے یورپ اور بیرونی دُنیا میں محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیھم کا تعارف کرایا۔ کیمیا اور دیگر علوم کو دُنیا میں پھیلنے کی راہیں کھولیں۔ یہیں کے رہنے والوں نے الکوفی لَا یُوْفِی کا لقب حاصل کیا اور ثابت کر دیا کہ وہ محمدؐ وآل محمدؐ اور اُن کے مشن کے علاوہ کسی کے وفادار نہیں ہوتے۔ یہیں کے رہنے والے وہ مجاہد اور شہدا تھے جو کربلا میں سب سے زیادہ حسینؑ اور خاندان حسینؑ پر نثار ہوئے۔ یہاں بھی نہ کوئی مدنی شہید ہوا نہ کوئی مکی شہدا میں نظر آتا ہے۔ یعنی مکہ ومدینہ کے مقابلے میں کوفہ عزت وشرافت والی بستی ثابت ہوتا رہا ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مدینہ کی عزت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے اب تک برقرار ہے انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ آنحضرتؐ مدینہ کی قبر میں قید نہیں ہیں۔ وہ شہید ہیں (بخاری) اور معہ جسم پوری کائنات میں جہاں پسند فرماتے ہیں وہاں رہتے ہیں۔ اور حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرکز میں باقی شہدائے کربلا اور آئمہ علیھم السلام کے ساتھ مقیم رہتے ہیں۔ رہ گیا مکہ! اُس کی عظمت بھی رسولؐ اور آئمہ علیھم السلام کی وجہ سے تھی وہ حضرات وہاں نہیں تو کعبہ کے پتھروں اور دیواروں کی اپنی کوئی ذاتی عظمت نہیں ہوا کرتی۔ مکان کی عزت وعظمت مکین کی وجہ سے ہوتی ہے مکین نہیں تو مکان کی عظمت وعزت بے معنی اور بت پرستی سے زیادہ کچھ نہیں چنانچہ اب مکہ ومدینہ صرف آثار قدیمہ ہیں اور کچھ نہیں ہیں۔

<u>2۔ عائشہ، طلحہ اور زبیر نہ صرف عثمان کے دشمن تھے بلکہ حضرت علیؑ کے بھی دشمن تھے</u>

خطبات کی تشریحات میں قتل عثمان اور کردارِ عثمان کے متعلق تفصیلات گذر چکی ہیں۔ یہاں اس خط کے جملے (7۔1/4) کی خانہ پری کے لئے عائشہ وطلحہ وزبیر کے لئے چند باتیں لکھی جاتی ہیں تاکہ اُن کی اور عثمان کی دشمنی سامنے آجائے اور حضرت علی علیہ السلام کے مقابلے میں برسر جنگ ہونے کا مقصد سمجھ میں آجائے۔

<u>3۔ عثمان کا قتل کیا جانا یا سمندر میں ڈبویا جانا عائشہ کے نزدیک ضروری تھا</u>

علامہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ'' ۔جب عثمان محاصرے میں گھرے ہوئے تھے تو مروان اُن کی حمایت میں پوری کوشش کر رہا تھا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ عائشہ مدینہ کے حالات کو نظر انداز کر کے حج کے ارادے سے مکہ کو روانہ ہو رہی ہیں تو اُنہیں روکنے اور سمجھانے کی غرض سے زید بن ثابت اور عبدالرحمٰن بن عتاب کو لے کر عائشہ کے پاس آیا اور کہا کہ اَے اُم المومنین کیا اچھا ہوتا کہ آپ حج کا ارادہ ترک کر دیتیں۔ خلیفہ وقت اپنے گھر میں

محصور ہیں آپ کی موجودگی اُن کی حفاظت کا سبب بن سکتی ہے۔ عائشہ نے کہا کہ ہمارا سامان سفر باندھا جاچکا ہے اب میرا رُکنا ممکن نہیں ہے۔ اُن لوگوں نے دوبارہ روکنے کی کوشش کی مگر عائشہ نے پہلے کی طرح منع کر دیا تو مروان نے یہ شعر پڑھا کہ:۔

قیس نے میرے خلاف شہروں میں آگ لگادی — اور جب آگ بھڑک اُٹھی تو خود بھاگ کھڑا ہوا

مطلب یہ تھا کہ تم ہی نے عثمان کے خلاف یہ خطرناک حالات پیدا کئے ہیں اور اب نتیجہ برآمد ہونے سے پہلے فرار کر جانا چاہتی ہو۔ عائشہ نے کہا کہ سُنو! خدا کی قسم میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ تمہارے اور عثمان دونوں کے پیروں میں ایک ایک چکی بندھی ہوتی اور تم دونوں کو سمندر میں ڈال دیا جاتا۔'' یہ کہہ کر مکہ کو روانہ ہوگئی۔

علامہ بلاذری یہ لکھتے ہیں کہ:۔

''۔ جب عثمان کا معاملہ بہت نازک ہوگیا تو اُنہوں نے مروان بن حکم اور عبدالرحمٰن بن عتاب ابن اُسَید کو حکم دیا کہ تم عائشہ کے پاس جاؤ وہ حج کو جارہی ہیں اور اُن کو رُکنے کے لئے کہو شاید اُن کی موجودگی میں میری مصیبت ٹل جائے۔ عائشہ نے جواب دیا کہ میں رخت سفر باندھ چکی ہوں اپنے اوپر حج واجب کرلیا ہے میں نہیں رُک سکتی۔ مروان نے مذکورہ بالا شعر پڑھا تو عائشہ نے کہا کہ آئے مروان جی تو یہ چاہتا ہے کہ عثمان میرے ان تھیلوں میں سے کسی ایک تھیلے میں ہوتا اور میں خود اُٹھا کر لے جاتی اور سمندر میں ڈال دیتی۔''

تمام قریشی تواریخ کی رُو سے حضرت عائشہ کا فتویٰ یہ تھا کہ وہ :۔

''<u>اُقْتُلُوْ انَعْثِلاً قَتَلَ اللّٰہُ نَعْثِلاً اِنَّہُ فَقَدْ کَفَرَ</u>'' اس نعثِل کو قتل کر ڈالو، اللہ اس نعثِل کو قتل کرے یہ یقیناً کافر ہوگیا ہے۔

نعثِل ایک لمبی داڑھی والے یہودی کا نام تھا۔ عثمان کے دُشمن عثمان کو اُسی سے نسبت دیا کرتے تھے۔

4۔ طلحہ نے عثمان کے ساتھ محسن کُشی کی اُس کے قتل میں مددگار و معاون رہے

تواریخ اور ابن ابی الحدید کی شرح میں ہے کہ:۔

(1) ''عثمان کا شدید ترین دُشمن طلحہ تھا اور زبیر بھی اُن ہی کے لگ بھگ تھا۔ عثمان کہا کرتے تھے کہ میں نے طلحہ کو بہت سا سونا دیا تھا اور اب وہ میرے خون کا پیاسا ہے۔ خداوندا اُسے اس دولت سے فائدہ اُٹھانے کا موقعہ نہ دے اور اُسے بغاوت کے نتیجہ سے دوچار کرنا۔ عثمان کی محصوری کے حالات میں لکھا گیا ہے کہ جس روز عثمان قتل ہوا اس دن طلحہ نقاب ڈالے ہوئے حملہ آوروں میں شامل تھا اور تیر چلا رہا تھا۔ اور اُسی نے عثمان کے گھر میں داخل ہو کر حملہ کرنے کی راہ ایک انصاری کے گھر میں سے لوگوں کو بتائی تھی۔ (ابن ابی الحدید جلد 2 صفحہ 404)

(2) عثمان کے محاصرین نے بہت سخت رویہ اختیار کیا کھانا اور پانی تک اندر جانے سے روک دیا یہاں تک کہ حضرت علیؑ نے پانی اندر بھجوایا۔ (کتاب الانساب جلد 5 صفحہ 71)

(3) کتاب الامامت والسیاسۃ جلد 1 صفحہ 24 پر ہے کہ کوفہ اور مصر والے رات دن عثمان کے دروازے کو گھیرے رہتے تھے اور طلحہ ان دونوں جماعتوں کو بھڑکاتے رہتے تھے۔ طلحہ نے کہا کہ جب تک کھانا اور پانی عثمان تک پہنچ رہا ہے اُسے تمہارے محاصرے کی کیا پرواہ ہوسکتی ہے لہٰذا پانی اندر نہ جانے دو۔''

(4) بلاذری نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ اصحاب پیغمبرؐ میں طلحہ سے بڑھ کر عثمان کے خون کا کوئی پیاسا نہ تھا۔''

(کتاب الانساب جلد 5 صفحہ 81 عقد الفرید جلد 3 صفحہ 269)

5۔ زبیر بھی عثمان کے قتل میں طلحہ کی طرح برابر مدد و معاون رہے

(1) مسعودی نے روایت کی ہے کہ بروز جنگ جمل مروان نے کہا۔''لوزبیر بھی چلا جائے۔اب کہیں یہ دوسرا قاتل بھی نہ کھسک جائے یہ کہہ کراُسنے کہا کہ کچھ پرواہ نہیں یہاں پڑے یا وہاں پڑے اور تیر نکال کر طلحہ کی رگ ھفت اندام پر مارا اور قتل کر دیا۔(مروج الذھب جلد 2 صفحہ 11)

(2) ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ طلحہ عثمان کے خلاف برانگیختہ کیا کرتے تھے زبیر کا بھی یہی حال تھا زبیر نے کہا تھا کہ **اُقْتُلُوْهُ فَقَدْ بَدَّلَ دِيْنَكُمْ** عثمان کو قتل کر ڈالو اُس نے یقیناً تمہارے دین کو بدل دیا ہے۔لوگوں نے کہا کہ آپ کا بیٹا تو عثمان کی حمایت میں جنگ کر رہا ہے اور آپ ایسا کہتے ہیں؟ زبیر نے کہا کہ مجھے عثمان کا قتل کیا جانا ایسی صورت میں بھی پسند ہے جب کہ میرا بیٹا بھی اُس کے ساتھ قتل ہو جائے۔''(شرح نہج البلاغہ جلد 2 صفحہ 404)

(3) معاویہ نے حابس بن سعد سے کہا کہ مجھے عثمان کی سرگزشت سناؤ۔اُس نے کہا کہ قتل عثمان کے کرتا دھرتا محمد بن ابی بکر اور عمار بن یاسر تھے۔اور عثمان کے معاملے میں دو شخصوں نے بڑی آگ لگائی ایک طلحہ اور دوسرے زبیر اور سب سے زیادہ حسن سلوک اگر کسی نے عثمان کے ساتھ کیا تو وہ علیؑ ہیں۔عثمان کے قتل ہونے کے بعد لوگ علیؑ پر اس طرح ٹوٹے جیسے شمع پر پروانے ٹوٹتے ہیں۔یہاں تک کہ آپؐ کی نعلین گم ہوگئی اور ردا بدن سے گرگئی۔''

(الامامة والسیاسة جلد 1 صفحہ 74، کتاب صفین صفحہ 72، **شرح ابن ابی الحدید** جلد 1 صفحہ 259)

6۔ مدینہ میں فتنہ کا جم کر کھڑا ہونا اور دیگ کی طرح سے اُبال کھانا

اِس خط کے دسویں اور گیارھویں جملوں سے قریشی لیڈروں کی اُس بے چینی اور گھبراہٹ کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو حضرت علی علیہ السلام کو عوام کے دباؤ سے خلیفہ مان لینے کے بعد پیدا ہوئی تھی۔اور اب وہ سوچ رہے ہیں کہ علیؑ کی بیعت کر کے ہاتھ کٹ جانے کے بعد بیعت کو کیسے توڑیں۔بیعت نہ توڑیں تو علیؑ سے دشمنی اور مخالفت کیسے کریں۔؟ اور مخالفت نہ کریں تو حضرت علی علیہ السلام کے پورے موقف کو اختیار کیسے کریں؟ دن رات اسکیمیں بنائی اور بگاڑی جارہی تھیں۔لہٰذا ایک فریق ایسا تیار کیا گیا جو روز اوّل سے حضرت علیؑ کی بیعت نہ کرے گا جیسا کہ خود حضرت علی علیہ السلام نے ابوبکر وغیرہم کی بیعت نہ کی تھی۔تا کہ وقت آنے پر وہ لوگ یہ کہہ سکیں کہ ہم نے تو علیؑ کو خلیفہ و حکمران تسلیم ہی نہیں کیا۔جس طرح علیؑ نے قریشی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔بیعت کر لینے والوں میں سے ایک پارٹی وہ بنائی گئی جو حضرت علیؑ سے تعاون نہ کرے گی۔اور آخری جماعت وہ ہوگی جو ہر ممکن تصادم برپا رکھے گی۔اِن تینوں جماعتوں میں وہ لوگ شامل ہوئے جو عوام کے نزدیک مقدس لوگ تھے۔جیسے عائشہ، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عباس وغیرہ۔الغرض مدینہ میں حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کو پلٹنے کی کھچڑی پک رہی تھی اور حضرت علی علیہ السلام کوفہ کے انصار کو مطلع کر رہے تھے۔اور قریشی عوام و خواص اور لیڈروں کو بلاتکلف اپنا اور اپنے انصار کا عدو (دشمن) لکھ رہے تھے اور یہ بتا رہے تھے کہ اُن دشمنوں پر جہاد کے لئے فوج کشی دینی فریضہ ہے اور یہ کہ تمام مسلمانوں کو اس جہاد میں شریک ہو کر دشمنان اسلام کو ھزیمت دینا لازم ہے۔لہٰذا حضور علیہ السلام نے پہلے ہی خط میں قریشی قوم کی پوری اسکیم کا کچا چٹھہ پبلک کے سامنے رکھ دیا ہے جو پانچ سال تک پیش آنے والے واقعات اور منصوبوں کا جوہر ہے۔

خط (نمبر2)

اَلَیْهِمْ بَعْدَ فَتْحِ الْبَصْرَةِ

بصرہ کی فتح پر اہل کوفہ کو مبارک باد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

وَجَزَاكُمُ اللّٰهُ مِنْ اَهْلِ مِصْرٍ عَنْ اَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ اَحْسَنَ مَا يَجْزِىْ الْعَامِلِيْنَ بِطَاعَتِهٖ،	1	اور اے کوفہ شہر کے باشندو تمہیں تمہارے نبیؐ کے اہلِ بیت کی جانب سے بصرہ کو فتح کرنے کے صلے میں اللہ وہ بہترین جزا دے جو وہ اپنی اطاعت میں اعمال بجالانے والوں کو دیا کرتا ہے۔
وَالشَّاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِهٖ،	2	اور جو جزا وہ اپنی نعمتوں کا شکرادا کرنے والوں کو دیا کرتا ہے۔
فَقَدْ سَمِعْتُمْ وَاَطَعْتُمْ،	3	یقیناً تم نے میرا حکم سنا اور اس کی اطاعت کی۔
وَدُعِيْتُمْ فَاَجَبْتُمْ .	4	اور تمہیں جہاد پر بلایا گیا تو تم نے دعوت قبول کی۔''

تشریح: 1۔ یہاں بھی پہلی بات جو اُبھر کر سامنے آتی ہے وہ وہی ہے کہ اھل کوفہ تنخواہ دار لوگ نہ تھے ورنہ مبارکباد اور دُعا کا حق ہی پیدا نہ ہوا ہوتا۔ اُن کو رضا کارانہ جہاد کے لئے بلایا گیا وہ اپنے اسلحہ اور خورد و نوش کا سامان لے کر حاضر ہوئے۔ دُشمنانِ اسلام سے راہِ خدا میں جہاد کیا اور فتح حاصل کی اور مبارکباد و شکریئے کے حقدار ہوئے۔ پھر یہ دیکھئے کہ حضرت علی علیہ السلام امام زمانہ اور حکمران ہیں لیکن مبارکباد، شکریہ اور جزا کی دُعا تمام اھل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے دی جا رہی ہے۔ یعنی اھل کوفہ نے فتح حاصل کر کے دین اسلام اور رسولؐ وآل رسولؐ کا تحفظ کیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں دشمنوں سے خطرہ اللہ و رسولؐ اور اسلام وآل رسولؐ کو ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا شکریہ ادا کرنا مبارکباد دینا امام زمانہ اور آل رسول علیھم السلام کا کام ہے اور بہترین جزا دینا اللہ کا کام ہے۔ اور اُس نے جہاد کرنے والوں کے لئے فرمادیا ہے کہ:۔

2۔ راہِ خدا میں جہاد وہی لوگ کرتے ہیں جو دُنیاوی زندگی کو آخرت کے بدلے میں فروخت کر دیتے ہیں

۔''اللہ کی راہ میں اُن لوگوں کو جنگ کرنا چاہیئے جو آخرت کی زندگی کے بدلے میں دُنیا کی زندگی کو فروخت کر دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ جو اللہ کی راہ میں جنگ کرے گا اور مارا جائے گا یا غالب رہے گا اُسے ہم ضرور عظیم الشان اجر دیں گے۔''

> فَلْيُقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًاo (النسآء 4/74)

یہی اجر ہے جو امام زمانہ علیہ السلام نے اھل کوفہ کو دے دیا ہے۔

(نمبر3) خط

<u>کَتَبَهُ لِشُرَیحِ ابُنِ الُحَارِثِ قَاضِیهِ . شریح ابن حارث کولکھا گیا جو عہد ثلاثہ سے قاضی تھا</u>

1۔مکان کی خریداری پر قاضی سے باز پرس 2۔مکان کی دستاویز کی پہلی اور آخری اور عجیب صورت۔

رُوِیَ اَنَّ شُرَیحَ ابُنَ الُحَارِثِ قَاضِیَ اَمِیرِ الُمُؤمِنِینَ عَلَیُهِ السَّلاَمُ اشُتَرَیٰ عَلٰی عَهُدِهٖ دَارًا بِثَمَانِیُنَ دِیُنَارًا،فَبَلَغَهُ ذٰلِکَ فَاسُتَدُعَاهُ وَقَالَ لَهُ:

روایت کی گئی ہے کہ شریح ابن حارث نے امیر المومنین علی علیہ السلام کے دور خلافت میں ایک مکان اَسّی دینار میں خریدا تھا۔جب یہ خبر حضرت علیؑ کو معلوم ہوئی تو اُسے اپنا قاضی ہونے کی بنا پر باز پُرس کے لئے بُلا بھیجا۔جب وہ حاضر ہوا تو اس سے فرمایا کہ:۔

بِسُمِ اللّٰهِ الرَّحُمٰنِ الرَّحِیُمِ O

بَلَغَنِیُ اَنَّکَ ابُتَعُتَ دَارًا بِثَمَانِیُنَ دِیُنَارًا وَ کَتَبُتَ لَهَا کِتَابًا، وَاَشُهَدُتَ فِیُهِ شُهُوُدًا؟	1	’’مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم نے ایک مکان اَسّی دینار میں خریدا ہے اور خریداری کی دستاویز بھی لکھی ہے اور اُس دستاویز میں گواہوں کی شہادتیں بھی لکھوائی ہیں؟
فَقَالَ لَهُ شُرَیُحٌ:		قاضی شریح نے آپ سے عرض کیا کہ:۔
قَدُ کَانَ ذٰلِکَ یَااَمِیُرَالُمُؤمِنِیُنَ،		یاامیر المومنینؑ وہ خبر اور تمام تفصیلات یقیناً صحیح ہیں۔
قَالَ فَنَظَرَاِلَیُهِ نَظَرَ مُغُضِبٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ :		راوی کہتا ہے کہ علیؑ نے قاضی کی طرف غضبناک نظر سے دیکھا اور اس سے کہا کہ:۔
یَاشُرَیُحُ اَمَا اِنَّهُ سَیَاتِیُکَ مَنُ لَّا یَنُظُرُ فِیُ کِتَابِکَ،	2	اے شریح یقیناً بہت جلد تیرے پاس ایک ایسا شخص آنے والا ہے جو تیری لکھی ہوئی دستاویز پر نظر نہ ڈالے گا۔
وَلاَیَسُاَلُکَ عَنُ بَیِّنَتِکَ،حَتّٰی یُخُرِجُکَ مِنُهَا شَاخِصًا،	3	اور نہ ہی تجھ سے تیرے گواہوں اور ثبوت کے متعلق کچھ پوچھے گا بلکہ تجھے حیران و پریشان اس گھر سے باہر نکال لے جائے گا۔
وَیُسَلِّمُکَ اِلٰی قَبُرِکَ خَالِصًا،	4	اور تجھے تیری ہر چیز سے جدا کر کے تیری قبر کے سپرد کر دے گا۔
فَانُظُرُ یَاشُرَیُحُ لاَ تَکُوُنُ ابُتَعُتَ هٰذِهِ الدَّارَ مِنُ غَیُرِ مَالِکَ،	5	اے شریح اس پر غور کرلو کہ کہیں تم نے یہ گھر کسی دوسرے کے مال کے بدلے میں تو نہیں خریدا ہے؟
اَوُنَقَدُتَ الثَّمَنَ مِنُ غَیُرِ حَلاَلِکَ،	6	یا کہیں ایسے مال سے اس کی قیمت ادا کی ہو جو تمہارے لئے حلال نہ تھا؟
فَاِذَااَنُتَ قَدُخَسِرُتَ دَارَالدُّنُیَاوَدَارَالاٰخِرَةِ،	7	اگر ایسا ہوا ہے تو سمجھ لو کہ تمہاری دنیا بھی اور تمہاری آخرت بھی گھاٹے میں رہی ہے۔
اَمَا اِنَّکَ لَوُکُنُتَ اَتَیُتَنِیُ عِنُدَشِرَائِکَ مَا اشُتَرَیُتَ لَکَتَبُتُ لَکَ کِتَابًاعَلٰی هٰذِهِ النُّسُخَةِ، فَلَمُ تَرُغَبُ فِیُ شِرَاءِ هٰذِهِ الدَّارِ بِدِرُهَمٍ فَمَا فَوُقٌ.	8	اور اگر کہیں تم اس مکان کی خریداری کے وقت میرے پاس آئے ہوتے تو میں تمہارے لئے ایک ایسی تحریر لکھ کر دیتا کہ اسے دیکھنے کے بعد تم اس مکان کو ایک درھم میں بلکہ اس سے بھی کم میں خریدنے کو تیار نہ ہوتے۔‘‘

وَالنُّسخَةُ هٰذِهٖ،		اور وہ دستاویز یہ ہے
هٰذَامَااشْتَرٰی عَبْدٌ ذَلِيْلٌ،	1	یہ ایک حقیر و ذلیل بندے کی خرید ہے۔
مِنْ مَيِّتٍ قَدْ اُزْعِجَ لِلرَّحِيْلِ،	2	جو اس نے ایک ایسے مرنے والے سے خریدی ہے جو دنیا سے سفر کیلئے تیار ہے۔
اشْتَرٰی مِنْهُ دَارًا مِّنْ دَارِالْغُرُوْرِ مِنْ جَانِبِ الْفَانِيْنَ،وَخِطَّةِالْهَالِكِيْنَ،	3	یہ ایک گھر ہے جو خود فریبی کے علاقہ میں، فنا ہونے والوں کے پاس اور ہلاک ہونے والوں کے رقبے میں بنا ہوا ہے۔
وَتَجْمَعُ هٰذِهِ الدَّارَ حُدُوْدٌاَرْبَعَةٌ:	4	اور اس مکان کی چاروں حدیں یوں ہیں کہ:
اَلْحَدُّالْاَوَّلُ يَنْتَهِيْ اِلٰى دَوَاعِي الْاٰفَاتِ،	5	اُس کی پہلی حد آفتوں کے سامان سے ملی ہوئی ہے۔
وَالْحَدُّالثَّانِي يَنْتَهِيْ اِلٰى دَوَاعِي الْمُصِيْبَاتِ،	6	دوسری حد مصیبتوں سے جا کر مل جاتی ہے۔
وَالْحَدُّالثَّالِثُ يَنْتَهِيْ اِلَى الْهَوَى الْمُرْدِيْ،	7	اور تیسری حد تباہ کر ڈالنے والی نفسانی خواہشات پر تمام ہوتی ہے۔
وَالْحَدُّالرَّابِعُ يَنْتَهِيْ اِلَى الشَّيْطَانِ الْمُغْوِيْ،	8	اور اس کی چوتھی حد اغوا کرنے والے شیطان کے علاقہ میں ہے۔
وَفِيْهِ يُشْرَعُ بَابُ هٰذِهِ الدَّارِ ،	9	اور یہ ہی وہ سمت ہے جہاں میرے خریدے ہوئے اس مکان کا دروازہ کھلتا ہے۔
اَشْتَرٰى هٰذَاالْمُغْتَرُّبِالْاَمَلِ،	10	اُمیدوں اور آرزوؤں کے فریب میں مبتلا اِس شخص نے اِس گھر کو اُس شخص سے خریدا ہے
مِنْ هٰذَاالْمُزْعَجِ بِالْاَجَلِ،	11	جو مرنے کے لئے باہر نکالا جا چکا ہے۔
هٰذِهِ الدَّارَبِالْخُرُوْجِ مِنْ عِزِّالْقَنَاعَةِ،	12	یہ مکان اس قیمت پر خریدا گیا ہے کہ خریدنے والا قناعت و صبر کی عزت سے خارج ہو جائے گا۔
وَالدُّخُوْلِ فِيْ ذُلِّ الطَّلَبِ وَالضَّرَاعَةِ،	13	اور بھیک مانگنے اور ہاتھ پھیلانے کی ذلت میں داخل ہو جائے گا۔
فَمَااَدْرَكَ هٰذَاالْمُشْتَرِيْ فِيْمَااشْتَرٰى مِنْهُ مِنْ دَرَكٍ فَعَلٰى مُبَلْبِلِ اَجْسَامِ الْمُلُوْكِ،	14	چنانچہ اب اگر مکان کے خریدار کو مکان خریدنے میں کوئی نقصان پہنچے گا تو پھر بادشاہوں کے جسموں کو تہہ و بالا کرنے والے کی ذمہ داری ہے۔
وَسَالِبِ نُفُوْسِ الْجَبَابِرَةِ،	15	اور جابروں و ظالموں کی زندگی چھین لینے والے کی ذمہ داری ہے۔
وَمُزِيْلِ مُلْكِ الْفَرَاعِنَةِ،	16	اور اس کی ذمہ داری ہے جو فرعونوں کی اور،
مِثْلِ كِسْرٰى وَقَيْصَرَوَتُبَّعٍ وَّحِمْيَرَ،	17	مثلاً قیصر اور کسریٰ کی اور تُبَّع اور حِمْیَر کی سلطنتوں کو برباد کرنے والا ہے۔
وَمَنْ جَمَعَ الْمَالَ عَلَى الْمَالِ فَاَكْثَرَ،	18	اور جو مال پر مال جمع کر کے بڑھانے والوں سے۔
وَمَنْ بَنٰى وَشَيَّدَ،	19	اور تعمیرات کر کے سجانے والوں سے۔
وَزَخْرَفَ وَنَجَّدَوَادَّخَرَوَاعْتَقَدَوَنَظَرَ بِزَعْمِهٖ لِلْوَلَدِ،	20	اور اولاد کے لئے زر و جواہر کے ذخیرے جمع کر کے مستحکم کرنے والوں سے سب کچھ چھین لے گا اس کی ذمہ داری ہے کہ:۔
اَشْخَاصُهُمْ جَمِيْعًااِلٰى مَوْقِفِ الْعَرْضِ وَالْحِسَابِ	21	وہ ان تمام مذکورہ اشخاص کو اُس جگہ جمع کرے گا جہاں اُن سے پورا پورا حساب لیا

وَمَوْضِعِ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ،		جائے اور جہاں انہیں عذاب اور ثواب دیا جائے گا
اِذْوَقَعَ الْاَمْرُبِفَصْلِ الْقَضَاءِ ، وَخَسرَ هُنَالِکَ الْمُبْطِلُوْنَ،(40/78)	22	اُسی وقت ہی معاملات کے صحیح فیصلے ہوں گے۔اور اُسی وقت تمام باطل پرست گھاٹے میں رہیں گے(40/78)
شَهِدَ عَلٰی ذٰلِکَ الْعَقْلُ اِذَاخَرَجَ مِنْ اَسْرِالْهَوٰی وَسَلِمَ مِنْ عَلاَئِقِ الدُّنْيَا.	23	اس دستاویز پر عقل نے ایسی حالت میں گواہی دی ہے جب کہ وہ خواہشات میں گرفتار نہیں تھی اور دُنیا کے تمام تعلقات سے دستکش تھی۔''

تشریح:۔ حضرت علی علیہ السلام کی لکھی ہوئی یہ دستاویز دُنیا میں اپنی مثل آپ ہے نہ یہ طریقہ پہلے کسی اور کو سوجھا نہ بعد میں اس کو اختیار کیا گیا۔ یہاں مکانات کا بنانا اور خرید وفروخت بھی انسانوں کی اپنی پسند کے ماتحت نہیں چھوڑی گئی ہے۔ اِس لئے کہ اس آزادی سے سینکڑوں جرائم جنم لیتے ہیں اور نوع انسان کی آزادی اور ترقی میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اور اُدھر اللہ پر توکل اور قناعت میں مخل ہوتے ہیں۔ آزادانہ مکانات بنانے اور سجانے سے جو خرابیاں سامنے آتی ہیں وہ بیان فرمادی گئی ہیں۔ اگر آپ اُس نظام میں شامل رہنا چاہتے ہیں جہاں مال حرام کو داخلہ نہ ملے۔ جہاں آخرت ہر وقت سامنے رہے اور دُنیا اور سامانِ دُنیا عارضی اور حقیر معلوم ہوتا رہے۔ جہاں انسان ہمہ قسمی ذلت سے محفوظ رہے۔ جہاں خود فریبی' فنا اور ہلاکت کا گذر نہ ہوسکے۔ آفات ومصائب ونفسانی وپست خیالیاں دُور سے دُور رہیں۔ جہاں غلط آرزوئیں اور غلط اُمیدیں پاس نہ پھٹکیں۔ جہاں عزت واستغنا کبھی مجروح نہ ہو اور کسی حال اور کسی صورت میں نقصان سے سابقہ نہ پڑے تو آپ کا فریضہ ہے کہ خود کو نظام معصومین علیھم السلام کے سپرد کر کے بے اختیار ہو جائیں یا دوسرے الفاظ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے بندے بن جائیں اور کہہ دیں کہ:۔

سپردم بتو مایہ خویش را

تو دانی حساب کم وبیش را

2۔ مذکورہ بادشاہوں سے مزید تعارف

فرعون۔ بادشاہانِ مصر کا لقب تھا۔ یہ نہایت شاندار عظیم بادشاہ گذرے ہیں اِن میں سے بعض اپنے ظلم وجور کی وجہ سے ایسے بدنام ہوئے کہ یہ لقب ہی ظالموں اور سرکشوں کے لئے مخصوص ہوگیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پالنے والا فرعون ہماری تفسیر میں منفرد انسان کی حیثیت سے سامنے آتا ہے۔

حِمْیَر۔ یمن کے بادشاہوں کا لقب رہا ہے۔ یہ بادشاہ سلطنتِ انباط کے مخالف رہے ہیں اور ایران کے جانبدار تھے۔ یہ لوگ یمن کے ساتھ ساتھ حضرموت، حبشہ اور حجاز پر بھی حکمرانی کرتے ہیں۔ اِن کے دوسرے دَور کے بادشاہوں کو تُبّع کہا جاتا تھا۔

کَسْرٰی۔ ایران کے بادشاہوں کو کہتے تھے فارسی زبان کا لفظ خُسرَو ہے، عربی میں کسریٰ خُسرو سے بنالیا گیا ہے۔

قیصر۔ شاھان روم کا لقب رہا ہے۔ یہ عیسائی مذہب کی حکومت اور حکومتِ انباط کی دوست تھی۔ یہی حکومت تھی جو مسلسل ہمارے بزرگوں کی قدر ومنزلت قائم کرنے میں کوشاں رہی اور آج بھی عیسائی اور یہودی حکومتیں محمد وآل محمد علیھم السلام کی حامی ومددگار رہیں۔ اور ہمیشہ مددگار رہیں گی۔

انشاءاللہ والامام علیہ السلام۔

(نمبر 4) خط

بصرہ کے گورنر حضرت عثمانؓ بن حنیف کے نام

1۔ بغاوت چھوڑنے والوں کو معافی دینا 2۔ باغیوں سے جنگ ضروری ہے۔

3۔ نیم دلی یا بددلی سے شاملِ جنگ ہونیوالوں کو ساتھ نہ لینا بہتر ہوتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

فَاِنۡ عَادُوۡا اِلٰی ظِلِّ الطَّاعَةِ فَذٰلِکَ الَّذِیۡ نُحِبُّ	1	اگر طلحہ، زبیر وعائشہ بغاوت چھوڑ کر اطاعت کے سایہ میں پلٹ آئیں تو وہی ہمیں محبوب ہے۔
وَاِنۡ تَوَافَتِ الۡاُمُوۡرُ بِالۡقَوۡمِ اِلَی الشِّقَاقِ وَالۡعِصۡیَانِ فَانۡهَدۡ بِمَنۡ اَطَاعَکَ اِلٰی مَنۡ عَصَاکَ،	2	اور اگر اُنکے مقاصد انہیں قومی دشمنی اور تفرقہ پردازی اور نافرمانی کیطرف گھسیٹیں تو تمہیں چاہئے کہ تم انکے خلاف اٹھو اور ان لوگوں کو ساتھ لیکر اپنے مخالفوں کا مقابلہ کرو جو تمہاری اطاعت کریں۔
وَاسۡتَغۡنِ بِمَنۡ انۡقَادَ مَعَکَ عَمَّنۡ تَقَاعَسَ عَنۡکَ	3	اور جو تمہاری قیادت میں آگے بڑھیں اُن کو کافی سمجھو اور اُن لوگوں کی بالکل پرواہ نہ کرو جو تم سے جی چراتے ہوں۔
فَاِنَّ الۡمُتَکَارِهَ مُغِیۡبُهٗ خَیۡرٌ مِّنۡ مَشۡهَدِهٖ،	4	دراصل ناگواری سے ساتھ دینے والوں کا موجود نہ ہونا اُنکے موجود رہنے سے بہتر ہوا کرتا ہے
وَقُعُوۡدُهٗ اَغۡنٰی مِنۡ نُهُوۡضِهٖ ؛	5	اور اُن کا جنگ سے الگ ہو کر بیٹھ رہنا اُن کے جنگ کے لئے اُٹھنے سے مفید ہوتا ہے۔

تشریح: یہ ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے بصرہ کی طرف کوچ کرتے ہوئے اھل کوفہ کو جہاد کے لئے پہنچنے کا خط لکھا تھا۔ مدینہ سے یہ روانگی اسی لئے ہوئی تھی کہ عائشہ، طلحہ وزبیر اپنی فوج لے کر بصرہ کو روانہ ہو گئے تھے اور حضور علیہ السلام بصرہ ہی میں اِن تینوں سے جنگ کرنا چاہتے تھے۔ آپؑ نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب میں یہ خط لکھا ہے اور باغی مسلمانوں سے جنگ کو لازمی قرار دیا ہے۔ یعنی امام وقت علیہ السلام سے باغی کی نہ نماز کا خیال کیا جائے گا نہ مسلمان ومومن کہلانے کی پرواہ کی جائے گی انہیں بے دریغ جہنم واصل کیا جائے گا۔

2۔ امام زمانہ علیہ السلام سے بغاوت پر علامہ مودودی اور دیگر علماء کا فتویٰ سُنیں

مودودی نے لکھا ہے کہ:۔ اس مسئلہ میں صحیح شرعی پوزیشن قاضی ابوبکر ابن العربی نے احکام القرآن میں اس طرح بیان کی ہے کہ:۔

۔''لوگوں کو بلا امام چھوڑ دینا ممکن نہ تھا چنانچہ امامت اُن باقی صحابہ کے سامنے پیش کی گئی جن کا ذکر حضرت عمر نے شوریٰ میں کیا ہے اور انہوں نے اسے رد کر دیا تھا۔ اور حضرت علیؑ نے جو امامت کے سب سے زیادہ حقدار اور اھل تھے اُسے قبول کر لیا تھا۔ تا کہ اُمت کو خونریزی اور آپس کی پھوٹ سے بچایا جا سکے۔ جس سے دین وملت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ جانے کا خطرہ تھا۔ پھر جب اُن سے بیعت کر لی گئی تو شام کے لوگوں نے اُن کی بیعت قبول کرنے کے لئے یہ شرط لگائی کہ پہلے حضرت عثمان کے قاتلوں کو گرفتار کر کے اُن سے قصاص لیا جائے۔ حضرت علیؑ نے اُن سے کہا کہ پہلے بیعت میں داخل ہو جاؤ پھر حق کا مطالبہ کرو اور وہ تمہیں مل جائے گا۔ مگر انہوں نے کہا کہ آپ بیعت کے مستحق ہی نہیں ہیں۔ جبکہ ہم قاتلین عثمان کو صبح شام آپ کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔ اس معاملے میں حضرت علیؑ کی رائے زیادہ صحیح تھی۔ اور اُن کا قول زیادہ درست تھا۔ کیونکہ اگر وہ اس وقت قاتلین عثمان سے بدلہ لینے کی کوشش کرتے تو قبائل اُن کی حمایت پر اُٹھ کھڑے ہوتے اور لڑائی کا ایک تیسرا محاذ کھل جاتا۔ اس لئے وہ انتظار کر رہے تھے کہ حکومت مضبوط ہو جائے اور تمام مملکت میں اُن کی بیعت منعقد ہو لے۔ اس کے بعد باقاعدہ عدالت میں اولیاء مقتول کی طرف سے دعویٰ پیش ہو اور حق کے مطابق فیصلہ

کر دیا جائے۔ علمائے اُمت کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ امام کے لئے قصاص کو مؤخر کرنا ایسی حالت میں جائز ہے جبکہ اُس سے فتنہ بھڑک اُٹھنے اور تفرقہ برپا ہونے کا خطرہ ہو۔ ''ایسا ہی معاملہ حضرات طلحہ اور زبیر کا تھا ان دونوں حضرات نے نہ تو حضرت علیؑ کو خلافت سے بے دخل کیا تھا نہ اُن کے دین پر معترض تھے۔ البتہ اُن کا خیال یہ تھا کہ پہلے حضرت عثمان کے قاتلوں سے ابتداء کی جائے مگر حضرت علیؑ اپنی رائے پر قائم رہے اور رائے اُنہی کی صحیح تھی۔''

آگے چل کر قاضی صاحب آیت۔'' فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ''(الحجرات 9) کی تفسیر میں کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

۔''حضرت علیؑ نے ان حالات میں اسی آیت کے مطابق عمل کیا تھا۔ اُنہوں نے اُن باغیوں کے خلاف جنگ کی تھی جو امام پر اپنی رائے مسلط کرنا چاہتے تھے۔ اور ایسا مطالبہ کر رہے تھے جس کا انہیں حق نہ تھا۔ اُن کے لئے صحیح طریقہ یہ تھا کہ وہ حضرت علیؑ کی بات مان لیتے اور اپنا مطالبہ قصاص عدالت میں پیش کر کے قاتلین پر مقدمہ ثابت کرتے۔ اگر ان لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوتا اور پھر حضرت علیؑ مجرموں سے بدلہ نہ لیتے تو انہیں کش مکش کرنے کی بھی ضرورت نہ ہوتی عامۂ مسلمین خود ہی حضرت علیؑ کو معزول کر دیتے۔''

(احکام القرآن جلد 4 صفحہ 1707۔1706، طبع مصر 1958ء) خلافت وملوکیت صفحہ 127۔126)

پھر علامہ مودودی صفحہ 137 پر لکھتے ہیں کہ:۔

۔''ابوبکر جصاص احکام القرآن میں لکھتے ہیں:۔''۔علیؑ بن ابی طالبؑ رضی اللہ عنہ نے باغی گروہ کے خلاف تلوار سے جنگ کی اور اُن کے ساتھ وہ اکابر صحابہ اور اھل بدر تھے جن کا مرتبہ سب جانتے ہیں۔ اس جنگ میں وہ حق پر تھے اور اس میں اُس باغی گروہ کے سوا جو اُن سے برسر جنگ تھا اور کوئی بھی اُن سے اختلاف نہ رکھتا تھا۔ مزید برآں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمادیا تھا کہ تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ ایک ایسی خبر ہے جو تواتر کے ساتھ منقول ہوئی ہے اور عام طور صحیح مانی گئی ہے۔''(احکام القرآن للجصاص جلد 3 صفحہ 492) خلافت وملوکیت صفحہ 137)

لہٰذا حضرت علی علیہ السلام کے مخالف اور بغاوت کرنیوالے سب کے سب جنت کے حقدار نہ رہے خواہ تلوار سے قتل ہوئے ہوں یا اپنی موت مرے ہوں۔

3۔ حضرت علیؑ رضا کارانہ خوشی خوشی جہاد کرنے والوں کو اجازت دیا کرتے تھے

یہ خط بتاتا ہے کہ حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہرگز اپنی تعداد بڑھانے کی فکر نہ کرتے تھے۔ اُنہیں اپنی کامیابی اور فتوحات کا یقین تھا۔ وہ اللہ کی طرح بندوں سے مستغنی تھے۔ اور وہ تنہا شخص ہیں جن کو میدان جنگ میں کبھی شکست کا منہ نہ دیکھنا پڑا اور اللہ کے تمام وعدے اُن کے حق میں صحیح نکلے۔ بدتر سے بدتر فوج بھی ہمیشہ کامیاب اور مظفر ومنصور پلٹتی رہی۔

ہم نے بھی لکھا ہے اور تمام تواریخ مانتی ہیں کہ عائشہ اور طلحہ وزبیر نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے معاھدہ کر کے دھوکا دیا۔ یعنی رات کو اُن پر حملہ کر دیا تھا۔ اور دھوکا دینا غدّاری کرنا معاہدہ شکنی کرنا قریشی قوم اور قریشی لیڈروں کی آبائی سنت ہے۔ اُن سے صرف مکروفریب ودغا کی اُمید رکھنا چاہیئے۔

(نمبر5) خط الٰی الْاَشْعَثِ بنِ قَیْسٍ عَامِلِ آذَرْبِیْجَانَ: آذربائیجان کے گورنر اشعث بن قیس کے نام

1۔ عہدہ اور حکمرانی کا مطلب ''کھاؤ پیو اور مزے اڑاؤ نہیں'' وہ گردن میں امانت کا پھندا ہے

2۔ بلا اجازت اور بلا دلیل کوئی بڑا کام کرنے کی ممانعت۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

وَاِنَّ عَمَلَکَ لَیۡسَ لَکَ بِطُعۡمَۃٍ،	1	اور تجھے ملی ہوئی حکومت کھانے پینے اور موج اُڑانے کا سامان نہیں ہے۔
وَلٰکِنَّہٗ فِیۡ عُنُقِکَ اَمَانَۃٌوَّاَنۡتَ مُسۡتَرۡعًی لِّمَنۡ فَوۡقِکَ،	2	ولیکن وہ تو تمہاری گردن میں لٹکی ہوئی ایک امانت ہے اور تم اپنے اوپر حکمران کی طرف سے اس امانت کے محافظ ہو۔
لَیۡسَ لَکَ اَنۡ تَفۡتَاتَ فِیۡ رَعِیَّۃٍ،	3	تمہیں یہ اختیار نہیں ہے کہ تم رعایا کے ساتھ جو بھی چاہو کرتے رہو۔
وَلَا تُخَاطِرَ اِلَّا بِوَثِیۡقَۃٍ،	4	اور نہ یہ اختیار ہے کہ بلا کسی مضبوط وجہ کے کسی بڑے مسئلہ میں اُلجھو۔
وَفِیۡ یَدَیۡکَ مَالٌ مِّنۡ مَّالِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ،	5	اور تیرے ہاتھ میں اللہ کے مال میں سے کچھ مال رہتا ہے۔
وَاَنۡتَ مِنۡ خُزَّانِہٖ حَتّٰی تُسَلِّمَہٗ اِلَیَّ،	6	اور تم اُس مال خدا کے اُس وقت تک خزانچی ہو جب تک اُس مال کو میرے سپرد نہ کر دو۔
وَلَعَلِّی اَنۡ لَّا اَکُوۡنَ شَرَّ وُلَاتِکَ لَکَ. وَالسَّلَامُ،	7	اور اُمید ہے کہ مجھے تمہارے لئے ایک بُرا حکمران نہ بننا پڑے گا۔ والسلام۔

تشریح: قریشی حکمرانوں کا فریضہ تھا کہ وہ بتدریج خلافت الٰہیّہ کو شاہانِ عجم کی راہ پر ڈال دیں چنانچہ حضرات ابوبکر وعمر وعثمان، حکومت نبوؐیہ کو آہستہ آہستہ اور بڑی حکمت عملی سے تبدیل کر رہے تھے اور پرانے لوگ کہیں کہیں چونک پڑتے تھے۔ علامہ مودودی سے ایک مثال سُن لیں لکھتے ہیں کہ:۔

۔''مثال کے طور پر جب ولید بن عقبہ کوفہ کی گورنری کا پروانہ لے کر حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ: ''معلوم نہیں ہمارے بعد تُو زیادہ دانا ہو گیا یا ہم تیرے بعد احمق ہو گئے؟'' اُس نے جواب دیا۔ ''ابو اسحاق بر اَفروختہ نہ ہو یہ تو بادشاہی ہے۔ صبح کوئی اس کے مزے لوٹتا ہے تو شام کوئی اور۔'' حضرت سعد نے کہا۔ ''میں سمجھتا ہوں واقعی تم لوگ اِسے بادشاہی بنا کر چھوڑو گے۔'' (خلافت وحکومت صفحہ 108)

کہنا یہ ہے کہ حضرات ابوبکر وعمر وعثمان نے لوگوں کو بادشاہی یا ملوکیت کی راہ پر ڈالا تھا۔ لہٰذا پورے ملک میں لوگ بادشاہی کے انداز پر سوچتے تھے اور حکومت کو مزے لوٹنے کی چیز سمجھتے تھے۔ اس خط میں حضرت علی علیہ السلام نے پہلی بات ہی یہ فرمائی ہے کہ:۔

۔''تمہاری عملداری وحکومت تمہاری مزے اڑانے اور کھانے پینے کی چیز نہیں ہے۔ بلکہ تمہاری گردن میں لٹکنے والی ایک امانت اور ذمہ داری ہے جس کے لئے تم اپنے اوپر حکمران کے سامنے جوابدہ اور ذمہ دار ہو۔ تمہیں یہ اختیارات حاصل نہیں ہیں کہ رعایا کے ساتھ جو دل چاہے وہ کر لیا کرو۔ بلکہ تمہیں قوانین خداوندی کے اندر رہتے ہوئے کام کرنا ہیں۔ (4۔5/1) اِن چاروں جملوں سے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ تمام ماتحت حکمرانوں اور گورنروں کو ہر معاملے میں قانون خدا ورسولؐ یعنی قرآن اور سُنت پر کاربند رہنا ہوگا اور امامؑ کی دی ہوئی ہدایات سے تجاوز کا اختیار نہیں ہوگا اور اپنے ہر اقدام کی پشت پر ایک مضبوط دلیل پیش کرنا ہوگی۔ سابقہ خلفاء کے اختیار کردہ قرآن وسنتِ نبویؐ کے خلاف رسوم ورواج اور دستور پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ وہ تو سابقہ کافروں کے قدم بقدم اس لئے چلے کہ رفتہ رفتہ اسلامی حکومت کو ایرانیوں اور رومیوں اور یونانیوں اور حمیریوں اور حبشیوں کے طرز حکومت میں

بدل دیں۔اور قرآنی قوانین کی جگہ کافروں کے قوانین کا مرکب ومکسچر جاری کردیں۔چونکہ وہ خلفاء نہ قرآن پر عبور رکھتے تھے نہ اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی تمام احادیث سُنی تھیں نہ تمام فیصلوں کے وقت وہ موجود رہے تھے اس لئے انہوں نے اس کو بہتر اور آسان سمجھا کہ جو ملک فتح کریں اُس ملک میں وہی طریقہ اور رواج اور قانون بحال رکھتے چلے جائیں جو وہاں رائج چلا آرہا تھا۔اس لئے اُنہوں نے وہاں پر ہر جگہ وہیں کی زبان بحال رکھی۔ وہی دفاتر قائم رکھے وہی اسٹاف وہی عملہ برقرار رکھا۔یعنی صرف حکم چلانے والے بدل گئے اور کچھ نہ بدلا اور چین سے حکومت چلتی رہی۔اس سلسلے میں علامہ شبلی کی چند بنیادی باتیں سنتے چلیں لکھا ہے کہ:۔

۔''حضرت عمر کی سیاست کا ایک بڑا اصول یہ تھا کہ وہ قدیم سلطنتوں اور حکمرانوں کے قواعد اور انتظامات سے واقفیت پیدا کرتے تھے اور اُن میں جو چیزیں پسند کے قابل ہوتی تھیں اُن کو اختیار کرتے تھے۔خراج۔عشور۔دفتر۔رسد۔کاغذاتِ حساب۔اِن تمام انتظامات میں اُنہوں نے ایران وشام کے قدیم قواعد پر عمل کیا۔البتہ جہاں کوئی نقص پایا اس کی اصلاح کردی۔عراق کے بندوبست کا جب ارادہ کیا تو حذیفہ اور عثمان بن حنیف کے نام حکم بھیجا کہ عراق کے دو بڑے زمینداروں کو میرے پاس بھیج دو۔چنانچہ یہ زمیندار مع مترجم کے اُن کے پاس آئے اور انہوں نے اُن سے دریافت کیا کہ سلاطین عجم کے یہاں مالگذاری کی تشخیص کا کیا طریقہ تھا؟۔جزیہ حالانکہ بظاہر مذہبی لگاؤ رکھتا تھا تاہم اس کی تشخیص میں وہی اصول ملحوظ رکھے جو نوشیروان نے اپنی حکومت میں قائم کئے تھے۔علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے جہاں نوشیرواں کے انتظامات وبالخصوص جزیہ کا ذکر کیا ہے لکھا ہے:۔

۔''هِیَ الْوَدَا عِ الَّتِی اِقْتَدَی بِهَا عمر بن الخطاب حِیْنَ افتح بلا دالفرس ۔یعنی یہ وہی قاعدے ہیں کہ حضرت عمر نے جب فارس کا ملک فتح کیا تو اُن کی **اقتدا کی**۔''اِس سے زیادہ صاف اور مصرح علامہ ابن مسکویہ نے اس مضمون کو لکھا ہے۔علامہ مذکور نے جو حکیم اور فلسفی اور شیخ ابوعلی سینا کا معاصر وہم پایہ تھا تاریخ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام تجارب الامم ہے۔اس میں جہاں حضرت عمر کے انتظامات ملکی کا ذکر کیا ہے لکھا ہے کہ:۔

۔''وَکَانَ عمر یلکثر الحلوۃ بقوم من الفرس یقرؤن علیه سیات الملوک و لا سیّما ملوک العجم لفضلاء و سیما انوشیروان فانه کان معجبابها کثر الاقتدء بِهَا۔''''یعنی عمر فاروق فارس کے چند آدمیوں کو صحبت خاص میں رکھتے تھے یہ لوگ اُن بادشاہوں کے آئینِ حکومت پڑھ کر سُنایا کرتے تھے خصوصاً شاہانِ عجم کے اور اُن میں سے بھی خاص کر نوشیرواں کے،اس لئے کہ اُن کو نوشیرواں کے آئین بہت پسند تھے اور اُن کی بہت پیروی کرتے تھے۔''

علامہ موصوف کے بیان کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ عموماً مورخوں نے لکھا ہے کہ جب فارس کا رئیس ہرمزان اسلام لایا تو حضرت عمر نے اُس کو اپنے خاص درباریوں میں داخل کیا اور انتظامات ملکی کے متعلق اُس سے اکثر مشورہ لیتے تھے (الفاروق حصہ دوم صفحہ 89-88)

علامہ شبلی کے اس بیان سے تصدیق ہوگئی کہ حضرت عمر نے اپنا کاروبارِ حکومت چلانے کیلئے کفار کے دانشوروں اور سیاست دانوں میں سے ماہرین کو انتخاب کرکے اپنے چاروں طرف بطور مشیر رکھا ہوا تھا اور سابقہ حکومتوں وکفار حکمرانوں کے آئین وقوانین ودَساتیر جمع کررکھے تھے اور حسب ضرورت وہ ماہرین کفار کے جدید وقدیم قوانین وقواعد پڑھ کر سناتے اور بہترین مشورے دیتے رہتے تھے اور حضرت عمر اُن قوانین اور مشوروں کے مطابق اُنکی اقتداء اور پیروی کرتے اور اُنہیں اپنی سلطنت میں بطور قوانین جاری ونافذ کرتے رہتے تھے یہاں یہ بھی سنتے چلیں کہ حضرت عمر کی پیروی میں عثمان، معاویہ بھی حتیٰ کہ عباسیوں کے خلفا نے بھی ہمیشہ مذکورہ بالا ماہرین کی ایک جماعت برقرار رکھی اور بدستور اُنکی صوابدید سے کاروبارِ حکومت چلایا۔

اب یہ سوچنے کی بات ہے کہ قریشی حکمرانوں نے بجائے کافرانہ قوانین وآئین کی پیروی کے قرآن وحدیث کو اپنا راہنما کیوں نہ بنایا؟ یہاں

یہ ماننا پڑے گا کہ یا تو قرآن وحدیث اُن قوانین سے خالی تھے یا یہ لوگ قرآن وحدیث کے قوانین کو نافذ کرنے کے مخالف تھے۔اس کا صحیح فیصلہ بھی قبل از وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر گئے تھے لہٰذا حدیث کی مسلمہ صحیح ومستند کتاب بخاری میں علامہ محمد اسماعیل بخاری نے لکھا ہے کہ:۔

بَابُ قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ ۔حَدَّثَنَا احمد بن یونس قال حَدَّثَنَا ابن ابی ذئب عَنِ الْمقبری عن ابی ہریرؓہ عَنْ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لَاتَقُوْمُ السَّاعَۃَ حَتّٰی تَاخُذَ اُمَّتِیْ بِاَخذ القرون قَبْلَھَا شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَعًا بِذِرَاعٍ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَفَارِسَ وَالرُّوْمِ ؟ قَالَ وَمَنِ النَّاسُ اِلَّااُولٰئِکَ .

2۔ حَدَّثَنَا محمد بن عبدالعزیز قَالَ حَدَّثَنَا ابو عُمَر الصَّنْعَانِیُ مِنَ الیَمَن عَنْ زیدبن اسلم عَنْ عَطَابن یَسَار عَنْ ابی سعید الخدری عَن النَّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلِکُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَذَرَعًا ذَرَاعًا حَتّٰی لو دَخَلُو احجر ضب تَبَعْتُمُوْھُمْ .قُلْنَا یا رسولؐ اللّٰہ اَلْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی قَال فمن ؟ (بخاری جلد2پارہ29صفحہ1088 کتاب الاعتصام)

۔''وہ باب جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بیان کیا جائے گا جس میں حضورؐ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تم لوگ اپنے سے پہلی قوموں کے قوانین اور سُنتوں کی پیروی کرو گے چنانچہ اس سلسلے میں احمد بن یونس نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ مجھ سے ابن ابی ذئب مقبری نے بیان کیا اور انہوں نے ابوہریرؓہ سے سُنا اور اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ قیامت قائم ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ میری امُت اپنے سے پہلی اُمتوں اور اقوام کی سرکشانہ بالشت بالشت اور ہاتھ سے ناپ ناپ کر پیروی نہ کر چکے۔اُن سے کہا گیا کہ کیا ایرانیوں اور رومیوں کی پیروی بھی کرے گی؟ فرمایا کہ اُن کے علاوہ لوگ اور کون ہو سکتے ہیں۔مطلب یہ کہ ایرانیوں اور رومیوں کی پیروی ہی تو تمہیں پسند آئے گی۔دوسری حدیث محمد بن عبدالعزیز نے ابوعمر صنعانی سے اور انہوں نے زید بن اسلم سے اور انہوں عطا بن یسار سے اور انہوں نے سعید الخدری سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ تم لوگ اپنے سے پہلے کے لوگوں کی بالشت بالشت اور ہاتھوں ہاتھ ناپ ناپ کر سرکشانہ پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر اُن میں کوئی بجّو کے سوراخ میں گھسا ہو گا تو تم بھی گھسو گے۔ہم نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ کیا ہم یہودیوں اور نصرانیوں کی اقتداء و پیروی بھی کریں گے؟ فرمایا کہ اور کس کی پیروی؟ مطلب یہ کہ تم یہود ونصارٰی کی اور ایرانیوں اور رومیوں کی پیروی ضرور کرو گے۔''

معلوم ہوا کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے سے جانتے تھے کہ قریشی حکمران قرآن کو اختیار نہ کریں گے بلکہ دنیا بھر کے کافروں اور مشرکوں اور بے دینوں کے قدم بقدم چلیں گے۔یہ تھا وہ راستہ جس پر ان حکمرانوں نے ایک چوتھائی صدی تک جادہ پیمائی کی تھی اور حضرت علی علیہ السلام اس راستے کو مٹا کر قرآن وحدیث کے راستے پر اُمت کو چلانا چاہتے تھے اور ذراسی لاپرواہی اور غفلت برداشت نہ کرتے تھے۔چنانچہ اشعث بن قیس کو صاف اور واضح زبان میں خط لکھا اور حکومت کی ذمہ داریاں یاد دلائیں اور نہایت مہذبانہ انداز میں انتہائی اقدامات کی دھمکی بھی دی اور بتا دیا کہ میں بارہ مہینے اور چوبیس گھنٹے پسندیدہ اور نرم رَو حکمران نہیں رہ سکتا۔بُرے لوگوں اور بُرے عملدرآمد کے جواب میں بُرا اقدام کرنے پر تیار رہتا ہوں۔ایسے حالات پیدا نہ کرنا کہ میں تمہارے لئے ایک بُرا حکمران بن جاؤں اور رحم وکرم ونوازشات کو بالائے طاق رکھ کر تمہاری پٹائی اور ذلت کے احکام جاری کردوں۔مطلب یہ کہ مجھ سے صرف نرم روی اور برداشت ہی کی اُمید نہ رکھنا۔میں سب طرح کے حالات سے نمٹنا جانتا ہوں لہٰذا شریفانہ اور ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنے ہی میں خیریت ہے۔مجھے سابقہ حکمرانوں کی طرح غلط روی کا عادی نہیں بنایا جاسکتا۔نہ مجھے سرکشی سے ڈرایا جاسکتا ہے۔نہ مجھے ابوبکر وعمر وعثمان اور اُن کے گورنروں کے رویہ کی مثال دے کر موڑا جا سکتا ہے۔ساری دُنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے۔میں قرآن سے ذرہ برابر نہ ہٹونگا۔اور غلط کاروں کو ذمہ دار بنانے کے تمام ضروری اقدامات کروں گا۔ساری دُنیا کو قرآن پر عمل کرنے کیلئے مجبور کروں گا۔

(نمبر6) خط

اِلٰی مُعَاوِیَةَ: معاویہ کے نام

1۔ معاویہ کو قریشی لیڈروں کے خود ساختہ اصول انعقادِ خلافت پر متوجہ کر کے اپنے برحق خلیفہ ہونے پر لاجواب گفتگو کی ہے۔2۔ عثمان کے خلاف سازش سے اپنی بریت کا اعلان کیا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

اِنَّہٗ بَایَعَنِیۡ الۡقَوۡمُ الَّذِیۡنَ بَایَعُوۡا اَبَابَکۡرٍ وَّعُمَرَ وَعُثۡمَانَ عَلٰی مَابَایَعُوۡ عَلَیۡہِ،	1	بلاشبہ مجھے اسی پوری قوم نے خوشی سے بیعت کر کے اپنا خلیفہ بنایا تھا جس قوم نے جس اصول پر ابوبکر وعمر اور عثمان کو اپنا خلیفہ بنایا تھا۔
فَلَمۡ یَکُنۡ لِلشَّاھِدِاَنۡ یَّخۡتَارَ، وَلاَ لِلۡغَائِبِ اَنۡ یَّرُدَّ،	2	قریشی قوم کے اس عمل درآمد کے بعد کسی بھی موجود شخص کو یہ اختیار نہیں رہتا کہ وہ اس عمل کے خلاف کسی اور کو خلیفہ بنالے اور نہ اُس وقت کے غائب شخص کو اُنکے فیصلے کو رد کرنے کا اختیار رہتا ہے۔
وَاِنَّمَا الشُّوۡرٰی لِلۡمُھَاجِرِیۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ،	3	قریشی وانصاری عقیدے اور عمل کے ماتحت خلافت کے لئے مشورہ کر کے فیصلہ کرنے کا اختیار صرف مہاجرین اور انصار ہی کو حاصل ہے۔
فَاِنِ اجۡتَمَعُوۡا عَلٰی رَجُلٍ وَسَمُّوۡہُ اِمَامًا کَانَ ذٰلِکَ لِلّٰہِ رَضیً،	4	چنانچہ اگر مہاجرین اور انصار کسی شخص کو خلیفہ بنانے کا اجتماعی فیصلہ کر کے اسے خلیفہ وامام نامزد کردیں تو اسی فیصلے میں اللہ کی رضامندی ہوگی۔
فَاِنۡ خَرَجَ عَنۡ اَمۡرِھِمۡ خَارِجٌ بِطَعۡنٍ اَوۡبِدۡعَةٍ رَدُّوۡہُ اِلٰی مَا خَرَجَ مِنۡہُ،	5	اس نامزدگی کے بعد جو کوئی اس قریشی فیصلے کی اطاعت سے خارج ہوگا، خواہ طعن وطنز کر کے یا کوئی نئی بدعت گھڑ کر اسے سارے مسلمان مل کر اپنی خلافت کے ماتحت جبراً لائیں گے۔ اور مطیع بنائیں گے۔
فَاِنۡ اَبٰی قَاتَلُوۡہُ عَلٰی اتِّبَاعِہٖ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ،	6	اب اگر وہ شخص نہ مانے گا تو اُس سے جنگ کریں گے اس لئے کہ اُس نے مومنین قریش کے خلاف راہ اختیار کی ہے۔
وَوَلَّاہُ اللّٰہُ مَاتَوَلّٰی،	7	اور اللہ بھی اُسے اُسی ولایت سے وابستہ رکھے گا جو اُس نے اختیار کی تھی۔
وَلَعَمۡرِیۡ. یَامُعَاوِیَةُ. لَئِنۡ نَظَرۡتَ بِعَقۡلِکَ دُوۡنَ ھَوَاکَ لَتَجِدَنِّیۡ اَبۡرَأَالنَّاسِ مِنۡ دَمِ عُثۡمَانَ، وَلَتَعۡلَمَنَّ اَنِّیۡ کُنۡتُ فِیۡ عُزۡلَةٍ عَنۡہُ اِلَّا اَنۡ تَتَجَنّٰی، فَتَجَنَّ مَا بَدَالَکَ، وَالسَّلَامُ،	8	اور اے معاویہ مجھے اپنی جان کی قسم اگر تو ذاتی خواہشات اور اپنی مصلحتوں سے ہٹ کر اپنی عقل سے کام لو تو یقیناً مجھے عثمان کے قتل میں تمام انسانوں سے زیادہ بری و بے قصور پائے گا اور تجھے ضرور یہ علم ہوجائے گا کہ میں اس سے ہٹ کر خانہ نشین رہا ہوں۔ سوائے اس کے کہ تم اپنے مقاصد کے لئے مجھ پر تہمت عائد کرو۔ والسلام

تشریح: اِس خط میں حضور علیہ السلام نے وہی دلیل بیان فرمائی جو مودودی اور قاضی ابوبکر نے خلافت وملوکیت میں اور احکام القرآن (تشریحات خط 4) مین بیان کی ہے اور حضرت علی علیہ السلام کے تمام اقدامات کو برحق وقرآن کے مطابق لکھا ہے اور ہم شروع ہی میں بیان کر چکے ہیں۔ اور قریش

کے تمام علماء نے حضرت علیؑ کو حق پر مانا ہے۔اور حضرت عائشہ،طلحہ،زبیر اور معاویہ کو باغی اور باطل گروہ قرار دیا ہے۔فرق یہ ہے کہ قرآن کی رُو سے ہم عائشہ،طلحہ،زبیر اور معاویہ اور اُن کے تمام طرفداروں کو نہ صرف باطل اور باغی گروہ کہتے ہیں بلکہ قرآن کریم میں اُن کے لئے کوئی رعایت نہیں پاتے ہیں اور جس طرح قریشی حکومتوں اور علماء نے اس معاملے کو قرآن کے سر چپکایا ہے اُسے غلط قرار دیتے ہیں۔چنانچہ وہ آیت علامہ مودودی کی تفہیم القرآن سے مع ترجمہ ملاحظہ فرمالیں۔اللہ کا ارشاد ہے کہ:۔

قرآن اور باغی گروہ اور قریشی علماء پر نظر؟

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَo (حجرات 49/9)

مودودی ترجمہ ۔''اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو اُن کے درمیان صلح کراؤ۔پھر اگر اُن میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ سے بغاوت (زیادتی) کرے تو بغاوت (زیادتی) کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔پھر اگر وہ پلٹ آئے تو اُن کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 76 تا 78)

مودودی کی تشریحات اوّل سے آخر تک تمام صورت حال کے لئے

پہلی تشریح ''یہ نہیں فرمایا کہ۔''جب اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑیں۔'' بلکہ فرمایا یہ ہے کہ۔''اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں۔'' اِن الفاظ سے یہ بات خود بخود نکلتی ہے کہ آپس میں لڑنا مسلمانوں کا معمول نہیں ہے۔اور نہیں ہونا چاہئے۔اور نہ اُن سے یہ امر متوقع ہے کہ وہ مومن ہوتے ہوئے آپس میں لڑا کریں گے۔البتہ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو اس صورت میں وہ طریق کار اختیار کرنا چاہئے جو آگے بیان کیا جارہا ہے۔علاوہ بریں گروہ کے لئے بھی ''فرقہ'' کے بجائے ''طائفہ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے عربی زبان میں ''فرقہ'' بڑے گروہ کے لئے اور طائفہ چھوٹے گروہ کے لئے بولا جاتا ہے۔اس سے بھی یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یہ ایک انتہائی ناپسندیدہ حالت ہے۔جس میں مسلمانوں کی بڑی بڑی جماعتوں کا مبتلا ہوجانا متوقع نہیں ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 76)

دوسری تشریح ''13 اس حکم کے مخاطب وہ تمام مسلمان ہیں جو ان دونوں گروہوں میں شامل نہ ہوں۔اور جن کے لئے اُن کے درمیان صلح کی کوشش کرنا ممکن ہو۔دوسرے الفاظ میں،اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمانوں کا یہ کام نہیں کہ اُن کی اپنی ملت کے دو گروہ آپس میں لڑ رہے ہوں اور وہ بیٹھے اُن کی لڑائی کا تماشہ دیکھتے رہیں۔بلکہ یہ افسوس ناک صورتِ حال جب بھی پیدا ہو،تمام اہل ایمان کو اس پر بے چین ہوجانا چاہئے اور اُن کے باہمی معاملات کی اصلاح کے لئے جس کے بس میں جو کچھ بھی ہو وہ کوشش اُسے صرف کرڈالنی چاہئے۔فریقین کو لڑائی سے باز رہنے کی تلقین کی جائے۔انہیں خدا سے ڈرایا جائے۔بااثر لوگ فریقین کے ذمہ دار آدمیوں سے جاکرملیں۔نزاع کے اسباب معلوم کریں اور اپنی حد تک ہر وہ کوشش کریں جس سے اُن کے درمیان مصالحت ہوسکتی ہو۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 76)

تیسری تشریح ''14 یعنی مسلمانوں کا یہ کام بھی نہیں کہ وہ زیادتی کرنے والے کو زیادتی کرنے دیں۔اور جس پر زیادتی کی جارہی ہو اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں،یا اُلٹا زیادتی کرنے والے کا ساتھ دیں بلکہ اُن کا فرض یہ ہے کہ اگر لڑنے والے فریقین میں صلح کرانے کی تمام کوششیں ناکام ہو جائیں تو پھر یہ دیکھیں کہ حق پر کون ہے اور زیادتی کرنے والا کون ہے؟ جو حق پر ہو اس کا ساتھ دیں اور جو زیادتی کرنے والا ہو اس سے لڑیں۔اس لڑائی

کا چونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس لئے یہ واجب ہے اور جہاد کے حکم میں ہے۔اس کا شمار اس فتنے میں نہیں ہے جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلْقَائِمُ فِیْھَا خَیْرٌ مِنَ لْمَاشِیُ و القاعد فیھَا خَیْرٌ مِنَ الْقَائِم۔(اس میں کھڑا رہنے والا چلنے والے سے،اور بیٹھ جانے والا کھڑا رہنے والے سے بہتر ہے۔) کیونکہ اس فتنے سے مراد تو مسلمانوں کی وہ باہمی لڑائی ہے جس میں فریقین عصبیت اور حمیت جاھلیہ اور طلب دنیا کے لئے لڑ رہے ہوں۔اور دونوں میں سے کوئی بھی حق پر نہ ہو۔رہی یہ لڑائی جو زیادتی کرنے والے گروہ کے مقابلے میں برسرحق گروہ کی حمایت کے لئے لڑی جائے،تو یہ فتنہ میں حصہ لینا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔تمام فقہا کا اس کے وجوب پر اتفاق ہے۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں اس کے واجب ہونے پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔(احکام القرآن للجصّاص) بلکہ بعض فقہا نے تو اسے جہاد سے بھی افضل قرار دیا ہے۔اور ان کا استدلال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا پورا زمانہ خلافت کفار سے جہاد کرنے کے بجائے باغیوں سے لڑنے میں صرف کردیا۔(روح المعانی) اس کے واجب نہ ہونے پر اگر کوئی اس بات سے استدلال کرے کہ حضرت علیؓ کی ان لڑائیوں میں حضرت عبداللہ بن عمر اور بعض دوسرے صحابہ نے حصہ نہیں لیا تھا وہ غلطی پر ہے۔ابن عمر خود فرماتے ہیں کہ ما وجدت فی نفسی من شیءٍ ما وَجدتُ من ھٰذہ الا یة انّی لم اقاتل ھٰذہ الفئة الباغیه کماامرنی اللّٰه تعالٰی۔(المستدرك للحاكم ،كتاب المعرفة الصحابه، باب الدفع عمن قعد و اعن بيعة عليؓ) مجھے اپنے دل میں کسی بات پر اتنی زیادہ کھٹک محسوس نہیں ہوئی جتنی اس آیت کی وجہ سے ہوئی کہ میں نے اللہ کے حکم کے مطابق اُس باغی گروہ سے جنگ نہیں کی۔'' زیادتی کرنے والے گروہ سے ''قتال'' کرنے کا حکم لازماً یہی معنی نہیں رکھتا کہ اس کے خلاف ہتھیاروں سے جنگ کی جائے۔اور ضرور اُس کو قتل ہی کیا جائے۔بلکہ اس سے مراد اُس کے خلاف طاقت کا استعمال ہے اور اصل مقصود اُس کی زیادتی کا ازالہ ہے۔اس مقصد کے لئے جس طاقت کا استعمال ناگریز ہوا سے استعمال کرنا چاہئے۔اور جتنی طاقت کا استعمال کافی ہو،نہ اس سے کم استعمال کرنا چاہئے نہ اُس سے زیادہ۔اس حکم کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو طاقت استعمال کر کے زیادتی کا ازالہ کرنے پر قادر ہوں۔

چوتھی تشریح حقیقی معنیٰ کا اقرار

''15۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ لڑائی باغی (زیادتی کرنے والے گروہ) کو بغاوت (زیادتی) کی سزا دینے کے لئے نہیں ہے بلکہ اُسے اللہ کے حکم کی طرف پلٹنے پر مجبور کرنے کے لئے ہے۔اللہ کے حکم سے مراد یہ ہے کہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کی رُو سے جو بات حق ہو اُسے یہ باغی گروہ قبول کر لینے پر آمادہ ہو جائے اور جو طرز عمل اس میزان حق کی رُو سے زیادتی قرار پاتا ہے اُس کو چھوڑ دے۔جوں ہی کہ کوئی باغی گروہ اس حکم کی پیروی پر راضی ہو جائے اس کے خلاف طاقت کا استعمال بند ہو جانا چاہئے کیونکہ یہی حق کا مقصود اور اُس کی آخری حد ہے۔''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 78-77)

آخری تشریح اور فقہاء کے بیانات اور مرتضویؑ پوزیشن

''17۔ اس قانون کی کوئی تشریح رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں نہیں ملتی کیونکہ حضورؐ کے زمانے میں مسلمانوں کے درمیان جنگ کی کبھی نوبت ہی نہیں آئی کہ آپؐ کے عمل سے یا قول سے اس کے احکامات کی تفصیلات معلوم ہوتیں۔بعد میں اس قانون کی مستند تشریح اس وقت ہوئی جب حضرت علیؑ کے عہد خلافت میں خود مسلمانوں کے درمیان لڑائیاں ہوئیں۔اُس وقت چونکہ بکثرت صحابہ کرام موجود تھے۔اس لئے اُن کے عمل اور اُن کے بیان کردہ احکام سے اسلامی قانون کے اس شعبے کا مفصل ضابطہ مرتب ہوا۔خصوصیت کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اُسوہ اس معاملے میں تمام فقہا کا اصل مرجع ہے۔ذیل میں ہم اس ضابطہ کا ایک ضروری خلاصہ درج کرتے ہیں۔''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 78)

اسکے بعد مودودی نے بڑی تفصیل سے قریشی فقہا اور محدثین ومورخین کے قلم سے پانچ صفحات میں بغاوت یا خروج کی مختلف قسموں پر مسائل لکھے ہیں اور تمام مسائل میں فقہا اور علماء نے کوشش کی ہے یزید ومعاویہ کی قسم کے حکمرانوں کی رعایت کی جائے۔ہم حضرت علی علیہ السلام کے بیان فرمودہ مسائل کے علاوہ باقی تمام مسائل کو بکواس قرار دیتے ہیں اسلئے کہ وہ خطا کاروں کے اجتہادات ہیں اور ہم اجتہاد کے صحیح مسائل کو بھی حرام قرار دیتے ہیں۔

حضرت علیؑ کے اُسوۂ حسنہ اور مودودی کے بیانات

مودودی کا حضرت علی علیہ السلام کے متعلق بیان:۔''اس ضابطہ کا دوسرا ماخذ جس پر تمام فقہائے اسلام نے اعتماد کیا ہے حضرت علیؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اور عمل ہے۔آپؑ نے جنگ جمل میں فتحیاب ہونے کے بعد اعلان کیا کہ بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرو۔زخمی پر حملہ نہ کرو۔گرفتار ہوجانے والوں کو قتل نہ کرو۔جو ہتھیار ڈالدے اس کو امان دو۔لوگوں کے گھروں میں نہ گھسو۔عورتوں پر دست درازی نہ کرو خواہ وہ تمہیں گالیاں ہی کیوں نہ دے رہی ہوں۔ آپؑ کی فوج کے بعض لوگوں نے مطالبہ کیا کہ مخالفین کو اور اُن کے بال بچوں کو غلام بنا کر تقسیم کر دیا جائے۔**اس پر غضب ناک ہو کر آپؑ نے فرمایا کہ تم میں سے کون ام المومنین عائشہ کو اپنے حصے میں لینا چاہتا ہے**۔باغیوں کے اموال کا حکم جو حضرت علیؑ کے اُسوۂ حسنہ سے ماخوذ ہے وہ یہ ہے کہ اُن کا کوئی مال خواہ اُن کے لشکر میں ملا ہو یا اُن کے پیچھے اُن کے گھروں پر ہو اور خواہ وہ زندہ ہوں یا مارے گئے ہوں بہر حال اُسے نہ مال غنیمت قرار دیا جائے گا اور نہ فوج میں تقسیم کیا جائے گا البتہ جس مال کا نقصان ہو چکا ہو اس کا کوئی ضمان (ضمانت) لازم نہیں آتا۔جنگ ختم ہونے اور بغاوت کا زور ٹوٹ جانے کے بعد اُن کے مال اُن ہی کو واپس دے دئے جائیں گے۔اُن کے اسلحہ اور سواریوں کو جو جنگ کے دوران ہاتھ آجائیں تو اُنہیں اُن کے خلاف استعمال کیا جائے گا۔مگر فاتحین کی ملکیت بنا کر مال غنیمت کے طور پر تقسیم نہیں کیا جائے گا۔اور اگر اُن سے بغاوت کا اندیشہ نہ ہو تو اُن کی یہ چیزیں بھی واپس دے دی جائیں گی۔ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 82۔81)

یہاں مودودی کی تشریحات و بیانات ختم ہوگئے۔سب سے پہلے ہمیں قارئیں کو یہ بتانا ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام جہاد کے دوران یا جہاد میں فتح کے بعد دشمن کا مال لُوٹنے یا مال غنیمت حاصل کرنے میں قرآن کے حقیقی حکم (8/68) پر عمل کرتے تھے اور کبھی مال غنیمت نہ لیتے تھے۔تواریخ میں دُشمن کی تلوار اُس حالت میں لیتے تھے جب کہ اُسے اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالتے تھے۔مثال میں عمر بن عَبدِ وَد جنگ خندق میں اور مرحب جنگ خیبر میں مشہور شجاعان کفار ہیں۔اُن کے بدن سے زر وجواہر کی پیٹیاں اور زیور نہ لیا تھا اور رونے والی بہنوں وغیرہ نے رونا بند کر دیا تھا کہ ہمارے وارث کو کسی بہادر اور غیور نے قتل کیا ہے۔اُنہوں نے عہد رسولؐ میں کبھی بھی قرآن کے رعایتی حکم (8/69) پر عمل نہیں کیا جو مشروط تھا اور اُس کی رُو سے مال غنیمت کو دوگنا کر کے واپس دینا قرآن میں مذکور ہے (انفال 8/70) لہٰذا یہ سمجھنا غلط ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا مسلمان باغیوں سے مال غنیمت نہ لینا باغیوں کے مسلمان ہونے کی وجہ سے تھا۔ مسلمان تو وہ تھے ہی نہیں۔دوسری بات یہ نوٹ کرنے کی ہے کہ اگر حضرت ابو بکر وعمر نے مال غنیمت کے متعلق قرآن کے حقیقی احکام (68 تا 8/70) کو مان کر عربوں کو مال غنیمت لوٹنے سے منع کر دیا ہوتا تو وہ نہ عربوں کی بغاوت پر قابو پا سکتے اور نہ بیرونی ممالک میں فتوحات حاصل کر سکتے تھے اور چند ہی روز میں خلافت حضرت علی علیہ السلام کو واپس دینے پر مجبور ہو جاتے لیکن قریش قلبی حیثیت سے اسلام نہ لائے تھے اس لئے اُنہوں نے اپنے مخالف مسلمانوں کو لوٹنا اور لونڈی غلام بنانا جاری رکھا تھا۔

علامہ مودودی نے قرآن کے الفاظ بدل کر حضرت علیؑ کے قریشی مخالفوں کی طرفداری کی

قارئین نے دیکھا ہے کہ مودودی نے پہلی، دوسری اور تیسری تشریح میں قرآن کے الفاظ۔''بَغتْ اور تَبْغِی۔'' کے معنی بغاوت اور باغی کے

بجائے۔''زیادتی کرنے والے۔'' کرتے چلے گئے اور چوتھی تشریح میں اس خیانت اور بے ایمانی کو قبول کرلیا ہے یعنی جمل وصفین والوں کواللہ وسولؐ اور علیؑ کا باغی لکھ دیا ہے۔لہٰذا قرآن کی ترجمانی میں عمداً ردّ و بدل کرنے اور باغیوں کی طرفداری کرنے کی بنا پر مودودی خود باغی و بے دین ہو گئے ہیں اور آخری بیان میں مودودی نے کُھل کر اللہ وقرآن کے خلاف لکھا ہے کہ:۔

''بغاوت کرنے والے گروہ سے ''قتال'' کرنے کا حکم لازماً یہی معنی نہیں رکھتا کہ اُس کے خلاف ہتھیاروں سے جنگ کی جائے اور ضرور اُس کو قتل ہی کیا جائے۔''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 77)

مودودی کی یہ بکواس محض قریشی باغیوں کی طرفداری میں قرآن کے ظاہر الفاظ۔''فَقَاتِلُو االَّتِیْ تَبْغِیْ۔''(49/9)(چنانچہ باغیوں سے جنگ کرو) کو بدل دیا ہے اور اپنی وضاحت میں قرآن کی ہرممکن مخالفت کی ہے۔بہرحال یہ خط بھی معاویہ اور قریش اور علمائے قریش کا مُنہ بند کرنے کے لئے کافی ہے۔مگر ہمارے مجتہد نام کے علماء اور اُن کے مقلدین یا پیروی کرنے والے شیعوں نے کبھی بھی حضرت علی علیہ السلام کے خطوط وخطبات کو اور اُن کے حقیقی مطالب کو پیش نہ کیا ورنہ قریشی مذہب کب کا مر چکا ہوتا۔

(نمبر7) خط معاویہ کے نام۔ایضاً

1۔معاویہ کے خط پر سبق آموز ریمارکس۔2۔قریشی عقیدے کی رو سے بیعت کی پوزیشن اور منحرف اور غور وخوض کرنے والوں کی حالت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

اَمَّا بَعۡدُ فَقَدۡ اَتَتۡنِیۡ مِنۡکَ مَوۡعِظَۃٌ مُوَصَّلَۃٌ وَرِسَالَۃٌ مُّحَبَّرَۃٌ،	1	بعد از حمد وثنا ودرود واضح ہو کہ تمہارا بے تکی نصیحتوں سے لبریز اور نمائشی اور خود ساختہ اور بے سروپا خط مجھے مل گیا ہے؛
نَمَّقۡتَهَا بِضَلَالِکَ ،	2	جسے تم نے اپنی گمراہی کی بنا پر لکھا ہے؛
وَاَمۡضَیۡتَهَا بِسُوۡءِ رَاۡیِکَ،	3	اور اپنی رائے کی خرابی کے سہارے بھیجا ہے؛
وَکِتَابُ امۡرِیءٍ لَیۡسَ لَہٗ بَصَرٌ یَّهۡدِیۡهِ،	4	اور یہ ایک ایسے شخص کی تحریر معلوم ہو رہی ہے جس کو بصیرت حاصل نہیں ہے تاکہ وہ اس سے راہنمائی حاصل کرسکے؛
وَلَا قَائِدٌ یُّرۡشِدُہٗ،	5	اور نہ اُسے کوئی قائد یا راہنما ملا جو اُسے راستی کا سبق دیتا؛
قَدۡدَعَاہُ الۡهَوٰی فَاَجَابَہٗ،	6	ہوا یہ کہ اُسے اس کے غلط مقاصد نے دعوت دی اور اُس نے قبول کرلیا۔
وَقَادَہُ الضَّلَالُ فَاتَّبَعَہٗ،	7	اور گمراہی نے اُس کی قیادت کی اور اُس نے اُس کی پیروی کرلی۔
فَهَجَرَ لَاغِطًا وَّضَلَّ خَابِطًا،	8	چنانچہ اُس نے عقل وفہم سے ہجرت کرلی اور شبہات کے دباؤ سے گمراہ ہوگیا۔
لِاَنَّهَا بَیۡعَۃٌ وَّاحِدَۃٌ لَّایُثَنّٰی فِیۡهَا النَّظَرُ ،	9	سبب یہ ہے کہ خلافت کی بیعت صرف ایک دفعہ ہوتی ہے۔نہ اس میں دوبارہ غور وخوض کی گنجائش ہے۔
وَلَا یُسۡتَانَفُ فِیۡهَا الۡخِیَارُ،	10	اور نہ ہی یہ بیعت ہوچکنے کے بعد کسی اپیل اور اعادہ کی گنجائش واختیار ہے۔
اَلۡخَارِجُ مِنۡهَا طَاعِنٌ ،	11	اس سے خارج ہونے والا اسلام پر اعتراض کرنے والا ہے۔

وَالْمُرَوِّیُ فِیْهَا مُدَاهِنٌ ۔	12	اور اس میں غور کا قائل منافق ہے۔	

تشریح:۔ خط کے پہلے آٹھ جملے کسی بد باطن معترض کو جواب دینے میں منہ توڑ جواب دینا سکھاتے ہیں اور اپنے مخاطب کا منہ بند کرنے اور اُس کی عقلی پوزیشن کو مسمار کرنے کے لئے ایک شاہکار ہیں۔ لہٰذا یہ الفاظ اور الفاظ کی ترتیب اور بندش ہر اہل قلم کو نوٹ کر کے رکھنا چاہئے اور قریشی قسم کے لوگوں پر استعمال کرنا چاہئے۔ ساتھ یہ نوٹ کرنا چاہئے کہ جس شخص کو اہل عرب عموماً اور قریشی لیڈر خصوصاً دُهاة العرب یعنی عرب کے سب سے بڑے دانشور اور عظیم سیاستدان کہتے چلے آئے ہیں اس کا حال اور پوزیشن حضرت علی علیہ السلام کی نظر میں کتنی گھٹیا اور بے وزن رہی ہے؟ علامہ شبلی سے سنئے:۔

معاویہ کی پوزیشن حضرت عمر اور علامہ شبلی کے نزدیک

۔''عمر کی طبیعت شروع سے جوہر شناس تھی یعنی جس شخص میں جس قسم کی قابلیت ہوتی تھی وہ اس کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے اُس کے ساتھ ہی اُنہوں نے ملک کے تمام قابل آدمیوں سے واقفیت بہم پہنچائی تھی۔ یہی بات تھی کہ اُنہوں نے جس شخص کو جو کام دیا اس کے انجام دینے کے لئے اُس سے بڑھ کر آدمی نہیں مل سکتا تھا۔ عرب میں چار شخص تھے جن کو ''دُهَاةُ الْعَرَب'' کہا جاتا ہے یعنی جو فنِ سیاست وتدبیر میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے امیر معاویہ۔ عمرو بن العاص۔ مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن سمیہ۔ حضرت عمر نے زیاد کے سوا تینوں کو بڑے بڑے ملکی عہدے دئے اور چونکہ یہ لوگ صاحب ادّعا بھی تھے اس لئے اس طرح اُن پر قابو رکھا کہ کبھی کسی قسم کی خودسری نہ کرنے پائے۔ زیاد اُن کے زمانے میں شانزدہ (16) سالہ نوجوان تھا۔ اس لئے اُس کو کوئی بڑا عہدہ نہیں دیا لیکن اُس کی قابلیت اور استعداد کی بنا پر ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ **کاروبارِ حکومت میں اُس کو مشیر کار بنائیں۔**''

(الفاروق حصہ دوم صفحہ 12۔11 رحمانی پریس دھلی)

شبلی کا یہ بیان خود حضرت عمر کی قابلیت کا بھی سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ مگر حضرت علی علیہ السلام کے خط کے یہ آٹھ جملے حضرت عمر کی قابلیت کو بھی تحت الثریٰ میں پہنچا دیتے ہیں۔ دراصل جس چیز کو حضرت عمر اور قریشی علماء قابلیت کے نام سے پکارتے ہیں وہ دراصل دھوکا، فریب، غداری، بدنہادی کا دوسرا نام ہے اور ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو وہ پسند کریں گے وہ اُن ہی کی ترازو میں تولے ہوئے لوگ ہونا ضروری ہیں۔ اُن میں وہ تمام صفات ہونا لازم ہیں جو اُن آٹھ جملوں میں ہیں۔ حضور علیہ السلام نے خلافت اور خلافت کی بیعت کے متعلق جو کچھ بھی لکھا ہے وہ سراسر قریشی لیڈروں کے مسلّمات اور خانہ ساز قوانین وقواعد ہیں جن کے سامنے نہ معاویہ کی مجال تھی کہ وہ چُون چرا کرسکتا، نہ اُس وقت سے آج تک کے قریشی علماء حضرت علی علیہ السلام کے خلاف زبان کھول سکتے ہیں اس لئے کہ وہاں خلاف ورزی کی سزا صرف قتل طے شدہ ہے۔

خلافت الٰہیّہ کے لئے کسی خرید وفروخت یعنی بیعت کی ضرورت نہیں وہ تو ایمان میں شامل ہے

مگر خلافت الٰہیّہ سے اُن قوانین وقواعد کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہاں تو مسلمان ہونے اور کلمہ پڑھنے ہی کے وقت سے خلافت وخلیفہ یا مملکت وامام کا اقرار واعلان کیا جاتا ہے۔ یعنی اللہ پر ایمان رسولؐ اللہ پر ایمان اور خلیفۃ اللہ پر ایمان یعنی اَشْهَدُاَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَاَشْهَدُاَنَّ محمدٌ رسوّل اللّٰه وَاَشْهَدُاَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰه ۔ یہ تینوں اجزا مستقل ہیں اور تا قیامت ان میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا نہ رسول کا تعین انسانوں کے ہاتھ میں ہے نہ خلیفہ یا ولی کو لوگ مقرر ومعزول کریں گے۔ نہ غور وخوص کی ضرورت ہے۔ خلافت الٰہیہ میں جبر نہیں کیا جائے گا۔ جس کا دل چاہے اللہ ورسولؐ اور ولیؑ پر ایمان لائے، دل نہ چاہے ایمان نہ لائے۔ حکومت الٰہیّہ میں نظام وانتظام ایسا ہوگا کہ اُسے اختیار کئے بغیر محرومی ونامرادی سے دست وگریباں رہنا لازم ہے۔ لوگ نامرادیوں سے تنگ آکر خود بخود بلا جبر وکراہ ولایت میں داخل ہوں گے۔ داخل ہوں گے تو فلاح اور سربلندی ملے گی۔

(نمبر8) خط

اِلٰی جَرِیْرِابْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْبَجَلِیِّ لَمَّااَرْسَلَهٗ اِلٰی مُعَاوِیَةَ

(جریر بن عبداللہ بَجَلّی کے نام جب اُسے معاویہ کے پاس بھیجا ہوا تھا(اور اسے وہاں دیر ہوگئی تھی)

1۔معاویہ نے جریر کو بیوقوف بنا کر جواب دینے میں تاخیر کی تو اُسے فوراً لوٹنے کا حکم بھیجا۔

2۔معاویہ کو جنگ یا صلح میں سے ایک کو قبول کرنے کا رُسوا کُن تقاضہ فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اَمَّا بَعْدُ فَاِذَااَتَاکَ کِتَابِیْ فَاحْمِلْ مُعَاوِیَةَعَلَی الْفَصْلِ،	1	حمد وثنا اور درود کے بعد معلوم ہو کہ جیسے ہی تمہیں میرا یہ خط ملے تو معاویہ کو ایک آخری فیصلے پر مجبور کردو۔
وَخُذْهُ بِالْاَمْرِالْجَزْمِ،	2	اور اسے ایک مستحکم بات ماننے کا تقاضہ کرو۔
ثُمَّ خَیِّرْهُ بَیْنَ حَرْبٍ مُّجْلِیَةٍ اَوْسِلْمٍ مُّخْزِیَةٍ،	3	پھر اُسے اختیار دو کہ وہ یا تو ایک بے گھر کر دینے والی جنگ کو اختیار کرلے یا ایک رُسوا کن صلح کو مانے۔
فَاِنِ اخْتَارَالْحَرْبَ فَانْبِذْاِلَیْهِ،	4	چنانچہ اگر وہ جنگ کو اختیار کرے تو اُسے چھوڑ کر چلے آؤ۔
وَاِنِ اخْتَارَالسِّلْمَ فَخُذْ بَیْعَتَهٗ،وَالسَّلَامُ.	5	اور اگر وہ صلح پر رضامند ہو تو اُس سے بیعت لے کر واپس پہنچو۔والسلام

تشریح:۔ جب حضرت علی علیہ السلام جنگ جَمل کے سلسلے میں بصرہ تشریف لے گئے تھے۔اُس زمانہ میں جریر بن عبداللہ بجلی عثمان کی جانب سے ھمدان کے گورنر تھے اور اشعث بن قیس صوبہ آذربائیجان کے گورنر تھے۔جب حضرت علیؑ جنگ فتح کر کے کوفہ کو واپس جانے لگے تو اِن دونوں کو لکھا کہ تم وہاں کے لوگوں سے بیعت لے کر میرے پاس پہنچو۔چنانچہ اُن دونوں نے تعمیل کی اور حضورؑ کے پاس آگئے۔جب حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ سے بیعت لینے کے لئے قاصد بھیجنے کا ارادہ کیا تو جریر بن عبداللہ نے عرض کیا کہ آپ مجھے قاصد کی حیثیت سے معاویہ کے پاس بھیجیں۔میری اس سے دوستی ہے میں اُسے آپ کی اطاعت پر رضامند کرلوں گا۔مالک اشترؓ نے منع کیا کہ جریر کو نہ بھیجیں میرے خیال میں یہ دل سے معاویہ کے ساتھ ہے۔حضورؑ نے فرمایا کہ جانے دو دیکھتے ہیں یہ کیا کچھ کر کے آتا ہے۔آپؑ نے اُسے معاویہ کے نام ایک خط بھی دیا اور دمشق روانہ کردیا۔جب جریر نے معاویہ کو حضرت علی علیہ السلام کا خط اور پیغام دیا تو معاویہ نے خط کو پڑھا مگر جریر کو جواب کچھ نہ دیا اور کہا کہ یہ جلدی کرنے کا معاملہ نہیں ہے۔مجھے اس پر بہت غور وخوض کرنا ہوگا،رؤساء شام اور اھل دربار سے مشورے کرنے ہوں گے۔چنانچہ تم اطمینان سے قیام کرو اور خود بھی یہاں کے حالات پر نظر ڈالو اور صورت حال پر غور و تامل کرو۔چنانچہ جریر ٹھہر گئے اور دربار کے حالات اور شام کے رئیسوں اور سرداروں کے حالات دیکھنے لگے۔معاویہ نے اسی دوران عمرو بن العاص کو اُن کے گھر قرقیسیا سے بلا بھیجا اور حضرت علیؑ پر فتح یاب ہونے کی صورت میں عمرو بن العاص کو مصر کی حکومت دینے کا معاہدہ کرلیا اور اُس کی عقل و ہمدردی خرید لی۔عمرو بن العاص نے بھی یہی مشورہ دیا کہ قتل عثمان کا پوا الزام حضرت علیؑ پر لگایا جائے اور جلد سے جلد اُن پر فوج کشی کردی جائے۔جریر دیکھ رہے تھے کہ رَؤسائے شام اور سرداران افواج بڑے جوش وغضب سے معاویہ پر فوج کشی کا تقاضہ کر رہے ہیں۔معاویہ کوشش کر کے جریر کو ایسے نظارے دکھا رہا تھا جن میں جریر مرعوب ہوجائیں اور یقین کرلیں کہ جنگ ناگزیر ہے اور جنگ بڑی شدت کے ساتھ ہوگی۔جب کبھی جریر جواب کے لئے کہتا

معاویہ خوبصورت عذرات میں اُلجھا کر جریر کو بے وقوف بناتا رہا۔ اُدھر کوفہ میں لوگ جریر کو سازشی اور سازش میں اُلجھا ہوا سمجھنے اور اُسے واپس بلانے کا تقاضہ کرنے لگے یوں یہ خط جریر کو لکھا گیا اور معاویہ نے جریر کو ناکام واپس کر دیا۔ وہ کوفہ میں پہنچا، شام اور معاویہ اور عمرو عاص کے حالات سنائے، وہاں مالک اشتر نے اُنہیں ایسا تنگ پکڑا کہ جریر چوکڑی بھول گئے۔ اور امیر المومنین علیہ السلام کو چھوڑ کر اپنے بال بچوں میں چلے گئے اور بقول طبری معاویہ کو خط لکھا کہ جلد سے جلد علیؑ پر حملہ کر دو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جریر معاویہ کے پاس چلا گیا اور برابر اُس کے ساتھ رہا۔

یہاں شام پر حملے کے لئے افواج تیار تھیں معاویہ کے جواب کا انتظار ہو رہا تھا لہٰذا جریر کے آنے کے بعد افواج نے ہدایات کے مطابق روانگی شروع کر دی۔ اِس روانگی کی اطلاعات معاویہ کو فراہم ہو رہی تھیں اور اُس پر خوف و ہراس چھایا ہوا تھا۔ بہر حال اُس نے بھی مقام صفین پر مورچے سنبھالنے کے احکامات دے دیئے۔

(نمبر 9) خط معاویہ کو لکھا

1۔ قریش نے رسولؐ اللہ کو قتل کرنے کا انتظام کیا۔ 2۔ خاندان رسولؐ پر زندگی ناممکن بنائے رکھی۔

3۔ ہم نے برابر رسولؐ اللہ اور اسلام کی حفاظت جاری رکھی۔

4۔ علیؑ کے ساتھ ایسے قریش کا نام بھی نہ لینا چاہیے جو اسلامی تحفظ میں پیچھے رہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ O

فَاَرَادَ قَوۡمُنَا قَتۡلَ نَبِيِّنَا،	1	چنانچہ ہماری کہلانے والی قوم نے ہمارے نبیؐ کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے؛
وَاجۡتِيَاحَ اَصۡلِنَا،	2	اور ہماری نسل کو منقطع کرنے اور جڑیں کھود ڈالنے کا بندوبست جاری رکھا؛
وَهَمُّوۡا بِنَا الۡهُمُوۡمَ،	3	اور ہمارے لئے غم والم فراہم رکھنے کو اہمیت دی؛
وَفَعَلُوۡا بِنَا الۡاَفَاعِيۡلَ،	4	اور ہمارے ساتھ ہر برا سلوک جاری رکھا؛
وَمَنَعُوۡنَا الۡعَذۡبَ،	5	اور راحت وسکون کو ہم تک پہنچنے سے روک دیا؛
وَاَحۡلَسُوۡنَا الۡخَوۡفَ،	6	اور ہمیں مستقلاً خوف وہراس سے دوچار رکھنے کا انتظام کرتے رہے؛
وَاضۡطَرُّوۡنَا اِلٰى جَبَلٍ وَعۡرٍ،	7	اور ہمارے خاندان کو ایک خشک پتھریلے پہاڑ میں پناہ لینے پر مجبور کھا؛
وَاَوۡقَدُوۡا لَنَا نَارَ الۡحَرۡبِ،	8	اور ہمارے لئے جنگ کی آگ بھڑکا کر ہمیں ختم کر ڈالنے میں لگے رہے؛
فَعَزَمَ اللّٰهُ لَنَا عَلَى الذَّبِّ عَنۡ حَوۡزَتِهٖ ، وَالرَّمۡىِ مِنۡ وَّرَاءِ حُرۡمَتِهٖ،	9	مگر اللہ نے ہمیں رسولؐ کے دین کی حفاظت اور ان کی عزت وحرمت کو محفوظ رکھنے کی ہمت اور مستقل ارادہ عطا کیا۔
وَمُؤۡمِنُنَا يَبۡغِىۡ بِذٰلِكَ الۡاَجۡرَ، وَكَافِرُنَا يُحَامِىۡ عَنِ الۡاَصۡلِ،	10	ہمارا مومن قریشی مظالم کو اجر وثواب کی خاطر برداشت کرتا تھا۔ اور ہمارا کافر قرابت کی وجہ سے حمایت کرتا تھا؛
وَمَنۡ اَسۡلَمَ مِنۡ قُرَيۡشٍ خِلۡوٌ مِّمَّا نَحۡنُ فِيۡهِ	11	اور قریش میں سے جو لوگ اسلام اختیار کر چکے تھے وہ ہم پر آنیوالی مصیبتوں اور مظالم سے اس

بِحَلْفٍ يَمْنَعُهُ ، اَوْعَشِيْرَةٍ تَقُوْمُ دُوْنَهٗ،

لئے محفوظ تھے کہ انہوں نے اپنے خاندانوں اور چودھریوں سے حلفیہ معاہدے لے رکھے تھے اور خود اُنکے رشتے دار انکی مدد کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے؛

12 فَهُوَ مِنَ الْقَتْلِ بِمَكَانِ اَمْنٍ،

یوں وہ امن وچین سے رہتے تھے۔

13 وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ،صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ، اِذَا اَحْمَرَّالْبَاسُ واَحْجَمَ النَّاسُ قَدَّمَ اَهْلَ بَيْتِهٖ فَوَقٰى بِهِمْ اَصْحَابَهٗ حَرَّالسُّيُوْفِ وَالْاَسِنَّةِ،

اور رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا اپنا طریقہ بھی یہی تھا کہ جب جنگ اور خطرات کی شدت ہوتی تھی تو وہ اپنے صحابہ کو پیچھے رکھا کرتے تھے اور اپنے اہلبیتؑ کو آگے بڑھا دیا کرتے تھے۔ یوں صحابہ کو برچھیوں اور تلواروں کی مار سے بچاتے رہتے تھے؛

14 فَقُتِلَ عُبَيْدَةُابْنُ الْحَارِثِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَقُتِلَ حَمْزَةُ يَوْمَ اُحُدٍ، وَقُتِلَ جَعْفَرٌ يَوْمَ مُؤْتَةَ،

چنانچہ عبیدہ بن حارثؓ جنگ بدر میں قتل ہوئے۔ اور حمزؓہ جنگ احد میں قتل ہوگئے اور جعفرؓ جنگ موتہ میں قتل ہوگئے۔

15 وَاَرَادَ مَنْ لَّوْشِئْتُ ذَكَرْتُ اسْمَهٗ مِثْلَ الَّذِیْ اَرَادُوْا مِنَ الشَّهَادَةِ، وَلٰكِنْ اٰجَالُهُمْ عُجِّلَتْ،وَمَنِيَّتُهٗ اُخِّرَتْ،

اور اگر میں چاہوں تو ایک اور شخص کے نام کا تذکرہ بھی کرسکتا ہوں جس نے اُن شہدائے اہلبیتؑ ہی کی طرح شہید ہوجانے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ مگر ہوا یہ کہ ان حضرؓات کی عمروں نے ختم ہونے میں جلدی کی مگر اسکی تمنا کے پورا ہونے میں تاخیر کردی گئی؛

16 فَيَاعَجَبًالِلدَّهْرِاِذْ صِرْتُ يُقْرَنُ بِیْ مَنْ لَمْ يَسْعَ بِقَدَمِیْ، وَلَمْ تَكُنْ لَهٗ كَسَابِقَتِیْ، الَّتِیْ لَايُدْلِیْ اَحَدٌ بِمِثْلِهَا اِلَّااَنْ يَّدَّعِیَ مُدَّعٍ مَالَااَعْرِفُهٗ، وَلَااَظُنُّ اللّٰهَ يَعْرِفُهٗ، وَالْحَمْدُلِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ،

اب تو زمانہ کی حالت قابل تعجب ہے کہ وہ چلتے چلتے یہاں تک بڑھ آیا کہ اب میرے ساتھ ایسے لوگوں کا ذکر کیا جانے لگا ہے جنہوں نے اسلام کیلئے جدوجہد میں میرے ایسے کارنامے انجام نہیں دئے اور نہ انکے حصے میں میرے ایسے دیرینہ اسلامی خدمات آئے، سوائے اسکے کہ کوئی کسی ایسی خدمت کا دعویٰ کر بیٹھے جسے میں نہیں جانتا اور نہ میرے خیال میں اللہ ہی اسکے کردار کا نگران اور عارف ہے۔ اور ہر حال میں اللہ کی حمد وثناء بجالانا چاہئے۔

17 وَاَمَّامَا سَئَلْتَ مِنْ دَفْعِ قَتَلَةِ عُثْمَانَ اِلَيْکَ فَاِنِّیْ نَظَرْتُ فِیْ هٰذَاالْاَمْرِ فَلَمْ اَرَهٗ يَسَعُنِیْ دَفْعُهُمْ اِلَيْکَ وَلَااِلٰى غَيْرِکَ،

اور اپنی جان کی قسم اگر تو نے اپنی گمراہی اور تفرقہ انگیزی کو خیرباد نہ کہا تو سمجھ لے کہ تو بہت جلد اُنہیں پہچان لیگا اور جلد ہی وہ لوگ خود تجھے تلاش کرتے ہوئے آئیں گے۔

18 وَلَعَمْرِیْ لَئِنْ لَّمْ تَنْزِعْ عَنْ غَيِّکَ وَشِقَاقِکَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ عَنْ قَلِيْلٍ يَّطْلُبُوْنَکَ،

اور رہ گیا تمہارا یہ سوال کہ میں عثمان کے قاتلوں کو تمہارے حوالے کردوں؟ میں نے اس مطالبے پر بھی غور کیا ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ عثمان کے قاتلوں کو تمہارے یا کسی اور کے حوالے کردینا میرے اختیار و وسعت سے باہر ہے۔

19 لَايُكَلِّفُوْنَکَ طَلَبَهُمْ فِیْ بَرٍّوَّلَا بَحْرٍ وَّلَا جَبَلٍ وَّلَا سَهْلٍ اِلَّااَنَّهٗ طَلَبٌ يَسُوْءُکَ وِجْدَانُهٗ ، وَزَوْرٌلَا يَسُرُّکَ لُقْيَانُهٗ وَالسَّلَامُ لِاَهْلِهٖ.

اور تجھے یہ تکلیف نہ ہونے دینگے کہ تو انہیں خشکی میں یا سمندروں میں یا پہاڑوں اور میدانوں میں ڈھونڈتا پھرے اور تمہارا یہ مطالبہ ایک ایسا مطالبہ بن جائیگا جو کہ تمہیں پسند نہ آئیگا اور ان سے ملاقات تمہیں خوش نہ کرے گی۔ سلامتی کے اہل پر سلام ہو۔

تشریح:۔ 1۔خط میں پہلے معاویہ کو وہ سلوک یاددلایا ہے جو اعلان نبوت کے بعد معاویہ کے باپ ابوسفیان اور قریش کے دوسرے لیڈروں اور سرداروں نے رسولؐ اور خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیہم کے ساتھ کیا تھا اور جو کچھ وہ قوم آج تک کرتی چلی آرہی ہے۔ یہاں قارئین اس فریب میں مبتلا نہ رہیں کہ مسلمان ہوجانے والے قریشیوں نے رسولؐ وخاندانِ رسولؐ پر مظالم کرنا بند کردئے تھے یا بند کردئے ہوں گے۔ لَاوَاللّٰہ مظالم کسی وقت بند نہیں کئے گئے۔ پہلے مظالم کی غرض یہ تھی کہ ابوسفیان اور قریش, محمدؐ اور نبوتِ محمدیہ کو اپنی قومی پالیسی اور مصلحتوں کے ماتحت لانے میں کوشاں ہوئے تھے۔ جب اس سلسلے میں قریش کے مشرک اور مومن دونوں محاذ ناکام ہوگئے اور رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے قریش کو اپنی جانشینی اور خلافت ووزارت بھی لینے پر آمادہ نہ پایا تو قریش ہی کے سامنے مجمع عام میں اپنی جانشینی' خلافت ووزارت و بھائی چارہ حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کو سونپ کر قریش کی دینی محرومی پر مُہر ثبت کردی۔اب ظلم وستم کی پہلی غرض بدل گئی۔اب مقصد یہ تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو علیؑ علیہ السلام کو درمیان سے ہٹایا جائے اور رسولؐ کی جانشینی، خلافت ووزارت قوم کی جمہوری اور شورائی حکومت کو سونپی جائے۔قرآن کی ایسی معنوی تشریح اور تفسیر کی جائے کہ علیؑ اور علیؑ کی وحدانی خلافت الٰہیّہ کا تصور تک دلوں سے نکل جائے۔ (فرقان 27 تا 25/31 اور 6/66)

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کو قتل کرنے اور خاندانِ رسولؐ کی نسل کشی کی اسکیم بہر حال صورت بدل بدل کر جاری رکھی گئی۔رسولؐ پر بار بار حملے ہوئے اور آخر کار نہایت سہولت سے دوا کے بہانے زہر ھلاھل سے قتل کردیا گیا (بخاری) رسولؐ کی نسل کشی (2/205) کے لئے کربلا تک کے واقعات وحالات ساری دُنیا کے سامنے خود اُن ہی کی تیار کی ہوئی تاریخوں میں موجود ہیں۔ادھر حضرت علیؑ سے لے کر گیارہویں امام علیہم السلام تک تلوار اور زہر برابر استعمال ہوتا چلا گیا۔اس خط میں جو کچھ حضرت علی علیہ السلام نے لکھا ہے وہ تمام قرآن وحدیث وتواریخ سے ہم دکھا چکے ہیں۔ چنانچہ ہماری تفسیر احسن التعبیر اور ہماری تشریحات بیان الامامۃ میں پندرہ سولہ ہزار صفحات دُنیا کا سب سے بڑا ریکارڈ ہے جو قریش کو برہنہ وبے نقاب پیش کرتا ہے۔ اور اُن کے تاریخی فراڈ کو کھول کر رکھ دیتا ہے۔

<u>2۔خط کا دوسرا پہلو معاویہ کی عثمان کے قاتلوں کی طلبی سے تعلق رکھتا ہے اس مطالبہ پر علامہ مودودی</u>

جنگ جمل وصفین میں حضرت علی علیہ السلام کے رَویّہ اور عملدرآمد پر مودودی اور دیگر علماء کے بیانات لکھے جاچکے ہیں۔علمائے قریش نہ مانیں مگر اُن بیانات سے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف ان جنگوں میں شامل تمام لوگ علیؑ کے مخالف ثابت ہوچکے ہیں اب قاتلان عثمان کے مطالبے پر مودودی کا بیان پھر سُن لیں وہ لکھتے ہیں کہ:۔

۔''تیسرے حضرت عثمان کے خون کا مطالبہ جسے لے کر دو طرف سے دو فریق اُٹھ کھڑے ہوئے ایک طرف حضرت عائشہ اور طلحہ وزبیر اور دوسری طرف معاویہ۔ یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ دونوں کی پوزیشن آئینی حیثیت سے کسی طرح درست نہیں مانی جاسکتی ہے **<u>ظاہر ہے کہ یہ جاہلیت کے دور کا قبائلی نظام تو نہ تھا</u>** کہ کسی مقتول کے خون کا مطالبہ لے کر جو چاہے اور جس طرح چاہے اُٹھ کھڑا ہو۔اور جو طریقہ چاہے اُسے پورا کرانے کے لئے استعمال کرلے۔**<u>یہ ایک باقاعدہ حکومت تھی جس میں ہر دعوے کے لئے ایک ضابطہ اور قانون موجود تھا</u>**۔خون کا مطالبہ لے کر اُٹھنے کا حق مقتول کے وارثوں کو تھا۔ جو زندہ تھے اور وہیں موجود تھے۔حکومت اگر مجرموں کو پکڑنے اور اُن پر مقدمہ چلانے میں واقعی دانستہ ہی تساہل کررہی تھی تو بلاشبہ دوسرے لوگ اُس سے انصاف کا مطالبہ کرسکتے تھے۔لیکن کسی حکومت سے انصاف کے مطالبے کا یہ کون سا طریقہ ہے،اور شریعت میں کہاں اِس کی نشان دہی کی جاسکتی ہے کہ آپ سرے سے اس حکومت کو جائز حکومت ہی اس وقت تک نہ مانیں جب تک وہ آپ کے اس مطالبہ کے مطابق عمل درآمد نہ کردے۔حضرت علیؑ اگر

جائز خلیفہ تھے، ہی نہیں تو پھر اُن سے اس مطالبے کے آخر کیا معنی ہیں؟ کہ وہ مجرموں کو پکڑیں اور سزا دیں؟ **کیا وہ کوئی قبائلی سردار تھے جو کسی قانونی اختیار کے بغیر جسے چاہیں پکڑلیں اور سزا دے ڈالیں؟** اس سے بھی زیادہ غیر آئینی طریق کار یہ تھا کہ پہلے فریق نے بجائے اس کے کہ وہ مدینے جا کر اپنا مطالبہ پیش کرتا، جہاں خلیفہ اور مجرمین اور مقتول کے ورثاء سب موجود تھے اور عدالتی کاروائی کی جا سکتی تھی؛ بصرے کا رخ کیا اور فوج جمع کر کے خون عثمان کا بدلہ لینے کی کوشش کی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا تھا کہ ایک خون کے بجائے دس ہزار مزید خون ہوں۔ اور مملکت کا نظام الگ دَرہم بَرہم ہو جائے۔ شریعت الٰہی تو درکنار دنیا کے کسی آئین وقانون کی رُو سے بھی اسے ایک جائز کارروائی نہیں مانا جا سکتا۔ اِس سے بدر جہاز یادہ غیر آئینی طرزِ عمل دوسرے فریق یعنی معاویہ کا تھا۔ جو معاویہ بن ابوسفیان کی حیثیت سے نہیں بلکہ شام کے گورنر کی حیثیت سے خون عثمان کا بدلہ لینے کے لئے اُٹھے، مرکزی حکومت کی اطاعت سے انکار کیا گورنری کی طاقت اپنے اس مقصد کے لئے استعمال کی۔ اور مطالبہ یہ نہیں کیا کہ حضرت علیؑ قاتلین عثمان پر مقدمہ چلا کر اُنہیں سزا دیں بلکہ مطالبہ یہ کیا کہ وہ قاتلین عثمان کو اُن کے حوالے کر دیں تا کہ وہ خود اُنہیں قتل کریں۔ یہ سب کچھ دَورِ اسلام کی نظامی حکومت کے بجائے زمانہ قبل از اسلام کی قبائلی بدنظمی سے اشبہ ہے۔ خون عثمان کے مطالبے کا حق اوّل تو معاویہ کے بجائے عثمان کے شرعی وارثوں کو پہنچتا تھا۔ تاھم اگر رشتہ داری کی بنا پر معاویہ اس مطالبے کے مجاز ہو بھی سکتے تھے تو اپنی ذاتی حیثیت میں ہو سکتے تھے نہ کہ شام کے گورنر کی حیثیت میں۔ عثمان کا رشتہ جو کچھ بھی تھا۔ معاویہ بن ابی سفیان سے تھا۔ شام کی گورنری اُن کی رشتہ دار نہ تھی۔ اپنی ذاتی حیثیت میں وہ خلیفہ کے پاس مستغیث بن کر جا سکتے تھے۔ اور مجرمین کو گرفتار کرنے اور اُن پر مقدمہ چلانے کا مطالبہ کر سکتے تھے۔ گورنر کی حیثیت سے انہیں کوئی حق نہ تھا کہ جس خلیفہ کے ہاتھ پر باقاعدہ آئینی حیثیت سے بیعت ہو چکی تھی، جس خلافت کو اُن کے زیر انتظام صوبے کے سوا باقی پوری مملکت تسلیم کر چکی تھی اُس کی اطاعت سے انکار کر دیتے۔ اور اپنے زیر انتظام علاقے کی فوجی طاقت کو مرکزی حکومت کے مقابلے میں استعمال کرتے اور **ٹھیٹھ جاہلیتِ قدیمہ کے طریقے پر یہ مطالبہ کرتے کہ قتل کے ملزموں کو عدالتی کاروائی کے بجائے مدعی قصاص کے حوالے کر دیا جائے تا کہ وہ خود اُن سے بدلہ لے۔**'' (خلافت وملوکیت صفحہ 124 تا 126)

اِسکے بعد علامہ مودودی نے قاضی ابوبکر ابن العربی کی کتاب احکام القرآن سے اِن دونوں فریق حضرت عایشہؓ طلحہ، زبیر اور معاویہ کو اللہ ورسولؐ اور برحق خلیفہ کا باغی ثابت کیا ہے اور قرآن کی رُو سے حضرت علی علیہ السلام کی جنگ کو جائز قرار دیا ہے (صفحہ 126 تا 127) ہم پہلے خط میں لکھ بھی چکے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کے جواب میں یہ بحث لکھنے کے بجائے اسے گمراہ اور تفرقہ پرداز لکھا ہے اور بتایا ہے کہ جنہیں تو عثمان کا قاتل سمجھ رہا ہے وہ خود آ کر تجھ سے ملاقات کریں گے اور یہ ملاقات تجھے بہت بھاری اور ناگواری گذرے گی اس لئے کہ وہ تجھے تیری تہمت طرازی اور سازش کی سزا دیں گے اور اپنی بریت ثابت کریں گے۔ ہم دکھا چکے ہیں کہ قتل عثمان کا فتویٰ دینے والے عائشہ اور زبیر تھے اور فوج کشی اور حملہ کرنے والے طلحہ اور زبیر تھے۔ جنہوں نے معاملے کو مشکوک کرنے ہی کے لئے تو علی علیہ السلام کے خلاف تلوار اُٹھائی تھی۔

(نمبر10) خط ''معاویہ کے نام''

1۔معاویہ نے دعوتِ جنگ دی تھی تو جواب میں پہلے اسے نصیحتیں کیں اورراست روی کی تاکید کی اور پھر ڈانٹ کر تنبیہ کی۔

2۔بنی امیہ کی سابقہ پوزیشن یاددلائی ۔

3۔اپنی جنگی قوت اوراس کے نانا، ماموں اور بھائی کے قتل کی یاددلائی ہے۔

4۔کتاب اللہ کی دہائی دے کر جان بچانے کی پیش گوئی فرمائی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

کَیۡفَ اَنۡتَ صَانِعٌ اِذَا تَکَشَّفَتۡ عَنۡکَ جَلَابِیۡبُ مَا اَنۡتَ فِیۡهِ مِنۡ دُنۡیَا قَدۡ تَبَهَّجَتۡ بِزِیۡنَتِهَا،	1	تمہارا اُس وقت کیا حال ہوگا جب تمہارے اوپر سے یہ سازش کی چادر اُتار لی جائیگی جس میں تم لپٹے ہوئے ہو اورجسکی آڑ میں تم دُنیا میں خود کو سجا کر اورسنوار کر پیش کر رہے ہو اور اُس دُنیا نے تمہیں لبھالیا ہے اوراپنی سجاوٹ سے تمہیں گرویدہ کر رکھا ہے۔
وَخَدَعَتۡ بِلَذَّتِهَا،	2	اور اپنی لذّ توں سے تمہیں دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے۔
دَعَتۡکَ فَاَجَبۡتَهَا،وَقَادَتۡکَ فَاتَّبَعۡتَهَا،وَاَمَرَتۡکَ فَاَطَعۡتَهَا.	3	دُنیا نے تمہیں دعوت دی اورتم نے اُس کی دعوت قبول کر لی۔اُس نے تمہاری قیادت وراہنمائی کی اورتم نے اُس کی پیروی اختیار کر لی۔اُس نے حکم دیا تو تم نے اُس کی اطاعت اختیار کر لی۔
وَاِنَّـهُ یُوۡشِکُ اَنۡ یَقِفَکَ وَاقِفٌ عَلٰی مَالَا یُنۡجِیۡکَ مِنۡهُ مُنۡجٍ.(مِجَنٌّ)	4	بہت قریب ہے وہ وقت کہ جب تجھے ایک روکنے والا روک کر اُن چیزوں سے مطلع کرے گا جن سے تمہیں کوئی نجات دلانے والا بھی نجات نہ دلا سکے گا۔
فَاقۡعَسۡ عَنۡ هٰذَاالۡاَمۡرِ،	5	چنانچہ تم اس معاملے سے ہاتھ اُٹھالو۔
وَخُذۡ اُهۡبَةَالۡحِسَابِ،	6	اور باز پرسی اورحساب کے لئے تیار ہو جاؤ۔
وَشَمِّرۡ لِمَا قَدۡ نَزَلَ بِکَ،	7	اوراپنے اوپر نازل ہونے والی کے لئے دامن لپیٹ کر تیار ہو جاؤ۔
وَلَا تُمَکِّنُ الۡغُوَاةَ مِنۡ سَمۡعِکَ،	8	اوراغوا کرنے والوں کی باتوں پر کان نہ لگاؤ۔
وَاِلَّا تَفۡعَلۡ اُعۡلِمۡکَ مَا اَغۡفَلۡتَ مِنۡ نَّفۡسِکَ،	9	اگر تم نے اس نصیحت پر عمل نہ کیا تو میں تمہیں تمہاری تمام غفلتوں سے متنبہ کروں گا۔
فَاِنَّکَ مُتۡرَفٌ قَدۡ اَخَذَالشَّیۡطَانُ مِنۡکَ مَاۡخَذَهٗ،	10	تم سہولت اورعیش پروری کی زندگی میں اُلجھے ہوئے ہو یقیناً ابلیس نے تمہارے اندر اپنے منصوبہ کے لئے تمام بنیادی سامان جمع کر دیا ہے۔
وَبَلَغَ فِیۡکَ اَمَلَهٗ،	11	اوراُس نے اپنی تمام آرزوؤں اوراُمیدوں کو تمہارے اندر پہنچا دیا ہے۔
وَجَرٰی مِنۡکَ مَجۡرَی الرُّوۡحِ وَالدَّمِ،	12	اوروہ تیرے اندراسی طرح گھلا ملا ہوا ہے جیسے جسم میں روح اورخون گھلا ملا ہوتا ہے۔

وَمَتٰى كُنْتُمْ يَامُعَاوِيَةُ سَاسَةَ الرَّعِيَّةِ؟ وَوُلَاةَ اَمْرِ الْاُمَّةِ،	13	اور اے معاویہ یہ تو سوچو کہ تم بنی امیہ رعایا کی سیاست سے اور اُمت پر حکمرانی کرنے کی اور راہنمائی کی اہلیت سے کب شناسا تھے؟
بِغَيْرِ قَدَمٍ سَابِقٍ، وَلَا شَرَفٍ بَاسِقٍ،	14	بلا کسی اسلامی پیش قدمی کے اور بلا اسلامی عزت اور بزرگی حاصل کئے ہوئے ہی۔
وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ لُزُوْمِ سَوَابِقِ الشَّقَآءِ،	15	اس قسم کا دعویٰ کرنا ازلی بدبختی کا ثبوت ہے۔ اور ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔
وَاُحَذِّرُكَ اَنْ تَكُوْنَ مُتَمَادِيًا فِيْ غِرَّةِ الْاُمْنِيَّةِ، مُخْتَلِفَ الْعَلَانِيَةِ وَالسَّرِيْرَةِ،	16	اور میں تمہیں خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ تم ہمیشہ آرزوؤں کے فریب میں مبتلا رہتے چلے آ رہے ہو اور تمہارے اعلانات تمہاری باطنی حالت سے مختلف رہتے آئے ہیں۔
وَقَدْ دَعَوْتَ اِلَى الْحَرْبِ فَدَعِ النَّاسَ جَانِبًا وَاخْرُجْ اِلَيَّ، وَاَعْفِ الْفَرِيْقَيْنِ مِنَ الْقِتَالِ لِيُعْلَمَ اَيُّنَا الْمَرِيْنُ عَلٰى قَلْبِهٖ وَالْمُغَطّٰى عَلٰى بَصَرِهٖ،	17	اور تم نے مجھے جنگ کی دعوت دی ہے چنانچہ لوگوں کو الگ ہٹا دو اور میرے تنہا کے مقابلے میں تنہا نکلو اور دونوں فریقوں کو جنگ سے معاف رکھو تا کہ سب کو یہ علم ہو جائے کہ کس کے دل پر زنگ جما ہوا ہے اور کون آنکھوں پر پردے ڈالے ہوئے ہے۔
فَاَنَا اَبُوْحَسَنٍ قَاتِلُ جَدِّكَ وَ خَالِكَ وَ اَخِيْكَ شَدْخًا يَوْمَ بَدْرٍ، وَذٰلِكَ السَّيْفُ مَعِيْ، وَبِذٰلِكَ الْقَلْبِ اَلْقَى عَدُوِّيْ،	18	چنانچہ میں وہی حسنؑ کا والد ہوں اور تیرے دادا کا اور تیرے ماموں کا اور تیرے بھائی کا بدر میں تباہ کر کے مارنے والا قاتل ہوں۔ اور وہی تلوار میرے پاس ہے اور میں اب بھی اسی قلب کے ساتھ اپنے دشمن سے ملاقات کو تیار ہوں۔
مَا اسْتَبْدَلْتُ دِيْنًا، وَلَا اسْتَحْدَثْتُ نَبِيًّا،	19	اور تمہاری طرح نہ تو میں نے اپنا دین بدلا ہے۔
وَاِنِّيْ لَعَلَى الْمِنْهَاجِ الَّذِيْ تَرَكْتُمُوْهُ طَائِعِيْنَ،	20	اور نہ نبیؐ کی قسمیں کر کے اُسے خود گھڑا ہے۔
وَدَخَلْتُمْ فِيْهِ مُكْرَهِيْنَ،	21	اور یقیناً میں اُسی اسلامی راستے پر برقرار ہوں جسے تم نے خوشی سے چھوڑ رکھا ہے۔ اور تم لوگ اس دین میں داخل بھی ناگواری سے ہوئے تھے۔
وَزَعَمْتَ اَنَّكَ جِئْتَ ثَائِرًا بِعُثْمَانَ،	22	اور تم یہ بھی جھوٹا دعویٰ کر رہے ہو کہ تم عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اُٹھے ہو۔
وَلَقَدْ عَلِمْتَ حَيْثُ وَقَعَ دَمُ عُثْمَانَ فَاطْلُبْهُ مِنْ هُنَاكَ اِنْ كُنْتَ طَالِبًا،	23	حالانکہ تمہیں یقیناً معلوم ہے کہ عثمان کہاں قتل ہوا تھا؟ چنانچہ اس کے خون کا مطالبہ وہیں جا کر کرو جہاں قتل ہوا تھا اگر تم واقعی خون کا بدلہ چاہتے ہو تو طریقہ یہ ہے۔
فَكَاَنِّيْ قَدْ رَاَيْتُكَ تَضِجُّ مِنَ الْحَرْبِ اِذَا عَضَّتْكَ ضَجِيْجَ الْجِمَالِ بِالْاَثْقَالِ، وَكَاَنِّيْ بِجَمَاعَتِكَ تَدْعُوْنِيْ جَزَعًا مِنَ الضَّرْبِ الْمُتَتَابِعِ وَالْقَضَاءِ الْوَاقِعِ،	24	میں تو اب وہ نظارہ دیکھ رہا ہوں کہ گویا جنگ تمہیں دانتوں سے کاٹ رہی ہے اور تم اس طرح بلبلا رہے ہو جس طرح بھاری بوجھ سے لدے ہوئے اونٹ بلبلایا کرتے ہیں۔ اور گویا تمہاری جماعت تلواروں کے پے در پے واروں سے اور سروں پر منڈلانے والی موت سے اور مقتولوں کے انبار لگ جانے سے گھبرا گھبرا کر مجھے پکار رہی ہے۔
وَمَصَارِعَ بَعْدَ الْمَصَارِعِ. اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَهِيَ كَافِرَةٌ جَاحِدَةٌ اَوْ مُبَايِعَةٌ حَائِدَةٌ.	25	اور قرآن کی دوھائی دے رہی ہے۔ حالانکہ تمہاری جماعت کافر ہے حق کی منکر ہے اور بیعت کرنے کے بعد اسے توڑنے والی ہے۔

تشریح:- 1۔ یہاں آخری بات کو پہلا نمبر دینا پڑتا ہے یعنی حضرت علی علیہ السلام کی آنکھیں وہ نظارہ دیکھ رہی تھیں جو آج سے کئی ماہ بعد

جنگ صفین میں پیش آنے والا تھا۔اور جسے حضور علیہ السلام نے لفظ بلفظ اُسی طرح معاویہ کولکھ کربھیج دیا تھا جس طرح اُن پر یہ مصیبت واقع ہونا تھی۔جو ذاتِ پاک زمین پر رہتے ہوئے معراج کی تمام تفصیلات ملاحظہ کرتی رہی ہواُس کا ایسی پیشین گوئی کرنا کوئی قابل تعجب چیز نہیں تھی۔جس کے سامنے کائنات کی تمام تفصیلات حاضر رہتی ہوں اُس ہستیؑ کی ایسی پیشگوئی پرفخر کرنا گھٹیا سی بات ہے۔عین اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی یہ دوسری بات ہے کہ ظاہری مسلمانوں کومسلمان رکھنے کی خاطر بعض باتیں انہیں نہ بتائی جائیں۔ورنہ بدن میں رَچا بَسا کفر اُن پر غالب آجانا ممکن ہوجائے گا اور مجتہدقسم کے جاہلوں کو بدہضمی ہوجانے کا اندیشہ ہوگا۔اُن کا اپنا گھڑا ہوا اللہ بکھر کر پاش پاش ہوجائے گا۔

2۔معاویہ اور قریش نے مجبوراً اسلام اختیار کر کے اُسے تبدیل کردیا تھا

چنانچہ حضورؑ نے یہ حقیقت واضح فرمادی ہے کہ معاویہ اور اُس کے بزرگ قریش نے مجبور ہوکر بڑی ناگواری سے اسلام کواختیار کیا تھا اور رفتہ رفتہ اُسے تبدیل کرکے رکھ دیا تھا۔(10/19)اور یہ بھی واضح کردیا ہے کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرآنی پوزیشن کو بھی نئے نئے پہلو نکال کر اپنے اجتہاد سے کچھ سے کچھ بنالیا تھا۔(یونس 10/19)

3۔حضرت علیؑ کا یہی چیلنج قریش اور قریشی علماء کے لئے مافوق الفطرت ہے تمام عرب پر بالادستی

معاویہ ہی کو حضورؑ نے چیلنج نہیں کیا ہے وہ تو پورے عرب کو زندگی بھر چیلنج کرتے رہے ہیں۔اور جو سورما سامنے آیا اُسے جہنم واصل کرتے رہے ہیں۔وہ تو تنہا شام پر حملے کے لئے روانہ ہوگئے تھے اپنی فوج سے کہدیا تھا کہ میں تمہارا محتاج نہیں ہوں۔میں تنہا ملک شام کو فتح کرسکتا ہوں۔مجاہدین نے منت سماجت کرکے بڑی مشکل سے ساتھ چلنے کی اجازت لی تھی۔**ورنہ وہ تو تنِ تنہا کئی میل جاچکے تھے**۔جو شخص سارے عرب سے فرداً فرداً بھی طاقتور ہو اور اُن کی اجتماعی طاقت سے بھی کہیں زیادہ ہو اُسے قریشی نام نہاد سورماؤں یعنی لنگڑے لولے اور بزدلوں کے برابر قرار دینا بڑی بے بصیرتی کی بات ہے۔یہ تو اُنکا مشیت خداوندی اور ارادۃ اللّٰہ ہوتا تھا جس سے یہ دشمنانِ دین محفوظ رہ گئے ورنہ اُنہیں مسل کر رکھ دیا جاتا۔یہ کتنی بے شرمی و بے حیائی کی بات ہے کہ معاویہ ایسا شخص حضرت علی علیہ السلام کو جنگ کی دعوت دیتا ہے؟؟

4۔قریش نے اپنی خودساختہ تاریخ میں حضرت علیؑ کے مخالفوں کو دُھات العرب اور دانشور بنا رکھا ہے

قارئین پرحضور علیہ السلام کے ہر خط سے یہ واضح ہوجائے گا کہ اُن کے رُوبرو سارے عرب میں نہ ہی کوئی عاقل و دانا اور بابصیرت تھا نہ ہی کوئی اسلامی حکومت کے نظم ونسق و آئین کو سمجھنے والا تھا(10/13)۔یہ سب ابلیس کے فریب میں مبتلا تھے۔(10/10-12)

خط (نمبر 11) (لشکر کو ھدایات)

1۔فوج کا پڑاؤ کیسے مقام پر ہونا چاہئے؟2۔ہراول دستہ اور خبر رسانی؟3۔رات میں حفاظت کا انتظام؟4۔سونے کی مقدار و مقصد؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

فَـاِذَانَـزَلۡتُـمۡ بِـعَـدُوٍّ اَوۡنَـزَلَ بِـكُـمۡ فَلۡيَكُنۡ مَعَسۡكَرُكُمۡ فِىۡ قُبُلِ الۡاَشۡرَافِ،	1	جب تم دشمن کے مقابلے میں پڑاؤ ڈالو یا دشمن تمہارے مقابلے میں قیام کرے تو تمہاری لشکرگاہ ٹیلوں کے آگے ہونی چاہئے۔
اَوۡسِفَاحِ الۡجِبَالِ،اَوۡاَثۡنَاءِ الۡاَنۡهَارِ،	2	یا پہاڑوں کے آگے ہونا چاہئے۔یا نہروں کو پشت پر رکھ کر پڑاؤ ڈالنا چاہئے۔

كَيْمَا يَكُوْنُ لَكُمْ رِدْءً ا،	3	تا کہ ٹیلے اور پہاڑ اور نہریں تمہاری پشت کی حفاظت کریں۔
وَدُوْنَكُمْ مَرَدًّا،	4	اور دشمن کو تم سے دور رکھنے میں مددگار بن جائیں۔
وَلْتَكُنْ مُقَاتَلَتُكُمْ مِنْ وَجْهٍ وَّاحِدٍ اَوِ اثْنَيْنِ،	5	اور اس طرح تمہیں صرف ایک طرف سے یا دو طرف سے دشمن سے جنگ کرنا پڑے۔ (اور تم چاروں طرف سے نہ گھیرے جاسکو۔)
وَاجْعَلُوْا لَكُمْ رُقَبَاءَ فِيْ صَيَاصِي الْجِبَالِ، وَمَنَاكِبِ الْهِضَابِ،	6	اور پڑاؤ ڈالتے ہی پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور ٹیلوں کی بلندیوں پر دشمنوں کی نقل وحرکت دیکھنے والے نگران مقرر کردیا کرو۔
لِئَلَّا يَاْتِيَكُمُ الْعَدُوُّ مِنْ مَّكَانِ مَخَافَةٍ اَوْ اَمْنٍ،	7	تا کہ دشمن کا کوئی دستہ کسی خفیہ اور خوفناک جگہ سے یا کسی کھلی اور اطمینان کی جگہ سے تم پر اچانک حملہ نہ کرسکے۔
وَاعْلَمُوْا اَنَّ مُقَدِّمَةَ الْقَوْمِ عُيُوْنُهُمْ، وَعُيُوْنَ الْمُقَدِّمَةِ طَلَائِعُهُمْ،	8	اور یہ بھی جان لو کہ فوج کے آگے چلنے والا ہراول دستہ فوج کی آنکھوں کا کام دیتا ہے۔ اور ہراول دستے کی آنکھیں اُنکے آگے چلنے والے نگران لوگ (پٹرول) ہوتے ہیں۔
وَاِيَّاكُمْ وَالتَّفَرُّقَ، فَاِذَا نَزَلْتُمْ فَانْزِلُوْا جَمِيْعًا وَاِذَا ارْتَحَلْتُمْ فَارْتَحِلُوْا جَمِيْعًا،	9	اور خبردار بکھرنے سے باز رہنا چنانچہ جب تم کہیں پڑاؤ ڈالو تو سب ایک ساتھ اُترا کرو اور جب تم روانہ ہو تو سب مل کر ایک ہی ساتھ سفر کیا کرو۔
وَاِذَا غَشِيَكُمُ اللَّيْلُ فَاجْعَلُوا الرِّمَاحَ كِفَّةً،	10	اور جب رات تم پر تاریکی پھیلا دے تو تم اپنے چاروں طرف نیزوں کو گاڑ کر ایک باڑ بنالیا کرو۔
وَلَا تَذُوْقُوا النَّوْمَ اِلَّا غِرَارًا اَوْ مَضْمَضَةً.	11	اور رات کو نیند میں غرق نہ ہوجاؤ بلکہ نیند کا مزا صرف اس قدر لو جیسے غرارہ کرنے یا کلّی کرنے سے پانی کا مزا۔

تشریح:۔ 1۔اس خطبے میں پہلی بات تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپؑ کی افواج تنخواہ دار فوجیں نہ تھیں ورنہ اس خط میں مذکور ہدایات اُن کو ٹریننگ کے زمانہ میں ملی ہوئی ہوتیں اور اُنہیں سفر وقیام کی عملی تعلیم اُن کے کمانڈر نے دے دی ہوتی۔ یہ بالکل نئے لوگ تھے جنہیں ہر ہر بات لڑائی سے پہلے یا لڑائی کے دوران بتانی پڑتی تھی۔ دوسری بات یہ کہ پوری مملکت میں قوانین وہدایات پہنچانے کے لئے خطوط ہی کو ذریعہ بنایا جاتا تھا۔

2۔فوج کے اجزا سفر کے دوران فوج کا بڑا اور بھاری ہتھیاروں والا حصہ مین باڈی کہلاتا ہے۔ ہسپتال، راشن، باورچی خانہ وغیرہ مین باڈی میں رہتے ہیں۔ سردار یا سپہ سالار لشکر بھی اسی میں ہوتا ہے۔ روانگی سے کافی دیر پہلے ایک کافی بڑا دستہ آگے روانہ کیا جاتا ہے جو مقدمہ یا مین گارڈ کہلاتا ہے اور جو اتنا بڑا اور طاقتور ہونا چاہئے کہ دشمن کو اتنی دیر تک روکے رکھے کہ مین باڈی لڑنے کی ضروری پوزیشن اختیار کرلے۔ مین باڈی اور مین گارڈ یا ایڈوانس گارڈ میں رابطہ جاری رہتا ہے۔ اسی طرح ایڈوانس گارڈ کی طرح سے دو دستے مین باڈی کے داہنی طرف اور بائیں طرف مناسب فاصلے پر چلتے ہیں تا کہ داہنی اور بائیں طرف سے آنے والے خطروں کو روک سکیں ان کو فلینک (flank) گارڈ کہتے ہیں۔ اسی طرح مین باڈی کے پیچھے کی حفاظت کے لئے ریئر گارڈ (Rear) تعینات ہوتا ہے۔ یہ چاروں گارڈ اپنے اپنے گارڈوں کی حفاظت اور رابطہ کا بندوبست کرتے ہیں یہ چھوٹے چھوٹے دستے ہوتے ہیں اور انہیں پٹرول (Petrol) کہا جاتا ہے۔ سفر کے دوران فوج کا خاکہ دیکھئے:۔

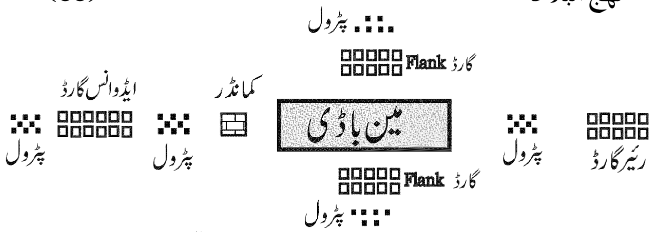

یہ خاکہ بتاتا ہے کہ فوج میں رابطہ اور تحفظ اور خبر رسانی کا کیسا منظم بندوبست رہتا ہے کہ آگے پیچھے داہنے بائیں دشمن کی نقل وحرکت ہر آن کمانڈر کو معلوم رہتی ہے اور حملے کی صورت میں دشمن کو چاروں طرف سے نرغے میں لیا جا سکتا ہے۔ یہ تمام ہدایات وتعلیم اور مہارت تنخواہ دار افواج کو چھاؤنیوں میں مکمل کرادی جاتی ہے۔ اُن کو عادی بنادیا جاتا ہے۔ قواعد اور پیریڈ ہی اُن کی ترقی اور پروموشن کا ذریعہ ہوتی ہے۔ یہاں فوج تو فوج ہے خود حضرت علی علیہ السلام کو یہ تعلیم وٹریننگ کبھی کسی نے نہیں دی تھی۔ بہر حال وہؑ دُنیا کی بہترین افواج کی تعلیم وہدایات سے کما حقہ واقف تھے۔ اور ہر فوج کو ایسے ہزاروں طریقے سکھا سکتے تھے جو دشمن کو ہزیمت دینے میں مفید ہوتے۔ اور حضورؐ سے تعلیم یافتہ فوج کہیں کسی سے شکست نہ کھا سکتی تھی پھر علی علیہ السلام نے اپنی فوج کو شب بیداری کی تعلیم بھی دے دی ہے جس سے اللہ خود ایسی فوج کا محافظ ہوجایا کرتا ہے۔

(نمبر12) خط لِمَعْقِلِ ابْنِ قَيْسِ الرِّيَاحِیِّ حِينَ اَنْفَذَهُ اِلَى الشَّامِ فِیْ ثَلَاثَةِ اٰلَافٍ مُقَدِّمَةً لَهٗ

مَعْقِل بن قیس کو زبانی ھدایات جب کہ اُسے تین ہزار فوجیوں کے ہراول دستے کا انچارج بنا کر شام کی طرف بھیجا

1۔سفر کا طریقہ، شب وروز کی احتیاطیں، آرام وقیام 2۔تصادم کی صورت میں اقدامات 3۔اللہ کا خیال

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ O

اِتَّقِ اللّٰهَ الَّذِیْ لَابُدَّلَکَ مِنْ لِقَائِهٖ، وَلَا مُنْتَهٰى لَکَ دُوْنَهٗ،	1	تم اس اللہ کے سامنے ذمہ دار رہنا جس کے روبرو جانا ضروری ہے اور اس کے علاوہ تمہارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا؛
وَلَا تُقَاتِلَنَّ اِلَّا مَنْ قَاتَلَکَ،	2	جو تم سے جنگ کرے اس کے علاوہ کسی اور سے جنگ نہ کرنا؛
وَسِرِ الْبَرْدَيْنِ، وَغَوِّرْ بِالنَّاسِ، وَرَفِّهْ فِی السَّيْرِ،	3	صبح شام کے ٹھنڈے اوقات میں سفر کرنا دوپہر کے اوقات میں لوگوں کو آرام کرنے دو یا آہستہ چلو؛
وَلَا تَسِرْ اَوَّلَ اللَّيْلِ، فَاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَهٗ سَكَنًا، وَقَدَّرَهٗ مَقَامًا لَّا ظَعْنًا،	4	اور شروع رات میں سفر نہ کرو اس لئے کہ رات کو اللہ نے سکون وچین کے لئے بنایا ہے اور قیام کرنے کا وقت رکھا ہے نہ کہ سفر کیلئے اور جدائی کے لئے ،
فَاَرِحْ فِيْهِ بَدَنَکَ، وَرَوِّحْ ظَهْرَکَ،	5	اسلئے رات میں اپنے بدن کو راحت پہنچاؤ اور سواریوں اور جانوروں کو بھی آرام کرنے دو؛
فَاِذَا وَقَفْتَ حِيْنَ يَنْبَطِحُ السَّحَرُ، اَوْحِيْنَ يَنْفَجِرُ الْفَجْرُ، فَسِرْ عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ،	6	اور جب یہ معلوم ہو جائے کہ صبح نمودار ہونے لگی اور روشنی جھلکنے لگی ہے تو اللہ کی برکت رسانی کے بھروسہ پر سفر شروع کر دینا چاہئے؛
فَاِذَا لَقِيْتَ الْعَدُوَّ فَقِفْ مِنْ اَصْحَابِکَ وَسَطًا،	7	جب تم دشمن کو دیکھ لو تو اپنے مخصوص ساتھیوں کے درمیان میں قیام کرو۔
وَلَا تَدْنُ مِنَ الْقَوْمِ دُنُوَّ مَنْ يُّرِيْدُ اَنْ يُّنْشِبَ الْحَرْبَ،	8	اور نہ تم دشمن کے اتنا قریب ٹھہرو جتنا کوئی جلدی سے جنگ چھیڑنے والا ٹھہرا کرتا ہے؛

وَلَا تَبَاعَدْ عَنْهُمْ تَبَاعُدَ مَنْ يَّهَابُ الْبَأْسَ حَتّٰى يَاتِيَکَ اَمْرِیْ،	9	اور نہ اتنی دور قیام کرو جیسے کوئی جنگ سے ڈرنے والا ہٹ کر قیام کیا کرتا ہے۔ یہ سب کچھ میرا حکم پہنچنے تک بجالاتے رہنا؛
وَلَا يَحْمِلَنَّكُمْ شَنَانُهُمْ عَلٰى قِتَالِهِمْ قَبْلَ دُعَائِهِمْ وَالْاِعْذَارِ اِلَيْهِمْ،	10	اور ایسا نہ ہونے پائے کہ تم اُن کی دشمنی یا دشمنانہ رویہ کی بناپر جنگ چھیڑ دو اس سے پہلے کہ اُن کو دعوت دین دی جائے اور اتمام حجت پوری کی جائے۔

تشریح:۔ اِن ہدایات میں حضرت علی علیہ السلام کے اطمینان قلب پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔جن حالات میں یہ افواج روانہ کی جارہی ہیں اُن سے سارا عرب عموماً ملک شام ومعاویہ خصوصاً لرزہ براندام ہیں۔اُن کے حالات پڑھنے سے خود پڑھنے والا گھبرا اُٹھتا ہے۔وہاں اپنے سرداروں اور کرتا دھرتا لوگوں کو ہر مکروفریب کر گذرنے کی تدبیریں بتائی جاتی ہیں۔اور حضرت علی علیہ السلام ایسے اطمینان سے ہدایات دیتے ہیں کہ نہ کوئی جلدی معلوم ہوتی ہے نہ دشمن کی غداری ومکر کا خیال وخوف ہے،تقوٰی اور ذمہ داری ملحوظ ہے۔غلط شخص اور غلط موقع پر جنگ کی ممانعت کی جارہی ہے۔خاص اصحاب کے درمیان رہنے کی تاکید اس لئے کہ ہر ایک کے چہرہ پر نظر رہے۔کوئی چپکے سے جنگ چھیڑنے کا اشارہ نہ کرسکے۔بلا اتمامِ حجت اور عذرات کو سُنے بغیر جنگ کی دوھری دوھری ممانعت کی گئی ہے۔سفر میں جانوروں تک کے آرام اور فطرت کا خیال رکھا گیا ہے۔اللہ کے احکام سامنے رہتے ہیں۔دشمنوں کی زیادتیوں اور دشمنی کو بھلادینے کی تاکید فرمائی ہے۔یعنی قرآن پر لفظ بلفظ عمل کرانے کا پختہ ارادہ کئے ہوئے ہیں۔اللہ نے فرمایا ہے: <u>وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا...</u> (5/2،8) کسی قوم سے دُشمنی تمہیں عدل کے خلافِ عمل کرنے پر نہ اُبھارے ہر حال میں عدل وانصاف کرتے رہو۔

(نمبر13) خط <u>اِلٰى اَمِيْرَيْنِ مِنْ اُمَرَاءِ جَيْشِهٖ، اپنی فوج کے دوسرداروں کے نام</u>

<u>فرمان کا پس منظر!</u> جنگ صفین کے سلسلے میں علیؑ نے اپنی روانگی سے پہلے جناب زیادؓ ابن نضر اور شریحؒ ابن ھانی کو بارہ ہزار فوج کے سردار بنا کر بطور ہراول دستہ روانہ کیا تھا۔دورانِ سفر اُن کی مُڈبھیڑ معاویہ کے ہراول دستہ سے ہوئی جو ابوالاعور سلمٰی کی قیادت میں مقام سور الروم پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔انہوں نے اسے اور اس کی فوج کو حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت کی دعوت دی۔انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا تو انہوں نے علیؑ کو خط لکھ کر اطلاع دی اور آئندہ اقدامات کی اجازت طلب کی۔علیؑ نے مالک اشتر رضی اللہ عنہ کو ہدایات دے کر زیرِ قلم خط کے ساتھ اُن کے پاس بھیجا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

وَقَدْ اَمَّرْتُ عَلَيْكُمَا وَعَلٰى مَنْ فِیْ حَيِّزِ كُمَا مَالِکَ ابْنَ الْحَارِثِ الْاَشْتَرِ فَاسْمَعَا لَهٗ وَاَطِيْعَا،	1	میں نے تم دونوں پر بھی اور جو لوگ تمہارے اختیار میں ہیں اُن پر بھی مالک ابن حارث اشتر کو امیر مقرر کیا ہے تم دونوں اُسکے احکام کو سننا اور اُس کی اطاعت کرنا؛
وَاجْعَلَاهُ دِرْعًا وَّمِجَنًّا،	2	اور تم دونوں انہیں اپنے لئے اور اپنے ماتحت لوگوں کیلئے زرہ اور ڈھال بنا کر رکھنا؛
فَاِنَّهٗ مِمَّنْ لَّا يُخَافُ وَهْنُهٗ وَلَا سَقْطَتُهٗ، وَلَا بُطْؤُهٗ عَمَّا الْاِسْرَاعُ اِلَيْهِ اَحْزَمُ، وَلَا اِسْرَاعُهٗ اِلٰى مَا الْبُطْءُ عَنْهُ اَمْثَلُ،	3	وہ یقیناً اُن لوگوں میں سے ہیں جن سے نہ کمزوری اور لغزش کا اندیشہ ہوتا ہے اور نہ جلدی کی جگہ سستی کا اور نہ ڈھیل دینے کی جگہ جلد بازی کا خطرہ ہوتا ہے۔ (یعنی وہ ایسے حاکم ہیں جن کی موجودگی میں خطرات نہیں ہوتے)

تشریح: 1۔پچھلے خط میں جو ہدایات لکھی جاچکی تھیں وہ کام آئیں اور حضور علیہ السلام کے ایڈوانس گارڈ کو معاویہ کے ایڈوانس گارڈ سے کوئی خطرہ پیش

نہیں آیا۔اُنہوں نے پہلے سے پڑاوڈالے ہوئے اپنے دشمن کے مقابلے میں پڑاوَڈالا۔اُسے تبلیغ کی اور حضرت علی علیہ السلام کو حالات سے مطلع کیا۔اور تاحکم ثانی تمام حالات کے لئے تیار ومنتظر رہے۔

2۔مالک اشترؓ کی مدح وثنااورذمہ داری پر یہ خط سند ہے

اس خط میں مالک اشترؓ کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اور کسی صحابی کو یہ عزت حاصل نہیں ہوئی ہے۔حضرت مالکؓ اشتر علیؑ وخاندانِ علی علیہ السلام کے تحفظ کے لئے دھکتی ہوئی آگ میں کودجانے کو تیار رہتے تھے اُن سے زیادہ کوئی اور فدا کار نہ تھا۔

(نمبر14) خط وَصِيَّةٌ لِعَسْكَرِهٖ قَبْلَ لِقَآءِ الْعَدُوِّ بِصِفِّيْنَ

صفین میں دشمن کی ملاقات سے پہلے پہلے اپنی فوج کو ہدایات فرمائی ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

لَا تُقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى يَبْدَؤُكُمْ،فَاِنَّكُمْ بِحَمْدِاللّٰهِ.عَلٰى حُجَّةٍ وَتَرْكُكُمْ اِيَّاهُمْ حَتّٰى يَبْدَؤُكُمْ حُجَّةٌ اُخْرٰى لَكُمْ عَلَيْهِمْ،	1	جب تک وہ جنگ میں پہل نہ کریں تم ان سے جنگ نہ کرنا،اس لئے کہ تم بفضل خدا دلیل وحجت کے ماتحت ہواور تمہارا پہل نہ کرنااورانہیں آزاد چھوڑ دینا کہ جنگ کی ابتدا بھی وہی کریں یہ ان پر دوسری دلیل وحجت ہے؛
فَاِذَاكَانَتِ الْهَزِيْمَةُ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَلَا تَقْتُلُوْا مُدْبِرًا،وَّلَا تُصِيْبُوْامُعْوِرًا،	2	اور جب انہیں اللہ کے حکم سے شکست ہوجائیگی تو کسی بھاگنے والے کوقتل نہ کرنا،کسی بے کس اور خالی ہاتھ پر حملہ نہ کرنا؛
وَلَا تُجْهِزُوْاعَلٰى جَرِيْحٍ،وَلَا تَهِيْجُواالنِّسَآءَ بِاَذًى،وَاِنْ شَتَمْنَ اَعْرَاضَكُمْ وَسَبَبْنَ اُمَرَاءَكُمْ،	3	اور نہ ہی کسی زخمی کی جان لینااور نہ عورتوں کواذیت دیکر پریشان کرنا۔چاہے وہ گالیاں دیکر تمہاری بے عزتی ہی کیوں نہ کریں اور تمہارے حاکموں کو بھی گالیاں دیتی رہیں۔
فَاِنَّهُنَّ ضَعِيْفَاتُ الْقُوٰى وَالْاَنْفُسِ وَالْعُقُوْلِ،	4	اس لئے کہ وہ تخلیقی طور پر جسمانی اور روحانی اور عقلی طور پر کمزور ہوتی ہیں؛
اِنْ كُنَّا لَنُؤْمَرُ بِالْكَفِّ عَنْهُنَّ وَاِنَّهُنَّ لَمُشْرِكَاتٌ،	5	ہمیں عہد رسولؐ میں حکم دیا گیا تھا کہ ان سے نہ الجھا کریں حالانکہ وہ مشرک ہوتی تھیں
وَاِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَتَنَاوَلُ الْمَرْاَةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِالْفِهْرِ اَوِالْهِرَاوَةِ فَيُعَيَّرُ بِهَا عَقِبُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ.	6	اوراگر زمانہ جاہلیت میں بھی کوئی مرد کسی عورت کو پتھر یالاٹھی سے مارتا تھا تو اُس کو اور اُس کے بعد کی نسلوں کو برا کہا جاتا رہتا تھا۔''

تشریح:۔ یہاں بھی حق پر ہونے کی دلیل سے اپنی فوج کو بطور اپیل اسلامی قوانین کوملحوظ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے اوراُس زمانے سے آج تک تمام قریشی علماء علی علیہ السلام کی ایسی تاکیدوں اور احکامات کی مدح وثنااور تعریفیں کرتے اور اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آئے ہیں۔چنانچہ علامہ مودودی خلیفہ ٔراشداوردُنیادار بادشاہوں کا فرق یوں دکھاتے ہیں کہ:۔

حضرت علیؑ خلیفہ خدوانڈی تھے بادشاہ اورخلیفہ راشد کا فرق،مودودی

۔''حضرت علیؑ نے جنگ کے سلسلے میں جوطرزِعمل اختیار کیا وہ ایک خلیفہ راشداورایک بادشاہ کے فرق کو پوری طرح نمایاں کردیتا ہے۔اُنہوں نے اپنی فوج میں پہلے ہی یہ اعلان کردیا کہ بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرنا۔کسی زخمی پر حملہ نہ کرنا اورفتحیاب ہوکر مخالفین کے گھروں میں نہ گھسنا۔فتح کے بعد

اُنہوں نے دونوں طرف کے شہدا پر نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں احترام کے ساتھ دفن کرایا۔ تمام مال جو لشکر مخالف سے ملا تھا۔ اُسے مال غنیمت قرار دینے سے قطعی انکار کر دیا۔ اور بصرے کی جامع مسجد میں اس کو جمع کر کے اعلان فرما دیا کہ جو اپنا مال پہچان لے وہ لے جائے۔ لوگوں نے خبر اڑائی کہ علیؑ یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ بصرے کے مَردوں کو قتل اور عورتوں کو لونڈیاں بنالیں۔ حضرت علیؑ نے فوراً اس کی تردید کی اور فرمایا۔ ''مجھ جیسے آدمی سے یہ اندیشہ نہ ہونا چاہئے یہ سلوک تو کافروں کے ساتھ کرنے کا ہے مسلمانوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا جاسکتا۔'' بصرے میں داخل ہوئے تو ہر گھر سے عورتوں نے گالیاں اور کوسنوں کی بوچھاڑ کر دی۔ حضرت علیؑ نے اپنی فوج میں اعلان کیا کہ۔ ''خبردار کسی کی بے پردگی نہ کرنا کسی گھر میں نہ گھسنا۔ کسی عورت سے تعرض نہ کرنا خواہ وہ تمہیں اور تمہارے امراء اور صلحاء کو گالیاں ہی کیوں نہ دیں۔ ہم کو تو اُن پر دست درازی کرنے سے اُس وقت بھی روکا گیا تھا جب یہ مشرک تھیں اب ہم اُن پر ہاتھ کیسے ڈال سکتے ہیں۔'' حضرت عائشہ کے ساتھ جو شکست خوردہ فریق کی اصل قائد تھیں انتہائی احترام کا برتاؤ کیا اور پوری حفاظت کے ساتھ انہیں مدینہ بھیج دیا۔'' (خلافت وملوکیت صفحہ 131) پھر لکھا ہے کہ:۔

۔'' آغاز ہی میں حضرت علیؑ نے اپنی فوج میں یہ اعلان کر دیا کہ۔'' خبردار لڑائی کی ابتدا اپنی طرف سے نہ کرنا۔ جب تک حملہ نہ کریں۔ پھر جب تم انہیں شکست دیدو تو کسی بھاگنے والے کو قتل نہ کرنا۔ کسی زخمی پر ہاتھ نہ ڈالنا۔ کسی کو برھنہ نہ کرنا۔ کسی مقتول کی لاش کا مُثلہ نہ کرنا۔ کسی گھر میں نہ گھسنا۔ اُن کے مال نہ لوٹنا۔ اور عورتیں خواہ تمہیں گالیاں ہی کیوں نہ دیں اُن پر دست درازی نہ کرنا۔'' (خلافت وملوکیت صفحہ 136)

مودودی نے پہلا بیان جنگ جمل کے متعلق دیا تھا اور یہ بیان جنگ صفین کے متعلق دیا ہے اور ابوبکر کی خلافت کے متعلق بھی ایک جھلک دیکھ لیں تو بہتر ہوگا کہ وہ بادشاہ تھے یا خلیفہ تھے؟ یہ ایک تاریخی مسلّمہ حقیقت ہے کہ سارے عرب نے حضرت ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اس لئے کہ وہ ان کو رسولؐ کا مقرر کردہ خلیفہ نہ مانتے تھے۔ اور یہ بھی تاریخی مسلمہ حقیقت ہے کہ نہ رسول اللہؐ نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا تھا اور نہ ہی مسلمانان عرب میں یہ اعلان کیا تھا کہ ان کو مال زکوٰۃ دیا جائے۔ لہٰذا تمام عرب مسلمان تھا۔ دین کے تمام احکام وارکان پر عمل پیرا تھا۔ مگر تنہا انہوں نے زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جنگ کو جائز سمجھا اور تمام صحابہ کی رائے اور فتوئے کے خلاف جائز سمجھا اور مسلمانوں پر فوج کشی شروع کر دی۔

حضرت ابوبکر، اُس کے احکام اور نیز اس کے فوجی سردار اور مسلمان

1۔ خالد بن ولید کا طرز عمل:۔ ''میں امیر ہوں اور جب تک مجھے اُن کا کوئی صریح حکم اس کے خلاف نہ ملے اور **میں دشمن کے زیر کرنے کا کوئی موقع پاؤں تو کیا میں اُس کے لئے اُن کو اطلاع دے کر حکم حاصل کروں اور اس طرح وہ موقع ہاتھ سے جاتا رہے؟ میں تو یہ ہرگز ایسا نہ کروں گا بلکہ جو موقع ہمدست ہوگا اُس سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔ اسی طرح اگر ہم کسی مصیبت میں پھنس جائیں جس کے متعلق اُنہوں نے اپنے فرماں تقرر میں کوئی تصریح نہیں کی ہو تو اُس موقع پر ہم کیا کریں گے؟ ہم جو بہتر صورت دیکھیں اس پر فوراً عمل کریں گے۔**

2۔ مالک بن نویرہ پر فوج کشی:۔ مالک بن نویرہ ہمارے قریب موجود ہے میں تو بہر حال خود اپنے ہمراہی مہاجرین اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مالک بن نویرہ کے مقابلے پر بڑھتا ہوں اور تم کو ساتھ آنے پر مجبور کرتا ہوں۔'' (ترجمہ طبری خلافت ابوبکر صفحہ 95-94)

یہ حضرت ابوبکر کا سب سردارانِ لشکر سے زیادہ پسندیدہ سپہ سالار تھا جو ہر کام، ہر نقل وحرکت اور ہر اقدام کے لئے خلیفہ کے حکم کا منتظر نہیں رہ سکتا بلکہ موقع پرستی کو ان کے احکام سے زیادہ اہم سمجھتا تھا اور موقع کا ہاتھ سے نکل جانا غلط سمجھتا تھا۔

3۔ مخالفوں کو بلا نوٹس بے دریغ قتل کر دینے اور جلا ڈالنے کو جائز سمجھنا:۔ ''ابوبکر نے اُن کو حکم دیا تھا کہ جب وہ کسی مقام پر پہنچیں تو اذان دیں اور

اقامت کہیں اگر اس مقام کے باشندے بھی اذان اور اقامت کہیں تو اُن سے کوئی تعرض نہ کریں اور اگر وہ لوگ ایسا نہ کریں تو اُن پر فوراً حملہ کر کے سب کو جس طرح چاہیں بے دریغ قتل کر ڈالیں۔ جلادیں اور جو چاہیں کریں۔ اور اگر وہ شعار اسلامی کا جواب دے دیں تو پھر اُن سے زکوٰۃ کا اقرار لیا جائے اگر وہ مان لیں تو بہتر ہے ورنہ بغیر تنبیہ کے اچانک اُن پر حملہ کر کے اُن کو غارت کر دیا جائے۔'' (ایضاً ترجمہ طبری صفحہ 96)

سوچئے بلا اطلاع اچانک قتل وغارت اور آگ میں جلانا قرآن وسنت میں کہاں ہے؟

4۔ عبداللہ بن عمر اور ابوقتادہ نے مالک بن نویرہ اور اُن کی قوم کے نمازی اور مسلم ہونے کی گواہی دی

لکھا ہے کہ ''اس دستے کے لوگوں میں جن میں ابوقتادہ بھی تھے ان اسیروں، مالک بن نویرہ، عاصم، عبید، حرین اور جعفر کے بارے میں اختلاف ہو گیا ابوقتادہ وغیرہ نے اس بات کی شہادت دی کہ اُنہوں نے اذان دی اقامت کہی اور نماز پڑھی۔ شہادت کے اختلاف کیوجہ سے خالد نے اُن کو قید کر دیا۔

5۔ مسلمان نمازیوں کو قتل کرنے کیلئے ایک بے معنی بہانہ وفراڈ بھی:۔ اُس رات اس قدر سردی اور ہوا تھی کہ کوئی شے اسکی تاب نہ لاتی تھی۔ جب سردی اور بڑھنے لگی خالد نے منادی کو حکم دیا اُس نے بلند آواز سے چلا کر کہا کہ **اَدفئوا اسراکم** (اپنے قیدیوں کو گرم کرو) بنی کنانہ کے محاورے میں اس لفظ کے معنی قتل کرنے کے تھے۔ دوسرں کے محاورے میں جب اَدِفہ کہیں تو قتل کے معنی سمجھے جاتے تھے۔ سپاہیوں نے اس لفظ کا مفہوم مقامی محاورے کے اعتبار سے یہ سمجھ لیا کہ ان قیدیوں کے قتل کا حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے اُن سب کو قتل کر ڈالا۔ ضرار بن ازور نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا۔ خالد کو جو شور وغل سنائی دیا وہ اپنے خیمے سے برآمد ہوئے مگر اس وقت تک سپاہی اُن سب کا کام تمام کر چکے تھے۔ اب کیا ہو سکتا تھا۔ خالد نے کہا کہ اللہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے وہ بہر حال ہوتا ہے۔ اس سے پہلے بھی لوگوں کا اِنکے بارے میں اختلاف تھا۔ ابوقتادہ نے کہا کہ یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے۔ خالد نے ابوقتادہ کو ڈانٹ دیا وہ ناراض ہو کر ابوبکر کے پاس مدینے آ گئے۔ ابوبکر اُن پر برہم ہوئے کہ امیر کی اجازت کے بغیر کیوں آئے؟ عمر نے اُنکی سفارش کی مگر ابوبکر نے کہا کہ جب تک یہ پھر اپنے امیر کے پاس واپس نہ جائیں میں معاف نہیں کرونگا۔ ابوقتادہ خالد کے پاس چلے آئے اور پھر خالد کے ساتھ مدینے آئے۔'' (ایضاً صفحہ)

قارئین غور فرمائیں کہ اذان، اقامت اور نماز جیسی چیزوں میں اختلاف کیسے ہو سکتا تھا؟ مگر یہ تینوں چیزیں لوٹ مار اور غارتگری میں رکاوٹ بن جاتیں۔ لہٰذا ابوقتادہ اور عبداللہ بن عمر صحابہ نے گواہی دی جس پر خالد کیوں یقین کرتا وہ تو خود قتل وغارت اور لوٹ مار کے لئے آئے تھے۔ اور یہ محاورے والا بہانہ تو سراسر بکواس ہے۔ لیکن ذرا دیر میں ثابت ہوا جاتا ہے کہ خالد بن ولید نے ضرار بن ازور کو بار بار مالک بن نویرہ کے قتل کا حکم دیا تب اس نے قتل کیا تھا اور یہ ساری عبارت سازی طبری کو نقل کرائی گئی تھی اور ایک چھوٹی کہانی ہے۔ آگے چل کر لکھا ہے کہ:۔

6۔ حضرت ابوبکر خالد کو زنا اور قتل کی سزا نہیں دیتے حضرت عمر اور صحابہ اپنا سر پیٹ کر رہ گئے:۔

'' حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ خالد ایک مسلمان کے خون کے ذمہ دار ہیں اور اگر یہ بات ثابت نہ ہو سکے تب بھی اس قدر تو ثابت ہے کہ اُن کو قید کر دیا جائے۔ اس معاملے میں عمر نے بہت اصرار کیا۔ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ اَے عمر اب اس معاملے میں خاموشی اختیار کرو خالد سے اجتہادی غلطی ہوئی ہے۔ تم اُنکے بارے میں اب ہرگز کچھ مت کہو۔'' (صفحہ 97-96)

چونکہ خالد حضرت عمر کے خلاف حضرت ابوبکر کے مشن کی تائید میں دن رات دوڑ بھاگ کر رہا تھا اور حضرت عمر آرام سے گھر میں رہتے تھے۔ اسلئے حضرت ابوبکر کا حضرت عمر کو خاموش رکھنا اور خالد کی تائید ومدد کرنا ضروری تھا۔ یہاں یہ بھی دیکھ لیں کہ اجتہادی غلطی اور اجتہاد کیا ہوتے ہیں اور مجتہد کی کیا شان ہوتی ہے اور اُنکے ظلم وزنا اور قتل معاف ہوتے ہیں اور نظام اجتہاد کی اسی قدیم ترازو میں آپ ابلیس ومجتہد کو بھی تول لیں۔ وہ بفضل شیطان ان سے

کئی ہاتھ لمبے نکلیں گے۔

7۔مالک بن نویرہ وغیرھم کے قتل کی کہانی کا دوسرا انداز طبری ہی میں:۔ اجتہاد کا ایک اور فراڈی رخ یہ ہے کہ:۔''عروہ کے باپ سے مروی ہے کہ اس موقع پر مہم میں بعض لوگوں نے تو شہادت دی کہ جب ہم نے اذان دی، اقامت کہی اور نماز پڑھی ان لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا مگر دوسروں نے کہا نہیں ایسا کچھ نہیں ہوا۔اس وجہ سے وہ سب قتل کر دئے گئے۔مالک بن نویرہ کا بھائی متمم بن نویرہ حضرت ابوبکر کے پاس اپنے بھائی کا قصاص لینے آیا اور اُس نے درخواست کی کہ ہمارے قیدی رہا کر دئے جائیں۔ابوبکر نے قیدیوں کی رہائی کیلئے اس کی درخواست قبول کر لی اور حکم لکھ دیا۔عمر نے خالد کے متعلق ابوبکر سے سخت اصرار کیا کہ ان کو برطرف کر دیا جائے۔اور کہا کہ اُن کی تلوار میں بے گناہ مسلمان کا خون ہے۔ابوبکر نے کہا کہ عمر یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اس تلوار کو جسے اللہ نے کفار کیلئے نیام سے برآمد کیا ہے پھر نیام میں نہ رکھوں گا۔''(صفحہ 97)

سوچیں کہ صدیق مالک بن نویرہ کو کفار کہتا ہے اور فاروق اُن کو مسلمان قرار دیتا ہے۔ان دونوں میں سچا کون ہے؟

8۔سارے قریش جھوٹے اور منافق تھے(الْمُنٰفِقُوْنَ 63/1) یہ ساری قریشی تاریخ سرتاپا جھوٹی ہے

اور سُنئے طبری پھر لکھتا ہے کہ۔''حارث بن ربعی نے مالک بن نویرہؓ کے مسلمان ہونے کی شہادت دی تھی اور اُنکے قتل کے بعد انہوں نے عہد کیا تھا کہ وہ آئندہ کبھی خالد کے ہمراہ کسی جنگ میں شریک نہ ہوں گے۔اور وہ بیان کرتے تھے کہ جب خالد کی فوج نے مالک بن نویرہ کے قبیلے پر یورش کی تو رات کی وجہ سے وہ حملہ آوروں سے خائف تھے اور انہوں نے اسلحہ سنبھالے۔ہم نے اُن سے کہا کہ ہم مسلمان ہیں انہوں نے کہا کہ ہم بھی مسلمان ہیں ہم نے پوچھا کہ پھر ان ہتھیاروں کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا اور تمہارے ہتھیاروں کا کیا مطلب ہے؟ ہم نے کہا کہ اچھا اگر جیسا تم کہتے ہو یہ ہی ہے تو ہتھیار رکھ دو۔انہوں نے ہتھیار رکھ دئے۔ہم نے نماز پڑھی انہوں نے نماز پڑھی۔خالد مالک بن نویرہ کے قتل کے متعلق یہ عذر پیش کرتے تھے کہ اس نے بار بار یہ بات کہی۔''میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے صاحب نے یہ اور یہ کہا ہوگا''خالد نے کہا کہ کیا تم اُن کو اپنا صاحب نہیں سمجھتے؟''اور پھر آگے بڑھ کر اُن کی اور اُن کے ساتھیوں کی گردن ماردی۔عمر کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی انہوں نے ابوبکر سے اُن کی شکایت کی اور پیہم اصرار سے کہا کہ دیکھئے دشمن خدا خالد نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا اور پھر اس کی بیوی پر کود پڑا۔خالد اُس مہم سے پلٹ کر مدینے آئے وہ ایک زنگ آلودہ قبا پہنے تھے اور عمامہ باندھے تھے جس میں متعدد تیر چبھے ہوئے تھے۔جب مسجد میں آئے عمر نے بڑھ کر تیروں کو اُن کے سر سے کھینچ کر توڑ ڈالا۔اور کہا کہ محض دکھانے کے لئے اس ھیئت سے آئے ہو۔تم نے ایک مسلمان کو قتل کیا اور پھر اس کی بیوی پر قبضہ کر لیا۔بخدا میں تم کو سنگسار کروں گا۔خالد نے اُس وقت ایک لفظ زبان سے نہ کہا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ابوبکر کا بھی یہی خیال ہوگا۔وہ ابوبکر کے پاس سیدھے چلے آئے۔اور سارا واقعہ کہہ سُنایا اور معذرت چاہی۔اس اعتراف پر ابوبکر نے اُن کو معاف کر دیا۔اُن کی خوشنودی حاصل کر کے وہ اُٹھ آئے۔عمر مسجد میں بیٹھے تھے۔خالد نے کہا''اَے اُمّ شملہ کے بیٹے اب آؤ کیا کہتے ہو عمر تاڑ گئے کہ ابوبکر اُن سے راضی ہو گئے ہیں۔وہ چپکے سے اُٹھ کر اپنے گھر چلے گئے اور خالد کو کوئی جواب نہ دیا۔''(ترجمہ طبری صفحہ 98۔97)

قارئین دیکھیں کہ قریشی حکمرانوں کی تیار کرائی ہوئی تاریخ میں کس بے تکلفی سے فریب وفراڈ کیا جاتا رہا ہے مگر مالک بن نویرہ اور اُس کے قبیلے کا نمازی اور مسلمان ہونا بہرحال ثابت ہوگیا ساتھ ہی حضرت ابوبکر کے چہیتے سپہ سالار کا زانی ہونا بھی سامنے آگیا۔اب بتائیے کہ بقول مودودی ایسے ہی خلیفہ راشد ہوتے ہیں یا جابر وظالم بادشاہ ہوتے ہیں؟

9۔خالد بن ولید وغیرہ کا کردار دوسری تواریخ سے بھی دیکھیں:۔ بہرحال حق وباطل کو واضح کرنے کے لئے ہم یوں جلدی سے اِن ظالموں اور

جابروں کو چھوڑنے والے نہیں۔ایس جعفر حسین ذاکر کی مرتب کردہ تاریخ سے چند حوالے پڑھتے چلیں حضرت ابوبکر کے حالات میں لکھا ہے کہ:۔

۔''صاحب حبیب السیٔر لکھتے ہیں کہ۔'' جب خالد بن ولید محاربۂ طلیحہ سے فارغ ہوا تو سپاہ اسلام کو لیکر بطاح علاقہ بنی تمیم کی طرف گیا اور سریئے (فوجی دستے) اطراف وجوانب میں بھیجے۔انہیں میں سے ایک دستہ بنی یربوع پر بھیجا گیا۔جنہوں نے ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔اور جن کا سردار مالک بن نویرہ تھا۔اس دستے میں عبداللہ بن عمر بن خطاب اور ابوقتادہ بھی تھے۔ابوالفداء اور ائیرونگ لکھتے ہیں کہ بنی یربوع نے ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔اس قبیلے کا سردار مالک بن نویرہ تھا۔یہ شخص بڑا شہسوار، بہادر، نامی شاعر، خاندانی اور نہایت ہردلعزیز تھا۔اُس میں سب ہی صفتیں موجود تھیں جو عرب میں باعث شہرت وافتخار ہوتی ہیں۔اسکی زوجہ اُمّ تمیم یا اُمّ متمم عرب کی تمام عورتوں میں سب سے زیادہ حسین تھی۔اور صاحب فوات الوفیات کے مطابق خالد بن ولید زمانہ جاہلیت سے اس پر عاشق تھا۔یہ شخص پیغمبرؐ خدا کے پاس آخر مسلمان ہوا تھا۔حضرتؐ نے حکم دیا تھا کہ تمہاری قوم جو زکوٰۃ دیا کرے وہ تم جمع کر کے بھیج دیا کرو کیونکہ تم اُنکے سردار ہو۔بروایت اصابہ جب اُس نے حضرت ابوبکر کو زکوٰۃ نہ دی اور اپنے ہی لوگوں میں تقسیم کر دی تو خالد بن ولید کو مالک بن نویرہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کو بھیجا ایرونگ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر بھی اس باغی سردار کے چال وچلن اور خصلت کی بابت اعلیٰ خیال رکھتے تھے۔اور اس پر نرمی سے کامیابی حاصل کرنا چاہتے تھے اسلئے خالد کو ہدایت کی تھی کہ اگر مالک تمہارے قابو میں آجائے تو اُس سے نہایت ادب وتعظیم سے پیش آنا۔ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جب خالد کی فوج رات کے وقت مالک اور اُسکے ساتھیوں کے پاس پہنچی تو بنی یربوع نے ہتھیار سنبھال لئے اِن لوگوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں۔اصحاب مالک نے کہا کہ ہم بھی مسلمان ہیں۔اصحاب خالد نے کہا تو ہتھیار رکھدو انہوں نے ہتھیار رکھدیئے۔اصحاب خالد نے نماز پڑھی اُنہوں نے بھی نماز پڑھی اسکے بعد اصحاب خالد نے اُن لوگوں کو گرفتار کر لیا۔وہ سردی اور بارش کی رات تھی قیدی رات بھر سردی اور بارش میں کھلے آسمان کے نیچے بندھے کھڑے رہے اور پھر خالد کے حکم سے قتل کر دیئے گئے۔ابوالفداء نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمر اور ابوقتادہ نے بہت سمجھایا مگر خالد کب مانتا تھا۔اگرچہ آخر میں مالک نے یہ بھی کہا کہ مجھے ابوبکر کے پاس لے چل وہ جو حکم کریگا میں اُسے بجالاؤں گا۔خالد نے کہا یہ نہیں ہوسکتا۔میں تجھے قتل ہی کرونگا۔اور ضرار بن ازور کو حکم دیا کہ تلوار مار۔اس وقت مالک بن نویرہ نے اپنی بیوی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اس عورت نے مجھے قتل کرایا ہے۔خالد نے جواب دیا کہ نہیں خدا نے تجھے قتل کروایا ہے۔کیونکہ تو اسلام سے پھر گیا۔مالک نے کہا کہ ہرگز نہیں میں اس وقت اسلام پر قائم ہوں۔بلکہ بقول ایرونگ کلمہ شہادت بھی پڑھا۔خالد نے کہا اے ضرار گردن مار ضرار نے زور سے ایک تلوار ماری کہ سر گردن سے الگ ہو گیا۔بقول ایرونگ خالد کے حکم سے اُنکا ملک پامال کر دیا گیا۔ریوڑ اور گلّے لوٹ لئے گئے۔اور بال بچے قید کر لئے گئے۔تاریخ الخمیس، ابوالفداء، انسان العیون وغیرہ میں لکھا ہے کہ مالک کے سر پر بال بہت زیادہ تھے۔دو پتھروں کا چولھا بنا کر اسکے سر کو بجائے ایندھن جلایا گیا اور گوشت ہنڈیا میں پکا کر کھایا گیا۔اسکے مرتے ہی خالد نے مالک کی بیوی کو پکڑ کر اپنا دل ٹھنڈا کیا۔صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ خالد نے اُسی رات کو مالک بن نویرہ کی زوجہ سے مجامعت کی۔بعد میں نکاح کی ٹھہری۔خالد نے عبداللہ ابن عمر اور ابوقتادہ سے محفل نکاح میں شریک ہونے کو کہا اُن دونوں نے انکار کر دیا۔بروایت کنز الاعمال خالد نے زنا کیا تھا۔اُسکو سنگسار کرنے کا عمر نے تقاضہ کیا خالد کو بلایا گیا مدینہ آکر اُس نے بروایت روضۃ الصفا وحبیب السیٔر ابوبکر کے دربان کو دو عدد دینار سرخ بھیجے تا کہ وہ خالد کو ایسے وقت پیش کرے جب عمر وہاں نہ ہو دربان نے وہ دینار لے لئے اور خالد کو تنہا پیش کیا تھا۔علامہ شہرستانی نے کتاب مِلل ونِحل میں لکھا ہے کہ عمر نے اپنے عہد خلافت میں مالک بن نویرہ کی قوم کے قیدی اور مال اُنکے وارثوں کو واپس دلوائے تھے''۔

(تاریخ الاسلام حصہ دوم صفحہ 33 تا 63)

10۔چند آخری باتیں۔ مالک اوراس کی قوم نمازی ومسلمان تھے مالک صحابی رسولؐ بھی تھا

یہ حقیقت طرح طرح سے ثابت ہوگئی کہ وہ تمام مسلمان جن کو مرتد کہہ کراُن کا قتل عام اورلوٹ مار جائز رکھی گئی عموماًاور مالک بن نویرہ اوراُنکا قبیلہ خصوصاً مسلمان اور نمازی لوگ تھے۔اس پر عبداللہ ابن عمر، ابوقتادہ اور دوسرے صحابہ گواہ تھے اور حضرت ابوبکر نے مالک بن نویرہ کا خون بہا ادا کر کے بھی اس کا مسلمان ہونا ثابت کیا اور ساتھ ہی مالک بن نویرہ کے صحابی رسولؐ ہونے پر زندہ اورتحریری شہادت بھی موجود ہے اور یہ تحریری ریکارڈ بھی ایک مقدس سُنّی عالم نے تیار کیا ہے وہ تھے محدثین میں علامہ ابن حجر عسقلانی جنہوں نے صحیح بخاری کی مفصل شرح فتح الباری لکھی ہے۔انہوں نے صحابہ رسولؐ کے حالات میں بھی ایک ضخیم کتاب۔''اصابہ'' کے نام سے کئی جلدوں میں لکھی ہے۔اس کتاب میں مالک بن نویرہ کے حالات درج کئے ہیں جواس حقیقت پر دلیل قطعی ہے کہ مالک نہ صرف مسلمان تھا بلکہ صحابی رسولؐ بھی تھا۔اور یہ بھی سُنتے چلیں کہ ابوبکر کی خلافت کا انکار کرنے والے تمام صحابی رسولؐ ہی تھے۔علامہ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے:۔**كَانَ النَّبِيُّ اسْتَعْمَلَهُ عَلٰى صَدَقَاتِ قَوْمِه فَلَمَّا بلغتهٗ وفاة النبیؐ اَمْسَکَ الصدقات وفَرَّقهافی قومة وقال فی ذٰلِکَ** ۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن نویرہ کے ذمہ کر دیا تھا کہ اپنی قوم کی زکوۃ وغیرہ کی رقومات وہی وصول کیا کرے اور مرکز میں بھیجا کرے۔مگر جب اُس کو حضورؐ کی وفات کی اطلاع ہوئی تو اُن رقومات کو روک کر اپنی قوم میں تقسیم کر دیا اس سلسلے میں دوشعر بھی کہے:

فَقُلْتُ خذوا اموالكم غيرخالف — ولانا ظرفی مایَجئی من الفد

فان قام بالدين المحوق قائم — اَطَعْنا وَقُلْنَا الدين دين محمدؐ

''یہ خبر سُنتے ہی میں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم بے خوف ہو کر اپنا اپنا مال واپس لے لو اور جو بات کل پیش آئے گی اس کی فکر نہ کرو۔اگر اس دین کا جس کا سردار اُٹھ گیا ہے کوئی محافظ یعنی جو اُٹھنے والے سردار کا جانشین قائم ہوگا تو ہم اُس کی بھی اطاعت کریں گے اور کہیں گے کہ صحیح مذہب محمدؐ کا ہی دین ہے۔''(اصابہ جلد 6 صفحہ 36)

یہ تحریر بھی ثابت کرتی ہے کہ نہ مالک بن نویرہ مرتد ہوا تھا نہ زکوۃ دینے سے اس نے انکار کیا تھا۔بلکہ اس انتظار میں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کا حقیقی جانشین اُن کی جگہ پر بیٹھے تو اس کی اطاعت کریں اور مال زکوۃ اس کے پاس بھیجے۔مگر چونکہ اُس نے ابوبکر کو آنحضرت کا جانشین تسلیم نہ کیا تھا اس لئے ابوبکر نے اس پر بھی فوج کشی کر دی تھی۔اور سُنئے:۔**فَلَمَّا قَتَلَ اَمَرَ خَالِدٌ براسه فَنَصَبَ اثفية لقدر ان خالد اراى امراة مالک وكانت فائقة فی الجمال فقال مالک بعد ذٰلِکَ لامراته فقتلنی یعنی اقتل مِن اَجْلِکِ۔**

۔''جب مالک بن نویرہ قتل کیا جا چکا تو خالد نے حکم دیا کہ اُس کا سر چولھا بنایا جائے اور اس پر دیگچی چڑھا کر کھانا پکایا جائے۔جب خالد مالک کے پاس پہنچا تھا تو خالد کی نظر مالک کی بیوی پر پڑ گئی تھی جو حسن وجمال میں اپنی مثال خود ہی تھی اس وجہ سے فوراً مالک نے اپنی بیوی سے کہا تھا کہ تو نے مجھے قتل کر دیا ہے یعنی تیرے ہی عشق کی وجہ سے خالد مجھے قتل کرے گا (تاکہ میرے بعد تجھ پر قبضہ کر سکے) (اصابہ جلد 6 صفحہ 37) علامہ دیار بکری نے لکھا ہے کہ۔وقتل مالك بن نويرة فتزوج امراته ام متمم من ليلة كانت جميلة جب مالک بن نویرہ قتل کر دیا گیا تو جس دن وہ قتل ہوا اُسی رات کو خالد نے اس کی بیوی متمم سے ہم بستری کر لی کیونکہ وہ بہت خوبصورت تھی۔''

11۔**حضرت ابوبکر کا ایک خط بنی حنیفہ کا قتل عام:۔** تاریخ طبری میں خط بھی موجود ہے:۔''اسی زمانے میں حضرت ابوبکر نے مسلمہ بن سلامہ بن وقس کے ہاتھ ایک خط خالد کو بھیجا تھا جس میں ان کو حکم دیا تھا کہ <u>اگر اللہ تم کو فتح دے تو بنی حنیفہ کے ان تمام مردوں کو جن کی داڑھی نکل آئی ہے قتل کردو۔</u>

مگر جب مسلمہ خط لے کر خالد کے پاس پہنچے تو اس سے پہلے ہی خالد بنی حنیفہ سے صلح کر چکے تھے۔''(ترجمہ طبری صفحہ 120-119)
علامہ مودودی نے اِن کے تمام حالات پڑھے تھے مگر اس کے باوجود اِن کو راشد خلیفہ سمجھتے رہے اور کہیں ان کو بادشاہ نہ لکھا۔ حالانکہ اِن کے لئے صرف ظالم وجابر وسنگدل بادشاہ ہی کے الفاظ زیب دیتے ہیں۔

(نمبر15) شکوہ — اِذَالَقِیَ الۡعَدُوَّ مُحَارِبًا:

دشمن سے جنگ کے لئے سامنے آتے تو اللہ سے یوں شکایت کیا کرتے تھے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

اَللّٰھُمَّ اِلَیۡکَ اَفۡضَتِ الۡقُلُوۡبُ،وَمُدَّتِ الۡاَعۡنَاقُ، وَشَخَصَتِ الۡاَبۡصَارُ،وَنُقِلَتِ الۡاَقۡدَامُ،وَاُنۡضِیَتِ الۡاَبۡدَانُ،	1	اَے اللہ دل تیری طرف کھنچ رہے ہیں۔اور گردنیں تیری جانب اُٹھ رہی ہیں۔اور آنکھیں تیری طرف لگی ہوئی ہیں۔اور قدم پر قدم تیری سمت بڑھ رہے ہیں۔اور جسم کمزور ہو چکے ہیں؛
اَللّٰھُمَّ قَدۡ صَرَّحَ مَکۡنُوۡنُ الشَّنَانُ،	2	اے اللہ چھپی ہوئی دشمنی کھل کر سامنے آچکی ہے؛
وَجَاشَتۡ مَرَاجِلُ الۡاَضۡغَانِ،	3	اور کینے اور بغض کی دیگیں جوش کھا کرا بلنے لگی ہیں؛
اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَشۡکُوۡ اِلَیۡکَ غَیۡبَۃَ نَبِیِّنَا،وَکَثۡرَۃَ عَدُوِّنَا،وَتَشَتُّتُ اَھۡوَائِنَا،	4	اَے اللہ ہم تجھ سے اپنے نبیؐ کے زمانۂ غیبت کا اور اپنے دشمنوں کی کثرت کا اور خواہشوں میں انتشار پھیل جانے کا شکوہ کرتے ہیں؛
رَبَّنَا افۡتَحۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَقِّ وَاَنۡتَ خَیۡرُ الۡفَاتِحِیۡنَ.	5	اے ہمارے پروردگار تو ہمارے اور ہماری اس نام نہاد قوم کے درمیان ایک حقیقی فیصلہ کر ڈال اور تو ہی سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔''

تشریح:۔ یہ ہے وہ درد جو اُس وقت بڑھ جاتا تھا جب دشمنوں کی افواج مرنے کے لئے سامنے آکھڑے ہوتی تھیں۔یعنی عرصہ دراز سے یہ ثابت ہوتا چلا آرہا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کے مقابلے پر آنے والوں کے لئے اللہ نے موت مقدر کی ہوئی ہے اور مرنے والوں کے بچے یتیم ہونے والے ہیں۔ بیویاں بیوہ ہونے کے لئے تیار ہوگئی ہیں اور ماں باپ اور دیگر عزیز واقارب داغ جدائی کا صدمہ برداشت کرنے والے ہیں۔یہ نظارہ ٹھنڈے دل سے دیکھنے کا نہیں ہوتا ہے۔حضورؑ کا دل تڑپ اُٹھتا تھا اور آپؑ کے ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھ جاتے تھے نہ معلوم کتنی عورتیں رنڈ سالہ پہنے ہوئے اور کتنے بچے یتیمی کی چادر میں لپٹے ہوئے سامنے آکھڑے ہوتے ہوں گے۔اور دردوالم سے بچنے کے لئے آپ اللہ سے ایک ایسا فیصلہ چاہتے تھے جو آخری وحتمی ہو۔

دُشمنی کو چھپانا ضروری،عہدِ مرتضویؑ میں ضروری نہ رہا

اس شکوے میں یہ واضح ہوگیا کہ حضرت علی علیہ السلام کے مدّ مقابل لوگ خاندانِ رسولؐ وعلیؑ کے دشمن تھے اور یہ دشمن لوگ اب اپنی قدیم دشمنی کو چھپانا بھی ضروری نہ سمجھتے تھے یا یہ کہ دُشمنی اب چھپنے کے قابل نہ رہی تھی۔اور چونکہ اُن پوشیدہ دشمنوں کو اپنی قوم بھی فرمادیا تھا لہٰذا دُشمنی کی عمر یا ابتداعہد رسولؐ تک پہنچ جاتی ہے۔یعنی قریش عہد رسولؐ سے برابر دُشمنی کو طرح طرح پوشیدہ رکھنے میں کوشاں رہتے چلے آئے تھے یعنی دوستی کے پردے میں دشمنی کرتے تھے۔یعنی بظاہر دوست اور اپنے بنے رہتے تھے اور بباطن دشمن تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس منافقانہ دُشمنی کا پردہ فاش نہیں کیا بلکہ خود

دُشمنوں سے اب دُشمنی چھپائی نہیں جا سکتی۔ اِس دشمنی کا بڑا حملہ قرآن کو مہجور کرنے میں ظاہر ہوا تھا جب اللہ نے اپنے رسولؐ کو بتایا تھا کہ **وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ وَکَفٰی بِرَبِّکَ هَادِیًا وَّنَصِیْرًا** o(25/30-31)۔''اور اُسی طرح ہم نے ہر نبیؐ کے لئے برابر جرائم پیشہ لوگوں میں سے دشمن برقرار رکھے ہیں اور تمہارے لئے تمہارا پروردگار ہدایت اور نصرت کے لئے کافی ہے۔''یعنی قریش دوست بنے رہنے میں کوشاں رہے اور اللہ اُن کی دشمنی کو ظاہر کرنے اور سامنے لانے کا انتظام کرتا رہا۔ بہرحال اب لاکھ چھپائیں پھر بھی اُن کی دُشمنی نہیں چھپتی۔ اور چھوٹا بڑا بھائی کہنے سے بھی عداوت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ مجتہدین کا یہ ڈھونگ بھی اُن کو نہیں چھپا سکتا کہ ہم میں کوئی اختلاف نہیں ہے یا یہ کہ ہمارا اللہ ایک ہے، رسولؐ ایک ہے، قرآن ایک ہے، دین ایک ہے اور ہم سب ایک ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کا یہ شکوہ راز کھولتا ہے۔

(نمبر16) خط کَانَ یَقُوْلُ لِاَصْحَابِهٖ عِنْدَ الْحَرْبِ:

جنگ کے وقت علی علیہ السلام اپنے صحابہ سے فرمایا کرتے تھے

1۔ جنگ پر اُبھارنے، حملہ کرنے، گھات لگانے کا طریقہ 2۔ قریشی قوم نے مسلسل کفر کو دلوں میں رکھا موقع ملتے ہی اعلان کردیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

لَا تَشْتَدَنَّ عَلَیْکُمْ فَرَّةٌ بَعْدَ هَا کَرَّةٌ،	1	وہ بھاگنا جس کے بعد جم کر لڑنے کا موقع ملے،
وَلَا جَوْلَةٌ بَعْدَهَا حَمْلَةٌ،	2	اور لڑتے لڑتے جگہ کا اسلئے چھوڑ دینا کہ کامیاب حملہ یقینی ہو تمہیں ناگوار اور غلط معلوم نہ ہونا چاہیے
وَاَعْطُوا السُّیُوْفَ حُقُوْقَهَا،	3	اور تلواروں کو تیغ آزمائی کر کے اُن کے حقوق ادا کردو؛
وَوَطِّنُوْا لِلْجُنُوْبِ مَصَارِعَهَا،	4	اور پہلو کے بل گرانے کے لئے دشمنوں کے واسطے جگہ تیار رکھو؛
وَاذْمُرُوْا اَنْفُسَکُمْ عَلَی الطَّعْنِ الدَّعْسِیِّ،	5	اور خود کو سختی سے نیزہ مارنے اور
وَالضَّرْبِ الطِّلَحْفِیِّ،	6	تلوار کا بھرپور ہاتھ ڈالنے کے لئے تیار رکھا کرو؛
وَاَمِیْتُوا الْاَصْوَاتَ فَاِنَّهٗ اَطْرَدُ لِلْفَشَلِ،	7	مُنہ سے کسی قسم کی آواز باہر نکلنے سے روک دو اس سے بزدلی کا مظاہرہ رک جاتا ہے؛
فَوَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَاَ النَّسَمَةَ، مَا اَسْلَمُوْا وَلٰکِنِ اسْتَسْلَمُوْا، وَاَسَرُّوا الْکُفْرَ فَلَمَّا وَجَدُوْا اَعْوَانًا عَلَیْهِ اَظْهَرُوْهُ.	8	اُس ذات پاک کی قسم جو دانے کو اگانے کیلئے پھاڑتا ہے۔ اور جانداروں کو پیدا کرتا ہے کہ یہ لوگ شروع ہی سے اسلام نہیں لائے تھے۔ بلکہ کفر کو دل میں چھپا کر اطاعت کر لی تھی اور جب انہیں کفر کی مدد کرنے والے مل گئے تھے انہوں نے اپنے کفر کو ظاہر کر دیا تھا۔''

تشریح:۔ جو لوگ باقاعدہ جنگی تعلیمات حاصل نہیں کرتے وہ خاندانی روایات اور سُنے سُنائے حالات و واقعات اور ہر حال میں جم کر لڑنے کو قابل فخر جنگ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بتایا ہے کہ ایسی حالت میں جم کر لڑنا غلط ہے جب کہ خود ہی خطرے میں پھنس جانے کا اندیشہ ہو۔ مثلاً حملہ دو یا زیادہ طرف سے ہو جائے یعنی داہنے بائیں اور سامنے بھی حملہ آور ہوں ایسی صورت میں ضروری ہے کہ بچ کر دوڑ و اور حملہ آوروں کو سامنے کر لو یعنی گھیرے سے نکل جاؤ اور ضرورت ہو تو <u>ہلکے ہلکے دوڑتے رہو جب فاصلہ تلوار بھر رہ جائے پلٹو اور دو ہاتھ میں دشمن کو گراؤ</u> اور بھیڑ ہونے اور گھیرے میں آجانے سے پہلے ہی پھر ہلکے ہلکے دوڑنا شروع کر دو اور رُک رُک کر باری باری آگے آنے والوں کو گراتے جائیں۔ تیز دوڑنے والے اور جوشیلے لوگ جلدی تم تک پہنچیں گے۔

رُکتے جاؤ پلٹ کر ہاتھ مارواور چل دویُوں ایک بہادراور جری شخص سینکڑوں حملہ آوروں کوموت کے گھاٹ اُتار سکتا ہے۔لہٰذا جگہ چھوڑنا اورعمدہ موقع نکالنا بُزدلی نہیں فنون جنگ میں سے ایک فن ہے اورکئی آدمی بزدل سمجھ کر جلدی جلدی حملہ کریں گے اور مَلَکُ الموت سے جا ملیں گے۔ بہرحال قرآن میں حملہ کو کامیاب بنانے کے لئے غلط جگہ چھوڑ کر موزوں جگہ لینا اور صف بدلنا یا موزوں دستہ میں شامل ہونے کی اجازت بھی دی گئی اوراس طرح کی نقل وحرکت کو جنگ سے بھاگنے یا پیٹھ پھیرانے میں شمار نہیں کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ:۔وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُo(انفال8/16)

مودودی ترجمہ:۔’’جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری.......اِلّا یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسری فوج سے جا ملنے کے لئے.....تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت بری جائے بازگشت ہے۔(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 135-134)

بہرحال دشمنوں سے جنگ کامیاب بنانے کے لئے تمام فنون جنگ جائز ہیں بشرطیکہ وہ کمینہ حرکات، غداری اور فریب کاری نہ ہوں۔ نیزہ ہو یا تلوار ہو ڈھیلے ہاتھ سے پکڑنا غلط ہے۔

قریش اور قریش کے طرفدار لوگوں کے اسلام وایمان وغیرہ کی نفی فرمائی ہے اُن میں سے کوئی کسی زمانہ میں حقیقی مسلمان نہ تھا

یہی بات اللہ نے قرآن میں طرح طرح سے اور مختلف انداز میں فرمائی ہے۔(نساء 4/136)اور ہم نے بڑی تفصیل سے دکھایا ہے کہ قریشی قوم ایسا ایمان لائی تھی کہ اس کو مسلمان یا مومن کہہ کر پکارا جاسکے۔اُن کا ہدف یا مقصد دُنیا کمانا اور اقتدار جمانا تھا۔وہ اس میں روز اوّل سے کامیاب رہے۔مگر رفتہ رفتہ دُنیا نے بھی اُن کا ساتھ چھوڑ دیا اور رفتہ رفتہ بتدریج اُنہیں بھکاری اور اسلام کا گداگر بنا کے رکھ دیا۔آج وہ ایک بے مغز ومحتاج قوم ہیں جن سے ہر قوم نفرت کرتی ہے۔

(نمبر17) خط ’’اِلٰى مُعَاوِيَةَ جَوَابًا‘‘ معاویہ کو اس کے جواب میں لکھا گیا

1۔ملک شام کے مطالبہ کا جواب 2۔فن جنگ اور افرادی قوت میں برابر ہونے کا جواب
3۔ایک خاندان سے ہونے کی اپیل اور خاندانی تقابل 4۔جنگ میں قتل ہونے والوں کا حشر؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

وَاَمَّا طَلَبُكَ اِلَيَّ الشَّامَ، فَاِنِّي لَمْ اَكُنْ لِّاُعْطِيَكَ الْيَوْمَ مَا مَنَعْتُكَ اَمْسِ،	1	اور رہ گیا تمہارا یہ مطالبہ کہ میں تمہیں ملک شام سپرد کردوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیز میں نے تمہارے مطالبہ پر کل تمہیں نہ دی تھی اُسے منع کر چکنے کے بعد آج وہی چیز تمہیں کیسے دے سکتا ہوں؟
وَاَمَّا قَوْلُكَ:’’اِنَّ الْحَرْبَ قَدْ اَكَلَتِ الْعَرَبَ اِلَّا حُشَاشَاتِ اَنْفُسٍ بَقِيَتْ‘‘	2	اور رہ گیا تمہارا یہ قول کہ:’’**ملک عرب کو جنگ کھا چکی ہے اور چند آخری سانسوں کے علاوہ اُس میں کچھ نہیں رہا ہے۔**‘‘
اَلَا وَمَنْ اَكَلَهُ الْحَقُّ فَاِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ اَكَلَهُ الْبَاطِلُ فَاِلَى النَّارِ،	3	خبردار ہو کر سنو کہ عرب کے جن لوگوں کو حق نے کھایا ہے وہ سیدھے جنت میں گئے۔اور جن لوگوں کو باطل نے کھایا وہ سیدھے جہنم میں پہنچے۔

وَاَمَّااسْتِوَاؤُنَا فِی الْحَرْبِ وَالرِّجَالِ فَلَسْتَ بِاَمْضٰی عَلَی الشَّکِ مِنِّیْ عَلَی الْیَقِیْنِ،	4	اور یہ کہنا کہ ہم اورتم جنگی معاملات میں اورافرادی قوت میں برابر کے ہیں ۔سنو کہ تم شک میں بھی اتنے بڑھے ہوئے نہیں ہو جتنا میں یقین میں بڑھا ہوا ہوں ۔
وَلَیْسَ اَهْلُ الشَّامِ بِاَحْرَصَ عَلَی الدُّنْیَا مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ عَلَی الْاٰخِرَةِ،	5	اوراہل شام دُنیااورحیات دُنیا کی بھی اتنی حرص نہیں رکھتے جتنی حرص اہل عراق کو آخرت کی ہے؛
وَاَمَّاقَوْلُکَ:	6	اوررہ گیا تیرایہ کہنا کہ:۔
’’اِنَّا بَنُوْ عَبْدِ مَنَافٍ‘‘فَکَذٰلِکَ نَحْنُ،		’’ہم عبدؑمناف کی اولاد ہیں اورتم بھی اُن ہی کی اولادمیں سے ہو ۔‘‘
وَلٰکِنْ لَیْسَ اُمَیَّةُ کَهَاشِمٍ،وَلَاحَرْبٌ کَعَبْدِالْمُطَّلِبِ،وَلَااَبُوْسُفْیَانَ کَاَبِیْ طَالِبٍ،	7	ولیکن نہ اُمیّہ ھاشمؑ کی مانند تھا اور نہ حرب ہی عبدالمطلبؑ کی طرح تھا اور نہ ابوسفیان ابوطالبؑ کی طرح کا تھا؛
وَلَاالْمُهَاجِرُ کَالطَّلِیْقِ،	8	اورنہ مہاجر طلاق زدہ غلام کی طرح ہوا کرتا ہے؛
وَلَاالصَّرِیْحُ کَاللَّصِیْقِ،		اورنہ ہی چالاکی سے چپکایاہوا روشن اور پاکیزہ نسب والے کی مانند ہوا کرتا ہے؛
وَلَاالْمُحِقُّ کَالْمُبْطِلِ،	9	اورغلط کارو باطل پرست حق پرست کا ہم پلہ نہیں ہوسکتا؛
وَلَاالْمُؤْمِنُ کَالْمُدْغِلِ،	10	اورنہ مومن دغاباز کے برابر ہوتا ہے؛
وَلَبِئْسَ الْخَلَفُ خَلَفٌ یَّتْبَعُ سَلَفًا هَوٰی فِیْ نَارِجَهَنَّمَ.	11	کتنی بُری نسل وہ نسل ہے جو برابر جہنمی ابا وٗاجداد کی پیروی کرتی چلی آرہی ہو۔
وَفِیْ اَیْدِیْنَا بَعْدُ فَضْلُ النُّبُوَّةِ الَّتِیْ اَذْلَلْنَا بِهَاالْعَزِیْزَ وَنَعَشْنَا بِهَاالذَّلِیْلَ،	12	اوراس سب کے بعد ہمارے ہاتھ میں اُس نبوّت کی فضیلت بھی تو ہے جس کے ذریعہ سے ہم نے طاقتوروں کو کمزور کردیا اور پست درجہ میں دھکیلے ہوئے لوگوں کو بلند مرتبہ کردیا ہے؛
وَلَمَّااَدْخَلَ اللّٰهُ الْعَرَبَ فِیْ دِیْنِهٖ اَفْوَاجًا،	13	اور جب اللہ نے ملک عرب کےلوگوں کو اپنے دین میں فوج درفوج داخل کیا تھا،
وَاَسْلَمَتْ لَهٗ هٰذِهِ الْاُمَّةُ طَوْعًاوَّکَرْهًا کُنْتُمْ مِمَّنْ دَخَلَ فِی الدِّیْنِ اِمَّارَغْبَةً وَّاِمَّارَهْبَةً عَلٰی حِیْنَ فَازَاَهْلُ السَّبْقِ بِسَبْقِهِمْ،	14	اور یہ اُمت خوشی خوشی یاناگواری سے اسلام لے آئی توتم وہ لوگ تھے جو کسی لالچ یا خوف سے مسلمان ہوکر دین میں داخل ہوگئے تھے۔اوروہ وہ وقت تھا کہ جب سبقت کرنے والے سبقت حاصل کرچکے؛
وَذَهَبَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ بِفَضْلِهِمْ،	15	اور پہلے درجے کے ہجرت کرنے والے فضیلت لے جاچکے تھے۔
فَلَا تَجْعَلَنَّ لِلشَّیْطَانِ فِیْکَ نَصِیْبًا،وَلَا عَلٰی نَفْسِکَ سَبِیْلًا،وَالسَّلَامُ.	16	چنانچہ اے معاویہ اپنے معاملات میں شیطان کا حصہ مقرر کرکے اس سے مدد حاصل نہ کر اور نہ ہی اسے اپنے اوپر مسلط کر۔والسلام۔

تشریح:۔ معاویہ نے چاہا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام سے ملک شام بطور رشوت لیکرآنے والے خدشات وخطرات کودُور کردے۔ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ حضورعلیہ السلام جنگ کاارادہ بھی چھوڑ دیں ۔اس سلسلے میں اُس نے پہلے تو جنگی برابری کا ذکر کرکے ڈرایا اور پھر خاندان کے ایک ہونے کی اپیل

کی ۔مطلب یہ کہ ہم دونوں ایک خاندان کے افراد ہیں ۔آپس میں لڑنا خاندانی تفرقہ اور بے عزتی کا سبب ہوگا۔حضرت علی علیہ السلام نے خط کے جواب میں معاویہ کواُسکے مقاصد اور اسکیم میں ناکام وشرمسار کردیا ہے۔ملک شام کے مطالبہ پر فرمایا ہے کہ پہلے بھی تو نے یہ مطالبہ کیا تھا اور میں نے انکار کردیا تھا۔وہ سوچ سمجھ کرغور وخوض کے بعد کیا گیا تھا۔لہٰذا اگراب ملک شام تمہیں دے دوں تو ثابت ہوجائیگا کہ پہلا انکار ایک احمقانہ اور ناعاقبت اندیشانہ فعل تھا۔لہٰذا یقین کرلو کہ وہ انکار ہی مفید ترین اور عاقلانہ انکار تھا۔تم میری بات اور فیصلے میں تضاد واختلاف وحماقت ثابت کرنے میں محروم رہے۔

پھر یہ فیصلہ کردیا کہ میری مخالفت کرنیوالے یا میرے خلاف جنگ کرنیوالے خواہ طلحہ وزبیر ہوں یا خواہ معاویہ ودیگر صحابہ ہوں وہ سب کے سب جہنمی ہیں ۔اور میرے طرفدار وانصار سب کے سب جنتی ہیں ۔جنگی اور افرادی طاقت اسلئے قابل توجہ نہیں کہ ایک طرف خالص حق ویقین وآخرت ہے اور دوسری طرف خالص باطل ودُنیا پرستی ہے۔خاندانی رشتہ داری کی اپیل پرافرادی تقابل تو اسلئے کیا ہے کہ ملک شام کے رؤساء کی نظر میں معاویہ اپنا صحیح مقام حاصل کرلے اور معاویہ کولصیق کہہ کر یہ بتایا ہے کہ تیرا اور تیرے خاندان کا میرے خاندان کے ساتھ کوئی تعلق ورشتہ نہیں ہے۔یہ ایک فریب ہے جسے قریش نے پال پوس کرجوان کیا ہے۔یعنی قریش کی خانہ ساز وخانہ زاد سازشوں میں قریش کا،خاندانِ رسولؐ ونسلِ رسولؐ سے ہونا بھی ایک سازش ہے۔

حضور علیہ السلام کا معاویہ کو۔''<u>لَصِیق</u>۔'' کہنا سادہ اور مہذب الفاظ میں۔''<u>چپکایا ہوا</u>''(To be glued with) کہنا ہے۔اس سے جہاں معلوم ہوتا ہے کہ۔''اُس باپ کا بیٹا نہیں یا اُس نسل کا فرد نہیں جس کا مشہور ہے۔'' بہرحال یہاں سے معاملہ تحقیق وتفتیش میں پڑ جاتا ہے۔

<u>بنی اُمیہ نسلِ اسماعیل علیہ السلام سے تھے یا نہیں؟ علمائے قدیم کے بیانات پر ایک نظر</u>

علامہ محمد باقر مجلسی کے نام سے منسوب کتاب بحار الانوار جلد 8 صفحہ 383 میں کامل بہائی سے نقل کیا گیا ہے کہ:۔

<u>اِنَّ اُمَيَّةَ كَانَ غُلَامًا رُوْمِيًّا لِعَبْدِ الشَّمْسِ فلما الفاه كيسا لطنا اعتقه و تبناه فقيل اُمية ابن عبدالشمس كَمَا كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ قَبْلَ نزول الاية زيد ابن محمدٍ۔</u>''

۔''اُمیہ عبدالشمس کا ایک رُومی غلام تھا۔جب اُس نے اُس کو ہوشیار اور بافہم وفراست دیکھا تو اُسے آزاد کردیا اور اپنا بیٹا بنالیا جس کی وجہ سے اُسے امیہ بن عبدالشمس کہنے لگے جیسا کہ آیت اُترنے سے پہلے لوگ زید کو زید ابن محمدؐ کہا کرتے تھے۔''

اس بیان میں بہرحال عبدالشمس کو حضرت عبدمناف کا بیٹا مان لیا گیا جو سراسر غلط ہے۔لہٰذا نہ امیہ نسلِ حضرت اسماعیلؑ سے ہے نہ عبدالشمس خاندانِ رسولؐ سے ہے۔<u>یوں سارے بنی اُمیہ نسلِ ابراہیم واسماعیل علیہما السلام سے خارج ہوتے ہیں اور خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریشی گندگی سے پاک ہوتا ہے۔</u>

قریش کو ہمیشہ اپنی خاندانی سازش کے کُھل جانے کا اندیشہ رہتا تھا معاویہ کی فکرو کاوش

اب آپ قریشی سازش کا حال علامہ ابوالحدید معتزلی اور ابولفرج اصفہانی سے سُنئے :۔اِنَّ مُعَاوِيَةَ قَالَ لِدعبل انسابة اَرَأَيتَ عَبدالمطلبؑ قال نعم قال كَيفَ رأيتَهُ قال رأيتُهُ رجلا نبيلاً جميلًا وضياء كان علٰى وجهه نور النُّبوّة .قالَ اَفرَايتَ اُميّة ابن عبدالشمس قال نعم قال كَيفَ رَأَيتَهُ قال رَاَيتُهُ رَجُلًا ضَئِيلًا منحنيا اعمىٰ يقوده عَبدُهُ ذكوان فقال معاوية ذلک ابنه ابو عمرو قال انتم تقولون ذلک فَامَّا قريش فلم تكن تعرف اِلَّااَنَّهُ عبده ۔"(شرح ابن ابی الحدید جلد 3 صفحہ 466)

۔''معاویہ نے ماہرانساب دعبل سے پوچھا کہ کیا تم نے عبدالمطلبؑ کو بھی دیکھا تھا؟ دعبل نے کہا کہ ہاں میں نے عبدالمطلبؑ کو دیکھا تھا۔ معاویہ نے پوچھا کہ تم نے عبدالمطلبؑ کو کیسا پایا؟ دعبل نے کہا کہ وہ ایک باوقار اور خوبرو اور روشن جبین شخص تھے اور اُن کے چہرے پر نبوتؐ کا نور چمکتا تھا۔ معاویہ نے پوچھا کہ کیا تم نے اُمیہ کو بھی دیکھا ہے؟ دعبل نے کہا ہاں میں نے اسے بھی دیکھا ہے پوچھا کہ تم نے اُسے کیسا پایا؟ جواب دیا کہ ایک کمزور جسم کا خمیدہ قامت اور اندھا شخص تھا اس کے آگے آگے اس کا غلام ذکوان ہوتا تھا جو اس کو لئے لئے چلا پھرا کرتا تھا۔ معاویہ نے کہا کہ وہ تو اس کا بیٹا ابوعمرو (حرب) تھا۔ دعبل نے کہا کہ تم لوگ تو یہی کہتے ہو مگر قریش تو اس سے غلام کی حیثیت میں واقف ہیں۔'' یہ بیان بتاتا ہے کہ معاویہ کو اپنے خاندان کے غلط الحاق کا پتہ لگ چکا تھا اور وہ طویل العمر نسّابوں سے اس کی تحقیق واصلاح میں لگا رہتا تھا۔

معاویہ کا حسب ونسب، ابوسفیان معاویہ کا باپ بھی اسی طرح نہ تھا، جیسے وہ زیاد کا باپ نہ تھا (بروایت ابی الحدید)

معاویہ بھی ابوسفیان کا بیٹا اُسی قاعدے اور اصول کے ماتحت تھا جس اصول اور قاعدے کی رُو سے معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو ابوسفیان کا بیٹا اور اپنا بھائی بنالیا تھا۔ چنانچہ ابی الحدید جلد 1 صفحہ 63 پر لکھتے ہیں کہ:۔ ''وَكَانَتْ هند تذكر فى مكة بفجور وعهر وقال الزمخشرى فى كتاب ربيع الا برار كان معاويه يعزى اِلٰى اربعة الى مسافر ابن ابى عمرو اِلٰى عمارة بن الوليد ابن المغيرة واِلى العباس والى الصباح۔''

''۔معاویہ کی ماں ہند مکہ میں فسق وفجور کی بدنام زندگی گذارتی تھی اور زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ معاویہ کو چار آدمیوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ایک مسافر ابن ابی عمرو اور ایک عمارہ ابن ولید ابن مغیرۃ اور ایک عباس بن عبدالمطلب اور ایک صباح۔''

یہ تھا مختصر سا حال حضورؐ کے بولے ہوئے ایک لفظ ''لصیق۔'' کی شان میں۔ لہٰذا اس خط نمبر 17 نے معاویہ کی دُنیا بھی ڈبودی آخرت تو تھی ہی نہیں ہم نے دکھایا ہے کہ عربوں کے یہاں نابغہ پیدا کرنے کے لئے کراس بریڈنگ بہت ضروری تھی۔ حلال زادہ **دُھات العرب ہو ہی نہیں سکتا۔**

حضرت عدنان علیہ السلام کے نیچے سازش سے پاک شجرہ

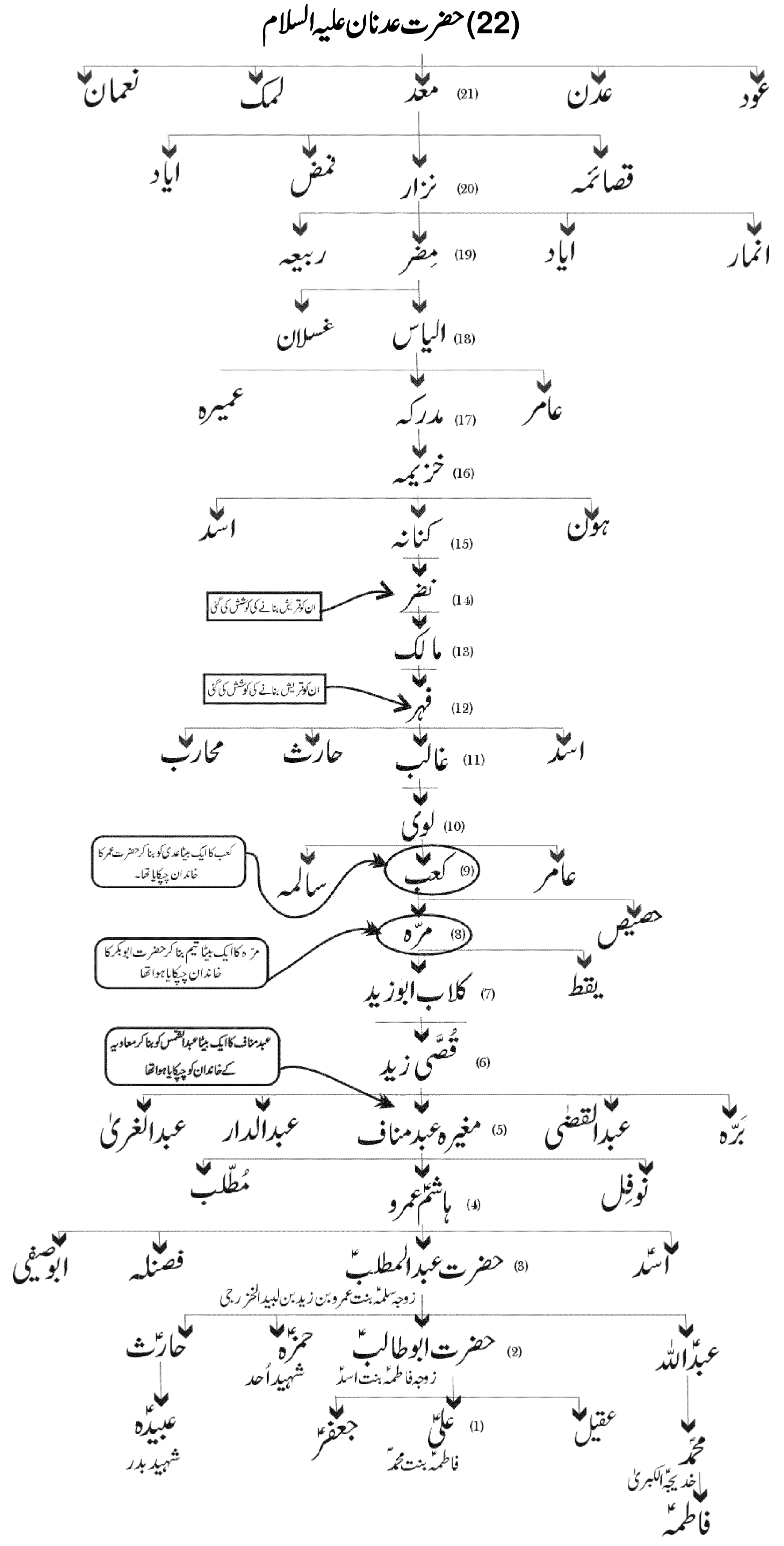

اِس شجرہ کواب شجرۂ طیبہ کہا جاسکتا ہے۔اس لئے کہ اب اِس میں سے وہ جڑیں اُکھیڑ دی گئی ہیں جو قریش کے خاندانوں کی بنیاد بنتی تھیں۔اور جن کی وجہ سے اس شجرہ طیبہ میں شجرہ خبیثہ شامل تھا۔(ابراہیم 26-14/24)

"کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ o تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّھَا وَ یَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ o وَمَثَلُ کَلِمَۃٍ خَبِیْثَۃٍ کَشَجَرَۃٍ خَبِیْثَۃِ ن اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَالَھَا مِنْ قَرَارٍ o (سورہ ابراھیمؑ 26-14/24)

مودودی ترجمہ:۔کلمہ طیّبہ کی کس چیز سے مثال دی ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے ایک اچھی ذات کا درخت جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ہر آن وہ اپنے رب کے حکم سے اپنے پھل دے رہا ہے۔یہ مثالیں اللہ اِسلئے دیتا ہے کہ لوگ اِن سے سبق لیں۔**اور کلمہ خبیثہ کی مثال ایک بدذات درخت کی سی ہے جو زمین کی سطح سے اکھاڑ پھینکا جاتا ہے اُس کیلئے کوئی استحکام نہیں ہے۔"**

(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 484/485)

شجرہ طیبہ اور شجرہ خبیثہ پاک اور ناپاک رسولؐ وقریش کے نسبوں کی مثالیں ہیں نہ کہ درختوں کی تفصیل

اگر آپ آیات میں آئے ہوئے صرف الفاظ پر نظر رکھیں اور صرف الفاظ سے اللہ کا منشا سمجھنا چاہیں تو پہلی بات قطعی صاف ہے یعنی اللہ۔"**کلمۂ طیبہ**" کو مثالوں سے سمجھانا چاہتا ہے۔یعنی وہ ایسی مثالیں دے گا جو کلمہ طیبہ کو واضح کریں گی۔لہٰذا اللہ نے کلمہ طیبہ کو شجرہ طیبہ کی مانند فرما کر شجرہ طیبہ کی صفات بیان کی ہیں۔اور ہم سے چاہا ہے کہ ہم کلمہ طیبہ کو شجرہ طیبہ کے مانند اُن ہی صفات کا حامل سمجھیں جو شجرہ طیبہ کی بیان کی گئی ہیں۔اِن آیات کی ذیل میں قریش نے کئی ایک روایات گھڑی ہیں۔جن میں کھجور کے درخت کو شجرہ طیبہ بتایا گیا ہے جو آیات کے خلاف ہے۔وہ **ہر آن کھانے کا سامان نہیں دیتا**۔آیت میں پھلوں کا ذکر نہیں ہے اور کھجور کا درخت پھل دیتا ہے اور سال بھر میں ایک بار ایک موسم میں دیتا ہے اور کھجور کے درخت میں شاخیں ہوتی ہی نہیں ہیں۔آسمانوں تک پہنچنا تو ایک الگ بات ہے۔پھر کھجور کی جڑ زمین میں ہوتی ہے۔شجرہ طیبہ کی جڑ کو زمین میں نہیں بتایا گیا ہے اُس کی جڑ' بنیاد یا اصل کو ثابت فرمایا گیا ہے۔"**ثابت**" کے معنی ہمیشہ برقرار رہنے والی فرمایا ہے۔نہ کہ زمین میں گہری اُتری ہوئی۔لہٰذا دُنیا کا کوئی درخت ایسا نہیں جس کی جڑ ہمیشہ برقرار رہے اور جس کی شاخیں آسمانوں میں ہوں اور جو کھانے پینے کا سامان ہر آن (کُلَّ حِیْنٍ) دیتا ہو۔لہٰذا یہ سچ مچ کا کوئی درخت نہیں ہے بلکہ ایک مثالی درخت ہے۔یعنی **کَلِمَۃً طَیِّبَۃً** درحقیقت **اُس شجرۂ پاکیزہ کی مانند ہے** جو ہمیشہ برقرار رہنے والا ہے اور تمام انسانوں اور حیوانوں کیلئے ہر آن رزق فراہم کر رہا ہے۔اگر وہ پاک وپاکیزہ نسب موجود نہ ہوتا تو کوئی ذی حیات زندہ نہ رہ سکتا تھا کیونکہ رزق یا سامانِ حیات نہ ملنے سے ذی حیات کیسے باقی رہ سکتے تھے؟ لہٰذا پاک وپاکیزہ شجرۂ نسبؐ ہی باعثِ حیات کائنات ہے۔پاکیزہ شجرہ ہی وجہ تخلیقِ کائنات ہے اور کلمہ طیبہ محمدؐ و علیؑ کی ذوات مقدسہ ہیں جو ساری کائنات پر چھائی ہوئی ہیں اور رحمۃ للعالمین ہیں ہر ضرورت منداُن ہی کی طرف ہاتھ اُٹھا کر مانگتا ہے۔اُنکے مقابلے میں جو کلمہ آتا ہے وہ کلمۂ خبیثہ ہے اور جو نسب مخالفت کرے وہی شجرۂ خبیثہ ہے۔یہ سب کچھ قرآن کریم کے الفاظ سے ثابت ہے نہ کسی تاویل کی احتیاج ہے نہ کسی روایت کی ضرورت ہے۔اور قرآن کے اس مطلب پر معصومین علیھم السلام کی بہت سی معصوم احادیث تائید کرتی ہیں۔چنانچہ کافی کی کتاب الحجۃ باب فیہ نکت ونتف من التنزیل فی الولایت میں شجرہ طیّبہ کی جڑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور شجرہ طیّبہ کا تنا حضرت علی علیہ السلام ہیں اور شاخیں آئمہ معصومین علیھم السلام ہیں اور علوم آئمہ علیھم السلام اسکے پھل ہیں۔اور مومنین اس درخت کے پتے ہیں (امام جعفر صادق علیہ السلام حدیث 80)۔شجرۂ طیّبہ پر تفصیل ہماری کتاب۔"مرکزِ انسانیت"۔میں ملاحظہ فرمائیں وہاں حضرت آدم علیہ السلام سے امام حسین علیہ السلام تک صحیح شجرہ ملے گا۔والسلام۔

(نمبر18) خط

اِلٰی عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّھُوَ عَامِلُہٗ عَلَی الْبَصْرَۃِ:۔

عبداللہ ابن عباس کے نام جب کہ وہ بصرہ کا گورنر تھا

1۔ بنی تمیم کی مدح وثنا کے ساتھ ساتھ اپنی رشتہ داری جتائی اور سخت سلوک کرنے سے منع کیا۔

2۔عبداللہ ابن عباس کا باطن کھلنا چاہتا ہے مگر اُسے چوکنا کر دیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

وَاعْلَمْ اَنَّ الْبَصْرَۃَ مَھْبِطُ اِبْلِیْسَ وَ مَغْرِسُ الْفِتَنِ،	1	اور یہ سمجھ لو کہ بصرہ ابلیس کے اُترنے اور قیام کرنے کا مقام ہے۔اور فتنوں کی کھیتی کی جگہ ہے۔
فَحَادِثْ اَھْلَھَا بِالْاِحْسَانِ اِلَیْھِمْ،وَاحْلُلْ عُقْدَۃَ الْخَوْفِ عَنْ قُلُوْبِھِمْ،	2	لہٰذا وہاں کے باشندوں کو احسان اور اچھے سلوک سے اطاعت شعار بناؤ اور اُن کے دلوں سے جنگ جمل کا جما ہوا خوف اکھیڑ پھینکو؛
وَقَدْ بَلَغَنِیْ تَنَمُّرُکَ لِبَنِیْ تَمِیْمٍ،وَغِلْظَتُکَ عَلَیْھِمْ،	3	اور مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ تم بنی تمیم کے ساتھ دشمنی کا رویہ رکھتے ہو اور اُن سے سختی سے پیش آنا جائز سمجھتے ہو؛
وَاِنَّ بَنِیْ تَمِیْمٍ لَمْ یَغِبْ لَھُمْ نَجْمٌ اِلَّا طَلَعَ لَھُمْ اٰخَرُ،	4	اور حقیقت یہ ہے کہ بنی تمیم کا کوئی ستارہ (بہادر) غائب نہیں ہونے پاتا کہ دوسرا ستارہ اُس کی جگہ طلوع ہوتا رہا ہے؛
وَاِنَّھُمْ لَمْ یُسْبَقُوْا بِوَغْمٍ فِیْ جَاھِلِیَّۃٍ وَّلَا اِسْلَامٍ،وَاِنَّ لَھُمْ بِنَا رَحِمًا مَّاسَّۃً وَقَرَابَۃً خَاصَّۃً،	5	اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جنگ جوئی اور بہادری میں نہ تو جاہلیت کے زمانہ میں کوئی اُن سے بازی لے گیا اور نہ اسلام لانے کے بعد کوئی اُن سے بڑھ سکا۔اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انہیں ہم سے رحمی تعلق اور مخصوص قرابت داری بھی حاصل ہے؛
نَحْنُ مَاجُوْرُوْنَ عَلٰی صِلَتِھَا،وَمَازُوْرُوْنَ عَلٰی قَطِیْعَتِھَا،	6	اور ہم اُس رشتے کا خیال رکھیں گے تو ہمیں اُس کے صلے میں اجر ملے گا اور اس رشتے کو منقطع کرنے سے گناہگار ہوں گے؛
فَارْبَعْ اَبَاالْعَبَّاسِ.رَحِمَکَ اللّٰہُ.فِیْمَا جَرٰی عَلٰی یَدِکَ وَلِسَانِکَ مِنْ خَیْرٍوَّشَرٍّ،فَاِنَّاشَرِیْکَانِ فِیْ ذٰلِکَ،	7	چنانچہ اَے عباس کے بیٹے نرمی اختیار کرو۔اللہ تم پر رحم کرے۔تمہارے ہاتھوں یا تمہاری زبان سے جو اچھائی یا برائی سرزد ہونے والی ہو اُس میں جلدی نہ کیا کرو اِس لئے کہ اُس میں ہم دونوں شریک مانے جائیں گے۔
وَکُنْ عِنْدَ صَالِحِ ظَنِّیْ بِکَ،	8	تمہیں تو میرے اندازے میں اچھی پوزیشن کا آدمی نکلنا چاہئے۔
وَلَا یَفِیْلَنَّ رَأْیِیْ فِیْکَ.وَالسَّلَامُ.	9	اور تمہارے متعلق میری رائے غلط نہ نکلنا چاہئے۔والسلام

تشریح:۔ اس خط کی غرض وغایت تو یہ ہے کہ سابقہ دشمنی اور بُرے رویہ کو دورانِ حکومت سامنے رکھنا اور بُرا سلوک کرنا ایک غلط بات ہے اور خط سے ظاہر ہے کہ عبداللہ ابن عباس بنی تمیم کے ساتھ سخت سلوک کرتے تھے اور بنی تمیم کی اس سرکشی کو یاد رکھتے تھے جو انہوں نے طلحہ وزبیر وحضرت عائشہ کی طرفداری

میں جنگِ جَمل میں دکھائی تھی۔اُن کو اچھے اور احسان کے رویہ کی تاکید فرمائی ہے اور سخت و درشت سلوک سے منع فرمایا ہے۔اور یہ بتایا ہے کہ بنی تمیم حضرت الیاسؑ پر جا کر شجرہ رسولؐ میں مل جاتے ہیں یعنی سولھویں دادا کی اولاد ہیں۔یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ بصرہ شیطان کی قیامگاہ اور فتنوں کے پیدا ہونے کا مقام ہے۔لہٰذا پورے شہر کے ساتھ عدل و احسان کا سلوک ضروری ہے تا کہ فتنے اور ابلیس احسان کے بوجھ سے دبے رہیں۔اور پبلک میں تفرقہ و انتشار پھیلانے کا کام نہ کر سکیں۔اور آخر میں عبداللہ کو مہذب الفاظ میں دھمکی دی ہے کہ میں تم سے عمدہ اور بصیرت افروز رویہ کی رائے اور اُمید رکھتا ہوں اس اُمید اور رائے کو برقرار رکھو۔عبداللہ سمجھتا تھا کہ حضورؑ کی رائے بدل گئی تو گورنری بھی بدل جائے گی۔مطلب یہ ہے کہ عدل و انصاف و احسان مستقل چیزیں ہیں حکومت کو اُن پر قائم رہنا چاہئے۔

(نمبر19) خط (اِلٰی بَعْضِ عُمَّالِهٖ) آپؑ کے بعض گورنروں کے نام

1۔نرمی مصلحت آمیز رویہ اختیار کرنے کی تاکید 2۔مشرکوں کو نہ دُور پھینکا جائے گا نہ تقرب دیا جائے گا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ O

اَمَّا بَعۡدُ،فَاِنَّ دَهَاقِيۡنَ اَهۡلِ بَلَدِکَ شَکَوۡا مِنۡکَ غِلۡظَةً وَّقَسۡوَةً،وَّاحۡتِقَارًا وَّجَفۡوَةً،	1	بعد از حمد و ثنا اور درود کے معلوم ہو کہ تمہاری بستی کے کاشتکاروں نے تمہارے سخت مزاج ہونے اور بے رحمی اور حقارت آمیز و جفا کارانہ رویہ کی شکایت کی ہے؛
وَنَظَرۡتُ فَلَمۡ اَرَهُمۡ اَهۡلًا لِاَنۡ يُدۡنَوۡا لِشِرۡکِهِمۡ،وَلَا اَنۡ يُقۡصَوۡا وَيُجۡفَوۡا لِعَهۡدِهِمۡ،	2	اور میں غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اُنہیں مشرک ہونے کی وجہ سے مقرب بھی نہیں بنایا جا سکتا اور اُن سے تحفظ کا معاہدہ ہے اُس کی وجہ سے اُنہیں بہت دور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے؛
فَالۡبَسۡ لَهُمۡ جِلۡبَابًا مِنَ اللِّيۡنِ تَشُوۡبُهٗ بِطَرَفٍ مِّنَ الشِّدَّةِ،	3	لہٰذا تم اُن کے لئے نرمی اور سختی ملا ہوا لباس پہنو جس میں دونوں مناسب اور موزوں مقدار رکھتے ہوں؛
وَدَاوِلۡ لَهُمۡ بَيۡنَ الۡقَسۡوَةِ وَالرَّافَةِ،وَامۡزُجۡ لَهُمۡ بَيۡنَ التَّقۡرِيۡبِ وَالۡاِدۡنَاءِ،وَالۡاِبۡعَادِ وَالۡاِقۡصَاءِ،اِنۡشَآءَ اللّٰهِ.	4	اور اُن کے معاملے میں سخت دلی اور نرم دلی کے درمیان رَویّہ اختیار کرو۔اور اُن کے لئے تقرب اور توجہ اور الگ رکھنے اور رد کر دینے میں ایک اعتدال کی مِلی جُلی راہ تیار کر لو۔انشاءاللہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

تشریح:۔ کیونکہ یہ لوگ مجوسی یعنی آتش پرست تھے اسلئے اپنے گورنر کے اُس فرق کو نوٹ کر لیا جو اُنکے ساتھ سلوک میں اور مسلمانوں کے ساتھ سلوک میں روا رکھا جاتا تھا۔حالانکہ ایسا واضح فرق رکھنا غلط تھا۔رعایا کے ہر مسلک و ملت کے افراد کے ساتھ یکساں سلوک لازم ہے۔وہ کسی بھی عقیدے اور مذہب کے لوگ ہوں بہرحال وہ سب رعایا ہوتے ہیں اور رعیت ہونے کی بنا پر برابر کے سلوک کے حقدار ہوتے ہیں۔کسی کے مذہب یا نسل کی بنا پر سلوک میں تبدیلی اسلامی فراخدلی اور رویہ کے خلاف ہے۔اور زیرِ نظر گورنر یقیناً یہ فراخدلی برسرِ کار نہیں رکھتا تھا۔یعنی شکایت جائز تھی اسلئے اُسے اپنے رویّے میں تبدیلی کی تاکید فرمائی ہے۔اور مذہبی تعصب کو دُور رکھنے پر متوجہ کیا۔اور غیر مسلموں سے جو معاہدہ کیا جاتا ہے وہ یاد دلایا ہے۔حقارت،درشتی،بے رحمی اور جبر سے قطعاً منع فرمایا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ علی علیہ السلام کے گورنروں کی کثرت قریشی ڈھنگ پر تربیت یافتہ تھی یہ ایک مجبوری تھی۔

خط نمبر 20 (

اِلٰی زِیَادِابْنِ اَبِیْہِ،وَھُوَ خَلِیْفَۃُ عَامِلِہٖ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَی الْبَصْرَۃِ،وَعَبْدُاللّٰہِ عَامِلُ اَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامِ یَوْمَئِذٍ عَلَیْھَا وَعَلٰی کُوَرِالْاَھْوَازِ وَ فَارِسَ وَ کِرْمَانَ. **زیاد ابن ابیہ کے نام جب کہ عبداللہ ابن عباس نے اسے اپنا خلیفہ بنا رکھا تھا۔اور عبداللہ ابن عباس بصرہ کا اور اھواز کے علاقہ کا اور ایران و کرمان کا گورنر تھا۔**

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

وَاِنِّیْ اُقْسِمُ بِاللّٰہِ قَسَمًا صَادِقًا،لَئِنْ بَلَغَنِیْ اَنَّکَ خُنْتَ مِنْ فَیْءِ الْمُسْلِمِیْنَ شَیْئًا صَغِیْرًا اَوْ کَبِیْرًا لَاَشُدَّنَّ عَلَیْکَ شَدَّۃً تَدَعُکَ قَلِیْلَ الْوَفْرِ،ثَقِیْلَ الظَّھْرِ،ضَئِیْلَ الْاَمْرِ.وَالسَّلَامُ.	1	اور میں اللہ کی سچی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ اگر مجھے یہ خبر ملی کہ تم نے مسلمانوں کے مال فَیْئَ میں سے کسی بھی چھوٹی یا بڑی چیز کی خیانت کی ہے تو یقین کر لو کہ میں تمہیں ایسی سخت مار مارونگا جو تمہیں قلاش کر دیگی اور تمہاری کمر مڑی کی مڑی رہ جائیگی اور تمہارا حال لوگوں کے اندر گھنونا اور بے آبرو ہوکر رہ جائیگا۔والسلام

خط نمبر 21 (

اِلَیْہِ اَیْضًا: دوبارہ اُسی (زیاد) کے نام

1۔فضول خرچی اور تکبّر سے باز رہنے کی تاکید کی ہے 2۔بیکسوں اور بیواؤں کی پرورش کا تقاضہ فرمایا ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

فَدَعِ الْاِسْرَافَ مُقْتَصِدًا،	1	میانہ روی کو سامنے رکھتے ہوئے فضول خرچی سے دور ہٹ جاؤ۔
وَاذْکُرْفِی الْیَوْمِ غَدًا،	2	ہر روز آنے والے کل کو بھی مدنظر رکھو۔
وَاَمْسِکْ مِنَ الْمَالِ بِقَدْرِ ضَرُوْرَتِکَ،وَقَدِّمِ الْفَضْلَ لِیَوْمِ حَاجَتِکَ.	3	ضرورت بھر مال کو رکھ کر اپنی ضرورت سے زیادہ کو یوم حساب کے لئے آگے بھیج دیا کرو۔
اَتَرْجُوْاَنْ یُّعْطِیَکَ اللّٰہُ اَجْرَالْمُتَوَاضِعِیْنَ وَاَنْتَ عِنْدَہٗ مِنَ الْمُتَکَبِّرِیْنَ؟	4	کیا تم یہ اُمید رکھتے ہو کہ اللہ تمہیں عاجزانہ زندگی بسر کرنیوالوں اور لوگوں پر صَرف کرنیوالوں کا اجر عطا کردے گا؟ اور حالانکہ تو اللہ کے نزدیک مغرور لوگوں میں شمار ہے۔
وَتَطْمَعُ۔وَاَنْتَ مُتَمَرِّغٌ فِی النَّعِیْمِ تَمْنَعُہُ الضَّعِیْفَ وَالْاَرْمَلَۃَ۔اَنْ یُّوْجِبَ لَکَ ثَوَابَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ؟وَاِنَّمَاالْمَرْءُ مَجْزِیٌّ بِمَا اَسْلَفَ وَقَادِمٌ عَلٰی مَاقَدَّمَ.وَالسَّلَامُ.	5	اور طمع یہ رکھتے ہو کہ اللہ تمہارے لئے صدقات وخیرات کرنیوالوں کا ثواب واجب کر دے گا؟ باوجودیکہ تم نعمتوں کے مزے لوٹ رہے ہو اور ضعیفوں اور بیوہ عورتوں کو اُن کے حقوق سے محروم رکھتے ہو اور اس کے سوا کی اُمید نہ رکھو کہ انسان صرف اپنے اعمال کی جزا پاتا ہے اور وہی کچھ اُسے ملے گا جو اُس نے خود آگے بھیجا ہے۔والسلام۔

تشریحات (خطوط نمبر 21-20):۔ خط نمبر 20 کا عنوان بتاتا ہے کہ مصر کے گورنر عبداللہ ابن عباس نے اس زیاد کو اپنا خلیفہ بنا رکھا تھا۔لہٰذا زیاد کو جو کچھ لکھا گیا۔اور زیاد نے جو کچھ کیا اُس کا عبداللہ ابن عباس ذمہ دار ہے آپ کو یاد ہوگا کہ ہم نے چاروں نابغاؤں یا دُھات العرب کے ذکر میں علامہ شبلی کے قلم سے عمر بن الخطاب کا یہ جملہ لکھا تھا کہ۔''**زیاد اُن کے زمانہ میں سولہ سالہ نوجوان تھا اس لئے اس کو کوئی بڑا عہدہ نہ دیا لیکن اس کی قابلیت**

اوراستعداد کی بناپرابوموسیٰ اشعری کولکھا کہ کاروبارِحکومت میں زیاد کومشیرکار بنائیں۔'' (الفاروق حصہ 2 صفحہ 12)

چونکہ عبداللہ بن عباس بھی عمر بن خطاب' معاویہ' عمرو بن عاص' مغیرہ بن شعبہ کی قابلیتوں اوراستعداد کودل کی گہرائی میں جگہ دئے ہوئے تھااور اِن پانچوں' عمر بن الخطاب' عمرو بن عاص' مغیرہ بن شعبہ' معاویہ بن ابوسفیان اور زیاد بن سمیہ کوکامیاب لیڈر مانتا تھااوراُن کے نقش قدم پر چلنا کامیابی کی دلیل سمجھتا تھا۔اس لئے عبداللہ بن عباس نے زیاد کو بلاکراپنا خلیفہ بنالیا تھا تاکہ باقی چاروں کی پالیسیاں اور سیاسی نکات حاصل کرسکے۔اور قریشی مفاد کے لئے کام کرسکے۔اور ممکن ہوتو حضرت علی علیہ السلام کومغالطہ میں رکھ سکے۔

زیاد بن سمیہؔ یازیاد بن ابیہ اسی کا بیٹا کربلا کا فیلڈ مارشل ابن زیاد تھا

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ یہ زیاد پہلے عمر بن الخطاب کی زیرسرپرستی وتربیت رہااور پھرحضرت عمر کے تیارکردہ قریشی لیڈروں کے ساتھ رہااور آج کل عبداللہ ابن عباس کے ساتھ ہے۔اور حال اس کاوہی ہے جوحضرت علی علیہ السلام نے ان دونوں خطوط (21۔20) میں لکھ دیا ہے۔اور یہ خطوط اس لئے لکھے گئے ہیں تاکہ زیاد کو یہ معلوم ہوجائے کہ حضرت علی علیہ السلام براہ راست اسی کو ماخوذ کریں گے۔یہ نہ دیکھیں گے کہ عبداللہ ابن عباس نے اُسے خلیفہ بنارکھا ہے۔اور لکھ دیا ہے کہ اُسے براہِ راست سخت سے سخت سزادیں گے۔کمرتوڑکررکھ دیں گے۔دوسرے خط (21) میں اُسے مغرورلکھا ہے اور ضعیفوں اور بیواؤں کا مال کھاجانیوالوں میں شمار کیا ہے اورعبداللہ ابن عباس نے خلیفہ بنایا ہی اسلئے تھا کہ مال حرام کھانے اور بٹورنے میں اُس کی مدد کرےاور بازپُرس پرعلی علیہ السلام کواپنے ہتھکنڈوں سے لاجواب ومطمئن کرسکےاور پبلک کوبھی اپنی فریب کاری اورسیاسی عذرات سے چپ رکھ سکے۔

عبداللہ ابن عباس؛قریشی اسکیم کامُہرہ۔حضرت عمر کاپروردہ؛علیؑ کانام نہاد چچازاد بھائی؛نقاب اُتارکرخم ٹھونک کرسامنے

1۔ خط نمبر 17 میں ہم نے قریش کوشجرۂ طیبہ سے الگ کردیا ہے۔چنانچہ بنی عدی اور عدی نیز بنی تیم اورتیم بھی الگ کردئے گئے اورعباس وابولھب وغیرہ کوحضرت عبدالمطلب علیہ السلام کی اولاد سے خارج کردیا گیا۔یعنی اُس حقیقی شجرہ کا آخری حصہ تفصیل سے لکھدیا ہے جوحضرت آدم علیہ السلام تک حضرت علیؑ اورحضرت محمد صلی اللہ علیہما سے پہنچتا ہے اور ہماری کتاب مرکز انسانیت میں لکھا چلاآرہا ہے۔بنی تیم سے ابوبکر اور بنی عدی سے عمر کے مظالم وحالات سے اور بنی امیہ کے کردار سے تو ساری دنیا واقف ہوچکی ہے۔اب ہم مختصر عبداللہ ابن عباس سے تعارف کراتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ شیعہ علماء اورعوام میں یہ شخص حضرت علی علیہ السلام کا چچازاد بھائی۔حضرت علی علیہ السلام کا شاگرد رشید۔پہلا مفسر اور پسندیدہ صحابی مشہور ہے۔اور ہم اُسے قریشی لیڈروں سے بھی بڑادشمنِ علیؑ واولادِ علی علیہم السلام مانتے ہیں۔

2۔عبداللہ ابن عباس بعدرسولؐ،شب قدرکامنکرتھا؛اس انکارپرفرشتے نے پَر مارکراُسے اندھاکردیا تھا

صرف اِسی ایک بات سے ثابت ہوجائے گا کہ عبداللہ ابن عباس بھی قریشی لیڈروں والا ایمان رکھتا تھا۔اُس کا حضرت علی علیہ السلام کی ولایت وامامت سے کوئی تعلق نہ تھا۔لہٰذا **علمائے شیعہ اورشیعہ عوام کا عبداللہ ابن عباس سے عقیدت واحترام محض قریشی روایات سے پیدا کردہ مغالطہ ہے**۔یہاں ہم عوام الناس کی سہولت کے لئے علامہ ظفر صاحب جلداوّل کافی صفحہ 280 سے ترجمہ یوں شروع کرتے ہیں کہ:۔

(2۔الف) علامہ ظفر کی مترجمہ کافی کی جلداوّل اُردوزبان میں حوالہ تاکہ زیادہ لوگ تصدیق کرسکیں

۔''اللہ کاوہ حکم جوشب قدر میں (ہم پر) نازل ہوااگرتم نے رسولؐ اللہ سے سننے کے بعدانکار کیا تو اللہ تم کوواصل جہنم کرے گا۔اُسی طرح جس

طرح تم کوفضیلت علیؑ کے انکار پر اندھا بنادیا۔ اُنہوں (عبداللہ ابن عباس) نے کہا کیا اِس پر میری بینائی گئی ہے۔؟ فرمایا تمہیں اس کا علم ہے۔ واللہ یہ اندھا نہیں ہوا مگر فرشتے کے پَر مارنے سے۔ فرمایا میں اُس کی بات پر ہنسا اور میں نے اُس کی کمزوری عقل پر نظر رکھ کر اُس روز چھوڑ دیا۔ دوسرے روز پھر میں اُس سے مِلا۔ میں نے کہا تم نے کل سے زیادہ سچا کلام پہلے نہیں کیا۔ تم سے پہلے علی بن ابی طالب علیہما السلام نے کہا کہ ہر سال شب قدر آتی ہے۔ اُس میں ملائکہ تمام سال کے معاملات لے کر آتے ہیں بے شک اِس امر کے لئے بعدِ رسولؐ اللہ کچھ والیانِ امر ہونے ضروری ہیں۔ تم نے پوچھا تھا وہ کون ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا تھا۔ میں اور میرے صلب سے گیارہ امام جو محدث ہیں۔ تم نے کہا سوائے رسولؐ اللہ کے زمانہ کے شب قدر کو نہیں دیکھا۔ پس وہ فرشتہ تم پر ظاہر ہوا جو اُن سے باتیں کرتا تھا اور اُس نے کہا اَے عبداللہ تم نے جھوٹ بولا میری آنکھوں نے دیکھا ہے اس چیز کو جو تجھ سے علیؑ نے بیان کی تیری آنکھوں نے اُس کو نہیں دیکھا۔ لیکن اس کے دل میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی اور وہ کانوں سے سُن چکا تھا۔ پس فرشتے نے اپنا بازو تجھ پر مارا جس سے تُو اندھا ہو گیا۔ ابن عباس نے کہا کہ اگر ہم کسی چیز میں اختلاف کرتے ہیں تو یہ اختلاف اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ تو اللہ کا حکم بھی اُس شخص کا سا حکم ہوتا ہے جو مختلف دو امروں کا حکم دیتا ہے؟ عبداللہ نے کہا کہ ایسا اللہ کا حکم نہیں ہوتا۔ میں نے کہا کہ اپنے غلط رویہ سے تم بھی ہلاک ہوئے اور دوسرے کو بھی ہلاک کیا۔'' (کافی کتاب الحجۃ باب 40 جلد اوّل صفحہ 281۔280 طبع اوّل)

(2۔ب) <u>ڈاکٹر طٰہٰ حسین شیعہ علماء کی چوری پکڑتے ہیں عبداللہ کی اپنے امامؑ سے بغاوت مسلمانوں کا مال لُوٹ کر مکہ میں</u>

یہاں سے ہم عبداللہ ابن عباس کا دشمنانہ سلوک لکھتے ہیں جو جناب طٰہٰ حسین کے قلم سے اُنکی کتاب ''علی'' میں لکھا ہوا ہے اور جس کتاب کو علامہ پرویز کے ادارہ طلوع اسلام نے ترجمہ کر کے شائع کرایا تھا۔ ہم ڈاکٹر صاحب کے وہ تمام الفاظ و بیانات لکھیں گے جو مسلمان علماء میں مشہور اور صحیح ہیں اور ہم بہر حال عبداللہ اور اُسکے والد اور اولاد کو دشمن خاندانِ رسولؐ سمجھتے ہیں۔ بہر حال ہم لفظ بلفظ نقل کرنے اور قارئین کو پُورا پُورا اثر لینے کی چُھٹی دیتے ہیں سنئے:۔ <u>''علیؑ اور ابن عباسؓ''</u>

1۔ ''اُنہیں دنوں حضرت علیؑ کے مصائب میں ایک اور مصیبت کا اضافہ اُس شخص کے ہاتھوں ہوا جو آپؑ کا سب سے زیادہ قریبی اور آپؑ کی نگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ تھا۔ یعنی آپؑ کے طرف دار آپؑ کے چچازاد بھائی۔ آپؑ کی طرف سے بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عباس۔ یہ آپؑ کے حالات اور معاملات کے سب سے زیادہ واقف اور آپؑ کی مدد اور مشورے پر سب سے زیادہ قادر تھے۔ اور اس کے اہل تھے کہ جب ساری دُنیا حضرت علیؑ سے آنکھیں پھیر لے دُشمن اُنؑ کے ساتھ مکروفریب کرے۔ دوست دشواریوں کا باعث بن جائے تو یہ اُنؑ کے ساتھ اخلاص برتیں اور اُنؑ کے کام آئیں۔

2۔ حضرت علیؑ نے اپنے بھائی کے لئے کوئی کمی نہیں کی۔ اُس سے کوئی بات چھپائی نہیں۔ کوئی راز اُس سے مخفی نہیں رکھا <u>اُس کو اپنا تصور کیا</u>۔ خود کوفہ میں رہے اور اپنے وزیر کو بصرہ کا حاکم بنایا جو آپؑ کی حکومت کا سب سے بڑا اور اہم شہر تھا۔ حضرت علیؑ کو سب لوگوں سے اپنے لئے مصیبت کا اندیشہ تھا۔ اگر نہیں تھا تو اسی بھائی اور دونوں لڑکوں سے۔

3۔ ابن عباس دینی اور دنیاوی معاملات پر جو عبور رکھتے تھے بنی ہاشم میں خصوصیت کے ساتھ اور قریش اور تمام مسلمانوں میں عموماً جو امتیازی شان حاصل تھی اس کا تقاضہ تھا کہ وہ بڑی سے بڑی اور کٹھن سے کٹھن مصیبت ٹوٹ پڑنے پر بھی بھائی سے انحراف نہ کرتے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ صفین کے معرکے سے بہت شکستہ خاطر ہو کر آئے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ امیر معاویہ مکر کی چالوں اور اہل شام کی وفا شعاریوں سے اُبھرتے اور غالب ہوتے جارہے ہیں اور حضرت علیؑ کے ساتھی خود اپنے امام سے الگ ہو کر بہت سے تو خفیہ جنگ کی سرگرمیوں سے وابستہ ہو گئے ہیں۔ اور بہت سے کُھلّم کُھلا مقابلے میں

شریک ہیں۔ پھر وہ ثالثوں کی مجلس میں پہنچے وہاں بھی عراقیوں کی پھوٹ اور شامیوں کے اتحاد کا نقشہ دیکھا واپس آئے تو اس یقین کے ساتھ کہ دنیا بھائی سے مُنہ پھیر چکی ہے زمانہ اُن کے خلاف ہوگیا ہے اور معاملات امیر معاویہ کے حق میں ٹھیک ہونا چاہتے ہیں۔ پھر بھائی کو دیکھا کہ ان حالات کے باوجود اپنی اُسی سیدھی راہ پر چلے جارہے ہیں۔ نہ خود کجرو ہیں نہ کسی کی کجروی کو گوارا کرتے ہیں۔ نرمی اور چشم پوشی کی سیاست چلا رہے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ رحم و ہمدردی والی پالیسی پر عامل ہیں۔ اور فاروق اعظم کی طرح لوگوں کے ساتھ شدت اور سختی کا برتاؤ نہیں کرتے۔ بلکہ اپنا مقابلہ کرنے والوں سے شدت کے ساتھ لڑتے ہیں اور صلح کرنے والے سے بے احتیاطی کے ساتھ صلح کر لیتے ہیں۔ مکر وفریب پر گرفت اور بدگمانی پر مواخذہ نہیں کرتے۔ جب تک لوگ شرارت کی ابتدا نہ کریں وہ اقدام نہیں کرتے۔

4۔ پھر ہم نے دیکھا کہ شام جانے کیلئے ابن عباس حضرت علیؑ کے پاس نہیں آئے اور نہ نہرواں میں اُنؑ کے ساتھ رہے۔ بلکہ خود بصرہ ہی میں ٹھہرے رہے اور حضرت علیؑ کے پاس فوج روانہ کردی گویا وہ اِس بے سود جنگ سے اُکتا گئے تھے۔ اسلیئے بیٹھ رہے اور انجام کا انتظار کرتے رہے۔ چنانچہ بہت جلد انہوں نے دیکھ لیا کہ اس لڑائی کا انجام خرابی، پھوٹ اور بیزاری کی صورت میں نکلا۔ حضرت علیؑ نے خوارج کا مقابلہ کیا۔ لیکن اس سے زیادہ کچھ نہ ہوسکا کہ اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کا خاتمہ کردیا۔ اور ملک شام پھر بھی نہ جاسکے بلکہ کوفہ واپس آنا پڑا اور پھر نکلنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ ابن عباس نے دیکھا کہ بھائی کا ستارہ گردش میں ہے اور امیر معاویہ کی قسمت جاگ رہی ہے تو بصرہ میں ٹھہر کر بھائی اور بھائی پر آنے والی مصیبتوں سے زیادہ خود اپنے معاملہ پر غور کرنے لگے۔ اسی موقع پر شاید بیت المال سے اپنی ذات کیلئے انہوں نے کچھ رقم لے لی۔ ابن عباس کا یہ عمل اُن کی اور حضرت علیؑ کی اس روش سے کسی طرح میل نہیں کھاتا جسکے اپنے اقبال کے دنوں میں دونوں پابند تھے۔ اسکے بعد یہ دیکھ کر کہ بیت المال کے افسر ابوالاسود دُوَلی اس پر معترض ہیں۔ ابن عباس نے اُن کو ایک دن نہایت سختی کا جواب دیا۔ جس سے ابوالاسود کو بڑی کوفت ہوئی اور اُنہوں نے حضرت علیؑ کو لکھا کہ:۔

5۔ عبداللہ ابن عباس کی خیانت اور تشدد کی اطلاع دی گئی

''امابعد۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذمہ دار نگراں اور امانتدار والی بنایا ہے ہم نے آپکی آزمائش کی اور آپکو زبردست امین اور رعایا کا خیرخواہ پایا۔ رعایا کو آپ بہت کچھ دیتے ہیں اور خود اُنکی دنیا سے اپنا ہاتھ روکتے ہیں۔ چنانچہ آپ نہ اُنکا مال کھاتے ہیں اور نہ اُنکے معاملات میں رشوت سے آپ کا کوئی تعلق ہے۔ آپؑ کے بھائی اور آپؑ کے گورنر آپؑ کے علم واطلاع کے بغیر وہ رقم کھا گئے جو اُنکے ہاتھ میں تھی اور میں یہ بات آپ سے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ خدا کا فضل آپ کے شامل حال رہے۔ اِدھر توجہ فرمایئے اور مجھے اپنی رائے لکھئے والسلام۔ بلاشبہ اس خط نے حضرت علیؑ کو سخت متوحش کردیا اور اُن کی غیر معمولی مصیبتوں میں ایک بڑی مصیبت' ایک تیز چبھنے والی خلش کا اضافہ کردیا۔ لیکن عادت کے مطابق آپؑ نے اس مصیبت پر صبر کیا اور ابوالاسود کو لکھا کہ:۔

6۔ ابوالاسود کو جوابی خط :۔ ''امابعد۔ میں نے تمہارے خط کا مطلب سمجھا، تم جیسا آدمی اُمت اور امام دونوں کیلئے مجسّم خیرخواہی ہے تم نے حق کی حمایت کی اور ناحق سے رُوگردانی کی ہے۔ میں نے تمہارے صاحب کو اس بارے میں لکھا ہے اور تمہارے خط کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ تمہاری موجودگی میں ایسی باتیں ہوں جن پر غور کرنے میں اُمت کی فلاح ہو تو مجھے ضرور مطلع کرنا۔ تمہیں یہ کرنا چاہئے اور یہی تمہارا فرض ہے۔ والسلام۔ اور اسی وقت ابن عباس کو لکھا کہ:۔

7۔ ابن عباس سے حساب طلبی کا خط جاتا ہے:۔ ''امابعد۔ مجھے تمہارے بارے میں ایک بات کا پتہ چلا ہے۔ اگر وہ سچ ہے تو تم نے اپنے رب کو خفا کیا۔ اپنی امانت برباد کی۔ اور اپنے امام کی نافرمانی کی اور مسلمانوں کے خائن بنے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے زمین کو بنجر کردیا اور جو رقم تمہارے قبضے میں تھی وہ کھا گئے۔ پس میرے سامنے حساب پیش کرو اور جان لو کہ اللہ کا حساب لوگوں کے حساب سے زیادہ سخت ہے۔''

8۔ اِس پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت علیؑ ابوالاسود کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔اسکی حاضری میں ہونیوالے معاملات کی اطلاع چاہتے ہیں۔اور ابن عباس کے بارے جو کچھ لکھا اُسکو منظور کرتے ہیں۔اسلئے کہ حضرت علیؑ مال اور عمّال کے بارے میں بڑے محتاط اور بڑے سخت تھے۔اس معاملے میں اُنکی شان حضرت عمر کی سی تھی۔وہ حد درجہ اسکے خواہاں رہا کرتے تھے کہ گورنروں کے بارے میں کوئی بات اُن سے پوشیدہ نہ رہے۔جیسا کہ تم آئندہ صفحات میں پڑھو گے۔اور اس پر بھی تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ ابن عباس کو اسطرح کیسے لکھ دیا؟ اسلئے کہ مالیات کے بارے میں نرمی اور مسلمانوں کے کسی معاملے میں مداھنت (سستی اور بے پرواہی) آپؑ کی عادت نہ تھی۔تعجب تو اس پر ہے کہ حضرت علیؑ کا خط ملنے پر ابن عباس نے صرف اتنا لکھا کہ:

9۔ __عبداللہ ابن عباس نے خط میں جھوٹ لکھا اور علیؑ پر بدگمانی کا الزام لگایا__

''امابعد۔آپ کو جو اطلاع ملی وہ غلط ہے اور میں اپنے زیرِ تصرف رقم کا اوروں سے زیادہ منتظم و محافظ ہوں۔

خدا آپ پر مہربان ہو آپ بدگمانی کی باتوں میں نہ آئیں۔والسلام۔''

ایسا جواب جو نہ پڑھنے والے کو مطمئن بنا سکے نہ لکھنے والے کو الزام سے بچا سکے۔البتہ اُس سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ کاتب اپنے آپ پر غیر معمولی اعتماد رکھتا ہے اور دوسروں کو کوئی وقعت نہیں دیتا۔حالانکہ ابن عباس حضرت عمر کی صحبت میں رہ چکے ہیں اور اُن کی سیرت سے واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ گورنروں سے حساب لینے میں وہ کس قدر سخت تھے۔ابن عباس اپنے بھائی حضرت علیؑ کی صحبت میں بھی رہ چکے ہیں اور جانتے ہیں کہ مالیات کے بارے میں وہ نرم نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ اس جواب سے مطمئن نہیں ہوئے جس سے کاتب و مکتوب الیہ دونوں تشنہ رہتے ہیں۔پس آپؑ نے سختی کے ساتھ تفصیلی حساب پیش کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے ابن عباس کو لکھا کہ:۔

10۔ __عبداللہ بن عباس کو حساب پیش کرنے کا دوسرا خط لکھا گیا__

''امابعد۔میں تم سے اس وقت تک درگزر نہیں کرسکتا جب تک تم مجھ کو یہ نہ بتا دو کہ تم نے جزیہ کی کتنی رقم لی؟ کہاں سے لی؟ اور کس مد میں اُس کو خرچ کیا؟ اگر تم کو امانت سونپی گئی ہے تو اللہ سے ڈرو، میں نے تم سے اس کی حفاظت چاہی تھی۔یہ دولت جس کا بڑا حصہ تم نے سمیٹ لیا ہے حقیر ہے لیکن اس کی ذمہ داری بڑی سخت ہے۔والسلام۔''

حیرت ہے کہ ابن عباس یہ خط لیتے ہیں اور پڑھتے ہی آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔وہ مسلمانوں کے مال کی حفاظت اور انتظام کے ایک ذمہ دار گورنر کی طرح حساب و کتاب لے کر امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضری نہیں دیتے۔نہ ایک چچازاد بھائی کی طرح قرابت و اخوت کی رعایت کا حق ادا کرتے ہیں جو امام کو اس کا حقدار خیال کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مال اور مفاد کی سپرد کردہ امانت کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرلے اور اس سلسلے میں والی کو اگر امداد کی ضرورت ہے تو پیش کرے۔اور اگر کچھ بھول گیا ہے تو یاد دلائے۔اگر کچھ کوتاہی ہوگئی ہے تو نصیحت کرے۔

11۔ ابن عباس نے ایسی کوئی بات تو کی نہیں البتہ اپنے آپ کو **__امام کا مدّ مقابل اور خلیفہ کا ہم سر بنالیا اور خیال کرنے لگے کہ وہ خلیفہ کی باز پُرس اور اُس کے احتساب سے بلند و بالا ہیں__**۔الزام لگانے یا بدگمانی کی بات تو الگ رہی۔حالانکہ ابن عباس اور لوگوں سے اس حقیقت سے باخبر تھے کہ **__شیخین ہر مسلمان کو اس کا حقدار جانتے تھے کہ وہ خلیفہ سے باز پُرس کرے اور سوال کرے کہ وہ کیا کرتا ہے اور کیا نہیں کرتا__**۔اسی طرح امام بھی حق دار ہے۔بلکہ اس کا فرض ہے کہ والیوں اور حاکمون سے اُن کے کاموں کا حساب لیتا رہے اور اس سلسلے میں شدت سے کام لے تا کہ وہ کوتاہی اور غفلت نہ کریں۔اور رعایا کی بدگمانیوں سے محفوظ بھی رہیں۔پھر وہ بے بس اور کمزور لوگ جو حاکموں کے ظلم و زیادتی سے بچے رہنے کی طاقت نہیں رکھتے۔خلیفہ کی سخت نگرانی نہ رہنے

کی حالت میں اپنے حاکموں کے بارے میں بہت غلط خیال قائم کریں گے۔

12۔ ابن عباس حضرت عمر کا معمول اچھی طرح جانتے تھے۔ کہ وہ رعایا سے اُن کے حاکموں کے بارے میں الزامات اور شکایات خود حاکموں کی موجودگی میں یا غیر حاضری میں سنتے تھے۔ پھر جو کچھ بھی پیش کیا جاتا اس کی تحقیق کرتے تھے۔ تا کہ عدل وانصاف کیا جاسکے۔ اور جو ذمہ داری اپنے سر لی ہے اللہ کے سامنے اور لوگوں کے سامنے اُس سے عہدہ برآ ہوں۔ **ابن عباس یہ بھی جانتے تھے کہ بارہا حضرت عمر نے گورنروں کو معزول کرنے کے بعد اُن کی دولت تقسیم کی ہے** اور یہ کہ حاکموں کے تقرر سے پہلے وہ اُن کی دولت کا حساب کرتے تھے اور معزول کرنے کے بعد جانچتے تھے۔ اور اُن کی یہ بات گورنر منظور کرتے تھے۔ نہ انکار کرتے تھے نہ ناگواری محسوس کرتے تھے۔ اور نہ اپنے آپ کو اُس سے اُونچا خیال کرتے تھے۔ اور یہ حاکم کون لوگ تھے؟ نبیؐ کے پسندیدہ متعدد صحابہ۔ ابن عباس کو اس کا بھی علم تھا کہ بہت سے مسلمان اور غالباً وہ خود بھی حضرت عثمان سے ناراض ہوئے کہ وہ مسلمانوں کے مالی حدود سے کچھ تجاوز کرتے تھے۔ اُن کے حاکموں سے لوگ ناراض ہوئے کہ اُنہوں نے خود غرضی سے کام لیا۔ اور مسلمانوں کے مال کے بارے میں غیر معقول رویہ اختیار کر کے معاملات کو پیچیدہ کیا۔ خود حضرت عثمان کا قتل اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اور اُن کے چچازاد بھائی اسی لئے میدان میں آئے کہ نبیؐ اور شیخین کی سُنت زندہ کریں گے۔ پس حضرت علیؑ نے اپنے ایک ایک گورنر سے چاہے وہ ابن عباس ہی کیوں نہ ہوں اگر یہ مطالبہ کیا کہ وہ مسلمانوں کے اُس مال کا حساب پیش کریں جو اُن کے پاس ہے تو یہ کوئی حد سے بڑھی ہوئی بات نہ تھی۔ اور ان تمام باتوں کے بعد ابن عباس اپنے بھائی کو تمام لوگوں سے زیادہ جانتے تھے۔ اور ایک ایسا جواب لکھ سکتے تھے جس سے وہ رضامند ہوسکتے۔ جس سے اُن کو نہ تکلیف ہوتی نہ خلش۔ اور نہ گراں باری۔ وہ نرم لب ولہجہ میں یہ لکھ سکتے تھے کہ جزیہ میں انہوں نے کوئی رقم اپنی ذات کے لئے نہیں لی۔ اور یہ کہ کوئی رقم کسی غلط مد میں صرف نہیں ہوئی۔ اور یہ بھی ہوسکتا تھا کہ وہ کوفہ میں جا کر اُن سے مل لیتے اور صاف صاف اپنی باتیں اُن کو بتا دیتے۔ لیکن اُنہوں نے ان باتوں سے گریز کیا اور نہیں چاہا کہ حضرت علیؑ اپنے دوسرے گورنروں کی طرح اُن سے برتاؤ کریں۔ پس اپنا کام چھوڑ دیا نہ امام کو استعفیٰ دیا اور نہ منظوری کا انتظار کیا۔ خود ہی کام چھوڑ کر ترک مستقر کر دیا۔ اور وہ اس طرح کہ پھر کوفہ نہیں آئے۔ نہ عراق میں قیام کیا اور نہ کسی ایسی جگہ ٹھہرے کہ امام حسابات کی پیشی کا مواخذہ یا معزولی سے پہلے کچھ باز پرس کرسکے۔ بلکہ مستقر چھوڑ کر سیدھے مکہ چلے گئے جہاں امام کا اقتدار اپنا کام نہیں کرسکتا۔ (جہاں عموماً مجرم پناہ لیا کرتے ہیں) جہاں امام اُن کو اگر وہ سزا کے مستحق ہیں سزا نہیں دے سکتا۔ اور حرم میں جا کر مقیم ہوگئے۔ اپنے امام کی گرفت سے بھی آزاد اور اپنے حریف امیر معاویہ کے خطرے سے بھی بے خوف۔

13۔ ابن عباس نے اِسی غلطی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے بھائی کے حق میں ایسے الفاظ کہے جن سے اُن کو حد درجہ تکلیف پہنچی۔ جو اُن کے دل میں چبھنے والا غم اور بے چین رکھنے والا درد بن کر رہ گیا۔ ابن عباس لکھتے ہیں کہ "**اللہ سے ایسی حالت میں ملنا کہ مسلمانوں کے کچھ مال کی ذمہ داری میرے سر ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ جمل، صفین اور نہرواں کے معرکے میں بہے ہوئے خونوں کی ذمہ داری مجھ پر ہو۔**" گویا ابن عباس خیال کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے جو جنگ کی وہ اللہ کی راہ میں نہ تھی۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے مسلمانوں کا جتنا خون بہایا وہ سب کا سب ملک گیری کے لئے تھا۔ حضرت علیؑ کے لئے یہ بات کس قدر جگر خراش اور دلدوز ہے؟

14۔ بھائی کے لئے یہ سب باتیں تو لکھیں لیکن ایک بہت چھوٹی اور بہت اہم بات لکھنا بھول گئے۔ اور وہ یہ کہ اُن خونریزیوں میں وہ خود بھی بھائی کے شریک رہے۔ چنانچہ جنگ جمل وصفین میں موجود تھے۔ اور ان دونوں معرکوں میں بھائی کی فوجوں کے سپہ سالار رہے۔ پس وہ اللہ سے ایسی حالت میں نہیں ملیں گے کہ اُن کے ذمہ صرف مسلمانوں کا کچھ مال ہے بلکہ اس ملاقات میں اُن کے دامن پر اُس خون کے داغ بھی ہوں گے جو اپنے بھائی علیؑ کی

جماعت میں شریک رہ کر بہائے ہیں۔اور علیؑ میں اور ان میں ایک فرق بھی ہوگا۔علیؑ نے تو اس ایمان اور عقیدے کے ساتھ یہ خونریزی کی ہے کہ وہ حق کی راہ میں لڑ رہے ہیں۔اور اِن کی یہ ساری خونیریزی ملک گیری اور اقتدار کی ہوس میں نہیں ہوئی ہے۔

15۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت علیؑ نے اپنے بھائی کا یہ خط پڑھا تو ایک جملے سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکے۔جو دوست دشمن سبھی سے نہایت تلخ مایوسی کی ایک تصویر ہے۔فرمایا۔''**گویا ابن عباس اِن خونریزیوں میں ہمارے شریک نہ تھے۔**''

16۔ ابن عباس کا خط پڑھیئے اور اندازہ لگایئے کہ اس میں **کتنی سختی اور کیسی سنگدلی ہے**۔خلافت سے قبل ابن عباس کو حضرت علیؑ سے جو اخوت تھی۔اور خلافت کے بعد جو خلوص اور خیر خواہی تھی خط پڑھ کر دیکھئے کہ اَب اُس سے کس درجہ انکار ہے۔لکھتے ہیں کہ:۔

اَمّا بعد۔ مال میں سے کچھ لینے کی اطلاع آپ تک پہنچائی گئی ہے۔میں سمجھ رہا ہوں کہ آپ اُس کو بہت بڑھا چڑھا رہے ہیں۔بڑی اہمیت دے رہے ہیں۔خدا کی قسم زمین کے اندر جو کچھ چاندی سونا ہے اور اسکے اوپر جس قدر مال و دولت ہے سب کی ذمہ داری لیکر خدا کے پاس جانا مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ میں امارت اور اقتدار کے لئے امت کا خون بہانے کی ذمہ داری لیکر جاؤں۔جس کو آپ چاہیں اپنا حاکم بنا کر بھیج دیجئے۔''

17۔ ایک خلیفہ اور اُس کے گورنر کے درمیان اس قسم کی غیض وغضب کی بات، پھر ایک شخص اور اُسکے چچازاد بھائی کے درمیان ایسی سخت کلامی نہ ہوتی اگر ابن عباس شیخین کی اور حضرت علیؑ کی سیرت پیش نظر رکھتے اور اپنے آپ کو نظر انداز کر دیتے۔لیکن انہوں نے اپنی ذات کو ذرا بھی نظر انداز نہ کیا اور اس کا خیال نہیں کیا کہ وہ مسلمانوں کے ایک شہر پر حضرت علیؑ کی طرف سے والی ہیں۔اور یہ کہ اُنہوں نے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی ہے کہ کتاب وسنت پر عمل کریں گے۔اور رعایا میں انصاف کریں گے۔

18۔ ابوالاسود رعایا کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے اس کا حق رکھتے ہیں کہ وہ امام کے سامنے اپنے حاکم سے جھگڑا کریں۔پھر یہ کہ وہ بصرہ کے بیت المال پر امام کی طرف سے امین ہیں۔اُن کے فرائض میں سے ہے کہ حکمران کے تصرفات میں جو بات اُن کی نگاہ میں مشکوک ہو اس کی اطلاع امام کو دیں۔لیکن ابن عباس نے نہ صرف غصے میں طیش کی باتیں کیں اور حیرت انگیز بے جا تصرف کیا بلکہ اِس سے بھی بُری ایک حرکت کی جس نے نہ صرف امام کو خفا کیا بلکہ اُس سے تمام رعایا اور خصوصاً بصرے کے لوگ سخت ناراض ہوئے۔واقع یہ ہوا کہ ابن عباس مکہ روانہ ہو گئے لیکن اُس طرح خالی ہاتھ نہیں جیسا تقرر کے وقت بصرہ آئے تھے۔بلکہ بیت المال سے جتنا مال منتقل کیا جا سکتا ہے وہ سب ساتھ لے کر، حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ اس مال میں اُن کا جتنا حق ہے اتنا ہی تمام بصرے والوں کا بھی ہے۔

19۔ **ابن عباس کا اندازہ تھا کہ** بصرے کے لوگ اس مال کے لے جانے میں کسی طرح حارج نہیں ہوں گے۔جس کا اندازہ مؤرخوں نے ساٹھ (60) ہزار درہم لگایا ہے۔اس لئے **اُنہوں نے اپنے ماموؤں میں سے بنی ھلال کو بلوایا اور کہا کہ اجرت لے کر اُس کو محفوظ جگہ پہنچا دیں۔چنانچہ انہوں نے ایسا کر دیا۔** اب وہ بصرے سے نکلے۔اُن کے پاس مسلمانوں کا مال تھا۔جس کی حفاظت اُن کے ماموں کر رہے تھے یہ دیکھ کر بصرے کے لوگوں میں ہیجانی کیفیت پیدا ہوئی اور اُنہوں نے چاہا کہ جو کچھ وہ لے کر جا رہے ہیں اُن سے واپس لے لیں۔اور قریب تھا کہ بنی ھلال کے آدمیوں میں اور بصرے کے دوسرے عربوں میں آویزش ہو جائے۔بنی ھلال اپنے بھانجے کی حمایت میں غصے میں بھرے ہوئے تھے۔اور قدیم عرب عصبیت تازہ کر کے پوری قوت سے آمادہ ہو گئے تھے۔کہ اپنے عزیز کی مدد ضرور کریں گے چاہے وہ ظالم ہو چاہے مظلوم۔بصرہ کے باقی عرب طیش میں تھے کہ اُن کا مال اُن کی موجودگی میں غصب کیا جا رہا ہے۔لیکن بنی ازد کے کچھ سنجیدہ لوگوں نے موقع کی نزاکت کا احساس کیا اور اپنے پڑوسی بنوھلال کو گھروں میں کر دیا۔اِسی

طرح بنی ربیعہ کے کچھ حلیم الطبع لوگ اور احنف بن قیس اور اُس کے ساتھی تمیموں نے بھی ازدیوں کا ساتھ دیا۔لیکن بنی تمیم کے باقی آدمیوں نے طے کرلیا کہ لڑیں گے اور یہ مال واپس لے کر رہیں گے۔ چنانچہ اُن کے اور بنی ھلال کے درمیان جھڑپ شروع ہوگئی اور فریقین میں خونریزی ہونے ہی والی تھی کہ بصرہ کے کچھ عقلمند لوگ بنی تمیم کے پاس پہنچ گئے اور اُن کو جھگڑے کی جگہ سے واپس لاکر ہی اُن سے علیحدہ ہوئے۔اس کے بعد ابن عباس اطمینان کے ساتھ ماموؤں کی حفاظت میں سارا مال لے کر بیت الحرام کے سایہ اَمن میں پہنچ گئے۔اور پہنچتے ہی خوشحالی اور عیش کی زندگی جینے لگے۔مورخوں نے لکھا ہے کہ تین ہزار دینار میں تین حوروش لونڈیاں خریدیں حضرت علیؑ کو جب اس کی خبر پہنچی تو آپ نے لکھا کہ:۔

20۔ **عبداللہ ابن عباس اللہ کے لوٹے ہوئے مال سے دن رات عیاشی کررہے ہیں**

''اَمّا بعد۔ میں نے تم کو اپنی امانت میں شریک کیا تھا۔میرے گھر والوں میں تم سے زیادہ بھروسے کے لائق کوئی آدمی نہ تھا۔جو میری ہمدردی کرتا۔میری تائید کرتا۔اور امانت مجھے واپس کرتا۔ **لیکن تم نے دیکھا کہ اب بھائی کے وہ دن نہیں رہے دُشمن حملہ آور ہے۔لوگوں کی دیانت خراب اور اُمت فتنوں سے دوچار ہوچکی ہے تو تم نے بھی آنکھیں پھیرلیں۔چھوڑنے والوں کے ساتھ تم نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔اور بُری طرح اُس کو بے یارومددگار کردیا غدّاروں کے ساتھ تم نے بھی اس سے بیوفائی کی۔نہ ہمدردی کی۔نہ امانت واپس کی۔ گویا جہاد میں تمہارے پیش نظر اللہ نہ تھا**۔تم کو اپنے خدا کی طرف سے کوئی راہنمائی نہ تھی۔ **یا پھر تم محمدؐ کی اُمت کے ساتھ اُن کی دنیا حاصل کرنے کی چال چل رہے تھے۔گویا تم جزیہ کے مال سے لوگوں کی غفلت کے منتظر تھے** اور جیسے ہی موقع ملا دوڑ پڑے۔جست لگائی اور جس قدر دولت لوٹ سکے۔ایک لاغر بکری کو خون خون کردینے والے بھیڑیے کی طرح جھپٹ لیا۔سبحان اللہ کیا قیامت پر تمہارا ایمان نہیں ہے؟ اور کیا بعد میں بُری طرح حساب نہیں ہوگا۔اور کیا تم جانتے نہیں کہ حرام کھاتے ہو اور حرام پیتے ہو۔کیا تم پر گراں نہیں کہ تم لونڈیوں کی قیمت لگانے پر اور عورتوں سے نکاح پر یتیموں' بیواؤں اور اُن مجاہدین کا مال خرچ کرتے ہو جن پر اللہ کے شہروں سے مال غنیمت بھیجا ہے اللہ سے ڈرو۔قوم کا مال واپس کردو۔اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو بخدا اگر مجھے موقع ملا تو میں تمہارا انصاف کروں گا۔اور حق حقدار تک پہنچاؤں گا۔ظالم کو ماروں گا اور مظلوم کا انصاف کروں گا۔''

21۔ مذکورہ بالا الفاظ میں حضرت علیؑ نے چبھنے والے اور چٹکیاں لینے والے غم والَم کا جسطرح بیان کیا ہے،لوگوں سے انتہائی مایوسی' اُن کی وفاداری، اُن کے پاس عہد اور اَدائے امانت میں شک کی جو تصویر کھینچی ہے۔حرص وہوس کی اتباع اور صحیح مسلک پر باقی نہ رہنے کا جو نقشہ پیش کیا ہے اور ان حالات میں بھی اللہ کے حق اور مسلمانوں کے مال کے لئے جس طرح غیظ وغضب کا اظہار کیا ہے میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑھ کر بلیغ وموثر تعبیر کسی اور نے کی ہے۔لیکن اس تلخ مکتوب کا جواب ابن عباس جن الفاظ میں دیتے ہیں اُن سے اسکے سوا کچھ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ اُن کو صرف اپنی ذات پر اعتماد رہے دوسروں کی رائے اُن کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتی چنانچہ لکھتے۔

22۔ ''امابعد۔ مجھے آپ کا خط ملا۔میں نے بصرہ کے مال سے جو کچھ لے لیا ہے آپ اس کو میرے لئے بڑی اہمیت کی بات بتارہے ہیں۔ **بخدا میں نے جو کچھ لیا ہے بیت المال میں میرا حق اس سے کہیں زیادہ ہے۔**'' والسلام

اس حیرت انگیز جواب پر مجھے زیادہ وقت دینے کی ضرورت نہیں جس سے نہ کوئی حق ثابت ہوتا ہے نہ ذمہ داری ساقط ہوتی ہے (اور جرم ثابت ہے) اور اس دردانگیز خط وکتابت کو حضرت علیؑ کے جواب پر ختم کرتا ہوں۔

23۔ ''امابعد۔ آپ کی خوش فہمی حیرت انگیز ہے کہ مسلمانوں کے بیت المال میں سے آپ کو ایک عام مسلمان سے زیادہ حق ہے۔آپ کامیاب

تھے اگر یہ باطل تمنا اور بے جا دعویٰ آپ کو گناہ سے بچا سکتا۔ خدا آپ کو سلامت رکھے اس حیثیت سے آپ کی منزل کوسوں دُور ہے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے مکہ کو اپنا وطن بنالیا ہے اور وہیں ڈیرا ڈنڈا ڈال دیا ہے۔ اور مدینہ اور طائف کی جوان لونڈیاں اپنی نگاہوں سے پسند کر کے خریدی ہیں اور دوسروں کا مال دے کر اُن کی قیمت ادا کی ہے۔ بخدا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ جو کچھ آپ نے مسلمانوں کے مال سے لیا ہے وہ میرے لئے حلال ہو اور اُسے ترکہ میں چھوڑ دوں۔ پس مجھے کیوں حیرت نہ ہو کہ آپ اس حرام کو خوشی خوشی کھا رہے ہیں۔ تھوڑے دن لطف اٹھا لیجئے اور اپنی جگہ رُکے رہیے۔ آپ کے لئے وہ منزل آ گئی جہاں سے فریب خوردہ حسرت کو پکارتا ہے۔ اپنی حد سے بڑھا ہوا تو بہ کی تمنا کرتا ہے۔ اور ظالم کے دل میں باز آ جانے کی آرزو پیدا ہوتی ہے۔ لیکن وہ وقت پکارنے اور تمنا کرنے کا نہ ہوگا۔ والسلام

<u>24۔ عمر بن الخطاب نے عبداللہ بن عباس کو لارے دے کر اپنے زیرِ اثر رکھا اور اُس کی بددیانتی ظاہر کرتے رہے عہدہ نہ دیا</u>

بعض راویوں کا خیال ہے کہ حضرت عمر نے ابن عباس کو بعض مقامات کی حکومت سپرد کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر اپنے لئے اور ابن عباس کے لئے خطرہ سمجھ کر باز آ گئے۔ اپنے لئے یہ خطرہ کہ غنیمت سے کچھ کھا لینے کی تاویل کریں گے۔ اُن کے لئے یہ خطرہ کہ حکمرانی اُن کو گناہ سے آلودہ کر دے گی۔ اُن ہی راویوں کا یہ بھی خیال ہے کہ حضرت علیؑ نے جب ابن عباس کو بصرہ کا حاکم بنایا تو جو کچھ اُنہوں نے اپنی ذات کے لئے مباح کر لیا تھا اس کے لئے ذیل کی آیت کی تاویل کی۔ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوۡلِ وَلِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ۔ ''جان لو کہ جو کچھ تم کو مال غنیمت ملا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کا اور ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کا اور ایک حصہ یتیموں کا اور ایک حصہ مسکینوں کا اور ایک حصہ مسافروں کا ہے۔'' (8/41)

<u>ابن عباس رسوؐل اللہ کے قریبی رشتہ دار ہیں</u> اسلئے اُن کا خمس میں کچھ حصے کا حق ہے جو اللہ نے رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے، قرابتداروں، یتیموں مسکینوں اور ابن السبیل کیلئے مقرر کیا ہے۔ لیکن ابن عباس میری نظر میں اپنے دین اپنے علم عقل اور اپنی رائے کی صحت کے لئے اس تاویل سے بلند و بالا ہیں۔ بلاشبہ وہ جانتے تھے۔ کہ اُن کا حق اس خمس میں دوسرے قرابت داروں، یتیموں مسکینوں اور مسافروں سے بڑھ کر نہیں ہے۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اُن کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اس خمس میں سے خود ہی اپنا حق لے لیں۔ انہیں اپنا یہ حق بھی اُسی امام سے لینا چاہئے جو اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ مسلمانوں میں اُن کا مال تقسیم کرے اور اُن کے مصالح عامہ میں خرچ کرے اور اسی خمس میں سے رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں میں تقسیم کرنا ہے۔ ابن عباس کے علاوہ اگر کوئی دوسرا مسلمان یہ جانتا کہ بیت المال میں اس کا حق ہے اور وہ خود لے لیتا تو چاہے وہ اپنے حصے میں کچھ کمی بیشی نہ کرتا لیکن حدود سے تجاوز کرنے والا ہوتا اور امام کا حق ہوتا کہ اسے واجبی سزا دے۔ علاوہ ازیں ابن عباس جانتے تھے کہ اُن کے بھائی خلافت اور رشتہ داری کی بنا پر خمس کے مستحقوں میں تقسیم کے معاملے میں رسولؐ اللہ کے نقش قدم پر چلنے کے سب سے زیادہ اہل ہیں۔ تعجب ہے کہ بہت سے محدثین نے احتیاط کے پیش نظر <u>اس واقعہ کا تذکرہ نہیں کیا اُن کی نگاہ میں ابن عباس کا نبیؐ سے جو تعلق ہے اور دین میں تفقہ کا جو درجہ اُنہیں حاصل ہے اس میں اس قسم کی زیادتی اور خلیفہ کی مخالفت کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن دوسرے راویوں نے اس واقعہ کے بیان میں غلو سے کام لیا ہے اُن کا خیال ہے کہ ابن عباس نے حضرت علیؑ کے آخری خط کے جواب میں لکھا تھا کہ اگر اپنی تحریروں سے مجھے معاف نہیں رکھیں گے تو یہ مال میں امیر معاویہ تک پہنچا دوں گا جسے وہ آپ کے مقابلے پر خرچ کریں گے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ابن عباس اس حد تک نہیں پہنچے تھے۔ اور اپنے بھائی کے خلاف انہوں نے ایسی کھلی مخالفت نہیں کی تھی۔ لیکن اس واقعہ کے نتائج حضرت علیؑ کے اقتدار اور آپ کے ساتھیوں کے حق میں براہ راست بڑی مصیبت ثابت ہوئے۔</u> (علیؑ۔ صفحہ 257۔239)

(2۔ج) بہت سی خیانتوں کے باوجود ڈاکٹر طٰہٰ حسین قابل مدح وثنا ہیں

ہم ڈاکٹر طٰہٰ حسین مرحوم کو اس لئے قابل داد وتعریف سمجھتے ہیں کہ وہ سو فیصد قریشی مذہب کے عالم ہوتے ہوئے بھی اپنی رائے آزاد رکھنے میں کامیابی سے گذرتے ہیں اور اسی لئے حق سے بہت دُور نہیں نکلتے اور جب یہ بھی مان لیا جائے کہ قریش کی تیار کردہ تاریخ ہی اُن کی راہنما ہوتی ہے تو اُن کے تحسین وآفرین میں مزید اضافہ کرنا لازم ہے۔عبداللہ ابن عباس کو اپنے دل کی گہرائی سے وہ حضرت علی علیہ السلام کا چچازاد بھائی مانتے ہیں اور وہ تمام مدارج ومقامات اُس کو دیتے ہیں جو قریش ساختہ تاریخ وروایات میں دیے گئے ہیں۔اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب نے عبداللہ کی ایسی مذمت کی ہے جو کسی قریشی عالم یا شیعہ عالم سے دیکھنے کو نہیں ملی ہے۔اس لئے ڈاکٹر صاحب ہمارے لئے اور بھی زیادہ قابل احترام ہیں۔

تکلّف برطرف مجھ کو ملے اذنِ غزل خوانی

آپ قریشی اسکیم،سازش اور پروپیگنڈے کو شیطان کے حوالے کرکے یہ سمجھ لیں کہ نہ قریش نسل اسماعیل علیہ السلام سے ہیں نہ عبداللہ ابن عباس حضرت علی علیہ السلام سے کوئی رشتۂ قرابت اور عقیدت رکھتے ہیں۔نہ عبداللہ ابن عباس خلافت الٰہیّہ کو مانتے ہیں نہ حضرت علیؑ کو خلیفہ بلافصل مانتے ہیں وہ ایک سو بیس فیصد قریشی ہیں۔خلفائے ثلاثہ کے دشمنوں اور مخالفوں کو اپنا دشمن اور مخالف یقین کرتے ہیں۔وہ اُن ہی مومنین میں اللہ کے مخاطب ہیں (4/136) جو اللہ ورسوؐل پر اور قرآن،توریت،زبور وانجیل پر اللہ کی پسند ومعیار کا ایمان نہ رکھتے تھے۔جن کو بار بار حقیقی ایمان لانے کو کہا گیا لیکن وہ اپنے خود ساختہ اللہ ورسول اور کتب خداوندی پر ایمان رکھتے رہے۔اور اللہ ورسوؐل اور قرآن کی ہر بات اور ہر حکم اور ہر مسئلہ کو اپنی قومی یا قریشی مصلحت کا ہم نوا بنا کر اختیار کرنا ان کی سنت رہی ہے۔اللہ کے متعلق اُن کا عقیدہ یہ رہتا چلا آیا ہے کہ (معاذ اللہ) ہر کام اللہ کے حکم سے ہوتا ہے خواہ قتل ہو زنا ہو یا چوری ہو اللہ کی مدد اور تائید حاصل نہ ہو تو نہ کوئی قاتل کسی کو قتل کرسکتا ہے نہ زانی زنا کرسکتا ہے نہ ڈاکو ڈاکہ ڈال سکتا ہے۔اسی اصول کی روشنی میں اُن کے علماء یزید پر لعنت سے منع کرتے اور لکھتے آئے ہیں اور اُس کے لئے دُعائے مغفرت کی تاکید کرتے ہیں۔لہٰذا یہ وہ اللہ نہیں جس کا نازل کردہ یہ رسولؐ اور قرآن ہے اسی غلط عقیدے کی وجہ سے اللہ پر دوبارہ ایمان لانے کا حکم ہوا (4/136) رسوؐل کے متعلق اُن کا یہ عقیدہ ہے (معاذ اللہ) کہ بالکل اُن ہی ایسا انسان تھا غلطیاں بھی کرتا تھا لوگوں سے مشورے لے کر احکام دیتا تھا۔عمدہ رائے کے مقابلے میں اپنا حکم یا فیصلہ بدل دیا کرتا تھا۔قرآن کے متعلق اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ اس میں قیامت تک آنے والے انسانوں کی تمام ضروریات کے مسائل نہیں ہیں (31۔25/27) اور (6/66) اس لئے حکم ہوا تھا کہ قرآن اور رسوؐل پر ایمان لاؤ (4/136)۔توریت،زبور اور انجیل کو وہ منسوخ بمعنی متروک یعنی ناقابل عمل سمجھتے تھے اس لئے انہیں حکم دیا گیا تھا کہ قرآن سے پہلی تمام کتابوں پر ایمان لاؤ (4/136) چونکہ اُن ہی مومنین نے دورانِ حیاتِ رسوؐل قتلِ رسوؐل کی عملی کوششیں کیں (انفال 8/30) (توبہ 9/74) (تفہیم القرآن جلد 2 حاشیہ 84) اور آخرکار بیماری کے دوران دوا کی جگہ زہر پلا کر قتل کردیا (بخاری) تاکہ وہ رسوؐل کی جگہ اپنی قومی حکومت بنا سکیں اور اللہ اور قرآن کی تنفیذ اپنے مصالح کے ماتحت کرلیں۔چنانچہ اُس قوم قریش (25/30) کا پہلا حکمران حضرت ابوبکر تھا دوسرا قوم کا سب سے بڑا اور کامیاب لیڈر حضرت عمر تھا اور تیسرا اُن دونوں کے قدم بقدم چل کر مارے جانے والا حکمران حضرت عثمان تھا۔اسی قومی خلافت کے دوران چوتھے **قریشی خلیفہ** معاویہ بن ابوسفیان نے تاریخ سازی اور روایت وحدیث نوازی وغیرہ کی ابتدا کی اور اُن ہی کے ادوارِ حکومت میں یہ ریکارڈ تیار کرایا گیا جس میں قریش رسوؐل اللہ کے ہم قوم وہم نسب اور بزرگ بنا دئے گئے اور عبداللہ بن عباس جیسے غدّار محسن کُش اور لٹیرے حضرت علی علیہ السلام کے چچازاد بھائی بنائے گئے اور حضرات ابوبکر عمر وعثمان اور دیگر لیڈروں کو رسوؐل کے داماد وخسر اور مختلف رشتے دار بنا کر مختلف مدارج اور القاب سے سجایا گیا۔یہ خلافت نہ

بنی ہوتی تو قریش کا نام ونشان تک کہیں نہ ملتا اور اگر کچھ ملتا تو یہ کہ:۔''**قریش نہ کسی مُربی یعنی پالنے والے کا نام ہے نہ کسی مُربّیہ کو کہا جاتا ہے نہ کسی قوم کا نام ہے نہ کسی فرد کا نام ہے نہ یہ کوئی ماں ہے نہ باپ ہے یہ تو نسب کا دیوان ہے۔(طبری جلد اول صفحہ 46)**

سات آٹھ صدیوں کے اِس دورِ حکومت نے جہاں اسلام اور اسلامی تصورات کو گہن لگا دیا وہیں اپنی قوم کو چار چاند لگا دیئے اور آج جو کچھ اسلامی ریکارڈ کہہ کر پیش کیا جاتا ہے وہ سب کچھ قریش ساز کہانیاں اور افسانے ہیں۔

جس نے حکومت بنائی وہ خلیفہ دوم تھے اور جس نے علیؑ کے ہاتھوں سے حکومت چھنوائی اور باقی رہی وہ عبداللہ بن عباس تھے۔

حضرت عمر کا قومی حکومت بنانا مسلمات میں سے ہے قومی حکومت بنا کر اُسے ایسی متمدن، باوقار و مالدار و فاتح بنانا یہ ان کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔حضرت عثمان تک حکومت کو پہنچایا اور معاویہ کو تیار رکھنا کہ وہ حضرت علیؑ سے حکومت لے یہ حضرت عمر کی دانشوری اور لیڈرشپ کا نتیجہ تھا۔حضرت علیؑ کے ہاتھوں طلحہ وزبیر اور معاویہ کو نا کام رکھا بار بار شکست دی۔مگر معاویہ تک حکومت پہنچانے کا خفیہ انتظام بھی کر گئے اور عبداللہ ابن عباس کو تیار کر گئے کہ وہ مناسب اوقات وایام میں کیا کیا رول ادا کرے؟ یہ تمام پارٹ ادا کرنے میں عبداللہ ابن عباس نے ثابت کر دیا کہ حضرت عمر کی ساری سوجھ بوجھ وبصیرت اور منصوبے کا شاہ کار عبداللہ بن عباس تھا۔اور حضرت عمر نے اِس کی تربیت وتعلیم وتہذیب میں اپنا سارا کمال صرف کر دیا تھا۔علامہ شبلی سے عبداللہ ابن عباس اور عمر بن الخطاب کا رشتہ تعلق اور قربت سنئے:۔

علم الفقہ کا مَرْجع، مرکز۔ مُعلّم اور درس گاہ اور طالبانِ علم

۔''فقہ کے جس قدر سلسلے آج اسلام میں قائم ہیں سب کا مرجع حضرت عمر کی ذاتِ بابرکات ہے۔بلاد اسلام میں جو مقامات فقہ کے مرکز مانے جاتے ہیں وہ یہ ہیں **مکہ معظّمہ۔مدینہ منورہ۔بصرہ۔کوفہ۔شام**۔اس انتساب کی وجہ یہ ہے کہ فقہ کے بڑے بڑے شیوخ اور بانیٔ فن اِن ہی مقامات کے رہنے والے تھے۔مثلاً مکہ معظّمہ کے شیخ **عبداللہ بن عباس** تھے۔مدینہ منورہ کے **زید بن ثابت وعبداللہ بن عمر**۔کوفہ کے **حضرت علیؑ عبداللہ بن مسعود ابو موسیٰ اشعری**۔شام کے **ابودرداء ومعاذ بن جبل**۔ان میں (حضرت علیؑ کے سوا) اکثر بزرگ حضرت عمر ہی کی صحبت سے مستفید ہوئے تھے۔اور خاص کر **عبداللہ بن عباس۔عبداللہ بن عمر عبداللہ بن مسعود تو ان کے ساختہ پرداختہ تھے**۔عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ عمر کے ساتھ ایک ساعت کا بیٹھنا میں سال بھر کی عبادت سے بہتر سمجھتا ہوں۔**عبداللہ بن عباس کو گویا حضرت عمر نے اپنے دامن تربیت میں پالا تھا۔یہاں تک کہ لوگوں کو اس پر رشک ہوتا تھا۔صحیح بخاری میں خود عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عمر مجھ کو شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے اس پر بعض بزرگوں نے کہا کہ آپ اس نوعمر کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں اور ہمارے لڑکوں کو جوان کے ہمسر ہیں کیوں یہ موقع نہیں دیتے۔حضرت عمر نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جس کی قابلیت تم کو معلوم نہیں۔محدث عبدالبر نے استعاب میں لکھا ہے**۔ کَانَ عمر یحب ابن عباس ویقربہ یعنی حضرت عمر ابن عباس کو محبوب رکھتے تھے اور اُن کو تقرب دیتے تھے۔اکثر ایسا ہوتا کہ حضرت عمر کی مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوتا۔عبداللہ ابن عباس اُس کا جواب دینا چاہتے لیکن کمسنی کی وجہ سے جھجکتے۔حضرت عمر اُن کی ہمت بندھاتے اور فرماتے کہ علم سِن کی کمی اور زیادتی پر موقوف نہیں۔کوئی شخص اگر عبداللہ ابن عباس کے مجتہدات کو حضرت عمر کے مسائل سے ملائے تو صاف نظر آئے گا کہ دونوں میں استاد اور شاگرد کا تناسب ہے۔''(الفاروق حصہ 2 صفحہ 108)

عبداللہ ابن عباس کو ایک نہ بھولنے والا عملی سبق جو کام آیا اور دوسروں نے بھی اسے نہ بھلایا

دوسرے مقام پر شبلی نے لکھا ہے کہ:۔''حمص کا عامل جب مر گیا تو حضرت عبداللہ بن عباس کو مقرر کرنا چاہا لیکن چونکہ اُن کی طرف سے مطمئن نہ تھے اس

لئے بلا کراُن سے کہا **فی نفسی منک شی ء** یعنی میرے دل میں تمہاری طرف سے ذرا کھٹکا ہے۔اُنہوں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا **انّی خَشَیتُ عَلَیک اَنْ تاتی عَلَی الفئ هُوَ آت** یعنی مجھکو ڈر ہے کہ تم محاصل مُلکی پر تصرف نہ کرو۔'' یہ صرف سوءظن نہ تھا بلکہ وقوع میں بھی آیا حضرت علیؑ نے اپنے عہد خلافت میں جب حضرت عبداللہ کو عامل مقرر کیا تو اُنہوں نے بیت المال میں سے بہت سی رقم لے لی اور جب حضرت علیؑ نے باز پُرس کی تو لکھ بھیجا ابھی میں نے اپنا پورا حق نہیں لیا ہے۔(الفاروق حصہ دوم 91۔90)

عبداللہ ابن عباس تاریخی حیثیت سے بھی عمر بن الخطاب اور قریش کے حامی تھے

قارئین نے دیکھا ہے کہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین جیسے بے باک عالم نے اپنے آخری پیراگراف میں عبداللہ ابن عباس جیسے ملعون کی طرفداری کا رُخ اختیار کرلیا اور لکھ دیا کہ وہ عداوت وسرکشی وبغاوت کی اُس حد تک نہ گیا ہوگا۔لیکن ہم کہتے ہیں کہ جس زمانے میں عبداللہ بن عباس نے دشمنی کو چھپائے رکھا وہ اُس زمانے میں بھی قریش اور قریشی مقاصد کا پُرخلوص حامی تھا اور اس خلوص وحمایت کا ہر قریشی لیڈر کو یقین تھا۔حضرت علیؑ تو اللہ ورسوؐل کی طرح ظاہری حالت اور ظاہری بیانات کے مطابق عمل کرتے تھے۔دوست بننے والوں سے دوستی کی نظر وسلوک کرتے تھے مومنین بننے والوں کو مومن سمجھ کر حقوق دیتے تھے۔لہٰذا عبداللہ کو چچازاد بھائی کی حیثیت دے رکھی تھی اور اس حالت پر عمر گزار دی۔باطن پر نہ اللہ کوئی فیصلہ کرتا ہے نہ رسوؐل کرتے تھے۔لیکن وہ اللہ ہے، وہ رسوؐل ہیں اور وہ امام برحق علی علیہ السلام ہیں۔مگر ہم نہ اللہ ہیں، نہ رسوؐل ہیں، نہ ہم امامؑ ہیں۔لہٰذا ہمارے فیصلے واقعات کی تحقیقات اور چھان بین کے بعد ہوں گے۔اُن میں ظاہر و باطن رکاوٹ نہ بنیں گے۔عبداللہ بن عباس روزِ اوّل سے وہی ذہنیت رکھتے تھے، وہی خمیر رکھتے تھے، وہی عصبیت رکھتے تھے جو قریش میں تھی۔وہ باقی قریش کی طرح اپنی قوم، لیڈرانِ قوم اور مقاصد ومصالح قومی کے پرستار تھے۔اُن کے متعلق یہ مان لینا کہ وہ اپنی قوم کے خلاف علیؑ ومحمدؐ کے طرفدار ہوسکتے ہیں یا ہوگئے ہیں اُمید کے خلاف مان لینا ہے۔ہم نے اپنے بیانات اور تحریروں میں اور اللہ نے اپنی آیات میں یہ فیصلہ کررکھا ہے کہ قریش میں سے کوئی شخص نہ حقیقی مومن ہوسکتا ہے نہ محمد وعلی علیہما السلام کا دوست ہوسکتا ہے۔

قریش نے قرآن سے،حدیث سے فراڈ کیا اور قریشی علماء نے اس میں مدد جاری رکھی ہے

قریش کا قرآن اور رسوؐل سے فراڈ کرنا جگہ جگہ قرآن سے ثابت ہے (31۔25/30) تو اور کونسی ایسی چیز ہوسکتی ہے جس کے ساتھ وہ فراڈ نہ کریں؟ لہٰذا اُن کے اصول پروپیگنڈا کے ماتحت کئی ہزار جگہ یہ لکھا گیا اور برابر لکھا جارہا ہے کہ قریشی قوم عموماً اور بنی عدی وبنی تیم وبنی امیہ خصوصاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔لوگوں نے مان لیا اور خود بھی لکھنے، ماننے اور کہنے لگے۔کسی نے تحقیق کی ضرورت محسوس نہ کی۔نسل رسوؐل کو اُنہوں نے قیداری قرار دیا۔بعض نے تحقیق کی تو وہ قیداری کے بجائے نبطی ثابت ہوئے۔حضرت علی علیہ السلام نے خود کو نبطی اور کوثی فرمایا پھر بھی اُن کو قیداری لکھا جاتا رہا اور خود سید کہلانے والے علماء تک نے قیداری مان لیا۔ہم نے قریشی مسلمات اور خود ساختہ مفروضات کی پول کھولی اور ہر چیز کو سیدھا کردیا۔لہٰذا قارئین قریشی پروپیگنڈے اور اصرار وتکرار کو نظرانداز کردیں اور سمجھ لیں کہ قریش قرآن، رسوؐل اور علیؑ کی آڑ لے کر غلط چیزوں کو صحیح بنانے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہیں گے۔حضرت علیؑ نے بغاوت نہ کی، تلوار نہ اُٹھائی تو اُنہوں نے اسی بنیاد پر خلافت کو برحق اور خلفائے ثلاثہ کو برحق خلفا قرار دیا۔لیکن حضرت علی علیہ السلام نے جن صحابہ وزوجہ رسوؐل کے خلاف تلوار اُٹھائی قریشی علماء نے تو اُنہیں بھی برحق اور جنتی قرار دیا ہے۔حالانکہ وہ برحق امام کے باغی مان لئے گئے۔برحق امام کا باغی جہنمی مانا جانا چاہئے تھا۔مگر قریشی علماء قریش کو جہنمی نہ کہیں گے، بہانے تلاش کریں گے، فراڈ کریں گے، انہیں جنتی بنا کر چھوڑیں گے۔حضرت علیؑ نے جنگ جمل میں قتل ہونے والوں پر نماز جنازہ پڑھی تھی یہ کہانی اس لئے بنائی گئی کہ حضرت علی علیہ السلام کے نماز پڑھنے سے

پہلے اُن باغیانِ (اللہ ورسوؐل اور) خلیفہ برحق، کومسلمان بنائیں پھر شہادت کا درجہ دے کر جنتی بنادیں لیکن یوں تو انہوں نے اپنا مذہب ترک کردیا۔ ارے دوستو! تمہارے یہاں تو حضرت علی علیہ السلام معصوم نہیں لہٰذا ایک خطا کار نے اگر باغیوں کی نماز جنازہ پڑھ دی تو ایک خطا کی ہے وہ خطا بہت سے بہت خطائے اجتہادی ہوسکتی ہے مگر ایسی خطا تو نہیں ہوسکتی کہ چوکور باغیوں کو مسلمان اور شہدا اور جنتی بنادے۔ تم وہی تو ہو جو عبداللہ بن اُبی کو جنتی نہیں مانتے حالانکہ رسوؐل اللہ نے اُس کے جنازے پر نماز پڑھی تھی اور کہتے ہو کہ وہ منافقوں کا سردار تھا۔ بتاؤ جب رسوؐل کی نماز سے ایک منافق نہ مسلمان بنا نہ جنتی بنا تو تم حضرت علیؑ کی نماز سے باغیانِ اسلام اور اللہ ورسوؐل سے جنگ کرنے والوں کو مسلمان، شہید اور جنتی بنائے دے رہے ہو۔ یہ کون سا مذہب ہے؟ علیؑ نے تلوار نہیں اُٹھائی لہٰذا غاصبانِ خلافت مسلمان بھی رہے صحابہ بھی رہے۔ علیؑ نے نماز پڑھ دی تو باغیانِ خدا اور رسوؐل شہداء اور جنتی ہوگئے۔ علیؑ نے غاصب وغادر وخائن قرار دیا تو کچھ نہ ہوا؟ کہو یہ کون سا دھرم ہے؟ قارئین یاد رکھیں قریش کی ساری تاریخ فریب سے بھری پڑی ہے۔ اُن کی تفاسیر اور لُغات میں بھی اہل علم کے ساتھ انتہا کی فریب سازی کی گئی ہے۔

(نمبر22) خط   اِلٰی عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ: عبداللہ ابن عباس کو لکھا گیا تھا

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: مَا انْتَفَعْتُ بِكَلَامٍ بَعْدَ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ كَانْتِفَاعِيْ بِهٰذَا الْكَلَامِ.

اور عبداللہ ابن عباس کہا کرتے تھے کہ جتنا فائدہ مجھے حضرت علیؑ کے اس کلام نے پہنچایا ہے اتنا فائدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے کلام کے علاوہ مجھے اور کسی کے کلام نے نہیں پہنچایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْمَرْءَ قَدْيَسُرُّهٗ دَرْكُ مَالَمْ يَكُنْ لِيَفُوْتَهٗ وَيَسُوْءُهٗ فَوْتُ مَالَمْ يَكُنْ لِّيُدْرِكَهٗ،	1	بعد از حمد وثنا اور درود کے سنو کہ کبھی آدمی کو ایسی چیز کا حاصل کر لینا مطمئن اور خوش کردیتا ہے جو اُس کے ہاتھوں سے نکل جانے والی ہوا کرتی ہے۔ اور کبھی اُسے ایسی چیز کا ہاتھ سے نکل جانا دکھ دیتا ہے جو اُسے ملنے والی ہوتی ہی نہیں ہے۔
فَلْيَكُنْ سُرُوْرُكَ بِمَا نِلْتَ مِنْ اٰخِرَتِكَ، وَلْيَكُنْ اَسَفُكَ عَلٰى مَا فَاتَكَ مِنْهَا،	2	چنانچہ تمہاری مسرت کی بنیاد ان چیزوں پر ہونا چاہئے جو آخرت میں برقرار رہیں۔ اور تمہارا غمگین ہونا بھی اُن ہی چیزوں پر منحصر رہنا چاہئے جو آخرت والی چیزوں میں سے ضائع ہوجائیں۔
وَمَانِلْتَ مِنْ دُنْيَاكَ فَلَا تُكْثِرْ بِهٖ فَرَحًا، وَمَافَاتَكَ مِنْهَافَلَا تَأْسَ عَلَيْهِ جَزَعًا،	3	اور جو چیزیں تمہیں تمہاری دُنیا تک محدود ملیں اُن پر مسرت میں کثرت نہ کیا کرو اور دُنیا والی چیزوں میں سے جو چیز ضائع ہوجائے اُس پر مایوسی اور واویلا نہ کیا کرو۔
وَّلْيَكُنْ هَمُّكَ فِيْمَا بَعْدَالْمَوْتِ.	4	بلکہ تمہاری تمام کوشش اور ہمت اُن چیزوں کے متعلق ہونا چاہئے، جو موت کے بعد تمہارے کام آئیں۔

تشریح:۔ حضور علیہ السلام کے یہ چاروں جملے واقعی اسی وزن کے ہیں جو کتاب میں عبداللہ بن عباس سے منسوب کر کے لکھا گیا ہے۔ قارئین نے چونکہ عبداللہ بن عباس کا حال تفصیل سے پڑھا ہے اور اُنہیں یقین ہوگیا ہوگا کہ اس منافق کو حضرت علی علیہ السلام کا کوئی کلام نفع نہ پہنچا سکتا تھا۔ اس لئے ہمیں تو حضوؑر کی اس نصیحت سے یہ سمجھنا چاہئے کہ حضوؑر عبداللہ ابن عباس کو قوم قریش کا ایک پختہ کار اور دُنیادار عیاش فرد سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ اُس کی مسرت و

ملال کا معیار بڑا اتھرڈ کلاس ہے۔اس لئے اُس کا راستہ روکنے کی خاطر یہ نصیحت کی ہے۔اور فرض ادا فرمایا ہے۔اور بس۔

(نمبر 23) وصیت قَالَهُ قُبَيْلَ مَوْتِهِ عَلٰى سَبِيْلِ الْوَصِيَّةِ لَمَّا ضَرَبَهُ ابْنُ مُلْجَمٍ لَعَنَهُ اللّٰهُ

جب ابن ملجم ملعون نے آپؑ کے سرمبارک پر تلوار ماردی تو انتقال سے کچھ پہلے آپ نے بطور وصیت ارشاد فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

وَصِيَّتِيْ لَكُمْ اَنْ لَاتُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا، وَمُحَمَّدٌ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ،فَلَا تُضَيِّعُوْا سُنَّتَهٗ،	1	تم سے میری وصیت یہ ہے کہ تم لوگ کسی کو بھی اللہ کا شریک نہ بنانا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی سنت کو ضائع نہ کرنا۔
اَقِيْمُوْا هٰذَيْنِ الْعَمُوْدَيْنِ وَاَوْقِدُوْا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ وَخَلَاكُمْ ذَمٌّ.	2	اِن دونوں ستونوں کو قائم رکھنا اور ان دونوں چراغوں کو روشن کئے رکھنا، اگر تم نے ایسا کیا تو مذمت اور برائی تم سے رخصت ہوگی۔
اَنَا بِالْاَمْسِ صَاحِبُكُمْ وَالْيَوْمَ عِبْرَةٌ لَكُمْ، وَغَدًا مُفَارِقُكُمْ،	3	میں کل تک تمہارا مالک اور ساتھی اور ہم صحبت تھا اور آج تمہارے لئے درسِ عبرت ہوں اور کل تم سے جدا ہو جاؤں گا۔
اِنْ اَبْقَ فَاَنَا وَلِيُّ دَمِيْ، وَاِنْ اَفْنَ فَالْفَنَاءُ مِيْعَادِيْ،	4	اگر میں زندہ رہ گیا تو میں خود ہی اپنے خون اور انتقام کا حاکم اور ولی ہوں گا۔اور اگر مر گیا تو میری موت ہی میری وعدہ گاہ ہے۔
وَاِنْ اَعْفُ فَالْعَفْوُ لِيْ قُرْبَةٌ،وَهُوَ لَكُمْ حَسَنَةٌ،فَاعْفُوْا،اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ؟	5	اور اگر میں معاف کردوں تو معاف کرنا میرے لئے قربتِ الٰہی کا سبب بنے گا۔اور وہ تمہارے لئے بھی نیکی ہوگی۔چنانچہ تم بھی معاف کر دینا۔کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے؟
وَاللّٰهِ مَا فَجَأَنِيْ مِنَ الْمَوْتِ وَارِدٌ كَرِهْتُهٗ،	6	اللہ کی قسم مجھ پر موت کا وارد ہونا ایسا نہیں ہے کہ مجھے اُس کا آنا ناگوار گذرا ہو،
وَلَا طَالِعٌ اَنْكَرْتُهٗ،	7	اور نہ ہی یہ ایسا حادثہ ہے کہ مجھے اس سے برا محسوس ہوا ہو۔
وَمَا كُنْتُ اِلَّا كَقَارِبٍ وَّرَدَ،وَطَالِبٍ وَّجَدَ،	8	اور میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک پانی کا تلاش کرنے والا تھا جسے پانی مل گیا۔اور طلبگار تھا جس نے پالیا۔
وَمَا عِنْدَاللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ.	9	اور اللہ کے پاس تو نیک لوگوں کے لئے بھلائی کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں۔''

تشریح:۔ ہم نے بار بار اور طرح طرح سے محمدؐ اور آئمہ معصومین صلی اللہ علیہم اجمعین کے متعلق پڑھا ہے اور ہر بیان ودلیل پر یقین آتا رہا ہے کہ یہ حضرات علیہم السلام ہم لوگوں کی طرح نہیں مرتے بلکہ اُن کا مرنا درحقیقت انتقال ہوتا ہے۔یعنی ایک حالت کو بدل کر دوسری حالت میں نکل جانا۔یعنی مادیات کے اُلجھاؤ سے نکل کر ابدی حیات کی ہمہ گیری آزادی سے سرفراز ہو جانا۔<u>وہ حضرات علیہم السلام تو حقیقتوں کی بنیاد ہیں۔ہم تو لوگوں کو یہ یقین دلا دیتے ہیں کہ اگر وہ سرکار رجعت علیہ السلام سے مربوط ہو جائیں تو یہیں اسی زندگی میں حیات وابدی اختیارات حاصل کرلیں گے</u> اور چند گھنٹوں میں اس موت اور موت کے حالات سے پار نکل جائینگے۔اس یقین واطمینان کے باوجود ہمیں اُن حضرات کی موت اور موت کا عنوان دیکھ کر دلدوز تکلیف

وُ دُکھ ہوتا ہے۔ دل بیٹھنے لگتا ہے، آنسو رُوکے نہیں رُکتے، آواز بیٹھ جاتی ہے، بالکل وہی حالت طاری ہوتی ہے جیسے ماں یا باپ یا بیٹا آنکھوں کے سامنے دم توڑ رہے ہوں۔ ہماری یہ حالت ہی حقیقی انسانیت ہے۔ یعنی یہ ثبوت ہے اس حقیقت کا کہ ہم کو اُن ہی حضراتؑ کے سامان سے بنایا اور پیدا کیا گیا تھا۔ بس یہ سامان جوش میں آجاتا ہے اور ہمیں زور لگا کر اُنکی طرف کھینچتا رہتا ہے۔ بہر حال یہاں حضرت علی علیہ السلام بہتر (72) گھنٹے سے سر شگافتہ حالت میں سہارا لئے بیٹھے ہیں۔ سب سے زیادہ چاہنے والی اور سب سے زیادہ کمزور ہستی یعنی حضرت فاطمہؑ زہرا علیہا السلام یہ غم دیکھنے سے پہلے ہی اُٹھالی گئی ہیں۔ جن سے ملاقات موجودہ صدمہ کو حضرت علی علیہ السلام کے دل سے کم کر رہی ہے۔ مادر گرامی کی عدم موجودگی حسنینؑ وزینبؑ وام کلثوم علیہم السلام کے محزون چہروں پر موجود ہے اور حضور علیہ السلام اس سے غافل نہیں ہیں۔ سارا کنبہ وصیۃ کی لفظ سن کر موجود وگوش بر آواز ہے۔ سرکار علیہ السلام ٹوٹی ہوئی اُمیدوں کو جوڑنے والے الفاظ ''اگر زندہ رہا'' فرما کر چہروں کو دیکھتے جارہے ہیں۔ فطری طور مستورات اور بچوں پر اطمینان کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ لیکن حسنین وعباس علیہم السلام ذمہ دارانہ سنجیدگی سے وصیت کا ہر ہر لفظ سن رہے ہیں۔ حضورؑ اُنہیں اس ماحول سے بلند کرنے اور اللہ کی طرف متوجہ کرنے کیلئے مغفرت کا سہارا دیتے ہیں۔ اپنی ذاتی مغفرت الگ وہ تو ساری نوع انسان کی مغفرت کا ذمہ دار کنبہ ہے۔ لہٰذا معافی کی سفارش نہ بھی کی ہوتی تو یہاں سے معافی کے سوا کچھ نہ ملتا۔ حضرت علیؑ قربت الٰہی کی فکر میں ہیں تو اُن کے یہ بچے یہ بچیاں یہ بیٹے یہ بیٹیاں یہ پوتے یہ نواسیاں سب ہی تو ذریعۂ قرابت خداوندی ہیں۔ البتہ انہیں موت کا آنا ناگوار ضرور گزر رہا ہے اور گزرے گا۔ یہ اُسی قسم کی ناگواری ہوگی جو آپؑ کو اپنے والد اور والدہ گرامی اور آنحضرتؐ سے ایسی ہی جدائی میں گزری تھی۔ جس طرح آپؑ کامیاب گزر گئے تھے یہ بھی سب کے سب کامیاب گزر جائیں گے۔ ان پر وہ زمانہ آنے والا ہے جب آپؑ، حضرت فاطمہؑ اور آنحضرت علیہم السلام بے چین ہو کر اُن کی غمگساری کے لئے آئینگے۔ ساری کائنات لرز رہی ہوگی۔ ہر طرف صدائے واویلا بلند ہوگی مگر یہ حاضرینِ وصیت چمکتے چہروں کے ساتھ مطمئن ہوں گے۔

صرف دو ستون اور دو (2) چراغوں کی حفاظت؟

اس وصیت کو ضابطۂ حیات بنانے کیلئے پہلا جملہ فرمایا گیا ہے۔ اِس پر قارئین کو بھی عمل کرنا ہوگا۔ لہٰذا غور فرمائیں کہ راہنمائے کائنات نے کائناتی راہنماؤں سے کیا تاکید فرمائی ہے؟ یہ ساری کائنات اور تمام کائناتی موجودات ومخلوقات اور کارخانۂ ھست وبود صرف دوستونوں پر قائم ہے اور صرف دو چراغوں سے روشن ہے اور وہ ہیں۔ **1۔ ہمہ گیر توحیدِ خداوندی اور 2۔ ہمہ گیر سُنتِ محمدیؐ**؟؟ یعنی ان دو (2) چیزوں میں سارا دین، دین کی تمام عبادات واحکامات اور رسومات وقواعد وضوابط، شریعت وحقیقت، تصوف وسلوک ریاضت سب داخل ہیں۔ اور اسی بنیاد پر فرمایا گیا ہے کہ:۔

نہ ذکر خفی ونہ جلی راداَنم۔ نہ شیخ ومشائخ نہ وَلی راداَنم۔ مولائے خود وپیر خود ومرشدِ خود۔ اللہ ومحمدؐ وعلیؑ راداَنم۔ (5/55) نہ عبادت کے خفیہ طور طریقوں کو جانتا ہوں نہ اعلانیہ سے واقف، نہ شیخوں کو نہ شیخ ساز ولیوں کو نظروں میں سماتا ہوں میں تو اپنا پیر ومرشد اور مولا صرف اللہ ومحمدؐ وعلیؑ کو مانتا اور جانتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ میری نماز وعبادات میں اللہ ومحمدؐ وعلیؑ ایک جگہ اور ہر جگہ موجود رہتے ہیں۔ ان میں تفرقہ ڈالنے والی خواہ نماز ہو یا کوئی اور عبادت ہو وہ شرک ہے۔ سنتِ رسولؐ کے خلاف ہے اور اس کا نتیجہ وہی ہے جو صدیوں سے سامنے کھڑا مسکرا رہا ہے۔

(نمبر24) وصیت

بِمَا يُعْمَلُ فِیْ اَمْوَالِهٖ كَتَبَهَا بَعْدَ مُنْصَرِفِهٖ مِنْ صِفِّيْنَ

آپؑ کی وصیت اپنے اموال میں عمل درآمد کے متعلق، جسے آپؑ نے صفین سے واپسی پر تحریر فرمایا تھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

هٰذَامَاَامَرَبِهٖ عَبْدُاللّٰهِ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اَمِيْرُالْمُؤْمِنِيْنَ فِیْ مَالِهٖ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ لِيُوْلِجَهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَيُعْطِيَهُ بِهِ الْاَمَنَةَ،	1	یہ وہ وصیت ہے جسکا حکم اللہ کے بندے امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کیطرف سے جاری ہوا ہے جسکی رو سے میرے مال میں ایسا عمل درآمد اختیار کیا جائیگا جس سے اللہ کی رضامندیاں مطلوب ہیں تاکہ اللہ مجھے جنت میں داخلہ عطا کرکے امن وآسائش سے نوازے۔
وَاَنَّهُ يَقُوْمُ بِذٰلِكَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ: يَاْكُلُ مِنْهُ بِالْمَعْرُوْفِ،وَيُنْفِقُ مِنْهُ فِی الْمَعْرُوْفِ،	2	اس وصیت پرعمل کرنے کی ذمہ داری حسنؑ بن علیؑ کی ہے۔ وہ اس مال میں سے عالمی پسندیدگی کے مطابق اپنا آزوقہ لیتے رہیں گے اور اس مال کو بھی عالمی پسند کے ماتحت صرف کیا کرینگے۔
فَاِنْ حَدَثَ بِحَسَنٍ حَدَثٌ وَّحُسَيْنٌ حَیٌّ قَامَ بِالْاَمْرِ بَعْدَهُ،وَاَصْدَرَهُ مَصْدَرَهُ،	3	اگر حسنؑ کو ایسا حادثہ پیش آجائے جس سے وہ یہ ذمہ داری پوری کرنے کے قابل نہ رہیں اور حسینؑ زندہ ہوں تو وہ اُنکے قائم مقام ہونگے اور اس ذمہ داری کو حسب تحریر ادا کرتے رہیں گے
وَاِنَّ لِبَنِیْ فَاطِمَةَ مِنْ صَدَقَةِ عَلِيٍّ مِثْلَ الَّذِیْ لِبَنِیْ عَلِيٍّ،	4	اور یقیناً اس مال میں سے جتنا حصہ واختیار اولاد فاطمہؑ کا ہے اُتنا ہی اور اُسی کے مانند اولاد علیؑ کا بھی حصہ واختیار ہے۔
وَاِنِّیْ اِنَّمَا جَعَلْتُ الْقِيَامَ بِذٰلِكَ اِلَی ابْنَیْ فَاطِمَةَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَقُرْبَةً اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ،وَتَكْرِيْمًا لِحُرْمَتِهٖ،وَتَشْرِيْفًا لِوُصْلَتِهٖ.	5	اور یقیناً میں نے جان بوجھ کر اپنے اموال کا انتظام فاطمہؑ کی اولاد کو سپرد کیا ہے اللہ کی رضامندیوں کیلئے، رسولؐ کی قربت وخوشنودی کی خاطر اور آنحضرتؐ کی عزت وحرمت اور تکریم کی خاطر اور اُن سے قرابتداری کے شرف کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔
وَيَشْتَرِطُ عَلَی الَّذِیْ يَجْعَلُهُ اِلَيْهِ اَنْ يَّتْرُكَ الْمَالَ عَلٰی اُصُوْلِهٖ،.	6	اور اِس مال کے منتظم پر لازمی شرط یہ رہے گی کہ وہ اُسے اُسکی اصلی حالت پر قائم رکھے گا۔
وَيُنْفِقَ مِنْ ثَمَرِهٖ حَيْثُ اُمِرَبِهٖ وَهُدِیَ لَهُ،	7	اور صرف اسکے پھلوں سے مندرجہ بالا مصارف پورے کریگا۔
وَاَنْ لَّا يَبِيْعَ مِنْ اَوْلَادِ نَخِيْلِ هٰذِهِ الْقُرٰی وَدِيَّةً حَتّٰی تُشْكِلَ اَرْضُهَا غِرَاسًا.	8	اور یہ بھی کہ وہ اس بستی کے نخلستان کی نئی پود کو فروخت نہ کرے گا یہاں تک کہ نئے درختوں کے پروان چڑھ جانے سے کاشت کی فراوانی ہوجائے۔
وَمَنْ كَانَ مِنْ اِمَائِیَ اللَّاتِیْ اَطُوْفُ عَلَيْهِنَّ لَهَا وَلَدٌ اَوْهِیَ حَامِلٌ فَتُمْسَكُ عَلٰی وَلَدِهَا وَهِیَ مِنْ حَظِّهٖ،	9	اور وہ کنیزیں جو میری زوجیت کے ماتحت ہیں اُن میں سے جسکے اولاد ہے یا جو حاملہ ہے تو اُسے بچے کیلئے روک لیا جائے گا اور اُسکے اخراجات بچہ کے حصہ میں سے ادا ہوں گے۔
فَاِنْ مَّاتَ وَلَدُهَا وَهِیَ حَيَّةٌ فَهِیَ	10	اگر اس کا بچہ مرجائے اور وہ خود زندہ ہو تو وہ بھی آزاد ومختار ہوگی۔ یقیناً اس کے اوپر

عَتِيقَةٌ قَدْاُفْرِجَ عَنْهَاالرِّقُّ،وَحَرَّرَهَاالْعِتْقُ.	سے تمام پابندیاں ختم ہوگئیں اور اُسے ہر طرح کی آزادی واختیار حاصل ہوگیا۔''

تشریح:۔ یہ وصیت چاہتی ہے کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کا ایک ایسا عملدرآمد پیش کریں جس میں وہ وَحْدَہٗ لَاشَرِیکَ لَہٗ اور جسے قریش ساز کہانیوں اور تاریخ کی بنا پر ہمارے سوا تمام علمائے شیعہ نے قبول کرکے مان لیا اور اپنی تمام کتابوں میں لکھدیا کہ حضرت علی علیہ السلام (معاذ اللہ) مزدوری کرکے گذر بسر کیا کرتے تھے۔مطلب یہ تھا کہ جس طرح حضرات ابوبکر عمر اور عثمان کئی کئی ہفتوں کے بعد خدمت رسولؐ میں آتے تھے ورنہ اپنے کاروبار میں مصروف رہتے تھے۔اور ہزارہا مسائل سے ناواقف تھے۔اُسی طرح حضرت علی علیہ السلام کو بھی مزدوری کے بہانے صحبت رسولؐ سے دور رکھنے کی راہ نکالی جائے۔لیکن اِن خانہ ساز روایات اور کہانیوں کے باوجود حضرت علی علیہ السلام کا دن رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ ساتھ رہنا ثابت ہوگیا ہے اور اُدھر حضرت علی علیہ السلام کے دَعاوِی سے ثابت ہے کہ آپ تبلیغی اوقات میں ہمیشہ آنحضرتؐ کے داہنے بائیں آگے پیچھے ساتھ ساتھ پائے جاتے تھے۔چنانچہ اُن کا یہ دعویٰ کہ میں بتا سکتا ہوں کہ کون سی آیت دن میں نازل ہوئی اور کون سی رات میں اُتری اور کون سی میدان میں اُتری اور کون سی پہاڑ پر نازل ہوئی وغیرہ وغیرہ۔یہ دعویٰ اُسی صورت میں کیا جاسکتا ہے جب کہ حضرت علی علیہ السلام نزول آیات کے تمام مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ ساتھ رہے ہوں۔گوہم آیات کے نزول کا مطلب اُن کی تلاوت کو لیتے ہیں یعنی لوگوں نے آیات کی تلاوت کے وقت کو اُن کے نزول کا وقت مشہور کیا ہے۔بہرحال ہمارے بیانات اور تحریریں قریشی معیار پر بھی پوری اُترتی ہیں۔لہٰذا یہ ثابت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام تبلیغی اور دوسرے اوقات ہی میں نہیں بلکہ زیادہ تر شب کو بھی حضورؐ کے ساتھ رہتے تھے۔اور مناسب وموزوں موقع نکال کر سامان حیات فراہم کرنے کیلئے نکلتے تھے۔رہ گیا قریشی کہانیوں اور تاریخی بیانات سے حضورؐ کا مزدوری کرنا یہ واقعات وحالات کی رُو سے سراسر غلط ہے۔اوّل اسلئے کہ مزدوری میں مزدور یہ طے کرتا ہے کہ فلاں کام اتنی دیر میں کرنے کی اُجرت یہ لوں گا۔لہٰذا قریش ساختہ تاریخ سے کوئی ایسا واقعہ اور شخص مذکور نہیں جہاں مزدوری کا طے کرنا پایا جائے۔یا کسی کام کے ٹھیکے پر لینے کا قصہ بھی موجود نہیں ہے۔البتہ یہ ملے گا کہ حضرت علی علیہ السلام کسی کے کھیت میں پانی دے رہے تھے یا گڈائی کر رہے تھے۔مگر کہیں یہ نہ ملے گا کہ فلاں شخص اُن کو مزدوری پر لے گیا تھا۔ <u>آپؑ نے نہ کسی سے مزدوری اور اُجرت لی،نہ کسی نے آپ کو مزدوری یا اُجرت دی۔</u>

<u>روزگار یا آمدنی کے سلسلے میں حضرت علیؑ وحدہ لاشریک لہ ہونا کیسے؟</u>

حقیقت اور مستقل طریقہ یہ تھا کہ حضور علیہ السلام اپنا کھدائی،گڈائی اور سینچائی کا سامان لے کر کھیتوں اور باغوں اور نخلستانوں میں چلے جاتے اور جس کھیت یا باغ یا نخلستان میں جس چیز کی ضرورت کو ملاحظہ فرماتے وہ کام شروع کردیتے۔اور تھک جانے یا اپنا پروگرام پورا ہوجانے کے بعد گھر چلے آتے۔کھیت،باغ یا نخلستان کے مالک سے نہ پوچھا تھا نہ اُسے بتایا تھا اور یہ معلوم ہی تھا کہ باغ ونخلستان یا کھیت کا مالک کون ہے اور نہ اس کی ضرورت تھی۔آپؑ برابر اسی طرح ضرورت کے مطابق گڈائی،کھدائی یا سینچائی کرتے اور چلے آتے۔مالک جب دیکھتا لوگوں سے پوچھتا پھرتا تھا اور پتہ لگ جانے پر آکر ملتا۔پیسوں کے متعلق دریافت کرتا اور جواب ملتا کہ میں نے کھیت کو ضرورت مند دیکھا اُس کی ضرورت پوری کردی اور چلا آیا۔یوں بلا مالک سے بات کئے بلا مزدوری طے کئے کون کام کرسکتا تھا؟ لہٰذا مدینہ اور گردونواح میں یہ کیریکٹر مشہور ہوگیا اور یوں لوگ محنت کے برابر یا محنت سے زیادہ رقم بھیجنے لگے۔آپؑ نے طے کردیا کہ ہمیں اناج لینا زیادہ پسند ہے کہ گھر پیس کر آٹا استعمال کریں۔یوں آمدنی کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا اور جاری رہا۔کہیں سے پیسے آجاتے کہیں سے اناج،کہیں سے کھجوریں آجاتیں۔یہ ہے وہ کیریکٹر جو اللہ کے توکل اور لوگوں کی شرافت پر منحصر تھا۔جسے خبیثوں نے مزدوری بنا دیا ہے۔اس عملدرآمد میں آپ یہ بھی کرتے تھے کہ افتادہ اور بنجر زمین انتخاب فرماتے،کھدائی اور تردد جاری رکھتے،درخت لگاتے،کہیں موزوں جگہ کنواں

کھودتے ۔ چشمہ معلوم کرتے اور اللہ آپ کی مدد کرتا، چشمے تو گویا حضورؑ کا انتظار کرتے تھے کہ وہ آئیں توجہ دیں تو ہم باہر نکل کر بہنے لگیں۔ آپؑ اپنے فارغ اوقات میں برابر زمین کو قابل کاشت بناتے رہے۔ نخلستان لگاتے رہے، بڑے قیمتی درخت پیدا کیئے، نئے نئے قلم لگائے۔ اسی لئے تقاضہ فرمایا ہے کہ نئی پود کو فروخت نہ کیا جائے۔ رحلت رسولؐ کے بعد آپ نے مدینہ سے باہر بھی باغات لگائے تھے۔ مدینے کے تمام باشندے تقریباً کاشتکار تھے اور سب ہی رشتہ دار تھے۔ اوس وخزرج اور نبطی ہم نسب لوگ تھے اور کھیتی باڑی میں ہر طرح تعاون کرتے تھے۔ درختوں کی عمدہ سے عمدہ نسل فراہم کرتے تھے۔ آپؑ نے اپنی محنت سے نہایت زرخیز زمین تیار کی، نخلستان و باغات لگائے اور کنبہ کو اقتصادی طور پر مضبوط کر کے چھوڑا۔ جنہیں حکومتِ وقت کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہ تھی ۔ اسی زمین ونخلستانوں سے غربا پروری کی مہم جاری تھی ۔ اسی سے مساکین ویتامی اور قیدیوں کی فارغ البالی کا انتظام کیا جاتا تھا۔ (76/8.10) اس محنت کی اور محنت کے نتائج کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ علامہ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ:۔

<u>حضورؑ کی زمینیں، نخلستان چشموں اور باغات ومقامات:۔</u>

<u>قَدْ عَلِمَ کُل اَحَدٍاَنَّ عَلِیًّا علیه السلام استخرج عُیُوْنًا کَثِیْرَۃً بکد لمینه بالمدینة وینبع و سویعه واَحْیَابِها موا تا کثیرًا ثُمَّ اَخْرَجَهَا عَنْ مِلْکِہٖ وَتَصَدّق بِهَا عَلَی المسلمین وَلَمْ یمت وشیء منها فی مِلْکِہٖ. (جلد3۔صفحہ 433)</u>

حضرت علی علیہ السلام نے مدینہ اور ینبع اور سویعہ میں بہت سے چشمے زمین کھود کر نکالے اور بہت سی مردہ زمینوں کو آباد کیا قابل کاشت بنایا اور پھر انہیں اپنی ملکیت میں نہیں رکھا بلکہ مسلمانوں پر وقف کر دیا اور وہ اس حالت میں دُنیا سے رخصت ہوئے کہ کوئی چیز آپ کی ملکیت میں نہ تھی۔''

<u>حضورؑ کی وصیت کے اغراض ومقاصد وشرائط:۔</u> پہلے تو یہ سمجھ لیں کہ وصیت مرنے سے کافی پہلے ہوش وحواس کی درستی کی حالت میں کرنا اور لکھنا چاہئے۔ اور وصیت میں آخرت ونجات کو مدّنظر رکھنا ضروری ہے۔ پھر اس وصیت میں یہ دیکھئے کہ حضور علیہ السلام کے سامنے رسولؐ اللہ اور حضرت فاطمہؑ کا ایک خاص اور اپنے سے بلند تر مقام رکھا گیا ہے۔ حضورؑ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی اولاد کو الگ رکھا ہے اور انہیں اپنی اولاد نہیں فرمایا ہے بلکہ اپنی اولاد کو دوسرا نمبر دیا ہے اور اولاد فاطمہؑ کے ماتحت رکھا ہے۔ اور ایسا کرنے میں اللہ کی رضامندیوں اور اللہ کے رسولؐ کی قربت اور خوشنودی کو اپنا مقصد قرار دیا ہے۔ اور اس طرح رسولؐ اللہ کی عزت وحرمت کو سامنے رکھا ہے۔ باغات ونخلستانوں اور زمین کو فروخت کرنے سے منع فرما کر اُنہیں اصلی حالت اور فراوانی کے ساتھ آگے بڑھانے کی تاکید فرمائی ہے۔ اور واضح کر دیا ہے کہ زمین سے حاصل ہونے والی فصلیں اور باغات اور نخلستانوں سے حاصل ہونے والے پھل ہی تمام قسم کے اخراجات کے لئے کافی ہوا کریں گے۔ اپنی ازواج واولاد کے حقوق اور آزادی کو واضح فرما دیا ہے۔

(نمبر25) وصیت

<u>کَانَ یَکْتُبُهَا لِمَنْ یَّسْتَعْمِلُهُ عَلَی الصَّدَقَاتِ:</u>

<u>جن لوگوں کو آپؑ صدقات وزکوٰۃ کی وصولی پر تعینات فرماتے تھے اُن کیلئے تحریر فرماتے تھے</u>

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اِنْطَلِقْ عَلٰی تَقْوَی اللّٰهِ وَحْدَهُ لَاشَرِیْکَ لَهُ،	1	اللہ کا تقویٰ سامنے رکھتے ہوئے اور اسے تنہا ویگانہ سمجھتے ہوئے اور کسی کو اس کا شریک کار نہ مانتے ہوئے روانہ ہو جاؤ۔
وَلَا تُرَوِّ عَنَّ مُسْلِمًا،	2	اور کسی مسلمان پر رعب ڈال کر خوفزدہ نہ کرنا۔

وَلَا تَجْتَازَنَّ عَلَيْهِ كَارِهًا،	3	اور گراں گذرنے والے طریقہ سے بچنا چاہئے
وَلَا تَأْخُذَنَّ مِنْهُ اَكْثَرَ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْ مَالِهٖ،	4	اور جتنا اللہ کا حق نکلتا ہو اس سے زیادہ کسی سے وصول نہ کرنا۔
فَاِذَا قَدِمْتَ عَلَى الْحَيِّ فَانْزِلْ بِمَائِهِمْ،مِنْ غَيْرِ اَنْ تُخَالِطَ اَبْيَاتَهُمْ،ثُمَّ امْضِ اِلَيْهِمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ حَتّٰى تَقُوْمَ بَيْنَهُمْ فَتُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ وَلَا تُخْدِجْ بِالتَّحِيَّةِ لَهُمْ،	5	اور جب کسی کھلی آبادی (رٹھان) وغیرہ پر پہنچو تو انکے گھروں میں دخل اندازی کرنے کی بجائے انکے کنویں پر جانا اور انکی طرف سکون اور وقار سے بڑھنا۔ انکے درمیان ٹھہر کر ان سب کو سلام کرنا اور دیکھو سلام وآداب اور پیاری توجہ دینے سے کسی طرح کی کسر نہ چھوڑنا۔ پھر اُنسے اسطرح بات شروع کرنا کہ اے بندگان خدا مجھے تمہارے پاس اللہ کے ولیؑ اور
ثُمَّ تَقُوْلُ:عِبَادَاللّٰهِ ، اَرْسَلَنِيْ اِلَيْكُمْ وَلِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيْفَتُهٗ لِاٰخُذَ مِنْكُمْ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ اَمْوَالِكُمْ، فَهَلْ لِلّٰهِ فِيْ اَمْوَالِكُمْ مِنْ حَقٍّ فَتُؤَدُّوْهُ اِلٰى وَلِيِّهٖ؟	6	اسکے خلیفہؑ نے اسلئے بھیجا ہے کہ تمہارے اموال میں جو اللہ کا حق ہو تم سے لے لوں چنانچہ اگر تمہارے اموال میں تمہارے ہی علم کے مطابق اللہ کا کچھ حق ہو تو اسے اللہ کے ولیؑ کو ادا کردو۔
فَاِنْ قَالَ قَائِلٌ لَا. فَلَا تُرَاجِعْهُ،	7	اور اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ میرے ذمہ اللہ کا اس وقت کوئی حق نہیں ہے تو اس سے دوبارہ کوئی سوال جواب نہ کرنا۔
وَاِنْ اَنْعَمَ لَكَ مُنْعِمٌ فَانْطَلِقْ مَعَهٗ مِنْ غَيْرِ اَنْ تُخِيْفَهٗ اَوْتُوْعِدَهٗ اَوْتَعْسِفَهٗ اَوْتُرْهِقَهٗ،	8	اور اگر کوئی اللہ کی نعمت پانے والا تم پر بھی انعام کرنا چاہے تو تم اس کے ساتھ اس طرح جاؤ کہ نہ اسے ڈراؤ نہ تنبیہ نہ دھمکی دو اور نہ اس پر سختی ہونے پائے نہ اسے تکلیف پہنچے۔
فَخُذْ مَا اَعْطَاكَ مِنْ ذَهَبٍ اَوْفِضَّةٍ،	9	چنانچہ سونا چاندی اور جو بھی اور جتنا بھی وہ دے لے لینا
فَاِنْ كَانَ لَهٗ مَاشِيَةٌ اَوْاِبِلٌ فَلَا تَدْخُلْهَا اِلَّا بِاِذْنِهٖ، فَاِنَّ اَكْثَرَهَا لَهٗ،فَاِذَا اَتَيْتَهَا فَلَا تَدْخُلْ عَلَيْهَا دُخُوْلَ مُتَسَلِّطٍ عَلَيْهِ،وَلَا عَنِيْفٍ بِهٖ،وَلَا تُنَفِّرَنَّ بَهِيْمَةً وَلَا تُفْزِعَنَّهَا،	10	پھر اگر اس کے پاس گائیں یا بکریاں یا اونٹ ہوں تو ان میں سے ان کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہوجانا۔ کیونکہ ان کا بڑا حصہ تو اسی کا ہے۔ اور جب اجازت کے بعد ان کے غول میں داخل ہونا تو تمہارا داخلہ ایسا نہ ہو گویا تم اس پر مسلط ہو۔ اور نہ یہ کہ تمہیں ان پر تشدد کرنے کا حق حاصل ہے اور نہ جانوروں کو بھڑکانا اور نہ ڈرانا۔
وَلَا تَسُوْئَنَّ صَاحِبَهَا فِيْهَا،وَاصْدَعِ الْمَالَ صَدْعَيْنِ،	11	اور نہ اپنے سخت رویہ سے مالک کو دکھ پہنچانا اور جتنا مال ہو اس کے دو حصے کردینا۔
ثُمَّ خَيِّرْهُ:فَاِذَا اخْتَارَ فَلَا تَعَرَّضَنَّ لِمَا اخْتَارَهُ،	12	اور مالک کو مختار بنا دینا کہ وہ دونوں میں سے جو حصہ بہتر خیال کرے لے لے۔
	13	اور جب وہ کوئی حصہ انتخاب کرلے تو اس کے انتخاب پر اعتراض نہ کرنا۔
ثُمَّ اصْدَعِ الْبَاقِيْ صَدْعَيْنِ ثُمَّ خَيِّرْهُ،	14	پھر بقیہ حصے کے دو حصہ کردینا اور پھر مالک کو مختار بنادینا کہ وہ جو حصہ بہتر سمجھے وہ لے لے۔
فَاِذَا اخْتَارَ فَلَا تَعَرَّضَنَّ لِمَا اخْتَارَهُ،	15	چنانچہ جب وہ پھر کوئی سا حصہ چن لے تو تم کوئی اعتراض نہ کرنا۔
فَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَبْقَى مَافِيْهِ وَفَاءٌ لِحَقِّ اللّٰهِ فِيْ مَالِهٖ،	16	لہذا تم اسی طرح اپنے حصہ میں آنیوالے حصہ کو دو حصے کرتے جاؤ اور اسکا پسند کردہ حصہ بلا اعتراض چھوڑتے جاؤ یہاں تک کہ وہ آخری حصہ رہ جائے جو اللہ کے حق کو پورا کرتا ہے

فَاقْبِضْ حَقَّ اللّٰهِ مِنْهُ،	17	چنانچہ اس میں سے اللہ کا حق تم قبضہ میں لے لو۔
فَاِنِ اسْتَقَالَکَ فَاَقِلْهُ،	18	اور اگر مالک اب تک کی ساری تقسیم کو ناپسند کردے تو تم بھی اسے رد کردو اور
ثُمَّ اخْلِطْهُمَا،	19	تمام مال کو دوبارہ ملا جلا دو۔
ثُمَّ اصْنَعْ مِثْلَ الَّذِیْ صَنَعْتَ اَوَّلاً حَتّٰی تَاْخُذَ حَقَّ اللّٰهِ فِیْ مَالِهٖ.	20	پھر حسب سابق تقسیم کا عملدرآمد شروع کرکے آخر تک آؤ۔ اور اللہ والا حصہ نکال لو۔
وَلَا تَاْخُذَنَّ عَوْدًا وَ لَا هَرِمَةً وَ لَا مَکْسُوْرَةً وَ لَا مَهْلُوْسَةً، وَ لَا ذَاتَ عَوَارٍ،	21	اور اگر تمہارے حصے میں کوئی بہت بوڑھا جانور یا ٹوٹی ہوئی کمر اور ٹانگ والا جانور یا بیمار یا عیب دار جانور آجائے تو اسے ہماری طرف روانہ نہ کرنا بلکہ وہیں امانت چھوڑ دینا۔
وَ لَا تَاْمَنَنَّ عَلَيْهَا اِلَّا مَنْ تَثِقُ بِدِيْنِهٖ رَافِقًا بِمَالِ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰی يُوَصِّلَهٗ اِلٰی وَلِيِّهِمْ فَيَقْسِمَهٗ بَيْنَهُمْ،	22	اور امانت بھی صرف ایسے شخص کے پاس چھوڑنا جس کی دینداری پر تمہیں بھروسہ ہو جو مسلمانوں کے مال سے اس وقت تک برابر ہمدردی سے پیش آئے جب تک وہ ان کے ولی تک نہ پہنچ جائے اور وہ مسلمانوں میں اس مال کو تقسیم نہ کردے۔
وَ لَا تُوَكِّلْ بِهَا اِلَّا نَاصِحًا شَفِيْقًا وَاَمِيْنًا حَفِيْظًا غَيْرَ مُعَنِّفٍ وَ لَا مُجْحِفٍ وَمُلْغِبٍ وَّ لَا مُتْعِبٍ،	23	اور اس مال کو ایسے شخص کی تحویل میں دینا جو دوسروں کو بھی نصیحت کرنے اور شفقت کرنیوالا اور امانتدار اور حفاظت کرنیوالا ہو۔ نہ کہ سخت مزاج اور نہ جانوروں کو دوڑانے بھگانے والا اور نہ تھکا کر بے دم کردینے والا اور نہ مشقت میں مبتلا کرنے والا ہو۔
ثُمَّ احْدُرْ اِلَيْنَا مَا اجْتَمَعَ عِنْدَکَ،	24	پھر جو مال تمہارے پاس جمع ہوتا جائے اسے ہماری طرف روانہ کرتے جاؤ۔
نُصَيِّرْهُ حَيْثُ اَمَرَ اللّٰهُ،	25	تاکہ ہم اسے اللہ کے احکام کے مطابق بھیجتے اور سونپتے رہیں۔
فَاِذَا اَخَذَهَا اَمِيْنُکَ فَاَوْعِزْ اِلَيْهِ اَنْ لَّا يَحُوْلَ بَيْنَ نَاقَةٍ وَّبَيْنَ فَصِيْلِهَا،وَ لَا يُمَصِّرَ لَبَنَهَا فَيَضُرَّ ذٰلِکَ بِوَلَدِهَا،	26	پھر جب تمہارا تعینات کیا ہوا امین مال کو لے کر چلے تو تم اسے ہدایت کرو کہ وہ اونٹنی کے دودھ پیتے بچے کو ماں سے الگ نہ رکھے اور نہ ہی سارے کا سارا دودھ نکال لے وہ اس کے بچے کے لئے نقصان دے گا۔
وَلَا يَجْهَدَنَّهَا رُكُوْبًا،	27	اور نہ اس پر سواری کرکے اسے ستاتا رہے۔
وَلْيَعْدِلْ بَيْنَ صَوَاحِبَاتِهَا فِیْ ذٰلِکَ وَبَيْنَهَا،	28	اور سواری کے معاملے میں باقی اونٹوں کے ساتھ عدل کرے اور اسے انکے برابر رکھے.
وَلْيُرَفِّهْ عَلَی اللَّاغِبِ، وَلْيَسْتَانِ بِالنَّقِبِ وَالظَّالِعِ ،وَلْيُوْرِدْهَا مَا تَمُرُّ بِهٖ مِنَ الْغُدُرِ،	29	تھکے ہوئے جانوروں کو راحت و آرام دیتا چلے اور جسکے کھر گھسے ہوئے ہوں یا پیر میں تکلیف ہو انہیں آہستہ چلائے اور پانی کے جوہڑ اور تالاب راہ میں پڑیں تو پانی پر ٹھہرائے۔
وَلَا يَعْدِلْ بِهَا عَنْ نَبْتِ الْاَرْضِ اِلٰی جَوَادِّ الطُّرُقِ،	30	اور انہیں سرسبز علاقوں سے موڑ کر خشک راہوں سے لے کر نہ چلے۔
وَلْيُرَوِّحْهَا فِی السَّاعَاتِ،	31	اور موقع بموقع انہیں آرام و راحت دیتا چلے۔
وَلْيُمْهِلْهَا عِنْدَ النِّطَافِ وَالْاَعْشَابِ حَتّٰی	32	اور جہاں کہیں سبزہ اور گھاس ملے وہاں انہیں چرنے کی مہلت دیتا ہوا ہم تک پہنچے تاکہ بحکم

تَاتِيَنَا بِاِذْنِ اللّٰهِ. بُدَّنًا مُنْقِيَاتٍ،غَيْرَ مُتْعَبَاتٍ وَلاَمَجْهُوْدَاتٍ لِنَقْسِمَهَا عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ،		خداوہ سب تندرست وتوانا ہوں اوران کی ہڈیوں کا گودابڑھا ہوا ہو۔اوروہ تھکے ہارے اور برے حال میں نہ ہوں تا کہ ہم اللہ کی کتاب کے اور رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی سنت کے مطابق تقسیم کرسکیں۔
فَاِنَّ ذٰلِكَ اَعْظَمُ لِاَجْرِكَ وَاَقْرَبُ لِرُشْدِكَ، اِنْشَاءَ اللّٰهِ.	33	ان تمام ہدایات پرعمل کرنا تمہارے لئے عظیم الشان اجر کا باعث ہوگا اور ہدایت کے بہت قریب لے جائے گا۔انشاءاللہ

تشریح:۔ بدقسمتی اورمشکل یہ ہے کہ ہم خلیفہ خلافت اورانتظامات خلافت کوقرآن اورسنت اورحقوق العباد کی ترازو میں تولنا چاہتے ہیں اورحضرات ابوبکر وعمروعثمان ومعاویہ قرآن کی بجائے صرف مصالحِ قومی تقاضائے وقت اورقریشی مفاد کی ترازو میں تولتے ہیں۔اور ساتھ ہی وہ حضرات ابوبکر وعمر وعثمان اورعلیؑ میں مقابلہ کرکے کامیابی اورناکامی کا پیمانہ بھی مقرر کرنا چاہتے ہیں۔لہٰذا یہ دومتضاد عنوانات ہیں ان میں تقابل ممکن ہی نہیں ہے۔ایک حق ہے تو دوسرا باطل،ایک اسلام ہے تو دوسرا کفر،ایک نور ہے تو دوسرا گھپ اندھیرا یا ظلمت،ایک دن ہے تو دوسرا رات ہے،اُن میں مقابلے کیلئے کوئی قدر مشترک نہیں ہے۔

ہمارے سامنے مسئلہ زکوٰۃ اورزکوٰۃ کی وصولی ہے

اس سلسلے میں قریش کی اپنی تیارکی ہوئی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنے سپاہ سالارکوزکوٰۃ کی وصولی کیلئے مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہانے اورقتل وغارت ولوٹ ماراورعزتیں لوٹنے کی چھوٹ دے رکھی۔غلاموں اورکنیزوں سے مارکیٹیں لبریز کردیں۔حضرت عمر نے رسوؐل اللہ کے خلاف سواری کے گھوڑوں وغیرہ پر بھی زکوٰۃ وصول کرنا شروع کردی تھی (الفاروق) اورٹیکس وصول کرنے والے دودومرتبہ گھوڑوں پرٹیکس وصول کرلیتے تھے۔یہاں تک کہ خلیفہ سے شکایت کی جاتی تو وہ ایک سال میں دوبار ٹیکس کی ممانعت کا حکمنامہ جاری کرتے (الفاروق) یعنی باقاعدہ قوانین وہدایات ملک میں جاری نہ تھے۔رہ گئے حضرت عثمان تو ان کے حالات اورلاش کی بے حرمتی تاریخ میں موجود ہے(فتنۃ الکبریٰ)۔سوچئے کہ حضرت علی علیہ السلام کا اِن لوگوں سے مقابلہ کیسے کیا جائے۔اورکہاں سے کیا جائے؟

کسی کی بے ایمانی اوربددیانتی کی طرف سے پروا کئے بغیر اللہ ورسوؐل کے احکام کی پابندی کئے جانا

بہرحال حضرت علی علیہ السلام کی وصیت نمبر (25) میں ساری دُنیا کومعلوم ہوگیا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام بے ایمانی خیانت اورمکروفریب کا توڑ کرنے کیلئے بھی کسی مسلمان پرشک وشبہ نہ کریں گے اورزیادہ سے زیادہ یاپوری زکوٰۃ وصول کرنے لئے بھی کوئی سیاسی یامکارانہ حربہ کام میں نہ لائیں گے۔خواہ مالی کمی کی بناپرحکومت ہی ہاتھ سے کیوں نہ نکل جائے۔مکروفریب ودغا اوربے ایمانی اورخیانت سے اوردوسروں پرشک وشبہ سے حضرت علیؑ کے سوااورکوئی دُور نہ رہ سکتا تھا۔آپ نے دیکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کی زبان اورہاتھ پیرباندھ کررکھ دیئے ہیں۔انہیں سچی بات توسچی بات ہے اُف تک کرنے کی اجازت نہیں ہے اورتمام اختیارات اورآزادی پبلک کوسونپ دی ہے۔اُن کی ''ہاں'' کوہاں'' ماننا اور''ناں'' کو ناں'' سمجھنا لازم ہے۔خواہ گورنر یا عامل کوشک وشبہ اوریقین ہی کیوں نہ ہورہا ہو۔اُسے مسکراہٹوں میں قبول کرنا اور ماننا لازم ہے۔یہ رعایت حضرات ابوبکر وعمروعثمان وغیرہ توکہاں،دُنیا کے کسی حکومتی نظام میں نہ ملے گی۔اورپھر قرآن ورسوؐل اورایمان ویقین میں نپی تلی اس قلیل آمدنی سے جباروں اور

لٹیروں اوراربوں پتی حکومتوں کے مقابلہ میں پانچ سال رعب ودبدبہ اور فتح اور غلبہ کے ساتھ حکومت کرنا صرف اللہ ہی کا کام ہوسکتا تھا۔انسان کا نہیں یہ بے مثل وبے نظیر حکومت ہے۔

کیا کبھی حضرات ابوبکروعمروعثمان نے خودکوعلیؑ کی طرح اللہ کا ولی اوراللہ کا خلیفہ کہا ہے؟

جولوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام خلفائے ثلاثہ کے جانشین بنائے گئے تھے اور یہ کہ چاروں خلافتیں ایک ہی سلسلے کی حکومتیں تھیں وہ بہت غلط سمجھتے ہیں ۔حضرت علی علیہ السلام خلفائے ثلاثہ سے کسی معنی میں کوئی نسبت نہ رکھتے تھے۔ وہ قرآن کے مطابق اللہ ومحمدؐ کے برابر ولی تھے۔ (5/55) سارے انسانوں پراللہ ورسوؐل کی طرح حاکم تھے اور خلیفۂ خداوندی تھے اور اللہ کے حکم سے مسلمانوں پر رسوؐل کے قائم کردہ خلیفہ،وزیراور جانشین اوررسوؐل کے بھائی تھے(شعرا 217 تا26/214)۔اوراسی بناء پرعلی علیہ السلام نے حضرات ابوبکروعمر کے طریقے پرحکومت کرنے کی شرط کو ٹھکرادیا تھا اور نہ حضرت عثمان کوخلافت کی ہوا بھی نہ لگتی۔اوریہی وجہ ہے کہ ہم اذان اوراقامت اورتشہد میں اَشھَدُاَنَّ عَلِیًّا حُجَّۃُ اللّٰہِ و خَلِیْفَتَہٗ بِلَافَصَل کا اعلان کرتے ہیں۔اگر معاذ اللہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرات ابوبکروعمرکی پیروی کرنے کی شرط پرحکومت حاصل کی ہوتی توہم یہ اعلان کرنے کا حق نہ رکھتے۔لہٰذا ہمارے اس اعلان سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں اوّل یہ کہ دعوت ذوی العشیر کے دن سے آپؑ خلیفہ خدااوررسوؐل ہیں اوردوم یہ کہ آپؑ کے مقابل بننے والی حکومتیں سازش کے ماتحت بنائی گئی تھیں۔حضرت علیؑ نے اُن کی پیروی کواوراُن کے حکومت عطا کرنے کوٹھکرادیا۔لہٰذا وہ خلیفہ بلافصل برابرقائم چلے آرہے ہیں۔

حضرات ابوبکروعمرکی طرزحکومت کی پیروی کی بجائے حضرت علیؑ نے قرآن وسنت کوقائم کیا

قارئین کومعلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارے قریش کے متعلق پیشن گوئی فرمادی تھی (بخاری) کہ تم یہودونصاریٰ اور عجمیوں کی بالشت بالشت اور ہاتھوں سے ناپ ناپ کرپیروی کروگے۔اورحضرت عمر کے متعلق بڑے فخر سے مانا گیا ہے کہ اُس نے عجمیوں کے قدم بقدم اپنی حکومت چلائی تھی(الفاروق حصہ 2 صفحہ 88)(وغیرہ)

تفصیلات باربارلکھی جاتی رہی ہیں۔یہاں پھرعجمی حکمرانوں کی پیروی کا ایک رُخ دیکھتے چلیں۔علامہ شبلی لکھتے ہیں۔''جہاں تک ہم کومعلوم ہے عراق کے سواحضرت عمرنے اورکسی صوبے کی پیائش نہیں کرائی بلکہ جہاں جس کا بندوبست تھا اور بندوبست کے جو کاغذات پہلے سے تیار تھے اُن کواُسی طرح قائم رکھا۔یہاں تک کہ دفتر کی زبان تک نہیں بدلی یعنی جس طرح اسلام سے پہلے عراق وایران کا دفتر فارسی میں تھا،شام کارومی زبان میں تھامصر کا قبطی زبان میں تھا۔حضرت عمر کے عہد میں بھی اُسی طرح رہا خراج کے محکمے میں جس طرح قدیم سے پارسی یونانی اورقبطی ملازم تھے بدستور بحال رہے۔ مصر میں فرعون کے زمانے میں جو بندوبست ہوا تھا وہی قائم رکھا۔اوررومن امپائر میں بھی وہی جاری رہا''(الفاروق حصہ 2 صفحہ 20.21)

یعنی حضرت عمر کے نزدیک قرآن وحدیث اِن انتظامات سے خالی تھے یا عجمی حکمرانوں کے بنائے قوانین قرآن وحدیث سے بہرحال بہتر اورسہل تر اورمفید تر تھے۔بتایئے حضرت علی علیہ السلام کیسے ان تارکین ومخالفین قرآن وسنت لوگوں کی پیروی کرسکتے تھے؟ اُنہوں نے کتاب وسنت کوقائم کیا تھا۔

(نمبر26) وصیت

اِلٰی بَعْضِ عُمَّالِہٖ وَ قَدْ بَعَثَہٗ عَلَی الصَّدَقَۃِ

ایک گورنر کے نام جسے صدقات وصول کرنے پر تعینات کیا ہوا تھا

1۔ پبلک سے اموال وصول کرنے والوں کو ہدایات 2۔امانتداری اور عبادت میں خلوص کی ایک صورت

3۔قیامت میں سب سے زیادہ دشمن کس کے ہوں گے 4۔غرباء اور مساکین کا خیال رکھنا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

آمُرُہٗ بِتَقْوَی اللّٰہِ فِیْ سَرَائِرِ اَمْرِہٖ وَخَفِیَّاتِ عَمَلِہٖ،حَیْثُ لَاشَاھِدَ غَیْرُہٗ وَلَا وَکِیْلَ دُوْنَہٗ.	1	میں اُنہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنے تمام رازوں میں اور خفیہ کاموں میں اللہ کے سامنے ذمہ دارر ہیں جہاں نہ اللہ کے علاوہ کوئی اور گواہ ہوگا۔اور نہ کوئی وکالت کرنے والا ہوگا۔
وَآمُرُوْہٗ اَنْ لَّایَعْمَلَ بِشَیْءٍ مِنْ طَاعَۃِ اللّٰہِ فِیْمَا ظَھَرَ فَیُخَالِفَ اِلٰی غَیْرِہٖ فِیْمَا اَسَرَّ،	2	اور میں اُنہیں یہ حکم بھی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کی اطاعت کے سلسلے میں نہ کوئی ایسی بات کہیں اور نہ کوئی ایسا کام کریں جوصرف لوگوں پر ظاہر کرنے اور دکھانے کے لئے ہو۔مگر دل میں اُس کے خلاف کرنے کا ارادہ چھپا ہوا ہو۔
وَمَنْ لَمْ یَخْتَلِفْ سِرُّہٗ وَعَلَانِیَتُہٗ وَفِعْلُہٗ وَمَقَالَتُہٗ فَقَدْ اَدَّی الْاَمَانَۃَ ؛ وَاَخْلَصَ الْعِبَادَۃَ.	3	اور یہ کہ جو شخص اپنے ظاہر اور باطن کو اپنے اعمال واقوال کی ظاہری اور باطنی صورتوں کو یکساں رکھے اُس نے یقیناً اللہ کی امانتوں کو ادا کردیا اور اسکی عبادت میں خلوص برقرار رکھا؛
وَآمُرُوْہٗ اَنْ لَّایَجْبَھَھُمْ وَلَا یَعْضَھَھُمْ وَلَا یَرْغَبَ عَنْھُمْ تَفَضُّلاً بِالْاِمَارَۃِ عَلَیْھِمْ،	4	اور اُنہیں یہ حکم بھی دیتا ہوں کہ وہ اپنے ماتحت رعایا کو رنجیدہ اور غمگین نہ رکھیں نہ اُن کی باتوں پر نکتہ چینی کریں نہ تہمت لگائیں۔اور اپنے عہدہ کی برتری کی بنا پر اکڑ کر نہ رہا کریں؛
فَاِنَّھُمُ الْاِخْوَانُ فِی الدِّیْنِ، وَالْاَعْوَانُ عَلٰی اسْتِخْرَاجِ الْحُقُوْقِ،	5	یہ اس لئے کہ وہ ان کے دینی بھائی ہیں اور وہ اللہ کے قائم کئے ہوئے حقوق ادا کرنے میں اُن کے مددگار بھی ہیں؛
وَاِنَّ لَکَ فِیْ ھٰذِہِ الصَّدَقَۃِ نَصِیْبًا مَفْرُوْضًا وَحَقًّا مَعْلُوْمًا،	6	اور یہ صحیح ہے کہ صدقات کے اِن اموال میں تمہارا ایک فرض شدہ حصہ اور معلوم حق ہے؛
وَشُرَکَآءَ اَھْلَ مَسْکَنَۃٍ وَضُعَفَآءَ ذَوِیْ فَاقَۃٍ،	7	اور ان اموال میں بے سہارا مسکین اور کمزور فاقہ کش لوگ بھی شریک ہیں؛
وَاِنَّامُوَفُّوْکَ حَقَّکَ،فَوَفِّھِمْ حُقُوْقَھُمْ،	8	اور ہم بلاشبہ تمہارا حق وحصہ ادا کرتے ہیں چنانچہ تم بھی اُن لوگوں کے حقوق ادا کرو؛
وَاِلَّا فَاِنَّکَ مِنْ اَکْثَرِ النَّاسِ خُصُوْمًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ،	9	اور اگر تم نے مساکین اور فاقہ زدہ لوگوں کے حقوق ادا نہ کئے تو سمجھ لو کہ قیامت میں انسانوں کی اکثریت تمہارے خلاف دعویدار اور دشمن ہوگی؛
وَبُؤْسًا لِّمَنْ خَصْمُہٗ عِنْدَاللّٰہِ الْفُقَرَآءُ وَالْمَسَاکِیْنُ وَالسَّآئِلُوْنَ وَالْمَدْفُوْعُوْنَ وَالْغَارِمُ وَابْنُ السَّبِیْلِ،	10	اور بڑا بدبخت ہے وہ شخص جسکے خلاف اللہ کے سامنے دعویدار دشمن فقیر اور مساکین اور ضرورت منداور قرضدار اور مسافر اور دھتکارے ہوئے لوگ ہونگے

وَمَنِ اسْتَهَانَ بِالْاَمَانَةِ وَرَتَعَ فِى الْخِيَانَةِ،وَلَمْ يُنَزِّهْ نَفْسَهُ وَ دِيْنَهُ عَنْهَا ، فَقَدْ اَحَلَّ بِنَفْسِهِ فِى الدُّنْيَا الذُّلَّ وَالْخِزْىَ،وَهُوَفِى الْاٰخِرَةِ اَذَلُّ وَاَخْزٰى،	11	یہ نوٹ کرلو کہ جو کوئی امانت اور دیانت کو حقیر سمجھے اور خیانت پر منہ مارتا اور چرتا پھرے اور خود کو اور اپنے دین کو اس سے پاک نہ رکھے۔ تو بلا شبہ اُس نے اپنے آپ کو دنیا میں ذلت وخواری کے لئے آزاد چھوڑ دیا اور وہ آخرت میں سب سے بڑھ کر ذلیل اور سب سے زیادہ خواری کے عالم میں ہوگا۔
وَاِنَّ اَعْظَمَ الْخِيَانَةِ خِيَانَةُ الْاُمَّةِ،وَاَفْظَعَ الْغِشِّ غِشُّ الْاَئِمَّةِ. والسلام.	12	اور یقیناً سب سے عظیم ترین خیانت امت سے خیانت کرنا ہے اور سب سے بڑی دھوکہ بازی اپنے اماموں سے دھوکہ بازی ہوتی ہے۔ والسلام۔

تشریح:۔ اِن بارہ جملوں میں حضور علیہ السلام نے جو احکامات دیئے ہیں وہ صرف گورنروں اور صدقات وزکوٰۃ وصول کرنے والوں ہی سے مخصوص نہیں ہیں ہر مومن کا ظاہر وباطن ایک ہونا چاہیئے۔ ہر مومن کو دوسرے مومنین کے ساتھ بھائیوں ایسا سلوک رکھنا چاہیئے اُن کے حقوق خود بھی ادا کرنا چاہیئے اور دوسروں سے بھی ان کے حقوق دلوانا چاہیئے۔ اور زکوٰۃ وصدقات کا جہاں تک تعلق ہے اُن میں گورنروں اور متعین شدہ لوگوں کی خصوصیت ہے۔ اس تمام تاکید اور تمام ہدایات سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام مومنین پر اُسی طرح کا یقین اور بھروسہ رکھیں گے جیسا کہ سابقہ وصیت میں واضح کیا گیا ہے۔ رہ گیا کاروباری حیثیت کا نظام وانتظام اس میں کوئی شخص ایک پائی بھی اِدھر سے اُدھر نہیں کرسکتا۔ اگر ہر آدمی کی چوروں کی طرح نگرانی اور دیکھ بھال کی جائے اور آجکل کا انتظام (Management) جاری رکھا جائے تو ایمانداری اور بے ایمانی کی گنجائش ہی نہ رہے گی۔ ہر قدم پر حساب لیا جائے رسیدوں پر دستخط کرائے جائیں جیسا نظام جبر واستبداد کا تقاضہ ہے تو معصومؑ کی ضرورت نہیں۔ یہ ضرورت تو اس صورت میں لازم ہوتی ہے جب لوگوں کو عصمت کی طرف بڑھانا ہو۔ بھول چوک غلط کاری اور غلط فکری کو انسانوں سے دور کیا جانا مقصود ہو۔

(نمبر27) معاهده اِلٰى مُحَمَّدِّ ابْنِ اَبِىْ بَكْرٍ حِيْنَ قَلَّدَهُ مِصْرَ

ابوبکر کے بیٹے محمدؒ سے عہد لیا گیا جب انہیں ملک مصر کا گورنر بنایا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

فَاخْفِضْ لَهُمْ جَنَاحَكَ،	1	پبلک کے لئے اپنی آغوش کھلی رکھنا؛
وَاَلِنْ لَهُمْ جَانِبَكَ،	2	اور اپنے پہلوؤں کو اُن کے لئے نرم اور ہموار رکھو؛
وَابْسُطْ لَهُمْ وَجْهَكَ،	3	اور اُن کے ساتھ ہنس مکھ رہا کرو؛
وَآسِ بَيْنَهُمْ فِى اللَّحْظَةِ وَالنَّظْرَةِ،حَتّٰى لَايَطْمَعَ الْعُظَمَآءُ فِىْ حَيْفِكَ لَهُمْ،وَلَايَيْأَسَ الضُّعَفَآءُ مِنْ عَدْلِكَ عَلَيْهِمْ،	4	اور اُن سے ایسا سلوک کرنا کہ بڑے لوگ تم سے اپنی ناحق طرفداری کی آس نہ لگائیں اور چھوٹے لوگ بڑے لوگوں کے مقابلے میں تمہارے عدل وانصاف سے مایوس نہ ہوجائیں۔
فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُسَائِلُكُمْ مَعْشَرَ عِبَادِهٖ عَنِ الصَّغِيْرَةِ مِنْ اَعْمَالِكُمْ وَالْكَبِيْرَةِ ، وَالظَّاهِرَةِ وَالْمَسْتُوْرَةِ،	5	چنانچہ اَے بندگانِ خدا یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام چھوٹے اور بڑے اعمال پر اور تمام ظاہری اور پوشیدہ کردار پر جواب طلب کرے گا؛

فَاِنْ يُعَذِّبْ فَاَنْتُمْ اَظْلَمُ وَاِنْ يَّعْفُ فَهُوَاَكْرَمُ.	6	اس لئے اگر وہ تمہیں عذاب دے تو تمہارے ظلم اور قصور کی بنا پر دے گا۔اور اگر معاف کرے تو معافی اس کے اپنے کرم کی بنا پر ہوگی؛
وَاعْلَمُوْا.عِبَادَاللّٰهِ.اَنَّ الْمُتَّقِيْنَ ذَهَبُوْا بِعَاجِلِ الدُّنْيَا وَاٰجِلِ الْاٰخِرَةِ،فَشَارِكُوْا اَهْلَ الدُّنْيَا فِيْ دُنْيَاهُمْ وَلَمْ يُشَارِكْهُمْ اَهْلُ الدُّنيا فِيْ آخِرَتِهِمْ،	7	اور اے خدا کے بندو یہ بھی سمجھ لو کہ متقین نے ایسی رفتار اختیار کی تھی کہ جس سے اُنہوں نے جانے والی دنیا سے بھی فائدے حاصل کئے اور آنے والی آخرت سے بھی نفع اندوزی کی وہ دنیا میں دنیا والوں کے ساتھ شریک رہے مگر دُنیا پرست اُن کی آخرت میں شریک نہ ہو سکے؛
سَكَنُوا الدُّنْيَا بِاَفْضَلِ مَاسُكِنَتْ وَاَكَلُوْهَا بِاَفْضَلِ مَا اُكِلَتْ	8	وہ دنیا میں اس طرح رہے کہ کھانے کی چیزوں میں سے بہترین چیزیں کھائیں اور
فَحَظُوْا مِنَ الدُّنْيَا بِمَا حَظِيَ بِهِ الْمُتْرَفُوْنَ ؛	9	اسطرح انہوں نے دنیا کی ان تمام ہی چیزوں سے استفادہ کیا جو یہاں عیش پرستوں کو حاصل تھیں؛
وَاَخَذُوْا مِنْهَامَااَخَذَهُ الْجَبَابِرَةُ الْمُتَكَبِّرُوْنَ ؛	10	اور دنیا سے وہ سب کچھ حاصل کیا جو سرکش اور مغرور اور جابر لوگوں کو حاصل تھا؛
ثُمَّ انْقَلَبُوْاعَنْهَا بِاالزَّادِ الْمُبَلِّغِ ؛وَالْمَتْجَرِ الرَّابِحِ :	11	پھر اُنہوں نے دنیا سے اس طرح واپسی اختیار کی کہ اُن کے پاس منزل تک پہنچانے والے اور نفع میں رکھنے والے سامان کا ذخیرہ بھی تھا؛
اَصَابُوْ لَذَّةَ زُهْدِ الدُّنْيَا فِيْ دُنْيَاهُمْ ؛	12	دُنیا میں رہتے ہوئے اُنہوں نے اِسی دنیا میں ترکِ دنیا کی لذت بھی حاصل کر لی؛
وَتَيَقَّنُوْا اَنَّهُمْ جِيْرَانُ اللّٰهِ غَدًا فِيْ آخِرَتِهِمْ لَاتُرَدُّلَهُمْ دَعْوَةٌ ؛وَلَايُنْقَصُ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِنْ لَذَّةٍ ؛	13	اور یہ بھی یقین رکھا کہ کل آخرت میں وہ بلا شبہ اللہ کے پڑوسی ہوں گے۔اور وہاں نہ انکی کوئی بات رد کی جائیگی اور نہ ہی انکی عیش و عشرت اور لذت میں کمی واقع ہوگی؛
فَاحْذَرُوْاعِبَادَ اللّٰهِ الْمَوْتَ وَقُرْبَهُ وَاَعِدُّوْا لَهُ عُدَّتَهُ	14	چنانچہ خدا کے بندو موت سے اور اس کی قربت سے بچنے میں کوشاں رہو اور اس کے لئے پسندیدہ سامان سے تیاری کرو؛
فَاِنَّهُ يَاْتِيْ بِاَمْرٍعَظِيْمٍ وَخَطْبٍ جَلِيْلٍ :	15	یقیناً موت آئیگی اور ایک عظیم صورت حال اور جلیل الشان پیغام کیساتھ آئے گی؛
بِخَيْرٍ لَايَكُوْنُ مَعَهُ شَرٌّ اَبَدًا ؛اَوْشَرٍّ لَايَكُوْنُ مَعَهُ خَيْرًا اَبَدًا ؛	16	خیر اور اچھائی لائے گی تو اُس کے ساتھ ہرگز شر اور برائی نہ ہوگی۔اور شر اور برائی لائے گی تو اُس شر کے ساتھ ہرگز خیر و بھلائی نہ ہوگی؛
فَمَنْ اَقْرَبُ اِلَى الْجَنَّةِ مِنْ عَامِلِهَا وَمَنْ اَقْرَبُ اِلَى النَّارِ مِنْ عَامِلِهَا ؟	17	چنانچہ کون ہے جو جنت کے اعمال بجالانیوالے کی بہ نسبت جنت سے قریب ہو؟ اور وہ کون ہوسکتا ہے جو دوزخ کیلئے کام کرنے والے سے دوزخ سے قریب ہو؟
وَاَنْتُمْ طُرَدَاءُ الْمَوْتِ اِنْ اَقَمْتُمْ لَهُ اَخَذَكُمْ وَاِنْ فَرَرْتُمْ مِنْهُ اَدْرَكَكُمْ ؛وَهُوَاَلْزَمُ لَكُمْ مِنْ ظِلِّكُمْ، اَلْمَوْتُ مَعْقُوْدٌ بِنَوَاصِيْكُمْ ؛	18	اور موت تو تمہارا پیچھا کرتی ہوئی آرہی ہے اگر تم اُس کے لئے ٹھہرو گے تو وہ تمہیں پکڑ لے گی اور اگر تم اس سے بھاگو گے تو تب بھی وہ تم تک پہنچ جائے گی۔اور وہ تمہارے ساتھ اسی طرح لازم ہے جیسے تمہارا سایہ تمہارے ساتھ رہتا ہے۔اور موت کو تمہاری پیشانیوں کے ساتھ باندھا ہوا ہے؛

وَالدُّنۡيَاتُطۡوٰى مِنۡ خَلۡفِكُمۡ ؛	19	اوردنیا کوتمہارے پیچھے پیچھے بستر کی طرح لپیٹا جارہا ہے؛
فَاحۡذَرُوۡانَارًا قَعۡرُهَا بَعِيۡدٌ وَحَرُّهَا شَدِيۡدٌ ،وَعَذَابُهَا جَدِيۡدٌ:	20	چنانچہ تم اُس آگ سے خبردار ہوجاؤ جس کی گہرائی بہت ہی زیادہ ہے اور اُس کی آنچ بہت ہی سخت ہے اور اُس کا عذاب ہمیشہ نیا اور تازہ رہتا ہے؛
دَارٌ لَيۡسَ فِيۡهَا رَحۡمَةٌ ؛	21	وہ ایسا مقام ہے جس میں رحم اور رحمت نہیں ہے؛
وَلَا تُسۡمَعُ فِيۡهَا دَعۡوَةٌ ؛	22	جس میں فریاد کی شنوائی نہیں ہے؛
وَ لَا تُفَرَّجُ فِيۡهَا كُرۡبَةٌ ؛	23	جہاں تکلیف میں فرحت رسانی نہیں ہوتی ہے؛
وَاِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ يَّشۡتَدَّ خَوۡفُكُمۡ مِنَ اللّٰهِ وَاَنۡ يُّحۡسُنَ ظَنُّكُمۡ بِهٖ فَاجۡمَعُوۡا بَيۡنَهُمَا ؛	24	اور اگر تم یہ کرلو کہ اللہ کا زیادہ سے زیادہ خوف بھی رکھو اور اُس سے اچھی امیدیں بھی وابستہ رکھو تو خوف اور حسنِ ظن کو اپنے اندر جمع کرلو؛
فَاِنَّ الۡعَبۡدَ اِنَّمَا يَكُوۡنُ حُسۡنُ ظَنِّهٖ بِرَبِّهٖ عَلٰى قَدۡرِ خَوۡفِهٖ مِنۡ رَّبِّهٖ؛	25	چنانچہ ایک سمجھ دار بندے کو اللہ سے اتنی ہی اچھی امیدیں بھی ہونا چاہئیں جتنا کہ وہ اس سے ڈرکر برائیوں سے بازرہے؛
وَاِنَّ اَحۡسَنَ النَّاسِ ظَنًّا بِاللّٰهِ اَشَدُّهُمۡ خَوۡفًالِلّٰهِ ؛	26	اور حقیقت یہ ہے کہ سارے لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہی سب سے زیادہ اللہ سے بھلائیوں کا امیدوار ہوا کرتا ہے؛
وَاعۡلَمۡ يَامُحَمَّدَ ابۡنَ اَبِىۡ بَكۡرٍ اَنِّىۡ قَدۡ وَلَّيۡتُكَ اَعۡظَمَ اَجۡنَادِىۡ فِىۡ نَفۡسِىۡ اَهۡلَ مِصۡرٍ ؛	27	اور اے ابوبکر کے بیٹے محمد میں نے تمہیں اھلِ مصر پر ولی وحکمران بنایا ہے جو میری سب سے بڑی فوج ہیں۔ لہٰذا تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ،
فَاَنۡتَ مَحۡقُوۡقٌ اَنۡ تُخَالِفَ عَلٰى نَفۡسِكَ ؛	28	چنانچہ تم پر میں یہ حق قائم کرتا ہوں کہ تم اپنی اُن خواہشات کی برابر مخالفت کرتے رہو گے جو تمہارے فرائض کے خلاف ہوں گے؛
وَاَنۡ تُنَافِحَ عَنۡ دِيۡنِكَ وَلَوۡلَمۡ يَكُنۡ لَكَ اِلَّاسَاعَةً مِنَ الدَّهۡرِ	29	اور یہ کہ تم ہر حال میں اپنے دین کے لئے سینہ سپر رہنا خواہ تمہارے پاس اس دنیا میں زندہ رہنے کے لئے ایک ہی گھڑی رہ گئی ہو؛
وَ لَا تُسۡخِطَ اللّٰهَ بِرِضَا اَحَدٍ مِّنۡ خَلۡقِهٖ ؛	30	اور مخلوقات میں سے کسی کے خوش کرنے کی خاطر اللہ کو ناراض نہ کرنا؛
فَاِنَّ فِى اللّٰهِ خَلَفًا مِّنۡ غَيۡرِهٖ وَلَيۡسَ مِنَ اللّٰهِ خَلَفٌ فِىۡ غَيۡرِهٖ.	31	اس لئے کہ اللہ سے وہ سب کچھ مل سکتا ہے جو ساری مخلوقات سے ملے مگر مخلوقات سے وہ سب کچھ نہیں مل سکتا جو اللہ دے سکتا ہے؛
صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقۡتِهَا الۡمُوَقَّتِ لَهَا ؛وَلَا تُعَجِّلۡ وَقۡتَهَا لِفَرَاغٍ ؛ وَ لَا تُؤَخِّرۡهَا عَنۡ وَقۡتِهَالِاِشۡتِغَالٍ ؛	32	اور یہ کہ تم نماز کو اسکے مقررہ وقت پر ادا کرنا۔ جان چھڑانے کیلئے وقت سے پہلے ادا نہ کرنا اور دوسرے کاموں میں اُلجھ کر اس کے وقت میں دیر نہ کرنا؛
وَاعۡلَمۡ اَنَّ كُلَّ شَىۡءٍ مِنۡ عَمَلِكَ تَبَعٌ لِّصَلَاتِكَ ؛	33	یہ سختی سے نوٹ کرلو کہ تمہارے اعمال میں سے ہر عمل تمہاری نماز کے لئے اور نماز کی پیروی میں ہونا چاہئے؛
فَاِنَّهٗ لَاسَوَآءٌ اِمَامُ الۡهُدٰى وَاِمَامُ الرَّدٰى ؛وَوَلِىُّ نَبِىٍّ وَعَدُوُّ النَّبِىِّ ؛	34	چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ ھدایت کا امام اور ہلاکت وگمراہی کا امام برابر نہیں ہوسکتے اور نہ ہی نبیؐ کا ولی اور نبیؐ کا دشمن یکساں ہوسکتا ہے؛

وَلَقَدْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ: "اِنِّیْ لَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ مُؤْمِنًا وَلَا مُشْرِکًا: اَمَّا الْمُؤْمِنُ فَیَمْنَعُہُ اللّٰہُ بِاِیْمَانِہٖ ؛ وَاَمَّا الْمُشْرِکُ فَیَقْمَعُہُ اللّٰہُ بِشِرْکِہٖ ؛	35	اور بلا شبہ مجھ سے رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا کہ:۔ "مجھے اپنی امت کے سلسلے میں نہ مومن سے خطرہ ہے اور نہ مشرک سے خوف ہے۔ اسلئے کہ مومن کے ایمان کیوجہ سے اللہ اسکی حفاظت کریگا۔ اور مشرک کو اسکے شرک کی بنا پر ذلیل وخوار کریگا۔
وَلٰکِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ کُلَّ مُنَافِقِ الْجَنَانِ عَالِمِ اللِّسَانِ؛ یَقُوْلُ مَاتَعْرِفُوْنَ وَیَفْعَلُ مَاتُنْکِرُوْنَ .	36	ولیکن مجھے اُمت کے جن لوگوں سے خوف وخطرہ ہے وہ، وہ منافق لوگ ہیں جو دل سے منافق ہیں اور زبان سے عالم ہیں، وہ باتیں تو ایسی کرتے ہیں جن سے تم واقف اور مطمئن ہو اور اعمال ایسے کرتا ہے اور کرانا چاہتا ہے جنکے تم دراصل منکر ہو۔

تشریح:۔ یہ معاہدہ نمونہ ہے اس حلفِ وفاداری کا جو کسی کو گورنری یا کوئی اور عہدہ سپرد کرنے پر لی جاتی تھی ۔ اس میں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی ذمہ داریوں سے تعلق رکھنے والی خاص خاص ہدایات میں سے پہلی اور بنیادی ہدایت یہ ہے کہ ایک گورنر کی نظر میں ساری رعایا یہاں سے وہاں تک ہم سروہم پلہ سمجھی جائے کسی کو یہ محسوس نہ ہونے پائے کہ گورنر فلاں شخص پر زیادہ مہربان ومتوجہ رہتا ہے۔ ایسا تصور پیدا کرنیوالا رویہ اصول حکومت کو مسمار کرتا ہے اور اس سے پبلک میں طبقہ واریت اور مختلف جماعتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور سازشوں اور شورشوں کا آغاز ہوجاتا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے محمد بن ابی بکر کو اسی طرف متوجہ کیا گیا ہے تا کہ مالداروں اور غریبوں کو یقین ہوجائے کہ نہ کسی کی ناجائز طرفداری اور رعایت کی جائے گی نہ کسی کا کوئی حق روکا جائیگا۔

نماز کا مقام دین کے پورے نظام کا مقام ہے نماز ہی دین ہے

حضرت علی علیہ السلام کے نزدیک نماز کو قائم کرنا پورے دین کو قائم کرنا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ:۔

اِقَامَ الصَّلٰوۃ اِنَّھَا الْمِلَّۃُ "نماز کو قائم کرنا ہی پوری ملت کو قائم کرنا ہے۔"

یعنی نماز کو دین کا ستون کہنا یا نماز کو دین کا ایک رکن قرار دینا قریشی پالیسی کی باتیں اور مقولے ہیں۔ محمد بن ابوبکر سے فرمایا ہے کہ تیرے تمام اعمال نماز کی اتباع یا پیروی میں ہونا چاہیں۔ یہاں یہ جملہ اور ساتھ میں شامل کرلیں تمہارے تمام اقوال بھی نماز کی پیروی میں ہونا چاہئیں ۔ یعنی ہم بات بھی وہی کریں جو نماز کے تقاضے کو پورا کرتی ہو اور کام بھی وہی کریں جو نماز کے پروگرام میں آتا ہو۔ یعنی نماز ایسی ہونی چاہئے جو ہمیں ہمہ گیر پروگرام دے ہم بات ہی وہی کریں جو نماز کرنے کو کہے اور کام بھی وہی کریں جو نماز کا حکم ہو۔ جیسا کہ حضرت شعیب علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ:۔

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَایَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَانَشٰٓؤُا اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُo **(11/87)**

"انہوں نے پوچھا کہ اَے شعیب کیا تمہاری نماز یہ حکم بھی دیتی ہے کہ ہم اُن تمام کو چھوڑ دیں جن کی اطاعت وعبادت ہمارے اباواجداد کرتے تھے؟ اور یہ کہ ہمیں اپنے اموال میں اپنی منشا کے مطابق تصرف کرنے کا حق نہیں ہے؟ اگر ایسی ہی ہے تو یقیناً تم تو بڑے استاد اور راست باز نکلے۔"

قومی لیڈروں نے حضرت شعیب علیہ السلام پر تین چار ہزار سال پہلے یہ طنز کیا تھا۔ لیکن اس طنز میں یہ ثابت ہے کہ نماز اُس ہمہ گیر نظام کا نام ہے جو انسانیت کی بے راہ روی کو روکتا ہے اور عبادت واطاعت سے لے کر مالی تصرفات اور زندگی کے پورے نظام کو قوانین کا پابند کرتا ہے۔ یہاں اُس نماز کا ذکر نہیں ہے جو ہر بدمعاش، ہر زانی اور ہر ڈاکو اور ہر خلیفہ پڑھتا ہے اور امید کرتا ہے کہ تمام گناہ بخشے گئے اور نئے گناہوں کی چھوٹ مل گئی ہے۔ یعنی نماز ہر برا کام کرنے کا سرٹیفکیٹ ہے۔ چنانچہ دنیا میں سب سے زیادہ سنگین وشرمناک گناہ کرنے والی وہ قوم ہے جو پنج وقتہ نماز پڑھتی ہے اور خود کو اللہ کا پیارا سمجھتی ہے۔ لہٰذا دنیا کی ساری اقوام میں سب سے زیادہ جرائم اور گناہ مسلمانوں میں کئے جاتے ہیں۔ اور اسی لئے آج ساری دنیا کے اقوام سے

جاہل اور سب کی بھکاری قوم بھی مسلمان ہیں۔ جو ہندوؤں یہودیوں نصاریٰ اور کیمونسٹوں تک سے بھیک مانگ رہے ہیں اور نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی پڑھ کر اللہ و محمدؐ کے نام پر بھیک مانگتے ہیں۔ زندگی کی تمام سہولتوں اور آسائش فراہم کرنے والی چیزوں کے لئے بے دینوں اور یہود و نصاریٰ کے محتاج ہیں۔ مگر دن رات نمازیں پڑھتے ہیں۔ نمازوں کا سودا کرتے ہیں۔ انہوں نے تو عہدِ رسولؐ میں وہ نماز نہیں پڑھی نہ وہ دین اختیار کیا جو اللہ نے بھیجا تھا نہ اللہ و رسولؐ کو حقیقی معنی میں قبول کیا نہ قرآن اور سابقہ کتابوں پر سچا ایمان لائے (4/136) یہ تو عہدِ رسولؐ میں اللہ و رسولؐ سے خیانت کرنے والے لوگ ہیں (8/27) ان ہی مومنین سے رسولؐ اللہ کو خوف تھا جو اہلِ زبان اور زبان کے عالم تھے۔ باتیں بڑی لچھے دار کرتے تھے لیکن سر سے پیر تک اللہ و رسولؐ کی مخالفت اور دشمنی میں کام کرتے تھے۔ (معاہدہ 34 تا 36) اور بالواسطہ ابوبکر کے بیٹے کو بھی اُن سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اور یہاں یہ نوٹ کر لیں کہ آج دنیا میں مسلمانوں کے سوا اور کہیں مشرک نہ پایا جائے گا اور شرک اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اللہ و رسولؐ کی حکومت میں ان لوگوں کو شریک و شامل مانا جائے جن کے لئے نہ قرآن میں اجازت آئی اور نہ خود انہوں نے مانا کہ خلفائے ثلاثہ کو رسولؐ نے خلیفہ اور امت کا سربراہ بنایا تھا۔ بس حقیقی شرک یہی ہے اور آج تو ماشاءاللہ شیعہ کہلانے والوں کے علماء و دانشور اس شرک میں فخریہ شریک ہیں اور اس شرکت کی تنخواہ اور وظائف لے رہیں۔ یا خود ہی امامِ امت بنے ہوئے ہیں اور اللہ کے جانشین کی حیثیت سے احکام نافذ کر رہے ہیں۔

(نمبر 28) خط — اِلٰی مُعَاوِیَّةَ جَوَابًا وَهُوَ مِنْ مُحَاسِنِ الْكُتُبِ

معاویہ کے جواب میں لکھا گیا اور یہ آپؑ کے اچھے خطوط میں سے ایک خط ہے

1۔ ایک سیاسی حربہ کا جواب 2۔ ستر تکبیروں والی نمازِ جنازہ 3۔ نسلی و دینی تقابل 4۔ استقرارِ خلافت کا بطلان

5۔ عثمان کے قتل کا حال 6۔ شیخین کو ہدایت کرنا جرم نہیں 7۔ دعوتِ جنگ کا جواب 8۔ کفن پہننے والی فوج ہمراہ ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اَتَانِیْ كِتَابُكَ تَذْكُرُ فِیْهِ اصْطِفَاءَ اللّٰهِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ لِدِیْنِهٖ وَتَائِیْدِهٖ اِیَّاهُ بِمَنْ اَیَّدَهٗ مِنْ اَصْحَابِهٖ.	1	اللہ و نبیؐ کی مدح و ثنا کے بعد معلوم ہو کہ مجھے تمہارا خط مل چکا ہے اُس میں تم نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو اپنے دین کے لئے مصطفیٰ بنایا تھا اور اُن کی تائید کرنے والے صحابہ عطا کئے تھے۔
فَلَقَدْ خَبَأَ لَنَا الدَّهْرُ مِنْكَ عَجَبًا اِذْ طَفِقْتَ تُخْبِرُنَا بِبَلَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى عِنْدَنَا وَ نِعْمَتِهٖ عَلَیْنَا فِیْ نَبِیِّنَا؛	2	یقیناً زمانہ نے تمہارے تعجب انگیز حالات کو ہم سے چھپائے ہی رکھا جواَب معلوم ہو رہے ہیں۔ یعنی تم ہمیں اُن احسانات کی اطلاع دے رہے ہو جو اللہ نے خود ہم پر کئے ہیں اور ہمیں ان نعمتوں کی خبر دے رہے ہو جو رسولؐ کے ذریعہ ہم پر نازل ہوئی ہیں۔
فَكُنْتَ فِیْ ذٰلِكَ كَنَاقِلِ التَّمَرِ اِلٰى هَجَرَ اَوْ دَاعِیْ مُسَدِّدِهٖ اِلَى النِّضَالِ ؛	3	تمہارا حال اس معاملہ میں ویسا ہی ہے جیسے کوئی کھجوریں لاد کر ہجر (بحرین کے پاس ایک شہر جو کھجور کی بہتات میں مشہور تھا) لے جائے (یعنی الٹے بانس بریلی) کو یا کوئی اپنے استاد کو تیراندازی کے مقابلے کی دعوت دے۔

وَ زَعَمْتَ اَنَّ اَفْضَلَ النَّاسِ فِی الْاِسْلَامِ فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَذَکَرْتَ اَمْرًا اِنْ تَمَّ اعْتَزَلَکَ کُلُّهٗ	4	تم نے یہ جھوٹا دعویٰ بھی کیا ہے کہ اسلام میں سارے انسانوں سے زیادہ افضل فلاں اور فلاں تھے اگر یہ سچ بھی ہوتو تمہیں اس ساری صورتحال سے معزول رکھا گیا ہے۔
وَاِنْ نَقَصَ لَمْ یَلْحَقْکَ ثَلْمَتُهٗ ؛	5	اور اگر یہ غلط اور نامکمل بات ہے تو بھی اس کا نقصان تم تک نہیں پہنچتا۔
وَمَا اَنْتَ وَالْفَاضِلَ وَ الْمَفْضُوْلَ وَالسَّائِسَ وَالْمَسُوْسَ ؛	6	اور یہ تو سوچو کہ کہاں تم اور کہاں فاضل اور مفضول کی بحث اور کہاں بنیاد رکھنے والے اور تعمیر ہونے والے اور حاکم ومحکوم کی پوزیشن؟
وَمَالِلطُّلَقَآءِ وَاَبْنَآءِ الطُّلَقَاءِ وَ التَّمْیِیْزَ بَیْنَ الْمُهَاجِرِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ وَتَرْتِیْبَ دَرَجَاتِهِمْ وَالتَّعْرِیْفَ طَبَقَاتِهِمْ ؛	7	اور جان کی امان دے کر آزاد کئے ہوئے غلاموں اور غلاموں کے بیٹوں سے اس کا کیا تعلق کہ وہ سب سے پہلے درجہ کے مہاجرین اور دوسرے درجہ کے مہاجروں میں تمیز کرنے بیٹھ جائیں۔ اور اُن کے درجات کو ترتیب دینے لگیں اور اُن کے طبقات کی تعریف وشناخت تجویز کرنے لگیں۔
هَیْهَاتَ لَقَدْ حَنَّ قِدْحٌ لَیْسَ مِنْهَا وَطَفِقَ یَحْکُمُ فِیْهَا مَنْ عَلَیْهِ الْحُکْمُ لَهَا ؛	8	افسوس کہ جوئے کے تیروں میں نقلی تیر آواز دینے لگے اور وہ شخص احکام اور فیصلہ صادر کرنے لگے جس کے خلاف حکم اور فیصلہ صادر ہونا ہے؛
اَلا تَرْبَعُ اَیُّهَا الْاِنْسَانُ عَلٰی ظَلْعِکَ ؟ وَتَعْرِفُ قُصُوْرَ ذَرْعِکَ وَتَتَاءَ خَّرُحَیْثُ اَخَّرَکَ الْقَدْرُ ؛	9	اَے بے وقوف انسان تو لنگڑا ہوتے ہوئے اپنی رفتار پر کیوں قائم نہیں ہوتا۔ اور کیوں اپنے بازو کی کوتاہی کو نہیں پہچانتا اور کیوں تو پیچھے ہٹ کر وہاں نہیں ٹھہرتا جہاں تجھے اللہ کی تقدیر نے ہٹایا ہے؛
فَمَا عَلَیْکَ غَلَبَةُ الْمَغْلُوْبِ وَلَا لَکَ ظَفَرُ الظَّافِرِ ؛	10	بھلا تجھے کسی کے مغلوب ہونے اور شکست کھانے سے اور کسی کے غالب آنے اور فتح پانے سے کیا تعلق ہے؟
وَاِنَّکَ لَذَهَّابٌ فِیْ التِّیْهِ رَوَّاغٌ عَنِ الْقَصْدِ ؛	11	اور تم تو گمراہی کے بیابان میں بھٹک رہے ہو اور راہ راست سے بہت دور نکل چکے ہو؛
اَلَا تَرٰی غَیْرَ مُخْبِرٍ لَّکَ ؛	12	کیا تم یہ نہیں سمجھتے کہ میں خبر دینے کے لئے تم سے یہ باتیں نہیں کر رہا ہوں؛
وَلٰکِنْ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ اُحَدِّثُ. اَنَّ قَوْمًا اِسْتُشْهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مِنَ الْمُهَا جِرِیْنَ وَالْاَ نْصَارِ وَلِکُلٍّ فَضْلٌ ؛	13	بلکہ اللہ کی نعمتوں کو بیان کر رہا ہوں۔ کہ بلاشبہ مہاجروں اور انصار میں سے ایک قوم اللہ کی راہ میں شہید ہوئی تھی اور انہیں بزرگی کا ایک درجہ دیا گیا تھا۔
حَتّٰی اِذَا اسْتُشْهِدَ شَهِیْدُنَا قِیْلَ :سَیِّدُالشَّهَدَاءِ وَخَصَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَآلِهٖ بِسَبْعِیْنَ تَکْبِیْرَةً عِنْدَ صَلَاتِهٖ عَلَیْهِ ؟	14	مگر جب وہ وقت آیا کہ ہم میں سے شہید ہونے والا شہید ہوا تو اُسے سید الشھداء (شہیدوں کا سردار) کہا گیا تھا۔ اور اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے یہ خصوصیت دی تھی کہ اُن کی نماز جنازہ پڑھنے میں ستر تکبیریں پڑھی تھیں؛
اَوَ لَاتَرٰی اَنَّ قَوْمًا قُطِّعَتْ اَیْدِیْهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلِکُلٍّ فَضْلٌ ؛	15	اور کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کی راہ میں ایک قوم کے ہاتھ کٹتے رہے اور اُن سب کو ایک درجہ کی فضیلت ملی تھی؛
حَتّٰی اِذَا فُعِلَ بِوَاحِدِنَا مَافُعِلَ بِوَاحِدِهِمْ قِیْلَ	16	یہاں تک کہ جب ہمارے آدمؑ کے ساتھ وہی کچھ ہوا تو اُنہیں جعفر طیار، جنت میں

الطَّيَّارُ فِی الْجَنَّةِ وَذُوالْجَنَاحَيْنِ ؟		پرواز کرنے والا اور دو پروں والے کا لقب دیا گیا تھا؛
وَلَوْلَا مَانَهَی اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ تَزْكِيَةِ الْمَرْءِ نَفْسَهُ لَذَكَرَ ذَاكِرٌ فَضَائِلَ جَمَّةً ؛	17	اور اگر اللہ نے خود اپنی بڑائی اور مدح وثنا کرنے سے منع نہ کیا ہوا ہوتا تو بیان کرنے والا اپنے بھی وہ سب فضائل اور بزرگیاں بیان کر دیتا؛
تَعْرِفُهَا قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا تَمُجُّهَا اٰذَانُ السَّامِعِيْنَ ؛	18	جن کا اعتراف مومنوں کے دل کرتے ہیں اور سننے والوں کے کان انہیں اپنے سے دور نہیں جانتے ؛
فَدَعْ عَنْكَ مَنْ مَّالَتْ بِهِ الرَّمِيَّةُ ؛	19	چنانچہ ایسوں کے تذکرے کو دفع کرو جن کے تیر نشانوں سے چوکتے رہے ہوں؛
فَاِنَّا صَنَائِعُ رَبِّنَاوَالنَّاسُ بَعْدُ صَنَائِعُ لَنَا(صَنَائِعُنَا)؛	20	لہٰذا ہم اللہ کی خاص صنعت ہیں اور اس صنعت کے بعد باقی تمام انسان ہماری (یا ہمارے لئے) صنعت ہیں؛
لَمْ يَمْنَعْنَا قَدِيْمُ عِزِّنَا وَلَا عَادِيُّ طَوْلِنَا عَلٰی قَوْمِكَ اَنْ خَلَطْنَاكُمْ بِاَنْفُسِنَا فَنَكَحْنَا وَاَنْكَحْنَا فِعْلَ الْاَكْفَآءِ وَلَسْتُمْ هُنَاكَ ؛ وَاَنّٰی يَكُوْنُ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ ؛	21	ہمیں ہماری قدیم عزت نے اور ہماری نسلی برتری نے تمہاری قوم کے ساتھ ملنے جلنے سے منع نہیں کیا اور تمہیں ہم پلہ (کفو) بنالیا اور ہم نے تمہاری قوم میں نکاح بھی کئے اور نکاح قبول بھی کئے۔حالانکہ تم ہمارے کفو اور ہم پلہ قوم نہ تھے اور ہو بھی کیسے سکتے تھے جبکہ،
وَمِنَّا النَّبِیُّ وَمِنْكُمُ الْمُكَذِّبُ ؟ وَمِنَّا اَسَدُ اللّٰهِ وَمِنْكُمْ اَسَدُ الْاَحْلَافِ وَمِنَّا سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمِنْكُمْ صِبْيَةُ النَّارِ وَمِنَّا خَيْرُنِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ وَمِنْكُمْ حَمَّالَةُ الْحَطَبِ ؟ فِیْ كَثِيْرٍ مِمَّالَنَا وَعَلَيْكُمْ ؛	22	ہمارے اندر نبیؐ ہے اور تمہارے اندر جھٹلانے والے ہیں۔ہم میں اللہ کا شیر ہے اور تمہارے اندر جھوٹے حلف اور قسمیں اٹھانے والوں کا شیر ہے۔اور ہم میں جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں اور تم میں جہنمی لڑکے ہیں۔اور ہم میں تمام عالمین کی عورتوں سے بہتر عورتؑ ہے اور تم میں حمالة الحطب (111/4,5) ہے۔اور ایسی ہی اور بہت سی قرآنی حقیقتیں ہیں جو ہماری بزرگی اور تمہاری پستی کی دلیل ہیں۔
فَاِسْلَامُنَا مَا قَدْسُمِعَ وَجَاهِلِيَّتُنَا لَاتُدْفَعُ وَكِتَابُ اللّٰهِ يَجْمَعُ لَنَامَا شَذَّعَنَّا وَهُوَقَوْلُهُ سُبْحَانَهُ :	23	چنانچہ ہمارا اسلام تو وہ ہے جسکی دھوم سنی جا چکی ہے اور زمانہ جاہلیت میں ہماری نسل کی بزرگی سے انکار کی مجال نہیں اور ہمارے جو حالات مختلف زمانوں کے ہیں انہیں اللہ کی کتاب نے اپنے اندر جمع کر رکھا ہے مثلاً اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ:
" وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ(انفال8/75،الاحزاب33/6)وَقَوْلُهُ تَعَالٰی:	24	قرآن میں مذکور ارحام والے کتاب اللہ کے اندر حاکم ہیں بعض دوسرے ارحام والوں پر(33/6،8/75) اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:
اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران 3/68)	25	یقیناً ابراہیمؑ سے ولایت میں تمام انسانوں سے قریب ترین وہ لوگ ہیں جو ابراہیمؑ کی اتباع کرتے چلے گئے اور اب صاحبان ولایت یہ نبیؐ ہے اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں اور اللہ ان مومنین کا ولی وحاکم ہے(3/28) لہٰذا، کبھی
فَنَحْنُ مَرَّةً اَوْلٰی بِالْقَرَابَةِ وَتَارَةً اَوْلٰی بِالطَّاعَةِ	26	ہم قرابت کی بنا پر ولی ہوتے ہیں اور کبھی اطاعت کو ہماری ولایت کا سبب بتایا جاتا ہے؛

وَلَمَّا احْتَجَّ الْمُهَاجِرُوْنَ عَلَى الْاَنْصَارِ يَوْمَ السَّقِيْفَةِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ فَلَجُوْ عَلَيْهِمْ ؛	27	اور جب سقیفہ کے دن مہاجروں نے انصار پر رسولؐ کی قرابت کو اپنی حکومت کی حجت میں پیش کیا تو انصار کے مقابلہ میں حکومت لے لی تھی ،
فَاِنْ يَّكُنِ الْفَلَجُ بِهٖ فَالْحَقُّ لَنَا دُوْنَكُمْ ؛	28	لہٰذا اگر قرابت کیوجہ سے حکومت لی تھی تو خلافت وحکومت ہمارا حق ہے نہ کہ مہاجروں کا۔
وَاِنْ يَّكُنْ بِغَيْرِهٖ فَالْاَنْصَارُ عَلٰى دَعْوَاهُمْ ؛	29	اور اگر حکومت وخلافت کا کوئی معیار تھا تو انصار کا دعویٰ برابر قائم ہے۔
وَزَعَمْتَ اَنِّيْ لِكُلِّ الْخُلَفَاءِ حَسَدْتُ وَعَلٰى كُلِّهِمْ بَغَيْتُ ؛	30	اور تو نے یہ جھوٹا دعویٰ بھی کیا ہے کہ میں نے تمام خلفاء سے حسد کیا اور ان کے خلاف بغاوتیں پیدا کی تھیں؛
فَاِنْ يَّكُنْ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ فَلَيْسَ الْجِنَايَةُ عَلَيْكَ فَيَكُوْنَ الْعُذْرُ اِلَيْكَ وَتِلْكَ شَكَاةٌ ظَاهِرٌ عَنْكَ عَارُهَا ؛	31	اگر تمہارا یہ دعویٰ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ تم نے لکھا ہے تو بھی میں نے تمہیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جو تم سے عذر ومعذرت کروں۔ اور اگر یہ کوئی قابل شکایت عمل تھا بھی تو اِس کی برائی تم پر عائد نہیں ہوتی ہے؛
وَقُلْتَ اِنِّيْ كُنْتُ اُقَادُ كَمَا يُقَادُ الْجَمَلُ الْمَخْشُوْشُ حَتّٰى اُبَايِعَ ؛	32	اور تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ مجھے اسطرح کھینچ کر لایا گیا تھا جیسے اُس اونٹ کو کھنچا جاتا ہے جسکی ناک میں نکیل پڑی ہوئی ہوتی ہے۔ اور یوں مجھے بیعت پر مجبور کیا گیا تھا؛
وَلَعَمْرُ اللّٰهِ لَقَدْ اَرَدْتَ اَنْ تَذُمَّ فَمَدَحْتَ ؛ وَاَنْ تَفْضَحَ فَافْتَضَحْتَ وَمَا عَلَى الْمُسْلِمِ مِنْ غَضَاضَةٍ فِيْ اَنْ يَّكُوْنَ مَظْلُوْمًا مَالَمْ يَكُنْ شَاكًّا فِيْ دِيْنِهٖ ؛ وَلَا مُرْتَابًا ؛ بِيَقِيْنِهٖ ؛	33	اور خدا کی قسم تم نے یہ سب کچھ اس ارادے سے کہا ہے کہ تم میری مذمت کرو لیکن تو نے تو میری مدح وثنا کر دی ہے اور مجھے رسوا کرتے کرتے خود رسوا ہو کر رہ گئے ہو۔ اور ایک مسلمان شخص کے لئے اس میں کوئی توھین کی بات نہیں ہے کہ وہ مظلوم ہو اور ایسے حال میں ظلم برداشت کرے کہ نہ اُسے اپنے دین میں شک وشبہ ہو نہ اس کا یقین ڈگمگایا ہو؟
وَهٰذِهٖ حُجَّتِيْ اِلٰى غَيْرِكَ قَصْدُهَا ؛ وَلٰكِنِّيْ اَطْلَقْتُ لَكَ مِنْهَا بِقَدْرِ مَا سَنَحَ مِنْ ذِكْرِهَا ؛	34	اور میری اس دلیل وحجت کی زد تیرے علاوہ دوسرے لوگوں پر پڑتی ہے پھر بھی میں نے تیرے جواب میں جتنا ضروری تھا تذکرہ کر دیا ہے؛
ثُمَّ ذَكَرْتَ مَا كَانَ مِنْ اَمْرِيْ وَاَمْرِ عُثْمَانَ ؛	35	پھر تم نے میرے اور عثمان کے مابین گذرنے والے واقعات کا تذکرہ بھی کیا ہے؛
فَلَكَ اَنْ تُجَابَ عَنْ هٰذِهٖ لِرَحِمِكَ مِنْهُ ؛	36	چونکہ تمہاری عثمان سے رشتہ داری ہے اسلئے ضروری ہے کہ تمہیں اسکا باقاعدہ جواب دیا جائے
فَاَيُّنَا كَانَ اَعْدٰى لَهٗ وَاَهْدٰى اِلٰى مَقَاتِلِهٖ ؛	37	اب سمجھنا یہ ہے کہ ہم دونوں میں سے کون ہے جس نے عثمان کے ساتھ زیادہ دشمنی کا سلوک کیا ہو اور اُس کے قتل کرانے میں زیادہ مددگار رہا ہو؟
اَمَّنْ بَذَلَ لَهٗ نُصْرَتَهٗ فَاسْتَقْعَدَهٗ وَاسْتَكَفَّهٗ ؟ اَمَّنِ اسْتَنْصَرَهٗ فَتَرَاخٰى عَنْهُ وَبَثَّ الْمَنُوْنَ اِلَيْهِ حَتّٰى اَتٰى قَدَرُهٗ عَلَيْهِ؟	38	کیا وہ شخص جس نے اُس سے مدد کرنے کا وعدہ کیا ہو اور عثمان نے مدد لینے سے انکار کر کے اسے روک کر بٹھا دیا ہو؟ یا وہ شخص جس سے عثمان نے بار بار مدد طلب کی ہو اور اُسنے وعدوں کے بعد بھی ٹال دیا ہو اور اس کیلئے موت کے اسباب فراہم کرتا رہا ہو یہاں تک کہ اُس

		کے مقدر کی موت اُس پر ٹوٹ پڑی؛
كَلّاوَاللّٰهِ " قَدْيَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاسَ اِلَّاقَلِيْلاً " (احزاب 33/18)	39	"تیری بات ہرگز صحیح نہیں ہے۔ یقیناً اللہ نے معلوم کرلیا تھا تم لوگوں میں سے اُن لوگوں کو جو جہاد سے روکنے والے تھے اور اپنے مسلمان بھائیوں سے کہتے تھے کہ تم ہمارے پاس آجاؤ اور وہ جنگ میں شرکت نہیں کرتے مگر تھوڑے سے۔" (33/18)
وَمَا كُنْتُ لِاَعْتَذِرَ مِنْ اَنِّىْ كُنْتُ اَنْقِمُ عَلَيْهِ اَحْدَاثًا فَاِنْ كَانَ الذَّنْبُ اِلَيْهِ اِرْشَادِىْ وَهِدَايَتِىْ لَهٗ فَرُبَّ مَلُوْمٍ لَّاذَنْبَ لَهٗ ؛	40	اور میں اس بات پر کوئی معذرت کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ میں اُنکی دینی ایجادات پر ناراض رہتا تھا۔ چنانچہ اگر میرا قصور یہ ہے کہ میں اسکوٹوکتا اور صحیح راہ دکھاتا تھا اور ہدایت کرتا رہتا تھا۔ تو اکثر ہدایت کاروں کو بے گناہ ہی ملامت کا نشانہ بنالیا جاتا ہے؛
وَقَدْ يَسْتَفِيْدُ الظِّنَّةَ الْمُتَنَصِّحُ " وَمَا اَرَدْتُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَااسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ " (هود 11/88)	41	اور ناصح کو بدگمانی کا شکار ہونا پڑتا ہے اور میرا تو یہ ارادہ تھا کہ میں اپنی وسعتوں کے اندر اصلاح حال کروں اور میری توفیق میرے بجاے میرے اللہ کے ہاتھ میں ہے۔لہٰذا میں اُسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اور اُسی کی نیابت میں کام کرتا ہوں؛
وَذَكَرْتَ اَنَّهٗ لَيْسَ لِىْ وَلَاَصْحَابِىْ عِنْدَكَ اِلَّا السَّيْفُ ؛	42	اور تو نے یہ بھی لکھا ہے کہ تیرے پاس میرے لئے اور میرے ساتھیوں کے لئے تلوار کے سوا کچھ نہیں ہے؛
فَلَقَدْ اَضْحَكْتَ بَعْدَ اسْتِعْبَارٍ ؛	43	یقیناً یہ لکھ کر تو نے مجھے عبرت حاصل کرنے کے دوران ہنسادیا ہے؛
مَتٰى اَلْفَيْتَ بَنِىْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنِ الْاَعْدَاءِ نَاكِلِيْنَ؟ وَبِالسُّيُوْفِ مُخَوَّفِيْنَ ؟	44	اے معاویہ تو نے عبدالمطلبؑ کی اولاد کو دشمن سے منہ پھیرتے ہوئے کبھی دیکھا ہے؟ اور کبھی اُنہیں تلواروں کے خوف میں مبتلا پایا ہے؟
لَبِّثْ قَلِيْلاً يَّلْحَقِ الْهَيْجَا حَمَلْ ؛ فَسَيَطْلُبُكَ مَنْ تَطْلُبُ وَيَقْرُبُ مِنْكَ مَاتَسْتَبْعِدُ وَاَنَا مُرْقِلٌ نَحْوَكَ فِىْ جَحْفَلٍ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ ؛	45	(بقول شاعر) تھوڑی دیر ٹھہر و کہ حَمل ابن بدر میدان جنگ میں پہنچ جائے۔ جسے تم طلب کررہے ہو وہ ڈھونڈتا ہوا آئیگا۔ اور جسے تم دور سمجھ رہے وہ سر پرسوار ملے گا اور میں بہت جلد تیزی کیساتھ تمہارے سر پر اس طرح پہنچ رہا ہوں کہ میرے ساتھ مہاجرین اور انصار کا اور انکے نقش قدم پر چلنے والے خوش رفتار تابعین کا لشکر جرار ہوگا؛
شَدِيْدٍ زِحَامُهُمْ سَاطِعٍ قَتَامُهُمْ مُتَسَرْبِلِيْنَ سِرْبَالَ الْمَوْتِ ؛	46	یہ ایک ایسا لشکر ہوگا جس میں بے پناہ ہجوم ہوگا۔ جس کے چلنے سے فضا میں گردوغبار پھیل جاتا ہے اور وہ مرنے کے لئے کفن سے آراستہ ہوگا؛
اَحَبُّ اللِّقَآءِ اِلَيْهِمْ لِقَآءُ رَبِّهِمْ ؛	47	انہیں اپنے پروردگار کی زیارت سے زیادہ کسی کا ملنا محبوب نہیں ہے۔
قَدْصَحِبَتْهُمْ ذُرِّيَّةٌ بَدْرِيَّةٌ وَسُيُوْفٌ هَاشِمِيَّةٌ ؛	48	ان کے ساتھ شہدائے بدر کی اولادیں اور ہاشمی تلواریں بھی ہوں گی؛
قَدْعَرَفْتَ مَوَاقِعَ نِصَالِهَا فِىْ اَخِيْكَ وَخَالِكَ وَجَدِّكَ وَاَهْلِكَ وَمَاهِىَ مِنَ الظَّالِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ	49	جن کی تیز دھاروں کی کاٹ تم اپنے بھائی اور خالو اور دادا اور اہل خاندان پر دیکھ چکے ہو وہ ظالموں سے اب بھی دور نہیں ہیں۔" (11/83)

تشریح:۔ قارئین کے سامنے یہ حقیقت آگئی ہوگی کہ معاویہ اپنے خطوط کے ذریعہ حضور علیہ السلام کو اشتعال دلا کر ان کے قلم سے ایسے الفاظ نکلوانا چاہتا

رہا ہے جن کو وہ بطور سیاسی حربے کے استعمال کر سکے۔لیکن حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے جانے والا ہر خط اُسے مایوس کرتا ہے اور ایسا ہوتا ہی نہیں ہے جسے وہ مجمع عام میں بلند آواز سے پڑھ کر حاضرین کو سنا سکے۔یہی وجہ ہے کہ وہ بار بار خطوط لکھتا ہے اور ہر دفعہ یہ امید کرتا ہے کہ اس دفعہ اُس کو اس کی منشاء کے مطابق جواب مل جائے گا۔اِسی قسم کی امید پر یہ خط لکھا گیا ہے یہ خط یقیناً معاویہ نے اپنے درباریوں کو سنا کر بھیجا ہوگا اس میں وہ شامیوں کو یہ تاثر دے رہا ہے کہ وہ خود بھی اُن لوگوں میں شامل رہا ہے جن کے سامنے اللہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ پر اپنی نعمتیں نازل کی تھیں اور مصطفیٰ بنایا تھا اور یہ کہ وہ بھی رسوؐل کی تائید کرنے والے صحابہ میں شامل رہا ہوگا۔اس جملے کے جواب میں حضورؑ نے یہ نہیں لکھا کہ تو اور تیرا باپ اور سارا خاندان دشمنانِ خدا اور رسوؐل میں شامل تھے،تمہیں مصطفائی اور اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے شرم آنا چاہیئے۔یہ صرف اس لئے کہ حضورؑ جانتے ہیں کہ اُن کے خطوط پڑھنے کے بعد اٹھا کر رکھ دئے جاتے ہیں لہٰذا کیوں اپنا وقت ضائع کیا جائے مختصر اور جامع جواب لکھ دیا جائے۔گوآگے چل کر بتا دیا ہے کہ تیرا کنبہ رسوؐل کا دشمن تھا اور وہ میری تلوار سے قتل ہوئے تھے۔البتہ اُسے یہ بتا دیا ہے کہ تیرا ہمیں اِن چیزوں کی اطلاع دینا نہایت مضحکہ خیز ہے۔یہیں پر حضورؑ نے اُس تاجر کی مثال دی ہے جو کھجوروں کو فروخت کرنے کے لئے ''**ھجر**'' لے جائے اور نقصان اٹھائے۔جس پر ہم نے اپنے یہاں کی ضرب المثل ''**اُلٹے بانس بریلی کو**'' لکھی ہے۔یعنی بریلی میں بانس بہت زیادہ پیدا ہوتے ہیں اور ہر قسم کے بانس وہاں سے باہر بھیجے جاتے ہیں ظاہر ہے کہ باہر کہیں سے بانس لے کر بریلی جانا اور منافع کی امید کرنا معاویہ والی حماقت ہوگی۔بحرین سے قریب ایک شہر ھجر نام کا ہوا کرتا تھا جہاں پورے ملک سے زیادہ کھجوریں پیدا ہوتی اور بارہ مہینے ارزاں بکتی رہتی تھیں۔چنانچہ کوئی تاجر بصرہ میں اپنا مال فروخت کر چکا تو کوئی عمدہ اور مفید سامان خریدنے کی فکر میں بازار کا گشت لگایا اُس نے بصرہ میں بہت عمدہ کھجوریں اور سستے داموں بکتے دیکھیں لہٰذا بہت سی کھجوریں خرید کر اپنے اونٹوں پر لادیں اور ھجر میں قیام کیا۔وہاں کھجوریں اس کی خرید سے بھی سستی بک رہی تھیں۔سوچا کہ چند روز ٹھہروں اور بھاؤ چڑھنے پر مارکیٹ میں مال لاؤں۔مگر نہ بھاؤ چڑھنا تھا اور نہ چڑھا۔اُس کی کھجوریں گلنا سڑنا شروع ہوگئیں بہر حال تنگ آ کر اونے پونے مال بیچا اور پچھتاتا ہوا چلا گیا۔یہ بڑا سنجیدہ مذاق تھا جس سے معاویہ کو حد بھر خفت ہوئی ہوگی۔مگر وہ تو نہ صرف قریشی لیڈر تھا بلکہ حد بھر بے شرم و بے حیا بھی تھا۔حضورؑ نے اپنے چوتھے جملے میں معاویہ کو جھوٹا قرار دیا ہے اور یقیناً وہ سب علماوعوام فریب زدہ ہیں جو قریشی لیڈروں اور ان کے پیروکاروں کو سارے انسانوں سے افضل کہتے اور لکھتے ہیں۔اس لئے کہ قریشی حکومتوں کی اپنی گھڑی اور لکھی ہوئی کتابوں میں بھی ایسی کوئی بات نہیں لکھی گئی کہ اُن کا افضل ہونا ثابت ہوجائے۔البتہ اُن کی مذمت پر ڈھیروں سامان موجود ہے اور اگر قرآن اور حدیث پر چھوڑ دیا جائے تو اُن کا اور اُن کی پوری قوم کا مومن ہونا ثابت نہیں ہوتا (4/136)(25/30.31)۔

بہر حال معاویہ نے چاہا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام وہ سب کچھ لکھ دیں جو وہ حضرات ابوبکر وعمر وعثمان کے متعلق سمجھتے تھے اور یہی اس کیلئے مفید ہوتا مگر حضورؑ نے اُن کا نام تک بھی نہ لکھا بلکہ فلاں کہہ کر بات پلٹا دی اور کہہ دیا کہ یہ نامکمل بات ہے اگر مکمل بھی ہوجائے تو تیرا اس سے بہر حال تعلق نہیں ہے۔یہ معاملہ نہ تجھے فائدہ پہنچاتا ہے نہ تیرا نقصان کرتا ہے مطلب یہ کہ تو فضولیات میں اپنا وقت ضائع کرتا ہے۔پھر اُسے اُس کی اور اُس کی قوم کا حال بتایا ہے کہ تم جان کی امان پانے والے غلام اور طلاق زدہ لوگ ہو کر مہاجر وانصار کی باتیں کرتے ہو جو تمہیں زیب نہیں دیتیں۔تم خود کو اپنی حد تک محدود رکھو۔تمہیں اس سے کیا تعلق کہ کون افضل ہے کون مفضول ہے کون فاتح ہے اور کون مفتوح ہے۔تمہیں اُس ذلیل حالت پر قائم رہنا چاہئے جس پر اللہ نے تمہیں رکھا ہے۔پھر نہایت خوبصورتی سے یہ بتایا ہے کہ فی سبیل اللہ جہاد کرنے والے اور شہید ہونے والے بھی برابر نہیں ہوتے۔ہماری بنیاد ہی اونچی ہے لہٰذا ہمارا شہید تمام شہیدوں کا سردار ہوتا ہے۔ہم جنت میں بھی سارے جنتیوں کے سردار ہیں۔یہیں خاندانی افراد کو آمنے سامنے رکھ دیا ہے تا کہ

معاویہ خود کو اور اپنی قوم کو ایک ساتھ دیکھے۔ اور اپنی حقیقت کو سامنے رکھے اور اگر کسی کو خط سنا دے تو عمر بھر منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔

لیڈرانِ قریش کا نسل ابراہیمؑ سے سازشاً الحاق کرنا اور بنی ہاشم کی مہربانیاں

یہاں وہ لوگ غور کریں جو ابولھب اور عباس کو رسولؐ اللہ کے چچا کہا کرتے ہیں۔ اُن کو سوچنا چاہئے کہ اگر ابولھب سے کسی قسم کی بھی رشتہ داری ہوتی تو حضرت علی علیہ السلام یہاں حضرت فاطمہ علیہا السلام کے مقابلے میں **حَمَّالَةَ الْحَطَب** کا ذکر نہ کرتے۔ اس لئے کہ وہ بہرحال معاذ اللہ چچی ہوتی۔ لیکن یہاں واضح کر دیا ہے کہ وہ اور تمام مذکورہ لوگ معاویہ کے آدمی ہیں یعنی قریش کہلانے والی قوم اور نسل سے ہیں۔ لہٰذا یہ جملے بار بار پڑھیں کہ:۔

''ہم میں سے نبیؐ ہے۔ یعنی نبیؐ ہماری نسل سے ہے اور مکذب تمہاری نسل سے ہے۔ اور اسد اللہ ہماری نسل سے ہے اور جھوٹی حلف اٹھانے والا شیر تمہاری نسل سے ہے اور جنت کے جوانوں کے دونو سرؐدار ہماری نسل سے ہیں۔ اور جہنمی لڑکے تمہاری نسل سے ہیں۔ اور تمام عالمین کی عورتوں سے بہتر عورتؑ ہماری نسل سے ہے۔ اور لکڑیوں کا گٹھا اُٹھائے اُٹھائے پھرنے والی عورت تمہاری نسل سے ہے۔''

یہاں صرف قوم و قبیلے کی بات نہیں ہو رہی ہے بلکہ نسل ابراہیم و اسماعیل علیہما لسلام کی بات پیش نظر ہے۔ یہاں اُن کا بھی ذکر ہے جو نسل اسماعیل علیہ السلام سے اسلام لائے اور اُن کا بھی ذکر ہے جو اعلان نبوت سے پہلے کے یعنی ایام جاھلیت کے لوگ تھے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ: **فَاِسْلَامُنَا مَا قَدْ سُمِعَ وَ جَا هِلِيَّتُنَا لَا تُدْ فَعُ** یعنی ہماری نسل کے اسلام کی دھوم سنائی دے رہی ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں ہماری نسل کی بزرگی سے انکار کی مجال نہیں ہے (28/23) اور یہیں اپنی پوری نسل کو حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کی اتباع کرنے والے اور پہلے درجے میں وابستہ قرار دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کو پیش کیا ہے اور اُن مومنین کو نبیؐ کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے جو نبیؐ کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ اور جو قرآن کی رو سے سو فیصد جنتی حضرات ہیں آیت سنئے اور مومنین میں سے اُن لوگوں کو نوٹ کیجئے جو صاحبان مقتدرت تھے فرمایا گیا کہ:۔

قریشی مسلمانوں میں سے صاحبان مقدرت نے ہر دفعہ جہاد فی سبیل اللہ سے رخصت چاہی ساتھ ایمان لانے والے جنتی

سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِا اللّٰهِ وَجَاهِدُوْامَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاذَنَکَ اُوْلُوا لطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ o رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْ نُوْامَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ o لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْامَعَهٗ جٰهَدُوْابِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِکَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَ نْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (89-9/86)

مودودی ترجمہ: ''جب کبھی کوئی سورت اس مضمون کی نازل ہوئی کہ اللہ کو مانو اور اس کے رسولؐ کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو تم نے دیکھا کہ جو لوگ ان میں سے **صاحب مقدرت** تھے وہی تم سے درخواست کرنے لگے کہ انہیں جہاد کی شرکت سے معاف رکھا جائے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں چھوڑ دیجئے کہ ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ رہیں۔ اُن لوگوں نے گھر بیٹھنے والیوں میں شامل ہونا پسند کیا اور اُن کے دلوں پر ٹھپہ لگا دیا گیا۔ اس لئے اُن کی سمجھ میں اب کچھ نہیں آتا۔ بخلاف اس کے رسولؐ نے اور اُن لوگوں نے جو رسولؐ کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی جان و مال سے جہاد کیا اور اب ساری بھلائیاں اُن ہی کیلئے ہیں اور وھی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ نے اُنکے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ہے عظیم الشان کامیابی'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 221.222) مودودی جو ایمان لائے اور جو نبیؐ کے ساتھ ایمان لائے دونوں کا فرق سنئے لکھتے ہیں کہ:۔

آمَنُوْ امَعَهٗ کی تشریح مودودی والے مسلمانوں کی بات سُنیں

''یعنی اگرچہ یہ بڑی شرم کے قابل بات ہے کہ اچھے خاصے ھٹے کٹے تندرست، صاحب مقدرت لوگ ایمان کا دعوٰی رکھنے کے باوجود کام کا

وقت آنے پر میدان میں نکلنے کے بجائے گھروں میں گھس بیٹھیں اورعورتوں میں جا شامل ہوں لیکن چونکہ ان لوگوں نے خود جان بوجھ کر اپنے لئے یہی رویہّ پسند کیا تھا اس لئے قانون فطرت کے مطابق ان سے وہ پاکیزہ احساسات چھین لئے گئے جن کی بدولت آدمی ایسے ذلیل اطوار اختیار کرنے میں شرم محسوس کیا کرتا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 222-221)

قریشی علماء ''آمَنُوْ امَعَهٗ'' (جو نبیؐ کے ساتھ ایمان لائے) کا مطلب یہ بیان کیا کرتے ہیں کہ ''جو نبیؐ پر ایمان لائے'' یعنی وہ تمام مسلمانوں کو آمَنُوْ امَعَهٗ میں شامل کر دیا کرتے ہیں۔مودودی کی یہ تشریح عام مومنوں کو اُن مومنین سے الگ کر دیتی ہے جو مندرجہ بالا آیات (89-86/9) میں بیان ہوئے ہیں۔آمَنُوْا مَعَهٗ کہتے ہی خالص جنتیوں کی بات ہوتی ہے نہ کہ مشکوک مومنوں کی بات۔یہی لوگؑ اور نبی حضرت ابرہیمؑ سے وابستہ ہیں۔اِن جملوں (25-22/28) میں آپ نے خاندان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وابستہ دکھایا اور اُن ہی کی نسل سے ہونا قرآن سے ثابت کیا ہے۔

قریش نام کی قوم کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی رعایت دی گئی تھی، نہ وہ کفو تھے نہ ہم نسب تھے

اور قریش کو افرادی مقابلے سے پہلے آپؑ نے اکیسویں جملے میں واضح فرما دیا ہے کہ اعلان اسلام کی بنا پر قریش کہلانے والے لوگوں میں نکاح کرنے اور اُن کے نکاح قبول کر لینے کی رعایت دی گئی تھی ورنہ حقیقتاً وہ اس قابل نہ تھے (وَلَسْتُمْ هُنَاکَ) لہٰذا اس ملنے جلنے یعنی خلط ملط ہونے کو اور حضرت عائشہ وحفصہ اور دیگر عورتوں سے نکاح کر لینے کو دلیل بنا کر قریش کا نسل ابراہیم علیہ السلام سے ہونا ثابت نہیں کیا جا سکتا۔دوران حکومت گھڑی جانے والی کہانیاں ایک مجہول نسل کو نسل ابراہیمؑ میں مدغم نہیں کر سکتیں۔لہٰذا یہ جملہ (21) قریش کو مکھی کی طرح نکال پھینکتا ہے۔

محمدؐ و علیؑ اور اُن کی نسل اللہ کی عجیب ترین و عظیم ایجاد وکاریگری ہیں اور انسان اُن حضرات کی کاریگری ہیں

اور یہ جملہ بتاتا ہے کہ ہم تو اللہ کی عجیب ترین وعظیم ترین ایجاد ہیں اس ایجاد کی عظمت کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ قریش اس نسل ونسب سے دور رکھے جائیں (28/20) چنانچہ نسل کی بات یہ فرمانے کے بعد شروع کی ہے کہ ''ہم سب اپنے پرودگار کی کاریگری اور ایجاد ہیں اور باقی نوع انسان ہماری کاریگری اور ایجاد ہے'' (28/20) یا مجتہدین والے ترجمہ کی رو سے ''نوع انسان ہمارے لئے بنائی اور ایجاد کی گئی ہے۔'' اِن دونوں میں سے کوئی معنی بھی اختیار کر لیں حقیقت میں تبدیلی نہیں ہوتی۔نوع انسان ہی نہیں پوری کائنات اور کائنات کی تمام مخلوقات وموجودات محمد وآل محمد علیھم السلام کے لئے پیدا کی گئی ہے اسی پر شہادت ہے حدیث قدسی ''لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ'' اے محمدؐ اگر تو نہ ہوتا تو میں یہ افلاک وغیرہ کچھ پیدا نہ کرتا۔اُسی جملے (20) کی تشریح میں علامہ ابی الحدید نے لکھا کہ یقول لَیْسَ من البشر علینا نعمة بَل اللّٰه تعالٰی هُوَ الَّذِی انعم عَلَیْنَا فلیس بیننا و بینه واسطة و الناس باسرهم صنا ئعنا فنحن الواسطة بینهم و بین اللّٰه تعالٰی وهذا مقام جلیل ظاهره ماسمعتَ و باطنه اَنَّهُمْ عَبِیْدُاللّٰه وَاِنَّ النَّاسَ عَبِیْدَهُمْ (شرح جلد 3۔صفحہ 451)

حضرتؑ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ہم پر کسی بشر کا احسان نہیں بلکہ خداوند عالم نے ہمیں تمام نعمتیں براہ راست دی ہیں اور ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے اور تمام لوگ ہمارے احسان پرورده اور ساختہ پرداختہ ہیں اور ہم اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔یہ ایک عظیم منزلت اور جلیل مقام ہے ان الفاظ کا ظاہری مفہوم وہی ہے جو تمہارے گوش گذار ہو چکا ہے لیکن ان کے باطنی معنی یہ ہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور تمام لوگ ہمارے بندے ہیں۔'' یہی کچھ حدیث میں آیا ہے۔احادیث سے ناواقف لوگوں کو بہت سی حقیقتیں هضم نہیں ہوتیں۔ہم تو ان حضرات علیھم السلام کو علّتِ مادی وعلت صوری اور علت فاعلی وعلت غائی یقین کرتے ہیں۔انسانی صورت میں آئے اور اسلامی قوانین کی پابندیاں پوری کرنے آئے تھے لوگوں

سے معاشرت اور میل جول اُنہیں اُن کی صحیح پوزیشن سے نہیں گراتا۔

علیؑ و محمدؐ کی قریش کے مقابلے میں برتری اور قرآن میں اس نسل کے ہر زمانہ کے حالات

جملہ نمبر 23 میں حضرت علی علیہ السلام یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ:

''اللہ کی کتاب نے ہمارے وہ تمام حالات اپنے اندر جمع کر لئے ہیں جو چھوٹ جانے والے تھے''(28/23)

یہاں پہلے تو یہ سوچئیے کہ علمائے شیعہ نے محمد وآل محمد صلی اللہ علیھم اجمعین کے حالات قرآن سے لکھنا تو الگ رہا انہوں نے تو یہ بھی کہیں نہ کہا کہ اُن حضراتؑ کے حالات قرآن کریم میں محفوظ ہیں۔ بہرحال اس جملے میں آپؑ نے قرآن کریم کی آیات (33/6) اور (8/75) کا یہ ٹکڑا لکھا ہے کہ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ ..... (8/75), (33/6)

یعنی حضرت علی علیہ السلام اپنی نسلی و خاندانی وذاتی برتری پر ان آیات کو دلیل قرار دیتے ہیں۔ مگر شیعہ سُنی ترجموں اور تفسیروں میں آیات کے الفاظ اور معنی کا ستیاناس کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ عہد رسوؐل ہی سے قریش نے قرآن کو مہجور کرنا' معنوی ردوبدل کرنا' غلط مفاہیم کو قرآن سے وابستہ کرنے کا کام شروع کر دیا تھا (25/30.31/6/66) اور آج انہیں غلط تفاہیم اور معنوی ردوبدل کرتے ہوئے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اور اپنے اس عمل کو درجہ کمال تک پہنچا دیا ہے۔ بہرحال حضورؐ کی بیان کردہ آیت میں اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ ''محمد نبیؐ مومنین کے ہر ہر معاملے میں تمام مومنین کے مقابلے میں اُن کی سوجھ بوجھ وعقل سے بڑھ کر اُن کی اپنی جان سے بھی زیادہ مختار وحکمران ہیں اور نبیؐ کی بیویاں تمام مومنین کی مائیں ہیں اور نبیؐ کے رحمی رشتہ داروں میں سے بعض لوگ اپنے رشتہ داروں سے بھی اور باقی تمام اہل ایمان سے بھی اور تمام مہاجرین سے بھی کتاب اللہ کی رو سے رسوؐل کی مانند اُن کی سوجھ بوجھ وعقل اور جان سے بھی زیادہ مختار وحکمران ہیں اُن کے بعد تمہیں یہ اختیار ہے کہ تم اپنے دوسرے اولیاء (حکمرانوں) کے ساتھ وہ پسندیدہ سلوک کرسکو جو کتاب اللہ کی سطروں میں لکھا ہوا ہے۔''

یہ آیات عام مومنین سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پوری اُمت میں ایسی درجہ بندی کر دیتی ہیں کہ کسی کو اُن مدارج سے اِدھر اُدھر ہونے کا اختیار نہیں رہتا۔ پوری تفصیل ہماری تفسیر احسن التعبیر میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں تو یہ دیکھیں کہ اللہ کی طرف سے اور قرآن کی رو سے اللہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ تمام انسانوں پر حکمراں (اَوْلٰی) ہیں اُن کے سامنے کسی کو اپنی سوجھ بوجھ و بصیرت وعقل سے یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ رسوؐل کی رضامندی کے خلاف کوئی بات کہہ سکیں یا کوئی حرکت یا عمل کر سکیں بلکہ اُن کی سوچ کو بھی رسوؐل کی سوچ واجازت کے ماتحت رہنا ہوگا۔ اسی کا عملی صورت میں یہ بیان ہوا ہے کہ:۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ (33/36) (وہی سورت)

مودودی ترجمہ:۔ ''کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اُسکا رسوؐل کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اُس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسوؐل کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔'' (تفہیم جلد 4 صفحہ 98-97)

اس آیت پر علامہ مودودی کی تشریح: ''یہ آیت اگرچہ ایک خاص موقع پر نازل ہوئی ہے مگر جو حکم اس میں بیان ہوا ہے وہ اسلامی آئین کا اصل الاصول ہے اور اس کا اطلاق پورے اسلامی نظام زندگی پر ہوتا ہے۔ اس کی رُو سے کسی مسلمان فرد یا قوم یا ادارے یا عدالت یا پارلیمنٹ یا ریاست کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس معاملے میں اللہ اور اس کے رسوؐل کی طرف سے کوئی حکم ثابت ہو اُس میں وہ خود اپنی آزادیٔ رائے استعمال کرے۔ مسلمان ہونے کے معنی ہی خدا

اور رسولؐ کے آگے اپنے آزادانہ اختیار سے دست بردار ہوجانے کے ہیں۔ کسی شخص یا قوم کا مسلمان بھی ہونا اور اپنے لئے اس اختیار کو محفوظ بھی رکھنا، دونوں ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں۔ کوئی ذی عقل انسان ان دونوں رویوں کو جمع کرنے کا تصور نہیں کرسکتا۔ جسے مسلمان رہنا ہو اس کو لازماً حکم خدا اور رسولؐ کے آگے جھک جانا ہوگا۔ اور جسے نہ جھکنا ہو اس کو سیدھی طرح ماننا پڑے گا کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ نہ مانے گا تو چاہے اپنے مسلمان ہونے کا وہ کتنا ہی ڈھول پیٹے، خدا اور خلق دونوں کی نگاہ میں وہ منافق ہی قرار پائے گا۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 99۔98)

یہ عملی صورت لیڈرانِ قریش اور اُن کے پیروکاروں کے مذہب وعقائد اور تصورات اور فیصلوں کو باطل ثابت کرتی ہے۔ بہر حال تمام ہی مومنین اور مومنات کا اپنے معاملات میں رسولؐ کے سامنے بے اختیار ہونا اصولی حیثیت سے آیت (33/6) میں بیان ہوگیا ہے اور جو الفاظ نبیؐ کو تمام مومنین اور مومنات پر کلی اختیارات دیتے ہیں وہ الفاظ یہ ہیں کہ '**اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى**'' ''**یہ خاص نبیؐ اولیٰ ہے**'' مولیٰ ہے۔ مختار کل ہے۔ حکمران ہے۔''

یہی الفاظ آئے ہیں رسولؐ کے رحمی رشتہ داروں کے لئے کہ:

''بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ۔'' (33/6)

رحمی رشتہ دار بعض رحمی رشتہ داروں سے بھی اور تمام مومنین اور مہاجرین سے بھی اَوْلٰی ہیں۔ مولیٰ ہیں۔ مختار کل ہیں۔ حکمران ہیں۔

مختصر بات یہ ہوئی کہ **اللہ**۔ **رسولؐ**۔ **رحمی رشتہ دار** تمام ایمان لانے والوں پر اَولیٰ بالتصرف اور مختار ہیں۔ اُن کے احکام اور فیصلے ہر کسی کو بلا چون وچرا ماننا لازم ہیں۔ ورنہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس آیت کا حوالہ دے کر حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ اینڈ کمپنی کے تمام راستے بند کردئے ہیں۔ اُس کی فضیلت وغیرہ کی بحثیں بکواس بن کر رہ گئیں اور ساتھ ہی نسلی برتری ثابت ہوگئی۔ جن کی بیویاں سارے مومنین ومہاجرین وانصار کی مائیں ہوں ظاہر ہے کہ وہ ساری اُمت کے لئے بمنزلہ باپ ہوں گے اور باپ کے روبرو اور ماں کے سامنے **اُفّ** تک کرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ چہ جائیکہ کوئی اور اختیار (24۔17/23)۔ تفسیر احسن التعبیر سے (7۔33/6) ضرور دیکھ لیں معلومات میں اضافہ ہوگا۔

(نمبر 29) خط اِلٰى اَهْلِ الْبَصْرَةِ: بصرہ کے باشندوں کے نام

1۔ بصرہ والوں کے کچھ ناپسندیدہ اطوار کی بنا پر انہیں تنبیہ فرمائی ہے۔ 2۔ اپنے حیران کن اور لاثانی سلوک کا تذکرہ فرما کر ایک روح فرسا دھمکی تحریراً ارسال کردی ہے۔ جس سے اہل بصرہ کی نیند اڑ جائے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

وَقَدْ كَانَ مِنِ انْتِشَارِ حَبْلِكُمْ وَشِقَاقِكُمْ مَالَمْ تَغْبَوْا عَنْهُ فَعَفَوْتُ عَنْ مُّجْرِمِكُمْ ؛	1	اور تمہاری قومی پھوٹ، انتشار اور فرقہ واریت جس مقام پر بھی ہے اُسے تم خود بھی سمجھتے ہو؛
وَرَفَعْتُ السَّيْفَ عَنْ مُدْبِرِكُمْ وَقَبِلْتُ مِنْ مُّقْبِلِكُمْ ؛	2	مگر میں نے تمہارے مجرموں کو اصلاح کا موقع دینے کے لئے نظر انداز کردیا تھا؛
فَاِنْ خَطَتْ بِكُمُ الْاُمُوْرُ الْمُرْدِيَةُ ؛ وَسَفَهُ الْاٰرَاءِ الْجَائِرَةِ	3	اور تمہارے پیٹھ پھرا کر جنگ سے بھاگنے والوں کو تہہ تیغ نہ کیا تھا۔ اور تعاون کے لئے بڑھ کر آنے والوں کو قبول کرلیا تھا؛
اِلٰى مُنَابَذَتِيْ وَخِلَافِيْ فَهَا اَنَا ذَا قَدْ قَرَّبْتُ	4	چنانچہ اس سلوک کے بعد بھی اگر تمہیں تمہارے تباہ کن معاملات اور مصلحتیں اور

جِيَادِیْ ؛ وَرَحَلْتُ رِكَابِیْ ؛		اقدامات غلط سمت میں لے جائیں اور تم اپنی احمقانہ رائے اور ظالمانہ طرز فکر سے میری مخالفت اور عہد شکنی پر قائم ہو گئے ہو تو سن لو کہ میں نے اپنے گھوڑوں کو قریب تیار رکھا ہوا ہے۔ اور زین ورکاب سے آراستہ کیا ہوا ہے۔
وَلَئِنْ اَلْجَاْتُمُوْنِیْ اِلَی الْمَسِيْرِ اِلَيْكُمْ لَاُوْقِعَنَّ بِكُمْ وَقْعَةً لَايَكُوْنُ يَوْمُ الْجَمَلِ اِلَيْهَا اِلَّا كَلَعْقَةِ لَاعِقٍ ؛	5	اور اگر تم نے مجھے اپنی طرف فوج کشی اور روانگی کے لئے مجبور کیا تو میں تمہارے ساتھ ایسی جنگی صورت پیدا کردوں گا کہ تمہارے اندر واقعہ روز جمل کا حال ایسا رہ جائے گا جیسے کوئی کسی چیز کو محض زبان سے چاٹ لے؛
مَعَ اَنِّیْ عَارِفٌ لِّذِی الطَّاعَةِ مِنْكُمْ فَضْلَهٗ ؛	6	اسکے ساتھ ہی میں تمہارے اندر ان لوگوں کو جانتا ہوں جو اطاعت کی فضیلت رکھتے ہیں
وَلِذِی النَّصِيْحَةِ حَقَّهٗ ؛	7	اور جو خیر خواہ ہیں میں ان کا حق پہچانتا ہوں؛
غَيْرَ مُتَجَاوِزٍ مُتَّهَمًا اِلٰی بَرِیْءٍ وَلَا نَاكِثًا اِلٰی وَفِیٍّ .	8	اور میں مجرموں کیساتھ بے گناہوں کو اور وفاداروں کیساتھ عہد شکنوں کو نہ لپیٹوں گا۔''

تشریح:۔ قارئین نے دیکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام میدان جنگ سے بھاگنے والے دشمنوں کو نہ گرفتار کراتے تھے اور نہ انہیں قتل کرنے دیتے تھے نہ کسی زخمی کو قتل کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ نہ لوٹ مار کرنے دیتے تھے۔ بلکہ چھوڑ جانے والے سامان کو بھی دشمنوں کو واپس دے دیتے تھے۔ اگر آپؑ نے حضرات ابوبکر وعمر والا رویہ اختیار کیا ہوتا تو بصرہ میں ایک کھلا قتل عام ہونا چاہئے تھا۔ اور اھل بصرہ یہی امید رکھتے تھے کہ قتل عام کیا جائے گا سارے شہر کو لوٹا جائے گا مردوں کو غلام اور عورتوں کو کنیزیں بنایا جائے گا۔ لیکن آپ نے اعلان کرا دیا تھا کہ مجھ جیسے انسان سے یہ امید نہ کرنا چاہئے۔ اس حسن سلوک کے بعد بھی بصرہ میں معاویہ اور قریشی لیڈر وافتراق وانتشار پھیلاتے رہتے تھے۔ اسے روکنے کے لئے یہ خط لکھا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اگر مجھے فوج کشی پر مجبور کیا گیا تو جنگ جمل والے سلوک کی اب امید نہ رکھنا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ رحیمانہ سلوک ہر حال میں اور ہر مجرم کے ساتھ کرنا غلط ہے۔ یہ تو حضرت علی علیہ السلام کا اپنا رحیمانہ طریقہ ہے۔ قرآن کریم (مائدہ 5/33) تو ان لوگوں کو بڑی بے رحمانہ سزا دینے کا حکم دیتا ہے۔ لہٰذا رحم وکرم کے بعد بھی اگر لوگ نہ مانیں اور دین سے اور امام عصر علیہ السلام سے بغاوت جاری رکھیں تو یقیناً ایسے لوگوں کو دنیا سے مٹا دینا جائز ہو جائے گا وہ جنگی قیدی ہی تو ہوں گے جن کے ہاتھ اور پیر الٹی طرف سے کاٹنے کا حکم ہے۔ سولیاں دینا جہاں ضروری ہے دنیا سے نفی کرنا لازم ہے (5/33)۔

(نمبر30) خط اِلٰی مُعَاوِيَة: معاویہ کے نام، گمراہی اور کفر کی طرف بڑھنے سے روکنے کیلئے ہدایات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

فَاتَّقِ اللّٰهَ فِيْمَا لَدَيْكَ وَانْظُرْ فِیْ حَقِّهٖ عَلَيْكَ ؛	1	اللہ کی عائد کردہ ذمہ داریاں اختیار کرو اور اُن حقوق کو ادا کرو جو اُس نے قائم کئے ہیں؛
وَارْجِعْ اِلٰی مَعْرِفَةِ مَا لَاتُعْذَرُ بِجَهَالَتِهٖ ؛	2	اور اُن چیزوں کی معرفت حاصل کرنے کیلئے پلٹو جن سے لاعلمی کا عذر قابل قبول نہیں ہوگا
فَاِنَّ لِلطَّاعَةِ اَعْلَامًا وَاضِحَةً وَّسُبُلًا نَيِّرَةً ؛ وَمَحَجَّةً نَّهْجَةً وَغَايَةً مَّطْلُوْبَةً ؛	3	اس لئے کہ اطاعتِ خداوندی کے واسطے واضح نشانات اور روشن راہیں سامنے ہیں۔ اور دلیل وحجت سے ثابت شدہ طریقے اور سب کی پسندیدہ اور مطلوبہ منزل موجود ہے؛ اور

يَرِدُهَا الْاَ كْيَاسُ ، وَيُخَالِفُهَا الْاَنْكَاسُ ؛	4	دانشورلوگ تو اس منزل کی طرف بڑھنے میں کوشاں رہتے ہیں اور گھٹیا لوگ اس منزل کے خلاف راستے اختیار کرتے ہیں؛
مَنْ نَّكَبَ عَنْهَا جَارًا عَنِ الحَقِّ وَخَبَطَ فِيْ التِّيْهِ ؛	5	بہر حال جو کوئی اس منزل سے ہٹتا ہے وہ حق سے ہٹ جاتا ہے؛ اور گمراہی میں اُلجھ کر رہ جاتا ہے؛
وَغَيَّرَ اللّٰهُ نِعْمَتِهُ وَاَحَلَّ بِهٖ نَقْمَتَهُ ؛	6	اور اللہ اُس سے اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے اور اُسے اپنے عذاب کے حوالے کر دیتا ہے؛
فَنَفْسَکَ نَفْسَکَ ؛	7	لہٰذا اپنی جان بچاؤ اور خود کو ہلاکت سے باہر نکالو؛
فَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ لَکَ سَبِيْلَکَ ؛	8	یقیناً اللہ نے تیرے لئے تیرا راستہ اور راہِ عمل واضح کر دئے ہیں؛
وَحَيْثُ تَنَاهَتْ بِکَ اُمُوْرُکَ ؛	9	اور وہ مقام بتا دیا ہے جہاں تمہیں تمہارے کام اور معاملات لے جائیں گے؛
فَقَدْ اَجْرَيْتَ اِلٰى غَايَةِ خُسْرٍ ؛ وَمَحَلَّةِ كُفْرٍ ؛	10	اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم تو انتہائی گھاٹے اور کفر کے مقام کی طرف دوڑے جا رہے ہو؛
وَاِنَّ نَفْسَکَ قَدْ اَوْلَجَتْکَ شَرًّا ؛ وَاَقْحَمَتْکَ غَيًّا ؛ وَاَوْرَدَتْکَ الْمَهَالِکَ وَ اَوْعَرَتْ عَلَيْکَ الْمَسَالِکَ .	11	تمہارے نفس نے تمہیں برائیوں میں دھکیل دیا ہے اور باغیانہ روش میں گمراہی کے اندر جھونک دیا ہے اور ہلاکتوں میں لا کر چھوڑ دیا ہے اور تمہارے لئے راستی کی راہوں کو دشوار بنا دیا ہے۔''

تشریح:۔ اس خط سے حضرت علی علیہ السلام نے یہ ثابت کیا ہے کہ آپؑ کا عمل درآمد معاویہ کے ساتھ دشمنانہ نہ تھا بلکہ قانونی عمل درآمد تھا۔ قانون خداوندی کے تقاضوں کو پورا کرنا آپؑ کی ذمہ داری تھی۔ قرآن کریم نے حکم دیا ہے کہ:۔

يٰاَ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ o(5/8)

''اے لوگوں جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور شہادت کو قسطوں پر برقرار رکھنے والے بنو۔ کسی قوم سے دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تم دشمن سے عدل وانصاف نہ کرو۔ برابر عدل کو قائم رکھو عدل کرتے رہنا تقویٰ سے بہت قربت رکھتا ہے۔ اللہ کے سامنے ذمہ دار رہو۔ تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح خبردار رہتا ہے (مائدہ 5/8)۔

اس آیت کا بھی تقاضہ ہے کہ دشمن کو اچھی اچھی باتیں بتائی جائیں نصیحت کی جائے اور اُسے آخرت میں عذاب سے بچنے کا مشورہ دیا جائے۔ اس کے سامنے اس کی صحیح تصویر پیش کی جائے اور وہ تمام طریقے بتائے جائیں جن پر عمل کرنے سے اس کی نجات ممکن ہوسکے۔ ماننا نہ ماننا۔ عمل کرنا نہ کرنا بہر حال اُس کا اپنا کام ہے۔ لہٰذا حضرت علی علیہ السلام نے اپنا کام کرنے میں کمی نہیں کی اور دشمنی کو رکاوٹ نہیں بننے دیا ہے۔

(نمبر31) وصیت لِلْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ كَتَبَهَا اِلَيْهِ بِحَاضِرِيْنَ مُنْصَرِفًا مِنْ صِفِّيْنَ

حسنؑ بن علیؑ (دونوں پر سلام ہو) کے لئے وصیت جسے صفین سے واپس آتے ہوئے ایک گاؤں بنام حاضرین کے پاس تحریر فرمایا تھا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

مِنَ الْوَالِدِ الْفَانِ ؛	1	یہ ایک فنا ہو جانے والے باپ کی طرف سے وصیت ہے؛
الْمُقِرِّ لِلزَّمَانِ ؛ الْمُدْبِرِ الْعُمُرِ ، الْمُسْتَسْلِمِ لِلدَّهْرِ الذَّامِ لِلدُّنْيَا ؛	2	جس نے زمانہ کے فانی ہونے کا بھی اقرار کرلیا ہے جسکی عمر پیٹھ پھرائے واپس جارہی ہے جس نے دنیا میں رہنے کے قوانین کو مان کر خود کو سپرد کر دیا ہے جو دنیا سے دور ہٹنے میں مصروف ہے؛
السَّاكِن مَسَاكِنَ الْمَوْتٰى الظَّاعِنِ عَنْهَا غَدًا	3	جو مرتے رہنے والوں کے ٹھکانوں میں سکونت رکھتا ہے اور کل یہاں سے کوچ کرنیوالا ہے
اِلَى الْمَوْلُوْدِ الْمُؤَمِّلِ مَالا يُدْرِكَ السَّالِكَ سَبِيْلَ مَنْ قَدْهَلَكَ ؛	4	وصیت اُس بیٹے کیلئے ہے جو نہ ملنے والی چیزوں کی بھی اُمید رکھتا ہے اور اُسی راہ پر چلا جارہا ہے جس راہ نے ہلاک ہو جانا ہے؛
غَرَضِ الْاَسْقَامِ ؛	5	جو نقائص اور خامیوں کی زد پر ہے؛
وَ رَهِيْنَةِ الْاَيَّامِ ؛	الف	اور یہاں کے شب و روز گذارنے میں رہن و پابند ہے؛
وَ رَمِيَّةِ الْمَصَائِبِ ؛	ب	اور مصائب کی تیراندازی کا نشانہ ہے،
وَ عَبْدِالدُّنْيَا ؛وَتَاجِرِ الْغُرُوْرِ ؛	ج	اور اس دنیا کے قواعد کا مطیع ہے، اور دنیا کے دھوکوں کا تاجر ہے،
وَغَرِيْمُ الْمَنَايَا ؛	د	اور اموات کا مقروض ہے؛
وَاَسِيْرِ الْمَوْتِ ؛	ہ	اور اسی لئے موت کا قیدی ہے،
وَ حَلِيْفِ الْهُمُوْمِ ؛	و	اور غموں اور رنج و ملال کے ساتھ عہد کئے ہوئے ہے؛
وَ قَرِيْنِ الْاَحْزَانِ ؛	ز	اور حزن کی تمام قسموں کا ساتھی ہے؛
وَ نَصْبِ الْاٰفَاتِ ؛	ح	اور آفتوں کا منظور نظر ہے؛
وَصَرِيْعِ الشَّهَوَاتِ ؛	ط	اور خواہشوں کا مقتول ہے؛
وَخَلِيْفَةِ الْاَمْوَاتِ ؛	ی	اور مرنے والوں کا جانشین ہے؛
اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ فِيْمَا تَبَيَّنْتُ مِنْ اِدْبَارِ الدُّنْيَا عَنِّيْ ، وَجُمُوْحِ الدَّهْرِ عَلَيَّ ؛ وَاِقْبَالِ الْاٰخِرَةِ اِلَيَّ ، مَايَزَعُنِيْ عَنْ ذِكْرِ مَنْ سِوَايَ وَ الْاِهْتِمَامِ بِمَا وَرَائِيْ غَيْرَ اَنِّيْ حَيْثُ تَفَرَّدَ بِيْ دُوْنَ هُمُوْمِ النَّاسِ هَمُّ نَفْسِيْ ؛	6	بعد از حمد و ثنائے خدا اور رسولؐ واضح ہو کہ میں نے دُنیا کے خود سے منہ موڑنے اور اپنے اوپر زمانہ کی زیادتیوں کو دیکھ لینے اور آخرت کے اپنی طرف بڑھتے آنے سے جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ مجھے دوسروں کی (غیروں کی) یاد سے اور خود اُن کاموں سے جو میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں روکتا ہے۔ اور اپنے معاملات کے اہتمام میں لگاتا ہے اسلئے کہ دوسروں کے فکر و اندوہ سے ہٹ کر خود میرا فکر و اندوہ میری اپنی تنہا ذات پر منحصر ہے۔ لہٰذا مجھے اپنی عاقبت کی فکر میں لگ جانا چاہئے؛

فَصَدَ قَنِیُ رَأئِیُ وَصَرَفَنِیُ عَنُ هَوَایَ ؛	7	چنانچہ میری رائے نے مجھے درست ثابت کرکے میری تصدیق کردی اور مجھے میری خواہش سے ہٹادیا ہے؛
وَصَرَّحَ لِیُ مَحُضَ اَمُرِیُ ؛	8	اور میرے لئے میرے کاموں کی حقیقت واضح کردی ہے؛
فَافُضَیٰ بِیُ اِلٰی جِدٍّ لَّایَکُوُنُ فِیُهِ لَعِبٌ وَصِدُقٍ لَایَشُوُبُهُ کذبٌ .	9	چنانچہ مجھے اصلاح حال کی ایسی کوشش میں مصروف کردیا ہے جس میں تضیع اوقات نہ ہوسکے اور ایسی سچائی کو ثابت کرنے پر مامور کردیا جس میں جھوٹ کا میل نہ ہونے پائے؛
وَجَدُتُکَ بَعُضِیُ بَلُ وَجَدُتُکَ کُلِّیُ ؛	10	**میں نے تمہیں اپنا ایک جزپایا بلکہ تمہیں وہی کچھ پایا جو کچھ کہ میں کُل ہوں؛**
حَتّٰی کَاَنَّ شَیۡئًا لَوُ اَصَابَکَ اَصَابَنِیُ وَکَاَنَّ الُمَوُتَ لَوُاَتَکَ اَتَانِیُ ؛	11	یہاں تک کہ تم میں ایسی یگانگت و یکسانیت پاتا ہوں کہ جو کچھ تم پر گذرتا ہے **وہی کچھ مجھ پر واقع ہوتا ہے**۔ یہاں تک گویا اگر تمہیں موت آئے تو مجھے بھی موت آجائے گی؛
فَعَنَانِیُ مِنُ اَمُرِکَ مَایَعُنِیُنِی مِنُ اَمُرِ نَفُسِیُ	12	چنانچہ اس ہم آہنگی کی بنا پر مجھے تمہارا اتنا ہی انتظام کرنا ہے جتنا میں خود اپنی ذات کا کرتا؛
فَکَتَبُتُ اِلَیُکَ کِتَابِیُ مُسۡتَظُهِرًا بِهٖ اِنُ اَنَا بَقِیۡتُ لَکَ اَوُ فَنِیُتُ .	13	اس لئے میں نے تمہارے لئے اپنی یہ وصیت لکھ دی ہے تاکہ یہ تمہاری پشت پناہی کا کام دے خواہ میں تمہارے لئے زندہ باقی رہوں یا فنا ہوجاؤں۔
فَاِنِّیُ اُوُصِیُکَ بِتَقُوَی اللّٰهِ .اَیُ بُنَیَّ . وَلُزُوُمِ اَمُرِهٖ ؛	14	چنانچہ پہلی چیز یہ کہ تم اللہ کے سامنے ہمیشہ اور ہر حال میں ذمہ دار رہنا اَے میرے ننھے بیٹے، اور اس کے احکامات پر لازمی عمل کرنا؛
وَعِمَارَةِ قَلُبِکَ بِذِکُرِهٖ وَالُاِعۡتِصَامِ بِحَبُلِهٖ.	15	اور اللہ کے ذکر سے اپنے دل کی تعمیر کرتے رہنا۔ اور اس کی رسی (سلسلے) کو پکڑے رہنا؛
وَاَیُّ سَبَبٍ اَوُثَقُ مِنُ سَبَبٍ بَیُنَکَ وَبَیۡنَ اللّٰهِ اِنُ اَنۡتَ اَخَذُتَ بِهٖ ؟	16	اور کونسا سبب اور رشتہ اس سبب اور رشتے سے مضبوط اور پر یقین ہوسکتا ہے جو تمہارے اور اللہ کے درمیان ہے؟ شرط یہ ہے کہ تم اُس سے وابستہ رہتے چلے جاؤ۔
اَحۡیِ قَلُبَکَ بِالُمَوُعِظَةِ ؛ وَاَمِتُهُ بِالزَّهَادَةِ ؛	17	اپنے دل کو وعظ و تقریر سے زندگی دیتے رہنا اور دُنیا سے بے رخی برت کر دنیاوی جذبات کو مارنا؛
وَقَوِّهُ بِالُیَقِیُنِ ، وَنَوِّرُهُ بِالُحِکُمَةِ وَذَلِّلُهُ بِذِکُرِ الُمَوُتِ ؛	18	اور یقین کے ذریعہ دل کو قوت دینا اور حکمت سے اُسے منور کرنا اور موت کے تذکروں سے اُس کی انسانی خواہشوں کو ذلیل کرتے رہنا؛
وَقَرِّرُهُ بِالُفَنَاءِ وَبَصِّرُهُ فَجَائِعَ الدُّنُیَا ؛	19	اور اس سے فنا کا اقرار کرانا، دنیاوی حادثات پر متوجہ رکھ کر اس کی بصیرت میں اضافہ کرتے رہنا؛
وَحَذِّرُهُ صَوُلَةَ الدَّهُرِ ؛	20	زمانہ کی بالادستی سے اُسے بچا کر خبردار رکھنا؛
وَفُحُشَ تَقَلُّبِ اللَّیَالِیُ وَالُاَیَّامِ ؛	21	اور دن رات کے انقلاب کی خرابیوں اور نقصانات کو واضح کرتے رہنا؛
وَاَعۡرِضُ عَلَیُهِ اَخُبَارَ الُمَاضِیُنَ ؛	22	اور دل کو دُنیا سے گذر جانے والوں کے حالات و واقعات کی خبریں دیتے رہنا؛
وَذَکِّرُهُ بِمَا اَصَابَ مَنُ کَانَ قَبُلَکَ مِنَ الُاَوَّلِیُنَ ؛	23	تم سے پہلے کے اوّلین زمانہ کے لوگوں پر جو کچھ گذرا اُس کا تذکرہ جاری رکھنا اور بار بار یاد دلاتے رہنا؛

وَسِرْفِیْ دِیَارِھِمْ وَاٰثَارِھِمْ ؛	24	اور اُن کے شہروں بستیوں اور چھوڑے ہوئے آثار قدیمہ کی سیر کرنا؛
فَانْظُرْ فِیْمَا فَعَلُوْا ؛ وَعَمَّا انْتَقَلُوْا ؛ وَاَیْنَ حَلُّوْا وَنَزَلُوْا ؛	25	اور اس پر غور کرنا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا تھا۔ اور کہاں سے کوچ کیا کدھر کو گئے اور کہاں اُترے اور قیام کیا؟ اور کتنا ٹھہرے؟
فَاِنَّکَ تَجِدُھُمْ قَدِ انْتَقَلُوْا عَنِ الْاَحِبَّۃِ وَحَلُّوْا دَارَا الْغُرْبَۃِ ؛	26	تمہیں پتہ چلے گا کہ وہ لوگ اپنے پیاروں سے جدا ہو کر کوچ کر گئے اور غربت اور تنہائی کے گھر میں جا اُترے؛
وَکَاَنَّکَ عَنْ قَلِیْلٍ قَدْ صِرْتَ کَاَحَدِھِمْ ؛	27	اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد تمہارا شمار بھی اُن ہی لوگوں میں سے ایک کی طرح ہونے لگے گا؛
فَاَصْلِحْ مَثْوَاکَ ، وَلَا تَبِعْ آخِرَتَکَ بِدُنْیَاکَ ؛	28	چنانچہ اپنے آخری ٹھکانے کی اصلاح کرو اور اپنی آخرت کو اپنی دُنیا کے بدلے فروخت نہ کرنا؛
وَدَعِ الْقَوْلَ فِیْمَا لَاتَعْرِفُ ؛ وَالْخِطَابَ فِیْمَا لَمْ تُکَلَّفْ ؛	29	اور ہر اُس بات کو نظر انداز کر دو جس سے تمہارا تعارف نہیں ہے اور جو چیز تمہاری ذمہ داری سے باہر ہے اس پر بات ہی نہ کرو؛
وَاَمْسِکْ عَنْ طَرِیْقٍ اِذَا خِفْتَ ضَلَالَتَہٗ ؛	30	اُس طریقہ اور راستے سے جدا رہو جس میں گمراہی کا خوف محسوس ہو؛
فَاِنَّ الْکَفَّ عِنْدَ حَیْرَۃِ الضَّلَالِ خَیْرٌ مِنْ رُکُوْبِ الْاَھْوَالِ ؛	31	ایسے طریقوں اور راستوں سے رکے رہنا اس سے بہتر ہے کہ آدمی گمراہی کے خطرات پر سوار ہو کر تباہی میں جا گرے؛
وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ تَکُنْ مِنْ اَھْلِہٖ ؛	32	اور تم عالمی پسندیدگی پر عمل کرنے کا حکم دیتے رہو تا کہ تم عالمی پسندیدگی کے ذمہ داروں میں سے ہو جاؤ؛
وَاَنْکِرِ الْمُنْکَرَ بِیَدِکَ وَلِسَانِکَ ؛	33	اور تم اپنی زبان اور ہاتھوں سے کہہ کر اور عملاً ان تمام چیزوں کا انکار کر دو جو ساری دنیا میں ناپسند کی جاتی ہیں؛
وَبَایِنْ مَّنْ فَعَلَہٗ بِجُھْدِکَ ؛	34	اور جو بھی عالمی ناپسندیدگی کے کام کرے کوشش کر کے اس سے جدا اور مخالف رہو؛
وَجَاھِدْ فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ ؛	35	اور اللہ کی راہ میں ایسا جہاد کرتے رہو جیسا کہ جہاد کا حق ہے؛
وَ لَا تَاْخُذْکَ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃُ لَائِمٍ ؛	36	اور اس طرح اللہ کی راہ میں کام کرنے پر کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرو؛
وَخُضِ الْغَمَرَاتِ لِلْحَقِّ حَیْثُ کَانَ ؛	37	حق کہیں بھی ہو اُسکو حاصل کرنے اور پھیلانے کیلئے ہر سختی اور مشکل برداشت کرتے رہو
وَتَفَقَّہْ فِی الدِّیْنِ .	38	اور دینی سوجھ بوجھ پیدا کرنے کے لئے بھی ہر تکلیف اٹھاؤ۔
وَعَوِّدْ نَفْسَکَ التَّصَبُّرَ عَلَی الْمَکْرُوْہِ وَنِعْمَ الْخُلُقُ التَّصَبُّرُ فِی الْحَقِّ ؛	39	دین کی خاطر ہر مکروہ اور تکلیف دہ صورت حال پر صبر کرنے کی خود کو عادت ڈالو۔ اور حق کے سلسلے میں صبر کرنا بہترین اخلاق ہے؛

وَالْجِئْ نَفْسَکَ فِی الْاُمُوْرِ کُلِّهَا اِلٰی اِلٰهِکَ فَاِنَّکَ تُلْجِئُهَا اِلٰی کَهْفٍ حَرِیْزٍ ، وَمَانِعٍ عَزِیْزٍ ،	40	اور ہر قسم کے معاملات اور اُن کے نتائج کو اللہ کے سپرد کیا کرو اِس طرح تم خود کو ایک محفوظ پناہ کی جگہ میں اور ایک غالب رہنے والے محافظ کے سپرد کرو گے جہاں خطرہ کی رسائی نہیں ہے؛
وَاَخْلِصْ فِی الْمَسْاَلَةِ لِرَبِّکَ فَاِنَّ بِیَدِهِ الْعَطَآءَ وَالْحِرْمَانَ ؛	41	اور ہر سوال اور ہر حاجت خالصتاً اپنے پروردگار کے سامنے پیش کرو اس لئے کہ ہر چیز کا عطا کرنا اور محروم رکھنا اُسی کے ہاتھ میں ہے؛
وَاَکْثِرِ الْاِسْتِخَارَةَ . وَتَفَهَّمْ وَصِیَّتِیْ ؛ وَلَاتَذْهَبَنَّ عَنْهَا صَفْحًا ؛	42	اور کثرت سے بھلائی اور اختیارات طلب کرتے رہو اور میری اس وصیت کی تفہیم جاری رکھو اور اس میں مذکور ہدایات سے ذرہ برابر نہ ہٹنا؛
فَاِنَّ خَیْرَ الْقَوْلِ مَانَفَعَ ؛	43	یقیناً اچھی بات وہی ہے جو نفع پہنچائے؛
وَاعْلَمْ اَنَّهُ لَاخَیْرَ فِیْ عِلْمٍ لَایَنْفَعُ وَلَا یُنْتَفَعُ بِعِلْمٍ لَا یَحِقُّ تَعَلُّمُهُ .	44	اور یہ جان لو کہ اُس علم میں کوئی بھلائی نہیں جو فائدہ نہ پہنچائے اور نہ ہی اس علم سے فائدہ پہنچ سکتا ہے جس کا پڑھنا اور پڑھانا موزوں نہ ہو۔
اَیْ بُنَیَّ اِنِّیْ لَمَّارَاَیْتُنِیْ قَدْ بَلَغْتُ سِنًّا ،وَ رَاَیْتُنِیْ اَزْدَادُ وَهْنًا، بَادَرْتُ بِوَصِیَّتِیْ اِلَیْکَ؛	45	اَے ننھے بیٹے جب میں نے یہ دیکھ لیا کہ میں مناسب عمر تک پہنچ چکا ہوں اور یہ بھی دیکھا کہ کمزوری بڑھتی جا رہی ہے تو میں نے تمہارے لئے اپنی وصیت لکھنے میں اقدام کیا؛
وَاَوْرَدْتُ خِصَالًامِنْهَا قَبْلَ اَنْ یَّعْجَلَ بِیْ اَجَلِیْ دُوْنَ اَنْ اُفْضِیَ اِلَیْکَ بِمَا فِیْ نَفْسِیْ ؛	46	اور وصیت میں اپنی موت کے جلد آجانے کا خیال رکھ کر پہلے ہی سے چند ایسی خصلتوں کا بیان ضروری سمجھا جو میرے دل میں تھیں اور جو موت سے پہلے تم پر واضح کرنا تھیں؛
اَوْ اَنْ اُنْقَصَ فِیْ رَاْیِیْ کَمَا نُقِصْتُ فِیْ جِسْمِیْ ؛	47	اور یہ سوچا کہ جس طرح میرا جسم ناقص ہوتا جا رہا ہے اسی طرح وصیت لکھنے سے پہلے میری رائے ناقص نہ ہو جائے۔
اَوْ یَسْبِقَنِیْ اِلَیْکَ بَعْضُ غَلَبَاتِ الْهَوٰی ؛ وَفِتَنِ الدُّنْیَا فَتَکُوْنَ کَا لصَّعْبِ النَّفُوْرِ؛	48	یا وصیت سے پہلے ہی تم پر بعض خواہشات غالب نہ آجائیں یا دنیا کے فتنے تمہیں ایسا کردیں کہ تمہارا علیحدگی کا فیصلہ بدلنا دشوار ہو جائے؛
وَاِنَّمَا قَلْبُ الْحَدَثِ کَالْاَرْضِ الْخَالِیَةِ :	49	اور یہ ایک فطری حقیقت ہے کہ کمسنوں اور نوجوانوں کا دل اُس خالی زمین کیطرح ہوتا ہے
مَااُلْقِیَ فِیْهَا مِنْ شَیْءٍ قَبِلَتْهُ ؛	50	کہ جس میں جو بیج ڈالا جائے اسے قبول کر لیتی ہے؛
فَبَادَرْتُکَ بِالْاَدَبِ قَبْلَ اَنْ یَّقْسُوَ قَلْبُکَ ؛	51	چنانچہ میں نے تمہارے دل کے پختہ اور سخت ہو جانے سے پہلے پہلے تمہاری تربیت میں جلدی کی ہے؛
وَیَشْتَغِلَ لُبُّکَ لِتَسْتَقْبِلَ بِجِدِّ رَاْیِکَ مِنَ الْاَمْرِمَا قَدْکَفَاکَ اَهْلُ التَّجَارِبِ بُغْیَتَهُ وَتَجْرِبَتَهُ ؛	52	اور تمہارے ذہن کے مشغول ہو جانے سے پہلے وصیت تیار کی ہے۔تاکہ تم اپنی فطری رائے اور کوشش سے اُن باتوں کو قبول کرسکو جن کو خود تجربے کی ٹھوکریں کھانے کے بعد قبول کرتے۔لہٰذا تمہیں تجربات اور تلاش کی زحمت سے بچانے کے لئے تجربہ کاروں نے اپنے تجربات وصیت میں سامنے رکھ دئے ہیں؛

فَتَكُوْنَ قَدْ كُفِيتَ مَؤُوْنَةَ الطَّلَبِ ؛ وَعُوْفِيتَ مِنْ عِلاَجِ التَّجْرِبَةِ ؛ فَاَتَاکَ مِنْ ذٰلِکَ مَاقَدْ كُنَّانَاْتِيْهِ واسْتَبَانَ لَکَ مَارُبَّمَا اَظْلَمَ عَلَيْنَا مِنْهُ .	53	چنانچہ علم وتجربہ کی وہ باتیں جو ہم پر آشکار ہوئی ہیں تمہارے پاس بلا محنت ومشقت پہنچ رہی ہیں اور وہ چیزیں بھی اجاگر ہورہی ہیں اور تمہارے سامنے آرہی ہیں جو ہمارے سامنے آئی تھیں اور بعض ایسی چیزیں بھی ہوسکتی ہیں جن میں سے بعض سے ہم تاریکی میں رہے ہوں؛
اَیْ بُنَیَّ ، اِنِّیْ . وَاِنْ لَمْ اَكُنْ عُمِّرْتُ عُمُرَ مَنْ كَانَ قَبْلِیْ ؛	54	اے ننھے بیٹے، اگر چہ میں نے اتنی عمر نہیں گذاری ہے جتنی مجھ سے پہلے لوگ گذار کر وصیت کیا کرتے تھے؛
فَقَدْ نَظَرْتُ فِیْ اعْمَالِهِمْ وَفَكَّرْتُ فِیْ اَخْبَارِهِمْ وَسِرْتُ فِیْ آثَارِهِمْ حَتّٰی عُدْتُ كَاَحَدِهِمْ	55	اس کے باوجود میں نے اُن کے عمل درآمد اور کردار پر نظر ڈالی اور اُن کے حالات اور اخبار میں غور وفکر کیا اور ان کے چھوڑے ہوئے آثار ونشانات کی سیر اس طرح کی ہے گویا میں بھی ان ہی میں کا ایک فرد تھا،
بَلْ كَاَنِّیْ بِمَا نْتَهٰی اِلَیَّ مِنْ اُمُوْرِهِمْ قَدْ عُمِّرْتُ مَعَ اَوَّلِهِمْ اِلٰی آخِرِهِمْ ، فَعَرَفْتُ صَفْوَ ذٰلِکَ مِنْ كَدَرِهٖ وَنَفْعَهٗ مِنْ ضَرِّهٖ ؛	56	بلکہ اُن سب کے حالات وآثار پر اس طرح عبور حاصل کیا ہے گویا میں نے اُن سب کے ساتھ ساتھ اُن کے اوّل سے آخر تک زندگی گذاری ہے۔ لہٰذا میں نے صاف اور واضح کو گنجلک سے اور نقصان کو نفع سے الگ کرکے معرفت حاصل کی ہے؛
فَاسْتَخْلَصْتُ لَکَ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ نَخِيْلَهٗ ؛ وَتَوَخَّيْتُ لَکَ جَمِيْلَهٗ ؛ وَصَرَفْتُ عَنْکَ مَجْهُوْلَهٗ ؛	57	اور یوں میں نے اب اپنی تمام معلومات اور تجربات کا عطر تمہارے لئے فراہم کردیا ہے اور میں نے تمام خوبیوں کو چھانٹ چھانٹ کر تمہارے لئے جمع کردیا ہے اور گنجلکوں اور الجھنوں کو تم سے دور رکھا ہے؛
وَرَاَيْتُ .حَيْثُ عَنَانِیْ مِنْ اَمْرِکَ مَايَعْنِی الْوَالِدَ الشَّفِيْقَ؛ وَاَجْمَعْتُ عَلَيْهِ مِنْ اَدَبِکَ ؛	58	اور اس معاملے میں مجھے تمہارے سامنے آنے والی ہر دقت کو ہٹانے کا اتنا ہی فکر رہا ہے جتنا ایک مہربان باپ کو ہونا چاہئے۔ لہٰذا میں نے تمہاری تعلیم وتربیت کے لئے وہ تمام سامان جمع کردیا ہے جس سے کہ تمہاری تربیت میں تمہاری،
اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِکَ وَاَنْتَ مُقْبِلُ الْعُمُرِ وَمُقْتَبَلُ الدَّهْرِ	الف	نوعمری اور دنیا میں نو وارد ہونے کا خیال رہے اور ضروریات پوری ہوجائیں؛
ذُوْنِيَّةٍ سَلِيْمَةٍ وَنَفْسٍ صَافِيَةٍ ؛	59	چونکہ تمہاری نیت میں سلامت روی اور تمہاری فطرت اور ذہنیت پاک وصاف ہے؛
وَاَنْ اَبْتَدِئَکَ بِتَعْلِيْمِ كِتَابِ اللّٰهِ وَتَاوِيْلِهٖ ؛ وشَرَائِعَ الْاِسْلاَمِ وَاَحْكَامِهٖ؛ وَحَلاَلِهٖ وَحَرَامِهٖ ؛	60	اسلئے میں نے چاہا تھا کہ پہلے تمہیں کتاب اللہ کی تعلیم دوں اور اُسکی عملی صورت سکھاؤں اور اسلام کی تمام شریعتوں اور انکے احکام پر مطلع کروں اور حلال وحرام کی صورتیں واضح کردوں؛
وَلاَ اُجَاوِزَ ذٰلِکَ بِکَ اِلٰی غَيْرِهٖ ؛	61	اور اُن کے دائرہ سے تجاوز کرکے اور کوئی تعلیم نہ دوں۔
ثُمَّ اَشْفَقْتُ اَنْ يَّلْتَبِسَ عَلَيْکَ مَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فِيْهِ مِنْ اَهْوَائِهِمْ وَ آرَائِهِمْ مِثْلَ الَّذِیْ الْتَبَسَ عَلَيْهِمْ ؛	62	پھر غور وخوض کے بعد مجھے زیادہ شفقت پر متوجہ ہونا پڑا اور یہ اندیشہ سامنے آگیا کہ جن چیزوں اور اغراض کی وجہ سے لوگوں کے اسلامی عقائد اور نظام میں اختلاف پیدا ہوا ہے اور ان کی خواہشوں اور رائے میں فریب وشبہات وقوع میں آئے ہیں۔ وہ کہیں تم پر بھی اثر انداز نہ ہوجائیں۔

فَكَانَ احْكَامُ ذٰلِكَ عَلٰى مَا كَرِهْتُ مِنْ تَنْبِيْهِكَ لَهُ اَحَبَّ اِلَيَّ اِسْلَامِكَ اِلٰى اَمْرٍ لَا اٰمَنُ عَلَيْكَ بِهِ الْهَلَكَةَ ؛	63	حالانکہ ان غلط عقائد اور اختلافات کا اور ان کے باطل احکامات کا تم سے ذکر کرنا بھی مجھے ناپسند تھا۔ لیکن مجھے یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں تمہارے اسلامی عقائد کو مستحکم کردوں اور تمہیں ایسی حالت میں نہ چھوڑوں جس میں مجھے تمہاری ہلاکت و تباہی کا اندیشہ ہو؛
وَرَجَوْتُ اَنْ يُّوَفِّقَكَ اللّٰهُ فِيْهِ لِرُشْدِكَ وَاَنْ يَّهْدِيَكَ لِقَصْدِكَ ؛	64	اور امید کرتا ہوں کہ اللہ تمہیں تمہاری راست روی میں مدد اور توفیق دے گا اور یہ کہ تمہیں مقاصد اسلامی میں کامیاب کرنے کی ہدایات جاری رکھے گا؛
فَعَهِدْتُ اِلَيْكَ وَصِيَّتِيْ هٰذِهِ .	65	چنانچہ ان مذکورہ مقاصد کیلئے تمہیں اپنی یہ وصیت اور عہد نامہ لکھ رہا ہوں۔
وَاعْلَمْ يَابُنَيَّ اَنَّ اَحَبَّ مَا اَنْتَ آخِذٌ بِهٖ اِلَيَّ مِنْ وَصِيَّتِيْ تَقْوَى اللّٰهِ .	66	اور اے میرے ننھے سے بیٹے یہ جان لو کہ مجھے اپنی اس وصیت میں جو چیز سب سے زیادہ محبوب ہے اور جس کی تمہیں ہر حال میں پابندی کرنا ہے وہ اللہ کا تقویٰ اور ذمہ داری ہے،
وَالْاِقْتِصَادُ عَلٰى مَا فَرَضَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ ؛	67	اور جو فرائض اللہ نے تم پر عائد کئے ہیں اُن میں میانہ روی اور درجہ بندی سے عمل کرنا ہے،
وَالْاَخْذُ بِمَا مَضٰى عَلَيْهِ الْاَوَّلُوْنَ مِنْ اٰبَائِكَ وَالصَّالِحُوْنَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِكَ ؛	68	اور اس کردار پر قدم بقدم چلتے رہنا جس پر تمہارے اوّلین باپؑ داداؑ اور تمہارے اہل بیتؑ کے صالح افراد چلتے رہے تھے؛
فَاِنَّهُمْ لَمْ يَدَعُوْا اَنْ نَّظَرُوْا لِاَنْفُسِهِمْ كَمَا اَنْتَ نَاظِرٌ ؛	69	اس لئے کہ ان بزرگوںؑ نے اپنے اعمال و کردار کے لئے یہ دینی نظریہ کبھی نہ چھوڑا تھا جس نظریہ پر آج تم قائم ہو؛
وَفَكَّرُوْا كَمَا اَنْتَ مُفَكِّرٌ ؛	70	اور اپنے عمل درآمد کو اسی غور و فکر کے ماتحت رکھتے تھے۔ جس فکر کے ماتحت تم اعمال بجالاتے ہو؛
ثُمَّ رَدَّهُمْ آخِرُ ذٰلِكَ اِلَى الْاَخْذِ بِمَا عَرَفُوْا ؛	71	اُن بزرگوںؑ کو اُن کے فکر و نظر اور عمل درآمد نے آخر کار اس نتیجہ پر پہنچا دیا تھا کہ وہ جتنا علم اور تعارف رکھتے ہیں صرف اتنے ہی پر عمل کرتے رہیں؛
وَالْاِمْسَاكُ عَمَّا لَمْ يُكَلَّفُوْا ؛	72	اور ہر اُس عمل اور کام سے باز رہتے تھے جو اُن پر واجب نہ کیا گیا تھا؛
فَاِنْ اَبَتْ نَفْسُكَ اَنْ تَقْبَلَ ذٰلِكَ دُوْنَ اَنْ تَعْلَمَ كَمَا عَلِمُوْا فَلْيَكُنْ طَلَبُكَ ذٰلِكَ بِتَفَهُّمٍ وَتَعَلُّمٍ لَا بِتَوَرُّطِ الشُّبُهَاتِ وَغُلُوِّ الْخُصُوْمَاتِ ؛	73	بہر حال اگر تم ذاتی علم و تحقیق کے بغیر اُن کے نقش قدم پر نہ چلنا چاہو اور اُسی طرح علم حاصل کرنے کے بعد عمل کرنا پسند ہو جس طرح انہوں نے علم حاصل کیا تھا تو تم پر لازم ہے کہ تم صرف علم و عقل پر تحقیق کی بنیاد رکھو نہ یہ کہ تم شبہات میں اُلجھ کر بحث و مناظرے میں حد سے گذر جاؤ؛

وَابُدَاْ .قَبُلَ نَظرِکَ فِیُ ذٰلِکَ بِالِاسُتِعَانَةِ بِـاءِ لٰهِکَ . وَالـرَّغُبَةِ اِلَيُـهِ فِـیُ تَوُفِيُقِکَ وَتَـرُکِ کُـلِّ شَـائِبَةٍ اَوُلَجَتُکَ فِـیُ شُبُهَةٍ اَوُاَسُلَمَتُکَ اِلٰی ضَلاَلَةٍ ؛	74	اور اُس تحقیق پر غور وفکر ونظر شروع کرنے سے پہلے اپنے معبود سے مدد کی درخواست کرواور بڑی رغبت اور تمنا کے ساتھ اپنی توفیقات اور تائید کے لئے دعا کرواور وہم کے ہر اُس شائبہ سے بچ کر تحقیق شروع کرو جو تمہیں شبہات میں اُلجھا لے یا تمہیں گمراہی کے حوالے کر دے،
فَاِذَا اَيُقَنُتَ اَنُ قَدُ صَفَاقَلُبُکَ فَخَشَعَ وَتَمَّ رَاُيُکَ فَاجُتَمَعَ وَکَانَ هَمُّکَ فِیُ ذٰلِکَ هَمًّا وَاحِدًا ؛	75	چنانچہ جب تمہیں یہ یقین ہو جائے کہ تمہارا دل خارجی تصورات اور وہم سے پاک و صاف ہو گیا ہے اور دل میں حق کیلئے جاذبیت پیدا ہو چکی ہے۔اور دماغ پوری یکسوئی کے ساتھ آمادہ ہے اور تمہاری ہمت تحقیق کے سلسلے میں ایک نقطہ پر مرکوز ہو چکی ہے لہٰذا،
فَانُظُرُ فِيُمَا فَسَّرُتُ لَکَ ؛	76	اب تم ان حقائق پر نظر ڈالو جن کی تفسیر میں نے تمہارے لئے کی ہے؛
وَاِنُ اَنُتَ لَمُ يَجُتَمِعُ لَکَ مَاتُحِبُّ نَفُسِکَ وَفَرَاغِ نَظُرِکَ وَفِکُرِکَ ؛	77	اور اگر تمہاری اپنی پسندیدہ معیار کی یک سوئی اور فکر ونظر کا اجتماع واطمینان تمہیں حاصل نہیں ہوا ہے،
فَاعُلَمُ اَنَّکَ اِنَّمَا تَخُبِطُ الُعَشُوَآءَ ؛ وَتَتَوَرَّطُ الظَّلُمَآءَ ؛	78	تو یہ جان لو کہ تم ابھی رات میں کم دیکھنے والی اونٹنی کی طرح بھٹکتے پھر رہے ہو اور اندھیرے میں گھوم رہے ہو؛
وَلَيُسَ طَالِبُ الدِّيُنِ مَنُ خَبَطَ اَوُخَلَطَ ! وَالُاِمُسَاکُ عَنُ ذٰلِکَ اَمُثَلُ .	79	اور وہ شخص دین کا طالب ہو ہی نہیں سکتا جو خبط میں مبتلا ہو یا مطالب کو گڈ مڈ کرتا ہو اور ایسی حالت میں تحقیق دین سے رکا رہنا ہی بہتر ہوتا ہے؛
فَتَفَهَّمُ ، يَا بُنَیَّ ، وَصِيَّتِیُ وَاعُلَمُ اَنَّ مَالِکُ الُمَوُتِ هُوَ مَالِکُ الُحَيَاةِ ؛	80	چنانچہ اے مُنّے سے بیٹے اب تم میری وصیت کو سمجھنے میں لگ جاؤ۔اور جان لو کہ جو موت کا مالک ہے وہی حیات وزندگی کا مالک ہے،
وَاَنَّ الُخَالِقَ هُوَ الُمُمِيُتُ ؛	81	اور یہ کہ مارنے والا بھی وہی ہے جو پیدا کرنے والا ہے؛
وَاَنَّ الُمُفُنِیَ هُوَ الُمُعِيُدُ ؛	82	اور جو فنا کرنے والا ہے وہی دوبارہ زندہ کر کے پلٹانے والا بھی ہے؛
وَاَنَّ الُمُبُتَلِیَ هُوَ الُمُعَافِیُ ؛	83	اور جو آزمائشوں میں ڈالنے والا ہے وہی نظر انداز کرنے والا بھی ہے۔
وَاَنَّ الدُّنُيَا لَمُ تَکُنُ لِتَسُتَقِرَّ اِلَّا عَلٰی مَا جَعَلَهَا اللّٰهُ عَلَيُهِ مِنَ النَّعُمَآءِ وَالُاِبُتِلاَءِ وَالُجَزَاءِ فِی الُمَعَادِ ؛	84	اور یہ کہ دُنیا اپنی مرضی سے کسی بھی حالت پر قائم نہیں رہ سکتی سوائے اُن حالات کے جو اللہ نے دُنیا کے لئے مقرر فرمادئے ہیں۔نعمتیں فراہم کرنا، آزمائشوں میں ڈالنا اور آخرت کے لئے جزا فراہم کرنا؛
وَمَاشَآءَ مِمَّالاَنَعُلَمُ ؛	85	اور اس کے علاوہ اللہ نے دُنیا کے ذمہ کیا کیا کچھ لگایا ہے۔اسے ہم نہیں جانتے ہیں؛
فَاِنُ اَشُکَلَ عَلَيُکَ شَیُءٌ مِنُ ذٰلِکَ فَاحُمِلُهُ عَلٰی جَهَالَتِکَ بِهٖ ؛	86	چنانچہ اگر کبھی تمہیں دنیا میں کی کسی چیز کے سمجھنے میں مشکل پیش آئے تو اُسے اپنی لاعلمی و جہالت سمجھ لینا؛
فَاِنَّکَ اَوَّلَ مَاخُلِقُتَ جَاهِلًا ثُمَّ عُلِّمُتَ ؛	87	چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ تمہیں اوّل درجہ میں جاہل پیدا کیا تھا پھر تمہیں علم دیا تھا؛

وَمَااَكْثَرَ مَاتَجْهَلُ مِنَ الْاَمْرِ ؛ وَيَتَحَيَّرُ فِيْهِ رَاْيُكَ . وَيَضِلُّ فِيْهِ بَصَرُكَ ؛ ثُمَّ تُبْصِرُهُ بَعْدَذٰلِكَ ؛	88	اوراس سلسلے کی بہت کثیر تعداد ایسی چیزوں کی ہے جن سے تم جاہل ہو اور اُنہیں دیکھ کر تمہاری رائے حیران ہو کر رہ جاتی ہے۔اور بصیرت و بصارت گمراہ ہو جاتی ہے۔ پھر تم اس حیرانی کے بعد اُن کی بصیرت حاصل کر لیتے ہو؛
فَاعْتَصِمْ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ وَرَزَقَکَ وَسَوَّاکَ	89	لہٰذا تمہیں اُس سے وابستہ رہنا چاہئے جس نے تمہیں پیدا کیا۔جس نے تمہیں سامانِ حیات دیا اور جس نے تمہیں سنوارا؛
فَلْيَكُنْ لَّهُ تَعَبُّدَاکَ وَاِلَيْهِ رَغْبَتُکَ ؛ وَمِنْهُ شَفَقَتُکَ .	90	چنانچہ تجھے چاہئے کہ تو اُسی کی عبادت کرے اور اُسی کی طرف رغبت کرے اور اُسی کے زیرِ شفقت رہے۔
وَاعْلَمْ يَابُنَيَّ ؛ اَنْ اَحَدًالَّمْ يُنْبِئْ عَنِ اللّٰهِ كَمَا اَنْبَاَ عَنْهُ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ ؛	91	اور اے میرے ننھے بیٹے یہ بھی جان لو کہ کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں جو اللہ کی طرف سے ایسی غیبی خبریں دے جیسی رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے دی ہیں؛
فَارْضَ بِهٖ رَائِدًا ؛ وَّاِلَى النَّجَاةِ قَائِدًا ؛	92	چنانچہ خوشی خوشی انہیں اپنا راہبر مانو اور نجات کی طرف لے جانے والا قائد تسلیم کرو؛
فَاِنِّیْ لَمْ اٰلُکَ نَصِيْحَةً ؛ وَاِنَّکَ لَنْ تَبْلُغَ فِی النَّظَرِ لِنَفْسِکَ . وَاِنِ اجْتَهَدْتَ مَبْلَغَ نَظَرِیْ لَکَ .	93	بہرحال میں نے تمہیں نصیحت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تم اپنے طور پر ذاتی کوشش سے اپنے نفع اور نقصان کے لئے اتنا کچھ نہ دیکھ سکتے تھے جتنا میں تمہاری بہبودی کے لئے دیکھ سکتا ہوں۔
وَاعْلَمْ ، يَابُنَيَّ اِنَّهُ لَوْكَانَ لِرَبِّکَ شَرِيْکٌ لَّاَتَتْکَ رُسُلُهٗ ؛	94	اے میرے ننھے بیٹے یہ بھی جان لو کہ اگر تیرے پروردگار کے ساتھ کوئی شریک ہوتا تو اُس کی طرف سے بھی رسول آئے ہوتے،
وَلَرَاَيْتَ اٰثَارَ مُلْكِهٖ وَسُلْطَانِهٖ ؛	95	اور یقیناً تم اُس شریک کے قائم کردہ نظامِ مملکت کو بھی دیکھتے اور اُس کی حکمرانی کے آثار ونشانات بھی یہاں پاتے؛
وَلَعَرَفْتَ اَفْعَالَهٗ وَصِفَاتِهٖ ؛	96	اور ضروری تھا کہ تمہیں اُسکے کاموں کا بھی تعارف ہوتا اور تم اسکی صفات بھی جان لیتے؛
وَلٰكِنَّهٗ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؛ كَمَاوَصَفَ نَفْسَهٗ ؛ لَايُضَادُّهٗ فِیْ مُلْكِهٖ اَحَدٌ ؛	97	ولیکن وہ تو تنہا و یگانہ معبود ہے۔جیسا کہ خود اُسی نے بتایا اور بیان کیا ہے۔اور اللہ کی مملکت اور حکمرانی میں کوئی بھی اُس کی مخالفت کرتا ہوا نہیں پایا جاتا؛
وَ لَا يَزُوْلُ اَبَدًا ؛ وَلَمْ يَزَلْ ؛	98	اور تاابد کبھی اُسے زوال نہ ہوگا، اور نہ ہی اُسے کبھی زوال ہوا ہے۔ (یعنی ہمیشہ سے قائم ہے اور قائم رہے گا)
اَوَّلٌ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ بِلَا اَوَّلِيَّةٍ ؛ وَآخِرٌ بَعْدَ الْاَشْيَاءِ بِلَانِهَايَةٍ ؛	99	اور وہ تمام چیزوں سے ایسا اوّل اور پہلا ہے کہ اُس سے پہلے کوئی پہل اور اوّلیت کی لفظ بھی نہ تھی۔اور تمام چیزوں کے بعد بھی وہ ایسا آخری ہے کہ اُسکے بعد کوئی حد وانتہا نہیں؛
عَظُمَ عَنْ اَنْ تَثْبُتَ رُبُوْبِيَّتُهٗ بِاِحَاطَةِ قَلْبٍ اَوْبَصَرٍ ؛	100	وہ ایسا عظیم الشان ہے کہ اُس کی ربوبیت اسکی محتاج نہیں کہ وہ قلب ونظر کی کوششوں سے ثابت کیا جائے تو رب ثابت ہو ورنہ نہ ہو؛

فَاِذَا عَرَفْتَ ذٰلِکَ فَافْعَلْ کَمَا یَنْبَغِیْ لِمِثْلِکَ اَنْ یَّفْعَلَهٗ فِیْ صِغَرِ خَطَرِهٖ ؛ وَقِلَّةِ مَقْدُرَتِهٖ ، وَکَثْرَةِ عَجْزِهٖ ؛ وَعَظِیْمِ حَاجَتِهٖ اِلٰی رَبِّهٖ ؛ فِیْ طَلَبِ طَاعَتِهٖ ؛ وَالْخَشْیَةِ مِنْ عُقُوْبَتِهٖ وَالشَّفَقَةِ مِنْ سُخْطِهٖ ؛	101	اب جب کہ تم یہ سمجھ گئے کہ وہ ایسی بلند و بالا ذاتِ پاک ہے تو تمہیں چاہیئے کہ تم ویسا ہی عمل کرو جیسا عمل تم ایسی ہستی کو کرنا چاہیئے جو کہ نہایت چھوٹی پوزیشن رکھتی ہے؛ کم قوت وقدرت رکھتی ہے اور محتاجی اور عاجزی سے دوچار ہے اور اللہ کے سامنے بہت سی ضرورتیں اور حاجتیں رکھتی ہے؛ اللہ کی اطاعت کرنے کی تلاش کی ضرورت اور اللہ کے عذاب سے اور باز پرس سے ڈرنے اور عاجز رہنے کی ضرورت اور اسکی ناراضگی سے شفقت کی ضرورت ہے (ان تمام ضرورتوں کو ملحوظ رکھ کر عمل کرنا لازم ہے)؛
فَاِنَّهٗ لَمْ یَاْمُرْکَ اِلَّا بِحَسَنٍ ، وَلَمْ یَنْهَکَ اِلَّا عَنْ قَبِیْحٍ .	102	چنانچہ اللہ نے اسی لئے تمہیں کرنے کے کاموں میں صرف نیکی کرنیکا حکم دیا ہے اور برائی سے منع کرنے کے علاوہ اور کسی چیز سے منع نہیں کیا ہے۔
یَابُنَیَّ اِنِّیْ قَدْ اَنْبَاْتُکَ عَنِ الدُّنْیَا وَحَالِهَا ؛	103	اَے ننھے بیٹے میں نے یقیناً تمہیں دنیا کے متعلق غیبی خبریں دے دی ہیں،
وَزَوَالِهَا وَانْتِقَالِهَا ؛	104	اور اسکے زوال کے متعلق بھی اور اسکی تبدیلی اور ناپائیداری کے متعلق بھی بتا دیا ہے؛
وَاَنْبَاْتُکَ عَنِ الْاٰخِرَةِ وَمَا اُعِدَّ لِاَهْلِهَا فِیْهَا ؛	105	اور تمہیں آخرت کی غیبی اطلاع بھی دے دی ہے۔اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ آخرت میں لوگوں کے لئے کیا کچھ تیار کیا گیا ہے؛
وَضَرَبْتُ لَکَ فِیْهِمَا الْاَمْثَالَ لِتَعْتَبِرَ بِهَا ؛ وَتَحْذُوَ عَلَیْهَا ؛	106	اور تمہارے لئے میں نے دنیا اور آخرت دونوں کی مثالیں بھی دے دی ہیں تاکہ تم خبردار ہو جاؤ اور عبرت وسبق حاصل کرسکو اور دونوں میں کامیابی کا طریقہ اختیار کرلو؛
اِنَّمَا مَثَلُ مَنْ خَبَرَ الدُّنْیَا کَمَثَلِ قَوْمٍ سَفْرٍ نَبَا بِهِمْ مَنْزِلٌ جَدِیْبٌ فَاَمُّوْا مَنْزِلاً خَصِیْبًا ؛ وَجَنَابًا مَرِیْعًا ؛	107	جن لوگوں کو دنیا سے واقفیت حاصل ہوگئی اُن کی مثال اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ ایک ایسی مسافر قوم کی طرح ہیں جنہیں ایک سرسبز وشاداب منزل کی خبر ملی ہے اور اُنہوں نے اپنی بنجر و بے آب اور خشک زمین کو چھوڑ کر اُسی تروتازہ سبز وشاداب منزل کا سفر اختیار کرلیا ہے؛
فَاحْتَمَلُوْا وَعْثَآءَ الطَّرِیْقِ وَفِرَاقَ الصَّدِیْقِ ، وَخُشُوْنَةَ السَّفَرِ وَجُشُوْبَةَ الْمَطْعَمِ ؛	108	اُنہوں نے راستے کی دشواریوں کو برداشت کرنا طے کرلیا ہے۔دوستوں اور ہمدردوں کی جدائی اور فراق منظور کرلیا ہے۔سفر کی ناگواریاں اور سختیاں سہنے کیلئے آمادہ ہوگئے اور روکھی سوکھی بدمزہ خوراک پر صبر کرلیا ہے؛
لِیَاْتُوْا سَعَةَ دَارِهِمْ ؛ وَمَنْزِلَ قَرَارِهِمْ ؛	109	تاکہ وہ یہ تکلیفیں سہہ کر ایک دن اپنی مستقل منزل کی وسعتوں، سہولتوں اور آسائشوں میں جا پہنچیں؛

فَلَيْسَ يَجِدُوْنَ لِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِکَ اَلَمًا ؛ وَلَايَرَوْنَ نَفَقَةً فِيْهِ مَغْرَمًا ؛	110	چنانچہ اُنہیں اس دشوار گذار اور تکلیف دینے والے راستے کی کسی بھی چیز سے دکھ محسوس نہ ہوا اور نہ ہی انہیں اس راہ سے خرچ کرنا جرمانہ یا تاوان محسوس ہوا؛
وَلَا شَيْءَ اَحَبُّ اِلَيْهِمْ مِمَّا قَرَّبَهُمْ مِّنْ مَّنْزِلِهِمْ ؛ وَاَدْنَا هُمْ مِّنْ مَّحَلِّهِمْ ؛	111	اور اُنہیں اس چیز سے زیادہ کوئی اور چیز پسند ہی نہیں ہے جو اُنہیں جلد سے جلد اُنکی منزل کے قریب لیجائے اور انہیں اُنکے رہنے کے مستقل ٹھکانے کے نزدیک کردے
وَمَثَلُ مَنِ اغْتَرَّبِهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ كَانُوْا بِمَنْزِلٍ خَصِيْبٍ فَنَبَا بِهِمْ اِلٰى مَنْزِلٍ جَدِيْبٍ، فَلَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَهَ اِلَيْهِمْ وَلَا اَفْظَعَ عِنْدَهُمْ مِنْ مُفَارَقَةِ مَاكَانُوْافِيْهِ اِلٰى مَايَهْجُمُوْنَ عَلَيْهِ وَيَصِيْرُوْنَ اِلَيْهِ .	112	اور جو لوگ دنیا کے فریب میں آ گئے اُن کی مثال اُس قوم جیسی ہے جو ایک سرسبز و شاداب اور نعمتوں سے بھری ہوئی جگہ میں رہتے تھے۔ انہیں ایک ایسے مقام پر جانا لازم ہو گیا جو خشک سالی اور بدحالی سے تباہ رہتی تھی۔ اُن کے نزدیک نعمتوں سے لبریز مقام کو چھوڑنے اور بنجر و خشک سالی کے مقام پر آ کر رہنے سے زیادہ کوئی المیہ اور حادثہ نہیں ہوسکتا مگر اُن کو وہیں جانا پڑے گا اور ہمیشہ وہیں رہنا ہو گا۔
يَابُنَيَّ ؛ اجْعَلْ نَفْسَکَ مِيْزَانًا فِيْمَا بَيْنَکَ وَبَيْنَ غَيْرِکَ ؛	113	اے میرے چھوٹے سے بچے تم اپنے اور باقی لوگوں کے درمیان خود اپنی ذات کو معیار اور ترازو بنالو؛
فَاَحْبِبْ لِغَيْرِکَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ وَاكْرَهْ لَهٗ مَاتَكْرَهُ لَهَا ؛	114	چنانچہ دوسروں کے ساتھ وہی سلوک پسند کرو جو تم اپنے سے پسند کرتے ہو اور وہ سلوک نہ کیا کرو جو تمہیں اپنے ساتھ کیا جانا ناپسند ہوتا ہے؛
وَلَا تَظْلِمْ كَمَا لَا تُحِبُّ اَنْ تُظْلَمَ ؛	115	اور دوسروں پر ظلم و زیادتی نہ کرو جیسا کہ تمہیں اپنے ساتھ ظلم و زیادتی ناپسند ہے؛
وَاَحْسِنْ كَمَاتُحِبُّ اَنْ يُّحْسَنَ اِلَيْکَ ؛	116	اور دوسروں کیساتھ اچھا سلوک کرو جیسا کہ تمہیں اپنے ساتھ اچھا سلوک پسند ہے؛
وَاسْتَقْبِحْ مِنْ نَّفْسِکَ مَاتَسْتَقْبِحُ مِنْ غَيْرِکَ ؛	117	دوسروں میں جس چیز کو برا سمجھتے ہو اُسے اپنے اندر بھی برا سمجھو؛
وَارْضَ مِنَ النَّاسِ بِمَا تَرْضَاهُ لَهُمْ مِنْ نَفْسِکَ ؛	118	اور لوگوں کے اُس سلوک سے راضی اور خوش ہو جاؤ جس سلوک سے تم انہیں راضی اور خوش دیکھنا چاہتے ہو؛
وَلَا تَقُلْ مَالَا تَعْلَمُ وَاِنْ قَلَّ مَاتَعْلَمُ ؛	119	اور وہ بات نہ کہو جو تم نہیں جانتے خواہ تمہاری معلومات کم ہی کیوں نہ ہوں؛ (یعنی معلومات زیادہ دکھانے کے لئے غلط باتیں نہ کیا کرو)
وَلَا تَقُلْ مَالَاتُحِبُّ اَنْ يُّقَالَ لَکَ ؛	120	اور دوسروں کیلئے ایسی بات نہ کہا کرو جو تمہارے حق میں کہی جائے تو تمہیں ناگوار گذرے؛
وَاعْلَمْ اَنَّ الْاِعْجَابَ ضِدُّالصَّوَابِ؛وَآفَةُ الْاَلْبَابِ ؛	121	اور یہ جان لو کہ خود پسندی صحیح چلن کی ضد اور مخالف ہے اور عقل و بصیرت کے لئے تباہی کا سبب ہے؛
فَاسْعَ فِيْ كَدْحِکَ ؛	122	چنانچہ اپنی کدوکاوشوں میں زیادہ محنت کرو؛
وَلَاتَكُنْ خَازِنًا لِغَيْرِکَ ؛	123	اور دوسروں کے لئے ان کے خزانچی نہ بنو؛

وَاِذَا اَنْتَ هُدِيْتَ لِقَصْدِكَ فَكُنْ اَخْشَعَ مَاتَكُوْنُ لِرَبِّكَ ؛	124	اور جب تم اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاؤ تو اپنے سابقہ حالات سے زیادہ اپنے رب کے حضور عاجزی اور بندگی اختیار کرلو؛
وَاعْلَمْ اَنَّ اَمَامَكَ طَرِيْقًا ذَامَسَافَةٍ بَعِيْدَةٍ وَمَشَقَّةٍ شَدِيْدَةٍ ؛	125	اور یہ بھی جان لو کہ تمہارے سامنے ایک ایسا راستہ ہے جس پر بہت شدید مشقت برداشت کرتے ہوئے بڑی دور دراز مسافت و سفر طے کرنا ہے؛
وَاَنَّهُ لَاغِنٰى بِكَ فِيْهِ عَنْ حُسْنِ الْاِرْتِيَادِ ؛ وَقَدْرِ بَلَاغِكَ مِنَ الزَّادِ مَعَ خِفَّةِ الظَّهْرِ ؛	126	تمہارے لئے یہ مجبوری ہے کہ تم اُس سفر کو طے کرنے کے لئے کافی مقدار میں اور بہت اچھا راستے کا سامان اور بہترین کوشش و تلاش جاری رکھو جو تمہیں منزل تک پہنچا دیں ساتھ ہی ساتھ ہلکے پھلکے بھی رہو اور غلط بوجھ نہ لادلو؛
فَلَا تَحْمِلَنَّ عَلٰى ظَهْرِكَ فَوْقَ طَاقَتِكَ فَيَكُوْنَ ثِقْلُ ذٰلِكَ وَبَالًا عَلَيْكَ ؛	127	چنانچہ اپنی کمر اور کاندھوں پر اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ اُٹھانا ورنہ وہ غلط وزن تمہارے لئے وبالِ جان ہوکر رہ جائے گا؛
وَاِذَا وَجَدْتَ مِنْ اَهْلِ الْفَاقَةِ مَنْ يَحْمِلُ لَكَ زَادَكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَيُوَافِيْكَ بِهٖ غَدًا حَيْثُ تَحْتَاجُ اِلَيْهِ فَاغْتَنِمْهُ وَحَمِّلْهُ اِيَّاهُ وَاَكْثِرْ مِنْ تَزْوِيْدِهٖ وَاَنْتَ قَادِرٌ عَلَيْهِ ، فَلَعَلَّكَ تَطْلُبُهُ فَلَا تَجِدُهُ ؛	128	**اور جب تمہیں ایسے غربا اور فاقہ کش لوگ ملیں جو تمہارا بوجھ اُٹھا کر قیامت کے دن تم تک پہنچا دیں اور تمہاری ضرورت کے وقت تمہارے حوالے کردیں تو اُس کو غنیمت اور اپنی مدد سمجھنا اور جتنا ہو سکے اپنا زادِ سفر اُن ہی پر لاد دینا اور اپنے زادِ سفر کو اُن پر لادنے میں بہت زیادہ لادنا اور اس معاملے میں تمہیں قدرت حاصل ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ پھر تم اُنہیں تلاش کرتے پھرو اور نہ پاؤ؛**
وَاغْتَنِمْ مَنِ اسْتَقْرَضَكَ فِيْ حَالِ غِنَاكَ لِيَجْعَلَ قَضَآئَهُ لَكَ فِيْ يَوْمِ عُسْرَتِكَ ؛	129	اور جو تمہاری خوشحالی اور دولتمندی کے زمانہ میں تم سے قرض مانگتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ وہ تمہارا قرض تمہاری تنگ حالی کے زمانہ میں ادا کردے گا تو اُسے قرض دینا بھی غنیمت سمجھو؛
وَاعْلَمْ اَنَّ اَمَامَكَ عَقَبَةً كَؤُوْدًا اَلْمُخِفُّ فِيْهَا اَحْسَنُ حَالًا مِنَ الْمُثْقِلِ ؛	130	اور یہ بھی جان لو کہ تیرے آگے ایک دشوار گذار درّہ ہے جس میں سے ایک ہلکا پھلکا شخص اُس شخص سے اچھے حال میں گذرے گا جو بھاری بوجھ میں لدا ہوا ہوگا جس کا گذرنے میں برا حال ہوگا؛
وَالْبَطِيْءُ عَلَيْهَا اَقْبَحُ حَالًا مِنَ الْمُسْرِعِ ؛	131	اور اس درّے میں سے گذرنے میں آہستہ چلنے والا تیز رفتار سے بری حالت میں ہوگا
وَاَنَّ مَهْبَطَكَ بِهَا لَامَحَالَةَ عَلٰى جَنَّةٍ اَوْعَلٰى نَارٍ	132	اور یہ کہ تیرے اُترنے کی جگہ وہاں پر ہر حال میں یا تو جنت ہے اور یا جہنم ہے؛
فَارْتَدْ لِنَفْسِكَ قَبْلَ نُزُوْلِكَ ، وَ وَطِّءِ الْمَنْزِلَ قَبْلَ حُلُوْلِكَ ؛	133	چنانچہ تم اپنے پہنچنے سے پہلے پہلے وہاں اپنا نمائندہ سامان بھیج دو اور اپنی منزل کو اُترنے سے پہلے پہلے تیار و آراستہ کرلو؛
فَلَيْسَ بَعْدَ الْمَوْتِ مُسْتَعْتَبٌ ، وَلَااِلَى الدُّنْيَا مُنْصَرَفٌ .	134	اس لئے کہ موت کے بعد تو خوشنودی کا موقع نہیں ہے اور نہ دنیا میں پلٹنے اور نیک عملی ہی کی گنجائش ہے؛

وَاعْلَمْ اَنَّ الَّذِیْ بِیَدِهٖ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَدْ اَذِنَ لَکَ فِی الدُّعَآءِ وَ تَکَفَّلَ لَکَ بِالْاِجَابَةِ ؛	135	اور یہ بھی سمجھ لو کہ جس ہستی کے ہاتھوں اور قبضے میں زمین اور آسمانوں کے خزانے ہیں اُس نے تمہیں دعا مانگنے کی اجازت دے رکھی ہے اور دعا قبول کرنے کا ذمہ لے رکھا ہے؛
وَاَمَرَکَ اَنْ تَسْاَلَهٗ لِیُعْطِیَکَ وَتَسْتَرْحِمَهٗ لِیَرْحَمَکَ ؛	136	اور تمہیں حکم دیا ہے کہ تم مانگو تا کہ تمہیں عطا کیا جائے اور تم رحم کی درخواست کرو تا کہ وہ تم پر رحم کرے؛
وَلَمْ یَجْعَلْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ مَنْ تَحْجُبُ عَنْکَ ؛	137	اور تمہارے اور اپنے درمیان کسی کو بطور پردہ مقرر نہیں کیا کہ وہ تمہیں اس سے الگ رکھے؛
وَلَمْ یُلْجِئْکَ اِلٰی مَنْ یَّشْفَعُ لَکَ اِلَیْهِ ؛	138	اور نہ تمہارے لئے یہ پابندی لگائی کہ تم کسی سفارشی کو لاؤ جو تمہاری طرف سے سفارش کرے تو بات بنے،
وَلَمْ یَمْنَعْکَ اِنْ اَسَأْتَ مِنَ التَّوْبَةِ ؛	139	اور تمہیں منع نہیں کیا کہ تم گناہوں کے بعد توبہ نہیں کر سکتے؛
وَلَمْ یُعَاجِلْکَ بِالنِّقْمَةِ ؛	140	اور تمہارے لئے عذاب دینے میں عجلت سے کام نہیں لیا ہے؛
وَلَمْ یَفْضَحْکَ حَیْثُ الْفَضِیْحَةُ بِکَ اَوْلٰی ؛	141	اور نہ تمہیں ایسے مواقع پر رسوا کیا جہاں پہلے نمبر پر تمہیں رسوا کرنا ضروری تھا؛
وَلَمْ یُشَدِّدْ عَلَیْکَ فِیْ قَبُوْلِ الْاِنَابَةِ ؛	142	اور تمہیں سخت شرطیں لگا کر قربت حاصل کرنے سے منع نہیں کیا ہے؛
وَلَمْ یُنَاقِشْکَ بِالْجَرِیْمَةِ ؛	143	اور نہ جرائم کے سلسلے میں تم پر تنقید و جرح کرتا ہے؛
وَلَمْ یُؤْیِسْکَ مِنَ الرَّحْمَةِ ؛	144	اور تمہیں اپنی رحمت سے مایوس نہیں کیا ہے؛
بَلْ جَعَلَ نُزُوْعَکَ عَنِ الذَّنْبِ حَسَنَةً ؛	145	بلکہ اللہ نے تو تمہارے گناہوں سے بچنے کو بھی ایک نیکی قرار دیا ہے؛
وَحَسَبَ سَیِّئَتَکَ وَاحِدَةً وَّحَسَبَ حَسَنَتَکَ عَشْرًا ؛	146	اور اس نے تمہاری ایک برائی کو حساب کی رو سے ایک ہی شمار کیا ہے۔ لیکن تمہاری ایک نیکی کو اپنے حساب میں دس نیکیاں شمار کیا ہے؛
وَفَتَحَ لَکَ بَابَ الْمَتَابِ وَبَابَ الْاِسْتِیْعَابِ ؛	147	اور تمہارے لئے اُس نے توبہ کو قبول کرنے والا دروازہ کھلا رکھا ہے اور تمہیں واپس لینے کے لئے بھی دروازہ کھلا رکھا ہے؛
فَاِذَا نَادَیْتَهٗ سَمِعَ نِدَاءَکَ وَاِذَا نَاجَیْتَهٗ عَلِمَ نَجْوَاکَ ؛	148	چنانچہ تم جب بھی اُسے آواز دو وہ تمہاری ندا سنتا ہے اور جب بھی تم راز داری میں بات کرو وہ تمہارے رازوں کا علم رکھتا ہے؛
فَاَفْضَیْتَ اِلَیْهِ بِحَاجَتِکَ وَاَبْثَثْتَهٗ ذَاتَ نَفْسِکَ ؛	149	چنانچہ تم اپنی تمام ضروریات اُس کے سامنے پیش کیا کرو اور اپنے راز اس کے سامنے پیش کرتے رہو؛
وَشَکَوْتَ اِلَیْهِ هُمُوْمَکَ ؛ وَاسْتَکْشَفْتَهٗ کُرُوْبَکَ ؛	150	اور اپنے اندوہ اور غم کو اور کرب و بے چینی کو اور ہر قسم کے دکھ کو اُسی کے روبرو بطور شکوہ رکھا کرو؛

وَاسْتَعْنَتَهُ عَلٰى اُمُوْرِکَ ؛وَسَالَتَهُ مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَتِهٖ مَالَا يَقْدِرُ عَلٰى اِعْطَائِهٖ غَيْرُهٗ :	151	اور اپنے تمام کاموں اور معاملات میں اسی سے مدد چاہا کرو، اور اپنی مدد کے لئے اللہ کی رحمت کے خزانوں سے وہ چیزیں مانگو جن کے دینے پر اس کے سوا اور کوئی قدرت نہیں رکھتا ہے (مثلاً)
مِنْ زِيَادَةِ الْاَعْمَارِ وَصِحَّةِ الْاَبْدَانِ وَسَعَةِ الْاَرْزَاقِ ؛	152	عمروں اور زندگی میں اضافہ کرنا اور بدنوں کی صحت برقرار رکھنا اور سامانِ حیات میں وسعت دینا؛
ثُمَّ جَعَلَ فِيْ يَدَيْکَ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِهٖ ؛ بِمَا اَذِنَ لَکَ فِيْهِ مِنْ مَسْأَلَتِهٖ ؛	153	پھر اُس نے اپنے خزانوں کی کنجیاں تمہارے ہاتھ میں سونپ دی ہیں تا کہ جن چیزوں کو حاصل کرنے کی تمہیں اجازت دی ہے،
فَمَتٰى شِئْتَ اسْتَفْتَحْتَ بِالدُّعَاءِ اَبْوَابَ نِعْمَتِهٖ ؛	154	اُن کو حاصل کرنے کے لئے جب تم چاہو اُس کی نعمتوں کے دروازے دعا کے ذریعہ سے کھول سکو؛
وَاسْتَمْطَرْتَ شَابِيْبَ رَحْمَتِهٖ ؛	155	اور اس کی رحمت کی بارشوں کی جھڑیاں لگوالو؛
فَلَا يُقْنِطَنَّکَ اِبْطَآءُ اِجَابَتِهٖ ؛	156	چنانچہ اگر دعا کی قبولیت میں دیر ہو جائے تو مایوس نہ ہو جایا کرو؛
فَاِنَّ الْعَطِيَّةَ عَلٰى قَدْرِ النِّيَّةِ ؛	157	بات یہ ہے کہ اللہ کے عطیات آدمی کی نیت پر منحصر ہوتے ہیں؛
وَرُبَّمَا اُخِّرَتْ عَنْکَ الْاِجَابَةُ لِيَکُوْنَ ذٰلِکَ اَعْظَمَ لِاَجْرِ السَّائِلِ وَاَجْزَلَ لِعَطَاءِ الْاٰمِلِ ؛	158	اور کبھی کبھی تمہاری دُعا کے قبول ہونے میں اسلیئے بھی دیر کی جاتی ہے تا کہ اس تاخیر سے سائل کو بڑا اجر دینا مقصود ہوتا ہے اور پر اُمید رہنے پر عطیات زیادہ ملیں؛
وَرُبَّمَا سَاَلْتَ الشَّیْءَ فَلَا تُؤْتَاهُ وَاُوْتِيْتَ خَيْرًا مِّنْهُ عَاجِلًا اَوْ آجِلًا ؛ اَوْصُرِفَ عَنْکَ لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَّکَ ؛	159	اور کبھی کبھی تم ایسی چیز مانگ لیتے ہو جو تمہیں دی نہیں جاتی بلکہ اس کی جگہ تمہیں دنیا میں یا آخرت میں اس سے بہتر چیز دے دی جاتی ہے یا تمہیں تمہاری بہتری کی خاطر وہ چیز تم سے دور رکھی جاتی ہے؛
فَلَرُبَّ اَمْرٍ قَدْ طَلَبْتَهٗ فِيْهِ هَلَاکُ دِيْنِکَ لَوْ اُوْتِيْتَهٗ	160	اور کبھی تم ایسی چیزیں مانگتے ہو کہ اگر وہ چیزیں تمہیں دے دی جائیں تو اُن میں تمہارے دین کی تباہی ہو جائے؛
فَلْتَکُنْ مَسْاَلَتُکَ فِيْمَا يَبْقٰى لَکَ جَمَالُهٗ ؛	161	چنانچہ تمہاری طلب کردہ چیزیں ایسی ہونا چاہئیں جن کا جمال وحسن و فائدہ باقی رہنے والا ہو؛
وَيُنْفٰى عَنْکَ وَبَالُهٗ ؛	162	اور اس کے نقصان اور وبال کی تم سے نفی ہوتی ہو؛
فَالْمَالُ لَا يَبْقٰى لَکَ وَلَا تَبْقٰى لَهٗ ؛	163	چنانچہ نہ تو مال تمہارے لئے باقی رہے گا اور نہ تم مال کیلئے باقی رہو گے؛
وَاعْلَمْ اَنَّکَ اِنَّمَا خُلِقْتَ لِلْاٰخِرَةِ لَا لِلدُّنْيَا ؛ وَلِلْفَنَاءِ لَا لِلْبَقَاءِ ؛ وَلِلْمَوْتِ لَا لِلْحَيَاةِ ؛	164	اور یہ بھی جان لو کہ تمہیں صرف آخرت کیلئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ دنیا کیلئے اور فنا کیلئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ بقا کیلئے اور موت کیلئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ زندگی وحیات کیلئے؛

وَاَنَّکَ فِیْ مَنْزِلِ قُلْعَةٍ وَدَارِ بُلْغَةٍ وَّطَرِیْقٍ اِلَی الْاٰخِرَةِ ؛	165	اورتم بلاشبہ ایک عارضی منزل میں ہو اور مقررہ وقت تک رہنے کے مقام پر ہو اور آخرت کی طرف جانے والے راستے پر ہو؛
وَاَنَّکَ طَرِیْدُ الْمَوْتِ الَّذِیْ لَایَنْجُوْ مِنْهُ هَارِبُهٗ ؛ وَلَایَفُوْتُهٗ طَالِبُهٗ ؛	166	اور یقیناً موت تمہارا تعاقب کررہی ہے؛ جس سے بھاگنے والا نہیں بچ سکتا اور اُس سے بچنے کی کوشش کرنے والا اُس کے قابو سے نکل نہیں سکتا؛
وَلَابُدَّاَنَّهٗ مُدْرِکُهٗ ؛	167	اور موت ہر حال میں اُسے پہنچ کررہتی ہے؛
فَکُنْ مِنْهُ عَلٰی حَذَرٍ اَنْ یُّدْرِکَکَ وَاَنْتَ عَلٰی حَالٍ سَیِّئَةٍ قَدْ کُنْتَ تُحَدِّثُ نَفْسَکَ مِنْهَا بِالتَّوْبَةِ فَیَحُوْلُ بَیْنَکَ وَبَیْنَ ذٰلِکَ ؛ فَاِذَا اَنْتَ قَدْ اَهْلَکْتَ نَفْسَکَ.	168	لہٰذا تم اس بات سے برابر ڈرتے اور بچتے رہو کہ کہیں موت تمہیں ایسی حالت میں نہ آدبوچے کہ تم برے حال میں ہو اور توبہ کرنے کے ارادے اور اپنے خیالات تمہارے دل میں رہتے چلے آرہے ہوں اور موت اُس سے پہلے ہی آکر تمہارے اور تمہارے ارادوں کے درمیان حائل ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو سمجھ لو کہ تم نے اپنی جان کو تباہ کرڈالا ہے۔
یَابُنَیَّ اَکْثِرْ مِنْ ذِکْرِ الْمَوْتِ وَذِکْرِ مَاتَهْجُمُ عَلَیْهِ ؛ وَتُفْضِیْ بَعْدَ الْمَوْتِ اِلَیْهِ ؛ حَتّٰی یَاْتِیَکَ وَقَدْ اَخَذْتَ مِنْهُ حِذْرَکَ ؛ وَشَدَدْتَ لَهٗ اَزْرَکَ ؛	169	اے میرے ننھے بچے تم موت کو بھی اور اُس منزل کو بھی کثرت سے یاد رکھتے رہو جہاں تمہیں موت کے بعد پہنچنا ہے۔ یہ اس لئے کہ جب موت آئے تو تم اپنی منزل کا ضروری سامان جمع کئے ہوئے ہو اور خود بھی خود کو موت کے مقابلے میں مضبوط اور تیار کرچکے ہو؛
وَلَا یَاْتِیَکَ بَغْتَةً فَیَبْهَرَکَ .	170	اور اسلئے بھی کہ وہ تم پر اچانک نہ ٹوٹ پڑے اور تم اس سے مغلوب ہوکر رہ جاؤ۔
وَاِیَّاکَ اَنْ تَغْتَرَّ بِمَا تَرٰی مِنْ اِخْلَادِ اَهْلِ الدُّنْیَا اِلَیْهَا ؛ وَتَکَالُبِهِمْ عَلَیْهَا ؛	171	تم خبردار ہو جاؤ اور دنیا پرستوں کی دنیاداری جو تم دیکھ رہے ہو اُن کی دنیا سے دل بستگی اور حرص و طمع تمہیں فریب میں مبتلا نہ کردے؛
فَقَدْ نَبَّاَکَ اللّٰهُ عَنْهَا ؛	172	اللہ بھی دنیا کا اور دنیا پرستوں کا حال تمہیں بتا چکا ہے؛
وَنَعَتْ لَکَ نَفْسَهَا؛	173	اور دنیا نے خود بھی اپنی حالت سامنے رکھی ہوئی ہے؛
وَتَکَشَّفَتْ لَکَ عَنْ مَسَاوِیْهَا ؛	174	اور دنیا نے اپنی تمام برائیاں تم پر واضح کردی ہیں؛
فَاِنَّمَا اَهْلُهَا کِلَابٌ عَاوِیَةٌ وَسِبَاعٌ ضَارِیَةٌ یَهِرُّ بَعْضُهَا بَعْضًا ؛	175	حقیقت یہ ہے کہ اہل دنیا تو بھونکنے والے کتوں کی طرح ہیں اور نقصان پہنچانے والے بھیڑیے ہیں جو آپس میں بھی ایک دوسرے پر غراتے رہتے ہیں؛
وَیَاْکُلُ عَزِیْزُهَا ذَلِیْلَهَا ؛	176	اور اہل دنیا تو طاقتور کمزور لوگوں کو کھا رہے ہیں؛
وَیَقْهَرُ کَبِیْرُهَا صَغِیْرَهَا ؛	177	اور بڑی عمر و درجہ کے لوگ چھوٹوں کو ستا رہے ہیں؛
نَعَمٌ مُعَقَّلَةٌ ؛	178	کچھ چوپائے جانور بندھے ہوئے ہیں اور کچھ:۔
وَاُخْرٰی مُهْمَلَةٌ قَدْ اَضَلَّتْ عُقُوْلَهَا؛وَرَکِبَتْ مَجْهُوْلَهَا	179	اور ہیں جو آوارہ کھلے پھر رہے ہیں۔ یقیناً اس قسم کے دنیاداروں کی عقلیں گمراہ

		ہوگئی ہیں اور وہ انجان راستوں پر چل دیے ہیں؛
سُرُوْحُ عَاهَةٍ بِوَادٍ وَعْثٍ ، لَيْسَ لَهَارَاعٍ يُقِيْمُهَا ؛ وَلَا مُقِيْمٌ يُسِيْمُهَا ؛	180	اور آزادی سے دشوار گذار اور تباہ کن جنگل میں نکل گئے ہیں جہاں اُن کا کوئی چرواہا نہیں ہے جو اُن کی راہ نمائی کرے نہ کوئی ذمہ دار ہے جو نگرانی کرے؛
سَلَكَتْ بِهِمُ الدُّنْيَا طَرِيْقَ الْعَمٰى ؛	181	دُنیا نے اُنہیں اندھوں کی طرح گمراہی کے راستے سے وابستہ کر رکھا ہے؛
وَاَخَذَتْ بِاَبْصَارِهِمْ عَنْ مَنَارِ الْهُدٰى ؛	182	اور اُن کی آنکھوں کو ہدایت کے مینار کی طرف سے ہٹا رکھا ہے؛
فَتَاهُوْا فِيْ حَيْرَتِهَا ؛ وَغَرِقُوْا فِيْ نِعْمَتِهَا ؛	183	چنانچہ وہ لوگ دنیا کی حیرانیوں اور سرگردانیوں اور نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں؛
وَاتَّخَذُوْهَا رَبًّا ؛ فَلَعِبَتْ بِهِمْ وَلَعِبُوْا بِهَا ؛ وَنَسُوْا مَا وَرَائَهَا؛	184	اور انہوں نے دنیا کو اپنا رب بنا رکھا ہے دنیا اُن سے کھیل رہی ہے اور وہ دنیا سے کھیل رہے ہیں اور انہوں نے دنیا کے علاوہ ہر چیز کو بھلا رکھا ہے؛
رُوَيْدًا يُسْفِرُ الظَّلَامُ كَاَنْ قَدْ وَرَدَتِ الْاَظْعَانُ يُوْشِكُ مَنْ اَسْرَعَ اَنْ يَلْحَقَ .	185	ذرا ٹھہرو، صبر کرو، تھوڑی سی مہلت دو، اندھیرا کم ہو رہا ہے اس کے دور ہوتے ہی قافلوں کے کجاوے نظر آنے لگیں گے اور تیزی سے چلنے والے مسافر عنقریب آ ملنے والے ہیں۔
وَاعْلَمْ يَابُنَيَّ اَنَّ مَنْ كَانَتْ مَطِيَّتُهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ فَاِنَّهُ يُسَارُبِهٖ وَاِنْ كَانَ وَاقِفًا ؛	186	اور یہ بھی جان لو کہ اے میرے ننھے بیٹے جو شخص دن اور رات کے کاندھوں پر سوار ہے وہ معلوم تو ٹھہرا ہوا ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ٹھہرا ہوا نہیں بلکہ بڑی تیزی سے سرگرم سفر ہے؛
وَيَقْطَعُ الْمَسَافَةَ وَاِنْ كَانَ مُقِيْمًا وَّادِعًا ؛	187	اور اپنی مسافت طے کرتا جا رہا ہے گو آرام وراحت کی حالت میں مقیم ہے؛
وَاعْلَمْ يَقِيْنًا اَنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ أَمَلَكَ وَلَنْ تَعْدُوَ اَجَلَكَ وَاَنَّكَ فِيْ سَبِيْلِ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ ؛	188	اور یہ بھی سمجھ لو کہ یقیناً تم اپنی امیدوں اور آرزوؤں کو حاصل نہیں کر سکتے اور جتنی عمر تمہیں دی گئی ہے تم اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور یہ کہ تم بھی اسی راہ پر چلے جا رہے ہو جس پر تم سے پہلے والے لوگ گئے تھے؛
فَخَفِّضْ فِي الطَّلَبِ وَاَجْمِلْ فِي الْمُكْتَسَبِ ؛	189	چنانچہ تم اپنی حاجتوں کو پورا کرنے والی چیزوں کو حاصل کرنے میں نرمی کو اختیار کرو اور روزی کی تلاش میں درمیانہ روش کو اپنا لو؛
فَاِنَّهٗ رُبَّ طَلَبٍ قَدْ جَرَّ اِلٰى حَرَبٍ ؛	190	کیونکہ اکثر چیزوں کو حاصل کرنیکی کوشش وتلاش میں اموال ضائع ہو جاتے ہیں
وَلَيْسَ كُلُّ طَالِبٍ بِمَرْزُوْقٍ ؛ وَلَا كُلُّ مُجْمِلٍ بِمَحْرُوْمٍ ؛	191	اور ضروری نہیں کہ ہر تلاش وکوشش کرنے والا حاصل بھی کر سکے اور ضروری نہیں کہ ہر ڈھیلی کوشش والا رزق حاصل کرنے میں محروم ہی رہ جائے؛
وَاَكْرِمْ نَفْسَكَ عَنْ كُلِّ دَنِيَّةٍ وَاِنْ سَاقَتْكَ اِلَى الرَّغَائِبِ ؛	192	اور ہر گھٹیا درجہ کی کوشش سے خود کو بچا کر اپنی عزت کو بلند رکھو خواہ گھٹیا کوششوں سے تمہیں اپنی مرغوب چیزیں حاصل ہی کیوں نہ ہوتی ہوں؛
فَاِنَّكَ لَنْ تَعْتَاضَ بِمَا تَبْذُلُ مِنْ نَفْسِكَ عِوَضًا ؛	193	لیکن گھٹیا کام کر کے جو اپنا وقار کھو دو گے اُس کو دوبارہ حاصل کرنے کیلئے تمہیں کوئی بدل نہ ملے گا؛

وَلَاتَكُنْ عَبْدَ غَيْرِكَ وَقَدْ جَعَلَكَ اللّٰهُ حُرًّا	194	اور حصول رزق کیلئے دوسروں کے غلام نہ بن جانا اسلئے کہ اللہ نے تمہیں آزاد پیدا کیا ہے
وَمَاخَيْرُ خَيْرٍ لَّايَنَالُ اِلَّابِشَرٍّ وَّيُسْرٍ لَّايَنَالُ ؛ اِلَّا بِعُسْرٍ ؟	195	اور دیکھو اُس بھلائی کو بھلائی نہ سمجھو جو شر اور برائی میں مبتلا ہوئے بغیر نہ ملے اور اُس سہولت اور خوشحالی میں کوئی اچھائی نہیں جو تنگی اور دشواری میں مبتلا کردے۔
وَاِيَّاكَ تُوْجِفَ بِكَ مَطَايَا الطَّمَعِ فَتُوْرِدَكَ مَنَاهِلَ الْهَلَكَةِ؛	196	اور خبردار رہنا کہیں تمہیں حرص اور طمع کی سواریاں ہلاکت کے کنارے لاکر نہ چھوڑ دیں۔
وَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ لَّايَكُوْنَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللّٰهِ ذُوْنِعْمَةٍ فَافْعَلْ ؛	197	اگر تم سے ممکن ہو تو ایسا کرو کہ تمہارے اور اللہ کے درمیان کوئی مالدار و سرمایہ دار شخص تمہیں نعمتیں دینے کا ذریعہ اور وسیلہ نہ بن سکے؛
فَاِنَّكَ مُدْرِكٌ قِسْمَكَ وَاٰخِذٌ سَهْمَكَ ؛ وَاِنَّ الْيُسْرَ مِنْ اللّٰهِ .سُبْحَانَهٗ .اَعْظَمُ وَاَكْرَمُ	198	یہ اس لئے کہ تمہیں تمہاری قسمت کا رزق مل کر رہنا ہے اور تم ضرور اپنا حصہ حاصل کرکے رہوگے؛
مِنَ الْكَثِيْرِ مِنْ خَلْقِهٖ وَاِنْ كَانَ كُلٌّ مِّنْهُ ؛	199	صحیح بات یہی ہے کہ اللہ پاک کے ہاتھوں تھوڑا سا ملنا بھی مخلوق کے ھاتھ سے زیادہ ملنے سے زیادہ باوقار ہوتا ہے۔ حالانکہ ملتا تو سارا ہی اللہ کی طرف سے ہے؛
وَتَلَا فِيْكَ مَافَرَطَ مِنْ صَمْتِكَ اَيْسَرُ مِنْ اِدْرَاكِكَ مَا فَاتَ مَنْطِقِكَ ؛	200	اور بے موقع خاموشی سے جو نقصان ہوسکتا ہے اُس کا علاج اُس نقصان سے آسان ہوتا ہے جو تمہاری بے موقع گفتگو سے ہوسکتا ہے؛
وَحِفْظُ مَافِي الْوِعَاءِ بِشَدِّ الْوِكَآءِ ؛	201	اور جو چیز برتن کے اندر ہے اُسکا تحفظ ڈھکنے کو بند رکھ کر ہی کیا جاسکتا ہے؛
وَحِفْظُ مَافِيْ يَدَيْكَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ طَلَبِ مَافِيْ يَدِغَيْرِكَ ؛	202	اور اسکی حفاظت کرنا جو تمہارے دونوں ہاتھوں کے اندر ہے اس بات سے مجھے زیادہ تر محبوب ہے کہ تم وہ چیز مانگتے پھرو جو دوسروں کے ہاتھ میں ہے۔
وَمَرَارَةُ الْيَاْسِ خَيْرٌ مِنَ الطَّلَبِ اِلَى النَّاسِ ؛	203	کسی چیز کے موجود نہ ہونے کی تکلیف سہہ لینا دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے۔
وَالْحِرْفَةُ مَعَ الْعِفَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْغِنٰى مَعَ الْفُجُوْرِ ؛	204	صنعت وحرفت وکاریگری کے ساتھ ساتھ پارسائی سے روزی کمانا بدچلنی میں مبتلا رکھنے والی دولت وسرمایہ دارانہ زندگی بسر کرنے سے بہتر ہے؛
وَالْمَرْءُ اَحْفَظُ لِسِرِّهٖ،	205	اور ہر شخص اپنے راز کی حفاظت خود کرسکتا ہے۔
وَرُبَّ سَاعٍ فِيْمَايَضُرُّهٗ ؛	206	اکثر ایسی چیزوں میں کوشش کی جاتی ہے جو نقصان پہنچانے والی ہوتی ہیں۔
مَنْ اَكْثَرَ اَهْجَرَ وَمَنْ تَفَكَّرَ اَبْصَرَ ؛	207	کثرت سے بولنے والا عقل سے ہجرت کرجاتا ہے اور غور وفکر کرنے والا بصیرت حاصل کرلیتا ہے؛
قَارِنْ اَهْلَ الْخَيْرِ تَكُنْ مِنْهُمْ ؛	208	نیک لوگوں سے ربط وضبط تمہیں اُن ہی میں شامل کردے گا؛
وَبَايِنْ اَهْلَ الشَّرِّ تَبِنْ عَنْهُمْ ؛	209	اور شر پسند اور برے لوگوں سے جدا رہو، تاکہ تم ان میں شمار نہ ہونے پاؤ؛

بِئْسَ الطَّعَامُ الْحَرَامُ ؛	210	سب سے بری خوراک حرام خوراک ہوا کرتی ہے؛
وَظُلْمُ الضَّعِيْفِ اَفْحَشُ الظُّلْمِ ؛	211	کمزور پر ظلم وستم کرنا بدترین قسم کی ستم رانی ہے؛
اِذَاكَانَ الرِّفْقُ خُرْقًا كَانَ الْخُرْقُ رِفْقًا ؛	212	جب اور جہاں نرم سلوک سخت اور برا سلوک بن جائے وہاں سخت اور برا سلوک نرم سلوک کہلائے گا؛
رُبَّمَا كَانَ الدَّوَاءُ دَآءً وَالدَّاءُ دَوَاءً ؛	213	بعض حالات میں دوا خود بیماری بن جاتی ہے اور بیماری دوا بن کر رہ جاتی ہے؛
وَرُبَّمَانَصَحَ غَيْرُالنَّاصِحِ وَغَشَّ الْمُسْتَنْصَحُ	214	بعض دفعہ ایسا شخص نصیحت کرتا ہے جسے نہ کرنا چاہئے تھی اور کبھی دوست خیانت کر لیتا ہے
وَاِيَّاكَ وَالْاِتِّكَالَ عَلَى الْمُنٰى فَاِنَّهَا بَضَائِعُ النُّوْكٰى	215	اور تمناؤں کے بھروسہ پر نہ رہنا۔ یقیناً تمنائیں بے عقلوں کا سرمایہ ہوتی ہیں؛
وَالْعَقْلُ حِفْظُ التَّجَارُبِ وَخَيْرُ مَاجَرَّبْتَ مَا وَعَظَكَ ؛	216	عقلمندی یہ ہے کہ تجربوں کی حفاظت کی جائے، بہترین تجربہ وہ ہے جو وعظ اور نصیحت سے تمہیں حاصل ہو؛
بَادِرِ الْفُرْصَةَ قَبْلَ اَنْ تَكُوْنَ غُصَّةً ؛	217	فرصت کو بہتر طور پر استعمال کرو قبل اسکے فرصت تمہارے لئے مصیبت بن جائے؛
لَيْسَ كُلُّ طَالِبٍ يُّصِيْبُ وَلَا كُلُّ غَائِبٍ يَّؤُوْبُ	218	ہر طالب اور کوشش کرنے والا مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا۔ اور ہر جانے والا پلٹ کر نہیں آیا کرتا؛
وَمِنَ الْفَسَادِ اِضَاعَةُ الزَّادِ وَمَفْسَدَةُ الْمَعَادِ ؛	219	آخرت کے سامان کو ضائع کر دینا اور آخرت کو بگاڑنا ہی فساد اندر فساد ہے؛
وَلِكُلِّ اَمْرٍ عَاقِبَةٌ ؛ سَوْفَ يَاْتِيْكَ مَا قُدِّرَ لَكَ؛ التَّاجِرُ مُخَاطِرٌ ؛	220	ہر چیز اور ہر کام کا ایک نتیجہ اور جزا ہوا کرتی ہے۔ جو تیرے مقدر میں ہے وہ جلد تجھ تک پہنچے گا۔ اور جو کوئی تجارت کرتا ہے وہ خطرات سے دوچار رہا کرتا ہے؛
وَرُبَّ يَسِيْرٍ اَنْمٰى مِنْ كَثِيْرٍ ؛	221	اور کبھی تو تھوڑا سا سامان کثیر سامان سے زیادہ بابرکت ہوا کرتا ہے؛
لَاخَيْرَ فِيْ مُعِيْنٍ مَهِيْنٍ ؛ وَلَا فِيْ صَدِيْقٍ ضَنِيْنٍ ؛	222	گھٹیا درجہ کے مددگار میں کوئی بھلائی اور عزت نہیں ہوتی ہے اور نہ کنجوس دوست مفید ہوتا ہے؛
سَاهِلِ الدَّهْرَ مَاذَلَّ لَكَ قُعُوْدُهُ ؛	223	جب تک زمانہ سازگار رہے اس کو عقلمندی اور نرمی سے استعمال کرتے چلے جاؤ؛
وَتُخَاطِرْ بِشَيْءٍ رَجَاءَ اَكْثَرَمِنْهُ ؛	224	زیادہ کی امید پر خود کو خطرات میں مت ڈالا کرو۔
وَاِيَّاكَ اَنْ تَجْمَعَ بِكَ مَطِيَّةُ اللَّجَاجِ ؛	225	اور خبردار رہو کہ کہیں تمہاری سواری کا اونٹ اور دوسری سواریاں دشمنی کی بنا پر سرکشی نہ کرنے لگیں؛
اَحْمِلْ نَفْسَكَ مِنْ اَخِيْكَ عِنْدَ صَرْمِهِ عَلَى الصِّلَةِ ؛	226	اپنے آپ کو آمادہ رکھو کہ جب تمہارا بھائی تعلقات کو منقطع کرے تو تم تعلق کو جوڑ لو؛
وَعِنْدَصُدُوْدِهِ عَلَى اللُّطْفِ وَالْمُقَارَبَةِ ؛	227	اور وہ منہ پھرائے تو تم آگے بڑھ کر اس کے ساتھ لطف وکرم سے پیش آؤ؛
وَعِنْدَ جُمُوْدِهِ عَلَى الْبَذْلِ ؛	228	اور وہ جب تمہارے ساتھ کنجوسی کرے تو تم کشادہ دلی اور سخاوت سے پیش آیا کرو؛

وَعِنْدَ تَبَاعُدِهِ عَلَى الدُّنُوِّ ؛	229	اور جب وہ دوری اختیار کرے تو تم اس کے نزدیک ہونے کی کوشش کرو؛
وَعِنْدَ شِدَّتِهِ عَلَى اللِّيْنِ ؛	230	اور اُس کی سختی پر تم نرم رویہ اختیار کرلو؛
وَعِنْدَ جُرْمِهِ عَلَى الْعُذْرِ ؛	231	وہ جرم کرے تو تم اُس کے لئے عذر و بریت تلاش کرو۔
حَتّٰى كَاَنَّكَ لَهُ عَبْدٌ ؛ وَكَاَنَّهُ ذُوْنِعْمَةٍ عَلَيْكَ ؛	232	یہاں تک بڑھو گویا تم اسکے غلام ہو اور وہ تمہارا نعمتیں دینے والا آقا ہے؛
وَاِيَّاكَ اَنْ تَضَعَ ذٰلِكَ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهٖ ؛	233	اور خبردار اُس سارے سلوک کو غلط مواقع پر اختیار نہ کرلینا؛
وَاَنْ تَفْعَلَهُ بِغَيْرِ اَهْلِهٖ ؛	234	اور نہ یہ طرزِ عمل کسی نااھل شخص کے ساتھ اختیار کرنا؛
لَاتَتَّخِذَنَّ عَدُوَّصَدِيْقِكَ صَدِيْقًا فَتُعَادِىَ صَدِيْقَكَ ؛	235	اپنے دوست کے دشمن کو اپنا دوست نہ بنانا ورنہ اُس دوست کے دشمن قرار پاؤ گے؛
وَاَمْحَضْ اَخَاكَ النَّصِيْحَةَ حَسَنَةً كَانَتْ اَوْقَبِيْحَةً ؛	236	اور اپنے بھائی کو ڈٹ کر نصیحت کرو خواہ اچھی لگے یا بری معلوم ہو؛
وَتَجَرَّعِ الْغَيْظَ فَاِنِّىْ لَمْ اَرَجُرْعَةً اَحْلٰى مِنْهَا عَاقِبَةً وَلَا اَلَذَّمَغَبَةً ؛	237	اور غیظ وغضب کے گھونٹ خاموشی سے پی جاؤ کیوں کہ میں نے نتیجہ میں صبر کے اِن تلخ گھونٹوں سے زیادہ میٹھے اور زیادہ مزیدار گھونٹ نہیں دیکھے ہیں؛
وَلِنْ لِّمَنْ غَالَظَكَ فَاِنَّهٗ يُوْشِكُ اَنْ يَّلِيْنَ لَكَ ؛	238	اور جو کوئی تمہارے ساتھ بے رحمانہ سختی سے پیش آئے ۔تم جواب میں نرمی سے پیش آؤ اس لئے کہ جلد ہی وہ بھی تم سے نرم سلوک کرے گا؛
وَخُذْعَلٰى عَدُوِّكَ بِالْفَضْلِ فَاِنَّهٗ اَحْلٰى الظَّفَرَيْنِ ؛	239	اپنے دشمن کے برے طریقوں کو فضل و کرم وحسن سلوک سے بند کردو دونوں قسم کی کامیابیوں میں سے یہ کامیابی زیادہ شیریں ہے۔
وَاِنْ اَرَدْتَ قَطِيْعَةَ اَخِيْكَ فَاسْتَبِقْ لَهٗ مِنْ نَّفْسِكَ بَقِيَّةً تَرْجِعُ اِلَيْهَا اِنْ بَدَالَهٗ ذٰلِكَ يَوْمًا مَّا؛	240	اگر تم اپنے دینی بھائی سے تعلق ختم کرنے کا ارادہ کرو تو اپنے دل میں اتنی جگہ رہنے دو کہ اگر وہ اپنا طرزِ عمل دوستی کی طرف لانا چاہے تو وہ دوستی کی طرف پلٹ سکے؛
وَمَنْ ظَنَّ بِكَ خَيْرًا فَصَدِّقْ ظَنَّهٗ ؛	241	جو شخص تمہارے متعلق اچھے خیالات اور عمل کی امید رکھتا ہو اس کے خیالات کو اپنے اچھے سلوک سے صحیح ثابت کردکھاؤ؛
وَلَا تُضِيْعَنَّ حَقَّ اَخِيْكَ اِتِّكَالًا عَلٰى مَابَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ ؛	242	اور تم اپنے اور اپنے دینی بھائی کے آپس کے اچھے اور بھروسے کے تعلقات کی آڑ میں اُس کا حق ضائع نہ کردینا؛
فَاِنَّهٗ لَيْسَ لَكَ بِاَخٍ مَّنْ اَضَعْتَ حَقَّهٗ ؛	243	چنانچہ وہ شخص تمہارا بھائی کہاں ہوا جس کا تم نے حق مارلیا یا ضائع کردیا ہو؛
وَلَايَكُنْ اَهْلُكَ اَشْقَى الْخَلْقِ بِكَ ؛	244	اور یہ بھی نہ ہونا چاہئے کہ تمہارے ہاتھوں تمہارے اہل خانہ اور متعلقین ساری مخلوقات سے زیادہ تنگ اور بدبخت ہوکر رہ جائیں؛
وَتَرْغَبَنَّ فِيْمَنْ زَهِدَ عَنْكَ ؛	245	اور جو کوئی تم سے تعلق ہی نہ رکھنا چاہے اُسے تعلق رکھنے پر جبر نہ کرو؛

وَلَایَکُوْنَنَّ اَخُوْکَ عَلٰی مُقَاطَعَتِکَ اَقْوٰی مِنْکَ عَلٰی صِلَتِہٖ ؛	246	اور تمہارا دینی بھائی تم سے قطع تعلق کرنے میں تمہارے تعلق قائم رکھنے کی کوششوں سے بڑھنے نہ پائے اور تعلق توڑ نہ سکے؛
وَلَایَکُوْنَنَّ عَلَی الْاِسَائَۃِ اَقْوٰی مِنْکَ عَلَی الْاِحْسَانِ	247	اور تمہارے احسان اور عمدہ سلوک سے اُس کا برا سلوک تم سے کسی طرح بڑھنے نہ پائے؛
وَلَایَکْبُرَنَّ عَلَیْکَ ظُلْمُ مَنْ ظَلَمَکَ ؛	248	اور دیکھو کسی ظلم کرنیوالے کا ظلم تمہارے اوپر گراں اور ناگوار نہ گذرنے پائے؛
فَاِنَّہٗ یَسْعٰی فِیْ مَضَرَّتِہٖ وَنَفْعِکَ ؛	249	اسلئے کہ وہ تمہارے نفع کے لئے اور خود اپنے نقصان کے لئے کوشش کر رہا ہے؛
وَلَیْسَ جَزَاءُ مَنْ سَرَّکَ اَنْ تَسُوْئَہٗ .	250	اور جو شخص تمہاری خوشی کا سبب بنے اُس کا بدلہ یہ نہیں ہے کہ اُس سے برائی کی جائے۔
وَاعْلَمْ ، یَابُنَیَّ ، اَنَّ الرِّزْقَ رِزْقَانِ : رِزْقٌ یَطْلُبُہٗ ، وَ رِزْقٌ یَطْلُبُکَ فَاِنْ اَنْتَ لَمْ تَاْتِہٖ اَتَاکَ ؛	251	اور اے ننھے منے بیٹے یہ سمجھ لو کہ رزق (سامان زندگی) دو طرح کا ہوا کرتا ہے: ایک وہ رزق جسے تم تلاش کرتے ہو اور دوسرا وہ رزق ہوتا ہے جو تمہیں تلاش کرتا پھرتا ہے۔ چنانچہ اگر تم اسکی طرف نہ بھی جاؤ گے تو وہ خود تمہاری طرف آئے گا؛
مَا اَقْبَحَ الْخُضُوْعَ عِنْدَ الْحَاجَۃِ ؛ وَالْجَفَآءَ عِنْدَ الْغِنٰی ؛	252	یہ بہت بری عادت ہے کہ جب ضرورت درپیش ہو تو آدمی عاجزی اور منت و سماجت کرے اور جب خوشحالی ہو تو جفاکاری اور بے مروتی دکھائی جائے؛
اِنَّمَالَکَ مِنْ دُنْیَاکَ مَا اَصْلَحْتَ بِہٖ مَثْوَاکَ ؛	253	تمہارے لئے دنیا سے اتنا لیناہی کافی ہے جس سے تم اپنی آخرت سنوار لو؛
وَاِنْ جَزِعْتَ عَلٰی مَا تَفَلَّتَ مِنْ یَدَیْکَ فَاجْزَعْ عَلٰی کُلِّ مَالَمْ یَصِلْ اِلَیْکَ ؛	254	اگر تمہارا طریقہ یہ ہو کہ تم ہر اُس چیز پر تڑپ اُٹھو جو کہ تمہارے ہاتھوں سے جاتی رہے تو تمہیں تو ہر اُس چیز پر نالہ و فریاد کرنا چاہئے جو تمہیں ملی ہی نہ ہو؛
اَسْتَدِلَّ عَلٰی مَالَمْ یَکُنْ بِمَا قَدْکَانَ فَاِنَّ الْاُمُوْرَ اَشْبَاہٌ	255	تمہیں تو موجودہ حالات کو بعد میں آنیوالے حالات کے لئے دلیل بنانا چاہئے اس لئے کہ حالات آپس میں ایک دوسرے کے مشابہ اور مانند ہوا کرتے ہیں؛
وَلَاتَکُوْنَنَّ مِمَّنْ لَّا تَنْفَعُہُ الْعِظَۃُ اِلَّااِذَا بَالَغْتَ فِیْ اِیْلَامِہٖ ؛	256	تم اُن لوگوں میں سے نہ ہو جانا کہ جن کو نصیحت اُس وقت تک فائدہ نہیں پہنچاتی جب تک تم انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ؛
فَاِنَّ الْعَاقِلَ یَتَّعِظُ بِالْاَدَبِ ؛ وَالْبَہَائِمَ لَایَتَّعِظُ اِلَّا بِالضَّرْبِ ؛	257	عقلمند انسان تو باتوں اور تنبیہ سے سمجھ جاتا ہے لیکن حیوان ڈنڈے کے بغیر نہیں سمجھتا ہے۔
اَطْرَحْ عَنْکَ وَارِدَاتِ الْھُمُوْمِ بِعَزَائِمِ الصَّبْرِ وَحُسْنِ الْیَقِیْنِ ؛	258	سر پر آپڑنے والے مصائب اور غم واندوہ کو صبر کی مضبوطی اور یقین کی عمدگی سے دور کرو؛
مَنْ تَرَکَ الْقَصْدَ جَارَ ؛	259	جو کوئی میانہ روی چھوڑ دیتا ہے وہ بھٹک جاتا ہے؛
وَالصَّاحِبُ مُنَاسِبٌ ؛	260	اور جو صحابی ہوتا ہے وہ خاندان والوں کی طرح ہو جاتا ہے؛
وَالصَّدِیْقُ مَنْ صَدَقَ غَیْبُہٗ ؛	261	اور دوست وہ ہے جو پیٹھ پیچھے بھی دوست ثابت ہو؛

وَالْهَوٰی شَرِیْکُ الْعَمٰی ؛	262	اور یہ ذاتی خواہشیں بے بصیرتی میں شریک رکھتی ہیں؛
وَرُبَّ بَعِیْدٍ اَقْرَبُ مِنْ قَرِیْبٍ وَقَرِیْبٍ اَبْعَدُ مِنْ بَعِیْدٍ ؛	263	بہت سے دور والے قریبی لوگوں سے بھی قریب ہوتے ہیں اور بہت سے قریبی لوگ دور والوں سے بھی دور ہوتے ہیں؛
وَالْغَرِیْبُ مَنْ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ حَبِیْبٌ ؛	264	غریب اور بے سہارا دراصل وہ شخص ہے جس کا کوئی حبیب نہ ہو؛
مَنْ تَعَدَّی الْحَقَّ ضَاقَ مَذْهَبُهٗ ؛	265	جو لوگ حق کو پھلانگ جاتے ہیں اُن پر اُن کا مذہب تنگ ہو جاتا ہے؛
وَمَنِ اقْتَصَرَ عَلٰی قَدْرِهٖ کَانَ اَبْقٰی لَهٗ؛	266	جو لوگ اپنی قدرت اور حیثیت پر قائم رہتے اور اُس سے تجاوز نہیں کرتے اُن کی قدرت اور حیثیت باقی رہتی ہے۔
وَاَوْثَقُ سَبَبٍ اَخَذْتَ بِهٖ سَبَبٌ بَیْنَکَ وَبَیْنَ اللّٰهِ	267	اور سب سے مستقل اور پختہ ذریعہ جو تم اختیار کر سکتے ہو وہ ہے تمہارے اور تمہارے اللہ کے درمیان؛
وَمَنْ لَمْ یُبَالِکَ فَهُوَ عَدُوُّکَ ؛	268	جو تمہاری پرواہ نہیں کرتا وہ یقیناً تمہارا دشمن ہی ہے؛
قَد یَکُوْنُ الْیَاْسُ اِدْرَاکًا اِذَا کَانَ الطَّمَعُ هَلَاکًا	269	جب حرص وطمع سے تباہی ہوتی ہو تو مایوسی اور تنگ حالی ہی میں فلاح و بہبودی ہے؛
لَیْسَ کُلُّ عَوْرَةٍ تَظْهَرُ وَلَا کُلُّ فُرْصَةٍ تُصَابُ ؛	270	ہر چھپائی جانے والی چیز ضروری نہیں کہ ظاہر ہی ہو کر رہے۔ اور نہ تمام فرصت کے مواقع بار بار آتے ہیں؛
وَرُبَّمَا اَخْطَاءَ الْبَصِیْرُ قَصْدَهٗ وَاَصَابَ الْاَعْمٰی رُشْدَهٗ ؛	271	کبھی کبھی پختہ بصیرت والے اپنے مقاصد میں ناکام ہو جاتے ہیں اور اندھے اور بے بصیرت لوگ راہ راست پا لیتے ہیں؛
اَخِّرِ الشَّرَّ فَاِنَّکَ اِذَا شِئْتَ تَعَجَّلْتَهٗ ؛	272	شر اور برائی کو ٹالتے اور پیچھے ہٹاتے رہو اس لئے کہ تم جب چاہو اُس کی طرف جلدی سے بڑھ سکتے ہو؛
وَقَطِیْعَةُ الْجَاهِلِ تَعْدِلُ صِلَةَ الْعَاقِلِ ؛	273	جاہل کا قطع تعلق کرنا ایک عاقل سے تعلق قائم ہونے کے برابر ہے؛
مَنْ اَمِنَ الزَّمَانَ خَانَهٗ وَمَنْ اَعْظَمَهٗ اَهَانَهٗ ؛	274	جو زمانہ سے خود کو امن میں سمجھ لے وہ اس سے خیانت کر لیتا ہے اور جو اسے بڑا سمجھے وہ اُسے ذلیل کر دیتا ہے؛
لَیْسَ کُلُّ مَنْ رَمٰی اَصَابَ ؛	275	ہر تیر چلانے والے کا تیر نشانہ پر نہیں لگا کرتا ہے؛
اِذَا تَغَیَّرَ السُّلْطَانُ تَغَیَّرَ الزَّمَانُ ؛	276	جب سلطان کے صحیح حالات بدل جاتے ہیں تو زمانہ کے حالات میں بھی تبدیلی ہو جاتی ہے
سَلْ عَنِ الرَّفِیْقِ قَبْلَ الطَّرِیْقِ؛ وَعَنِ الْجَارِ قَبْلَ الدَّارِ ؛	277	راہ روی اور راستے کے حالات سے پہلے شریکِ سفر کے حالات معلوم کرو اور مکان لینے سے پہلے پڑوسیوں کے حالات پوچھو؛
اِیَّاکَ اَنْ تَذْکُرَ مِنَ الْکَلَامِ مَایَکُوْنُ مُضْحِکًا وَاِنْ حَکَیْتَ ذٰلِکَ عَنْ غَیْرِکَ ؛	278	تم ہوشیار رہ کر اُس کلام کو اختیار نہ کرنا جس میں ہنسانے والی باتیں ہوں خواہ وہ باتیں تم نے کسی اور سے بطور حکایت ہی کیوں نہ سنی ہوں؛

وَاِيَّاكَ وَمُشَاوَرَةَ النِّسَآءِ ؛ فَاِنَّ رَاْيَهُنَّ اِلٰى اَفَنٍ ؛ وعَزْمَهُنَّ اِلٰى وَهْنٍ ؛	279	اور خبردار تم عورتوں سے مشورہ نہ کرنا اس لئے کہ اُن کی رائے وقتی اور غیر مستقل ہوتی ہے اور اُن کے ارادے سست ہوا کرتے ہیں؛
وَاكْفُفْ عَلَيْهِنَّ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ بِحِجَابِكَ اِيَّاهُنَّ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحِجَابِ اَبْقٰى عَلَيْهِنَّ ؛	280	اور اُنہیں تو تم اپنے تحفظ میں رکھو اُن کی آنکھوں کے لئے اپنا حجاب فراہم رکھو تمہارے پردے کی پابندی اُن کی حیثیت کو برقرار رکھے گی؛
وَلَيْسَ خُرُوْجُهُنَّ بِاَشَدَّ مِنْ اِدْخَالِكَ مَنْ لَّايُوْثَقُ بِهٖ عَلَيْهِنَّ ؛	281	اور اُن کا تیرے حجاب سے نکلنا اتنا سخت نہیں جتنا خود تیرا کسی نا قابل وثوق شخص کو اپنے پردہ میں داخل کر دینا؛
وَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ لَايَعْرِفْنَ غَيْرَكَ فَافْعَلْ ؛	282	اور اگر تو ایسا انتظام کر سکے تو ضرور کرنا جس سے وہ عورتیں تیرے علاوہ کسی اور سے تعارف ہی نہ رکھتی ہوں؛
وَلَا تُمَلِّكِ الْمَرْأَةَ مِنْ اَمْرِهَا مَا جَاوَزَ نَفْسَهَا ؛	283	اور عورت کو اسکے ذاتی معاملات کے علاوہ اور کسی معاملے پر مختار و مالک نہ بناؤ؛
فَاِنَّ الْمَرْاَةَ رَيْحَانَةٌ وَّلَيْسَتْ بِقَهْرَمَانَةٍ ؛	284	اسلئے کہ عورت تو ایک پھول ہوتی ہے وہ جبر و قہر اور حکمرانی کرنے کیلئے نہیں ہے؛
وَلَا تَعْدُ بِكَرَامَتِهَا نَفْسَهَا ؛	285	اور عورت کو ذاتی توقیر و احترام سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے؛
وَلَا تُطْمِعْهَا فِيْ اَنْ تَشْفَعَ بِغَيْرِهَا ؛	286	اور عورت کو اتنی ڈھیل اور جرأت عطا نہ کرو کہ وہ اپنے علاوہ دوسروں کی سفارش کرنے لگے؛
وَاِيَّاكَ وَالتَّغَايُرَ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِ غَيْرَةٍ ؛	287	اور خبردار تم کبھی بھی بدگمانی اور غیرت کے مجروح کرنے والی بات بلاضرورت اور بے موقع نہ کرنا؛
فَاِنَّ ذٰلِكَ يَدْعُوْ الصَّحِيْحَةَ اِلَى السَّقَمِ ؛ وَالْبَرِيْئَةَ اِلَى الرِّيَبِ ؛	288	حقیقت یہ ہے کہ بدگمانی نیک و پاکباز عورت کو بھی عیب و بدراہی کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔ اور ایک پریقین عورت کو بھی شش و پنج اور اُلجھن میں ڈال دیتی ہے؛
وَاجْعَلْ لِكُلِّ اِنْسَانٍ مِنْ خَدَمِكَ عَمَلًا تَاْخُذُهٗ بِهٖ ؛	289	اور اپنے تمام ماتحت خدمت گذاروں کو اُن کے کام بانٹ دو تا کہ اُن پر باز پرس کر سکو؛
فَاِنَّهٗ اَحْرٰى اَنْ لَّايَتَوَاكَلُوْا فِيْ خِدْمَتِكَ ؛	290	اس طرح وہ لوگ اپنے کاموں اور ذمہ داریوں کو دوسروں پر نہ ٹال سکیں گے؛
وَاَكْرِمْ عَشِيْرَتَكَ فَاِنَّهُمْ جَنَاحُكَ الَّذِيْ بِهٖ تَطِيْرُ	291	اور اپنے چاروں طرف پنچوں اور نمائندوں کا اکرام و احترام کرو۔ وہ تمہارے پر و بازو ہیں جن سے تم پرواز کرتے ہو؛
وَاَصْلُكَ الَّذِيْ اِلَيْهِ تَصِيْرُ ؛ وَيَدُكَ الَّتِيْ بِهَا تَصُوْلُ ؛	292	اور وہ تمہاری ایسی بنیاد ہیں جن پر تم توجہ رکھتے ہو اور تمہارے ایسے ہاتھ ہیں جن سے تم حملہ کرتے ہو؛
اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَ دُنْيَاكَ ؛	293	میں تمہارے دین کو اور تمہاری دُنیا کو اللہ کے سامنے بطور امانت سونپتا ہوں؛
وَاَسْاَلُهٗ خَيْرَ الْقَضَآءِ لَكَ فِي الْعَاجِلَةِ وَالْاٰجِلَةِ ؛	294	اور اللہ سے تمہارے حق میں جلد ہونے والے اور مقررہ مدت پر ہونے والے اچھے فیصلوں کی دعا کرتا ہوں؛
وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَالسَّلَامُ .	295	اور تمہاری دنیا اور تمہاری آخرۃ میں کامیابی چاہتا ہوں۔ والسلام

تشریح:۔ قارئین حضرات نے اس وصیت کی ابتدا میں دیکھا ہے کہ یہ وصیت جنگ صفین سے واپس آتے ہوئے **حاضرین** نام کے ایک گاؤں میں لکھی گئی تھی۔ اگر جناب رضی صاحب رضی اللہ عنہ اور دیگر علما کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام جنگ صفین کے اختتام تک اس وصیت سے ناواقف تھے اور اس کے لکھے جانے کے بعد واقف ہوئے تو ہمیں اِس سے اختلاف وانکار ہے۔ پھر بعض علمائے شیعہ نے وصیت میں آئے ہوئے بعض جملوں کو ناپسند کرتے ہوئے اس وصیت کو محمد ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے نام مانا ہے۔ چنانچہ مفتی مترجم نے لکھا ہے کہ:۔

''ابن میثم نے جعفر ابن بابو یہ قمی علیہ الرحمہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرتؑ نے یہ وصیت نامہ محمد ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے نام تحریر فرمایا۔

اور علامہ رضی نے تحریر کیا ہے کہ اس سے مراد و مخاطب امام حسن علیہ السلام ہیں۔'' (ترجمہ نہج البلاغہ جلد 3 صفحہ 81)

ہم بلا دلیل کسی کے قول اور دعوے کو قبول نہیں کرتے اور خصوصاً نہج البلاغہ کے سلسلے میں ہر اس بات کو نہیں مانتے جس کے لئے حضرت علی علیہ السلام کے اپنے الفاظ نہ ہوں۔ اس وصیت میں بھی حضورؑ نے امام حسین علیہ السلام کا نام نہیں لیا ہے مگر وصیت کے الفاظ میں یہ وصیت اپنے بیٹے کو کی گئی ہے اور وصیت اور وصی سے صرف امام حسنؑ ہی سمجھے جاسکتے ہیں۔ بیٹوں میں سے کسی اور بیٹے کو وصیت کرنا قانون وصایت کے خلاف ہے۔ رہ گئے وہ جملے جو علما کو پسند نہیں آتے وہ اُن کے عقائد کی خامی ہے۔ <u>محمدؐ وعلیؑ وفاطمہؑ اور دیگر آئمہ علیہم السلام اس پوری کائنات کی بنیاد ہیں۔ یہ اُن حضرات ہی کے لئے پیدا کی گئی ہے، اُن ہی سے پیدا کی گئی ہے اُن ہی کے ہاتھوں پیدا کی گئی ہے اور اُن ہی کے مقاصد کی صورت پر پیدا کی گئی ہے</u> لہٰذا اُن سے خطاب کا مطلب بھی پوری کائنات سے خطاب ہوتا ہے۔ لہٰذا جو کچھ اس وصیت میں فرمایا گیا ہے وہ بالواسطہ پوری نوع انسان اور ساری کائنات سے فرمایا گیا ہے۔

اُن کو ''**عَبۡدُ الدُّنۡیَا**'' ''<u>دُنیا کا غلام</u>'' فرمایا ہے۔ ساری دنیا کے نمائندہ کو عبدالدنیا نہ کہا جائے تو پھر کون ایک شخص ایسا ہوسکتا ہے جسکو دنیا کا غلام کہا جاسکے؟ جو تنہا دنیا کے تمام غلاموں کی نمایندگی کرسکے؟ ساری نوع انسان اُن ہی کے مادہ یا سامان سے پیدا ہوئی ہے اُس میں اللہ کے بندے بھی آگئے اور دنیا کے بندے بھی اُسی ایک ہستیؑ میں داخل ہیں۔ وہ ایک ہستی صرف حسنؑ بن علیؑ نہیں خود علیؑ بھی محمدؐ بھی فاطمہؑ بھی وہی ایک ہستی ہیں۔ وہ سب محمدؐ ہیں۔ وہ سب علیؑ (عالین) (سورۃ ص 38/78) اور ساری کائنات کے نمایندے وذمہ دار ہیں۔ کائنات اچھی ہے تو اُنؑ کی ہے بری ہے تو اُن کی ہے۔ یہاں انفرادی بات نہیں ہو رہی یہ تو اجتماعی خطاب ہے اور امام حسن علیہ السلام کو سب کا ذمہ دار بنایا جارہا ہے۔ یہ ہمہ گیر وصیت ہے۔ یہ وصیت حضرت امام حسن علیہ السلام کے جسمانی حدود اربع تک محدود وصیت نہیں ہے۔ اس میں تو سب اگلے پچھلے راہنما شامل ہیں خود حضرت علی علیہ السلام شامل ہیں اسی لئے فرمایا ہے کہ:۔ <u>''میں نے تمہیں اپنا ایک جز پایا بلکہ تمہیں وہی کچھ پایا جو کچھ کہ میں کُل ہوں'' (جملہ نمبر 10) اور</u>

<u>''جو کچھ تم پر گذرتا ہے وہی کچھ مجھ پر واقع ہوتا ہے''</u> (جملہ نمبر 11)

لہٰذا صرف امام حسن علیہ السلام ہی دنیا کے تمام غلاموں کے نمایندہ نہیں ہیں بلکہ خود حضرت علی علیہ السلام بھی ساری دنیا کے نمایندے ہیں۔ بہر حال یہ طے شدہ بات ہے کہ یہ وصیت (31) جناب امام حسن علیہ السلام کے نام ہے اور اُن کی وجہ سے سارے بیٹوں، بیٹیوں، ازواج اور تمام آئمہ علیہم السلام کے نام ہے۔

<u>2۔ وصیت اس وقت کی گئی تھی جب جناب حسنؑ ننھے، منّے چھوٹے سے بچے تھے خود ابّا وبابا نہ تھے</u>

وصیت میں امام حسن علیہ السلام کو بار بار (12 مرتبہ) ''**<u>یَا بُنَیَّ</u>**'' اے میرے ننھے مُنے چھوٹے سے بچے کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے اور آپؑ کو بہت کم عمر اور دنیا میں نو وارد فرمایا گیا ہے (جملہ نمبر 58، 58 الف)۔ لہٰذا ہم یہ نہیں مانتے کہ جنگ صفین کے بعد امام حسن علیہ السلام کو اس وصیت میں

مخاطب کیا گیا تھا۔اس لئے کہ اس وقت تو حضرت امام حسن علیہ السلام خود چونتیس (34) سال عمر رکھتے تھے اور خود صاحب اولاد تھے۔البتہ یہ مانا جاسکتا ہے کہ وصیت کا اعلان 37ہجری مقام حاضرین پر کیا گیا تھا۔

3۔وصیت میں کتاب اللہ، شرائع اسلام احکام حلال وحرام کی ابتدکرنے کا بھی ذکر ہے

اور وصیت کا علم وتفصیل امام حسن علیہ السلام کو بچپن ہی میں دے دیا گیا تھا۔پھر اس زیر نظر وصیت میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ:۔

وَاَنْ اَبْتَدِئَکَ بِتَعْلِیْمِ کِتَابِ اللّٰہِ وَتَاوِیْلِہٖ وَشَرَآئِعَ الْاِسْلَامِ وَاَحْکَامِہٖ وَحَلَالِہٖ وَحَرَامِہٖ،(جملہ نمبر 60)

''میں نے چاہا کہ پہلے تمہیں کتاب اللہ کی تعلیم شروع کرائی جائے اور قرآن کی عملی صورت سکھائی جائے۔اور اسلام کی تمام شریعتوں پر اور احکام پر مطلع کیا جائے اور حلال وحرام کی صورتیں واضح کی جائیں''(جملہ 60)

اِس کے بعد کیا کوئی مسلمان یہ مان سکتا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام اپنی چونتیس (34) سال کی عمر تک نہ شریعت سے واقف تھے نہ حلال وحرام کو جانتے تھے اور نہ اُنہیں قرآن کا علم حاصل تھا؟ ساتھ ہی اس زیر نظر وصیت میں سب کچھ ہے نہیں ہے تو تعلیم قرآن اور تاویل قران اور شریعتوں کے احکام اور حلال وحرام ہی کا ذکر نہیں ہے۔لہٰذا معلوم ہوا اور ماننا پڑے گا کہ یہ سب کچھ زیر نظر وصیت سے پہلے سکھایا جاچکا تھا۔اور خود قرآن کریم نے کم از کم ایسے تین اشخاص کی موجودگی ثابت کی ہے جن کے سینوں میں روز ازل سے قرآن آیات بیّنات کی صورت میں موجود تھا اور وہ حضرات روز ازل سے مکمل علم عطا کردئے جانے والے تھے (عنکبوت 29/49) اور ظاہر ہے کہ نزول قرآن کے زمانہ میں محمدؐ وعلیؑ فاطمہؑ اور حسنین صلوٰۃ اللہ علیہم کے علاوہ اور کوئی نہ ہوسکتا تھا۔لہٰذا معلوم ہوا کہ زیر نظر وصیت میں کسی باقاعدہ تعلیم کا ذکر اس لئے نہیں ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی تعلیم بچپن ہی میں مکمل کردی گئی تھی اور وصیت میں تو عام ہدایات اور تجربات اور نصیحتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

4۔بارہ مرتبہ لفظ''یَا بُنَیَّ''میں ایک نہایت کم سن بچہ حضورؐ کا مخاطب ماننا ہی پڑے گا

یہاں قارئین کرام کو یہ بتانا ہے کہ ''یَا بَنِیَّ'' جوان اور عمر رسیدہ بیٹوں یا بیٹے کو مخاطب کرنے کے لئے بولا جاتا ہے (بقرہ 2/132) اور چھوٹے اور ننھے بچوں کو مخاطب کرنے کے لئے ''یَا بُنَیَّ'' کہا جاتا ہے قرآن دیکھنے سے پہلے لغات القرآن مرتبہ مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی کی بات سُنیں فرماتے ہیں:۔ بُنَیَّ: میرے بیٹے۔میرے پیارے بیٹے۔میرے چھوٹے سے بیٹے۔اِبْنٌ کی تصغیر ہے۔یہاں تصغیر پیار اور محبت کے لئے ہے۔جیسے ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں۔بیٹا یا ننھے وغیرہ۔''(لغات القرآن جلد دوم صفحہ 50 کالم دوسرا)

پرویز کی لغات القرآن۔

''سورۃ لقمان میں ''یٰبُنَیَّ'' آیا ہے (31/16) جس کے معنی ہیں ''اے میرے ننھے بیٹے'' یہاں بُنَیَّ اِبْنٌ کی تصغیر ہے''(جلد اول صفحہ 353)

ایک عربی انگلش ڈکشنری میں یہ معنی لکھے ہیں۔''بُنَیَّ My little son میرے ننے بیٹے''

(معجم عربی۔انگلیزی الفرائد الدُریہ Rev.JG Hava صفحہ 48)

لغایات کے ان بیانات کے بعد یہ معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن کریم میں یہ لفظ یٰبُنَیَّ چار مقامات پر آیا ہے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے لے پالک یعنی اپنی بیوی کے بیٹے کو یٰبُنَیَّ کہہ کر پکارا ہے (11/42)۔یہ شخص درحقیقت بچہ نہ تھا جوش محبت کے اظہار کے لئے یٰبُنَیَّ فرمایا گیا تھا۔دوسری جگہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے چھوٹے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو یٰبُنَیَّ فرما کر بھائیوں سے اپنے خواب کو پوشیدہ رکھنے کی تاکید کی تھی (یوسف

12/5) تیسری جگہ حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو نصیحت فرماتے ہیں اور یٰبُنَیَّ کہہ کر بات شروع کرتے ہیں (31/13,31/16,31/17) آخری دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کا وہ حکم سنا رہے ہیں جو اُن کی قربانی کے لئے خواب میں دیا گیا تھا۔ اور اُنہیں بچہ ہونے کی بنا پر یٰبُنَیَّ فرما کر مخاطب فرماتے ہیں (37/102) اِن مقامات کی بنا پر یہ فیصلہ غلط اور حماقت ثابت ہو گیا کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو چونتیس سال کی عمر میں وصیت فرمائی تھی۔

5۔نوری ماحول سے مادی ماحول میں سمانے اور نباھنے کے لئے وصیت میں ہدایات ہیں

ہمارا پیدائشی اور مسلسل نسلی طور پر مادی اور جسمانی ہونا اور لفظ نور اور نورانی پوزیشن سے کما حقہ ناواقف ہونا ہمارے سامنے سب سے بڑی اور حقیقی مشکل ہے۔ اور یہی مشکل ہے جو نور محمدیؐ اور اجزائے نور محمدیؐ یعنی محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ اور دیگر آئمہ صلوٰۃ اللہ علیھم کی دنیاوی پوزیشن میں اختلاف وانکار کی رائے کھولتی ہے۔ کوشش کے باوجود ہمیں صحیح نتیجہ نکالنے سے روکتی ہے۔ یہاں بات کو سمجھانے یا سمجھ سے قریب لانے کے لئے ایک مثال سامنے لاتے ہیں جو یہاں اس دنیا میں عملاً پیش آتی ہے اور دیکھی جا سکتی ہے۔ میڈم مانٹسوری کے چلڈرن ہوم میں تعلیم کے لئے بچوں کو داخلہ زیادہ سے زیادہ تین سال کی عمر میں ملتا ہے۔ یہ رعایت ان بچوں کے لئے ہے جو میڈم کے چلڈرن ہوم کے سند یافتہ یا ڈپلومہ رکھنے والے حضرات کے بچے ہوں اور پیدائش سے لے کر تین سال کی عمر تک اپنے اپنے گھروں میں سند اور ڈپلوموں کی شرائط کے مطابق پالا اور تربیت دیا گیا ہو۔ ورنہ عام لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ حاملہ عورتیں میڈم کے نرسری ہسپتال میں وضع حمل کرائیں اور ایک ہفتہ بعد بچہ کو ادارہ کی نرسوں کی تحویل میں چھوڑ کر واپس آجائیں۔ انہیں اور شوہروں کو اجازت ہے کہ ہفتہ میں ایک مقررہ دن پر بچہ کو دیکھنے کے لئے ادارہ میں آئیں مگر اُسی لباس میں آئیں جو اس روز ادارے کا لباس ہے۔ لہٰذا دیکھ بھال اور ملاقات کے بعد واپس آجائیں۔ یہ ہفتہ وار ملاقات تعلیم کے اختتام تک جاری رہتی ہے۔ یوں داخل ہونے والے بچوں کو والدین کی پسند کے مطابق تعلیمی مہارت اور ڈگری بطور سند دی جاتی ہے۔ بیس سال کی عمر میں بچہ تعلیم مکمل کرتا ہے۔ تعلیم کا معیار، طریقہ تعلیم، تعلیمی نصاب ساری دنیا کے تعلیمی اداروں سے اعلیٰ، کامیاب اور عملی اور مختلف ہوتا ہے وہاں بچوں کو لکچر نہیں دئے جاتے۔ عملی اور فطری ضرورت کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ وہاں لفظ Do اور Dont کبھی نہیں بولا جاتا۔ دماغی تکان کبھی پیدا نہیں ہوتی۔ حواس خمسہ کی ہر حس کی تربیت کی جاتی ہے ہر حس پر امتحانات لئے جاتے ہیں۔ دنیا کے تمام تعلیمی اداروں سے قابل ترین اور لاجواب طلبا نکلتے ہیں۔ بیس سال تک انہیں دنیا کے موجودہ ماحول سے کبھی سابقہ نہیں پڑتا۔ کھانا پینا۔ رہن سہن۔ لباس وطرز معاشرت بالکل جداگانہ اور نرالی وانوکھی ہوتی ہے۔ دنیا میں پھیلی ہوئی چالاکیاں، فریب، جھوٹ، سستی وکاھلی لالچ اور نافرمانی سے سو فیصد ناواقفیت رہتی ہے۔ وہ ایک نیا انسان بن کر ادارہ سے باہر آتا ہے۔ اُسے یہ سمجھانا ناممکن ہو جاتا ہے کہ جھوٹ کیا ہے۔ جھوٹ کیوں بولا جاتا ہے۔ الغرض لاکھ سمجھانے پر بھی وہ بری باتوں کو اُس گہرائی اور یقین کے ساتھ نہیں مانتے جس گہرائی اور یقین سے ساری دنیا مانتی ہے۔ یہی حال بلکہ اس سے زیادہ مستحکم اور پیچیدہ حال ہوتا ہے اُن حضرات کا جو نوری اجسام میں کروڑوں اربوں سال رہے اور پھر اُنہیں مادی حالت اور جسمانی صورت میں منتقل کرنے کا انتظام جاری کیا گیا ہے۔ مگر وہاں بھی تمام نسلوں میں جو ماحول برقرار رکھا گیا اُس کی پاکیزگی، سادگی، شستگی، فطری عظمت، اور بلند نظری، کشادہ دلی کا میڈم مانٹسوری کے نظام سے تقابل کرنا بھی اُس کی توھین ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟؟ بقول حضرت علی علیہ السلام۔ ''قرآن میں اُن کے خاندان کے تمام حالات اور اطوار کو ریکارڈ کر دیا گیا ہے۔'' مادی اور جسمانی صورت میں منتقل ہونے کے بعد بھی ملکوتی ماحول برقرار رہتا چلا آیا۔ ملائکہ کا جاروب کشی کرنا، چکی پیسنا، جھولا جھولانا، گود میں کھلانا جنتی پھلوں پھولوں اور خوشبوں سے گھروں کو لبریز رکھنا۔ بدبو اور مکروھات سے دور رکھنا۔

ایسے ماں باپ اور ماحول میں رہنے والوں کو بھی مکروفریب ودغا اور غداری سے متعارف کرانا آسان نہ تھا۔اس لئے قرآن کی تعلیم کا مطلب ہی یہ تھا کہ لوگ قرآن کے معنی کو کیوں بدلتے ہیں؟۔کیوں جھوٹے افسانے تیار کرکے قرآن کے سرلگاتے ہیں۔ان کے غلط مقاصد اور لالچ سے متعارف کرانا ہی قرآن کی نئی تعلیم تھی ورنہ وہ تو روزازل سے قرآن کے عالم تھے۔انہیں لوگوں کی چالاکیوں اوراغراض سے ہوشیار کرنا ہی اُن کی تعلیم تھی تاکہ وہ قرآن کا اور قرآنی تعلیمات کا تحفظ کرسکیں۔اورمومنین کوراہ راست پر برقرار رکھ سکیں۔

6۔حقیقی اور نوری صورت حال کو مادی صورت حال میں عملاً بدل کر پیش کرنا

ہمیں معلوم اور تحقیق ہوچکی ہے کہ محمد وعلی علیہما السلام حضرت آدم علیہ السلام میں ودیعت ہوجانے کے ساتھ ساتھ حضرت آدمؑ سے لے کر تمام انبیاء ورُسُل علیہم السلام کے ساتھ ساتھ بطور نگران اور ھادی رہتے چلے آئے تھے۔(82-3/81) لیکن اسی بات کو حضورؑ نے اپنی وصیت میں عملاً واضح فرمایا ہے(جملہ 54 تا56) اور زمانہ گذشتہ کے دانشوروں اور لیڈروں اور راہنماؤں پر فکر ونظر کی جانچ وپڑتال وتحقیق کا معیار پیش کرکے بتایا ہے کہ گویا حضرت علی علیہ السلام سابقہ زمانے کے اوّلین لیڈر سے آخری لیڈر کے ساتھ ساتھ رہ کر اُن سب کے فکر ونظر وکردار پر نگران رہتے چلے آئے ہیں اور کوئی چیز اُن کی نظر سے اوجھل نہیں ہوسکتی یعنی حضورؑ نے زمانہ گذشتہ کی ساری کدّ وکاوش اور اُس کے نتائج سے حضرت امام حسن اور باقی آئمہ علیہم السلام کو اس طرح روشناس کرادیا ہے کہ آئندہ انہیں کسی نئی بات کے معلوم کرنے کی احتیاج نہیں ہے وہ لیڈروں کی صورتوں اور باتوں ہی سے اُن کا کچّہ چٹھا مرتب کرکے رکھ دیا کریں گے۔بلکہ وہ مکاریاں اور عیاریاں جو عہد مرتضویؑ کے بعد ظہور میں آئیں گی اُن سے بھی خود بخود آگاہ ہوجائیں گے(جملہ 53) یعنی یہ وصیت تمام آئمہ علیہم السلام کے لئے بدمعاشوں سے بچنے اور اُن کا تدارک کرنے کے لئے ایک مستقل گائڈ (guide) وراہنما ہے اور تمام نیکوکاروں سے تعلق رکھنے اور اُن کی راہنمائی کرنے کے لئے دستاویز ہے۔اِسی لئے حضورؑ نے سست گام مگر پرخلوص دینی بھائیوں کیلئے رعایتی سلوک کی حد کردی ہے(جملہ نمبر 226 تا232) اور یہاں تک فرمادیا ہے کہ گویا تم دینی بھائیوں کے غلام ہو اور وہ تمہارے آقائے نعمت ہیں(جملہ 232) اس کے ساتھ ہی یہ تاکید فرمائی کہ ان رعایات کو نااھلوں کے ساتھ روا نہ رکھا جائے(جملہ 233)،(234)۔

7۔دوست کے دشمن کو دوست بنانے کی ممانعت فرمائی ہے

وصیت کی ایک اہم بات یہ ہے کہ دوستوں کے دشمن کو دوست بنانا دراصل دوست سے دشمنی کرنا ہے۔چنانچہ اگر دوست کا دشمن کوئی عقل مند اور حق پرست قسم کا انسان ہے تو وہ تمہیں دوست بنانے کیلئے ہر دشمن سے دشمنی ترک کردے گا۔اور دشمنی کا ترک کرنا دوستی سے ثابت ہوگا۔لہٰذا یوں دشمنیاں ختم اور دوستیاں جاری ہوجائیں گی۔

8۔عورتوں کے ساتھ تعلقات وہدایات

ہم نے حضرت علی علیہ السلام کے اس بیان کی تشریح کردی ہے جس میں آپؑ نے عورتوں کے عقل اور حصے میں نقص بیان فرمائے ہیں۔اور حضورؑ کا حقیقی مدعا واضح کردیا ہے۔اور عورتوں کا صحیح مقام سامنے آگیا ہے اور وہ غلط فہمیاں دور ہوگئی ہیں جو علماء کی غلط فہمی سے پیدا ہوکر معاشرے میں پھیل گئی تھیں۔وہی صورت حال یہاں بھی ہے مگر الفاظ میں اور طرز بیان میں فرق نمودار ہے۔پہلی بات تو وہی ہے کہ عورتوں کے تخلیقی تقاضے اور ضرورت کے مطابق ان میں بے رحمی اور خودغرضی پر محمول عقل نہیں رکھی گئی ہے۔اس لئے اور کئی ایک جذبات وعادات پر اُس کا اثر پڑنا لازمی ہے اور اُس اثر سے محفوظ رکھنے پر ہدایات دی گئی ہیں۔لہٰذا اُن سے مشورہ کرکے کوئی فیصلہ کرلینا اس لئے غلط ہوجائے گا کہ اُن کی رائے ایک رحیمانہ رائے ہوگی۔جس میں تشدد،

سختی، اور بے رحمی نہ ہونے کے سبب سے قیام نہ ہوگا اور ذرا سے حالات کی تبدیلی پر اُن کی رائے اور ارادہ رحم و مروّت اور شفقت کی طرف جھک جائے گا۔
یعنی عورتوں میں رحم و مروّت و شفقت اور سادہ دلی و پارسائی ایسی بنیادی چیزیں ہیں جو اُنہیں چالاکی بدظنی و بدباطنی و مکروفریب وغدّاری و بے وفائی کی طرف فوراً متوجہ نہیں کرتیں۔یعنی وہ کسی پر جلدی سے یہ شبہ نہیں کرسکتی ہیں کہ اُن سے جھوٹ بولا جارہا ہے۔انہیں دھوکہ یا فریب دیا جارہا ہے یا یہ کہ کل اُن سے غدّاری اور بے وفائی کی جاسکتی ہے۔وہ ہر بات کو صحیح بات سمجھنے میں جلدی کرتی ہیں۔اُنہیں دھوکے اور فریب کا خیال ہی نہیں آتا۔خود پر خلوص ہوتی ہیں لہٰذا سب کو پرخلوص سمجھتی ہیں۔مجسّمۂ وفا ہوتی ہیں لہٰذا سب کو وفادار سمجھتی ہیں۔انہیں مجموعی طور پر حضورؐ نے پھول فرمایا ہے پھولوں کی طرح یا پھول کی مثل و مانند قرار نہیں دیا یعنی فرمایا کہ ''**فَاِنَّ الْمَرْاَةَ رِیْحَانَةٌ**''۔''چنانچہ عورت یقیناً پھول ہوتی ہے۔''(جملہ 284)
یعنی نزاکت اور خوشبو کا مرکب۔جس میں بدبو اور کرختگی کا نام ونشان نہیں ہوتا۔لہٰذا لازم ہے کہ کرختگی، بدبو اور بری خصلتیں اور بری خصلتوں والی چیزیں اُن سے دور رکھی جائیں۔اور ایسی بات تک نہ کی جائے جس سے عورت کا دھیان اور توجہ بے غیرتی اور بدگمانی کی طرف مبذول ہوسکے اور اُس کے سامنے عیب اور بدراہی اور مشکوک راہیں آسکیں (جملہ 288۔287)۔اس کا علاج یہ بتایا ہے کہ عورت کی آنکھوں پر خود کو اس طرح نمایاں اور مسلط کرو کہ تمہارے علاوہ اسے اور کوئی مرد نظر ہی نہ آئے یعنی وہ اور کسی کو اپنا ہمسر اور ہم پلّہ یا کفو سمجھے ہی نہیں۔مطلب یہ ہوا کہ اپنی صفات اور اپنی خصلتوں اور خصوصیات سے اُن پر اس طرح چھا جاؤ کہ گویا اُن کے اور دوسرے مردوں کے درمیان ایک موٹا پردہ پڑا ہوا ہے اور تمہارے سوا اُن کو اور مرد نظر نہیں آتا ہے یعنی تم خود پردہ بن کر اُن کی آنکھوں پر چھا جاؤ۔(وَاكْفُفْ عَلَيْهِنَّ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ بِحِجَابِکَ اِيَّاهُنَّ) اور ساتھ ساتھ ہی یہ تاکید فرمائی ہے کہ ایسی راہ پیدا نہ کرو کہ تمہارے حجاب کے اندر کوئی بے اعتبار شخص داخل ہوسکے (جملہ 281) اور اُس پر اتنا زور دیا ہے کہ <u>اگر تجھ سے ہوسکے کہ عورت سے تمہارے علاوہ کسی اور کا تعارف ہی نہ ہونے پائے تو ایسا ضرور کرنا (جملہ 282)۔</u> مطلب یہ کہ عورت نے نہ کسی اور مرد کو دیکھا ہو نہ عورت کو کسی اور مرد کے اوصاف وخصائل معلوم ہوئے ہوں اور یہ ناممکن عملدرآمد ہے۔کیونکہ بچپن سے لے کر جوانی تک عام پردے کے باوجود عورت سینکڑوں مردوں کو دیکھے گی اور اُن کے حالات بھی اُن کے کانوں تک پہنچیں گے۔لہٰذا عملی صورت یہ ہوئی کہ عورتوں کو وہ تمام داؤ گھاٹ اور مکروفریب وا یکٹنگ بتائی اور دکھائی جائے جو جنسی تعلق کے لئے مردوں کی طرف سے روبہ کار لائے جاسکتے ہیں اور لائے جاتے ہیں اور یوں عورتوں کی سادگی اور سادہ دلی کو مردوں کی طرف سے بدظن کردیا جائے کہ تمہارے علاوہ تمام مرد اُن کی نظر سے گر جائیں اور یہ وہ پردہ ہوگا جو تمہارے علاوہ تمام مردوں کو بے توقیر و بے اعتبار کر کے اُن کے سامنے سے ہٹا دے گا۔اور وہ کسی کی طرف وفا کی امید اور جنسی نظر سے نہ دیکھیں گی۔دوسرے الفاظ میں عورتوں کو عورتوں کی اور مردوں کی نفسیات ورجحانات پر مطلع کرنا چاہئے تاکہ عورتیں مردوں کو اُن کی صحیح پوزیشن میں بے نقاب دیکھنے کے قابل ہوجائیں اور ہر مرد کو فرشتہ خصلت نہ سمجھ بیٹھیں۔یعنی عورتوں کو وہ تمام تعلیم دی جائے جس سے وہ اپنی قدر وحفاظت کرنا سیکھ جائیں اور فریب وچالاکی کو سمجھ سکیں۔اِس سے وہ تمام راہیں بند ہوجاتی ہیں جن کے ذریعہ عورتوں کو ناجائز استعمال کیا جاتا ہے۔لہٰذا ایسا انتظام کرنا کہ ہر عورت کو کسی مرد سے تعارف نہ ہونے پائے ہر مرد کے قابو کی بات نہیں ہے۔لہٰذا ہر عورت کا ہر مرد سے تعارف کرا دینا ہی اس خطرے کا صحیح تدارک وعلاج ہے۔تاکہ مرد اور عورت بےفکری اور اطمینان سے اپنی اپنی ذمہ داری پوری کرتے رہیں۔منشا یہ ہے کہ عورتوں کی فطری وتخلیقی حالت کا بھی تحفظ ہوتا رہے تاکہ نوع انسان پیدائشی حیثیت سے بھی ترقی پذیر رہے۔اور غیر ذمہ دار مردوں کو گھیر کر ذمہ داری اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے۔وہ عربوں کا عموماً اور قریش کو خصوصاً معاشرہ تھا جہاں جنسیات کو بھڑکانے اور غلط راہوں پر ڈالنے کا کھلا اور کامیاب بندوبست تھا۔اُس معاشرہ میں عورتوں کو محفوظ رکھنے کا وہی طریقہ ہے جو حضرت علی علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے (279 تا 288)۔

9۔حضرت عبدالمطلبؑ اور اُن کے اباواجداڈ اور بزرگ اُسی اسلامی قوانین پر عمل کرتے رہے جس پر علیؑ و محمدؐ عمل کرتے تھے

یہ کتنی عجیب بات ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو اپنے اباواجداڈ کے قدم بقدم کی تاکید فرمائی ہے اور کہا ہے کہ:۔

اُس کردار پر قدم بقدم چلتے رہنا جس پر تمہارے اوّلین باپ دادا اور تمہارے اہلبیتؑ کے صالح افراد چلتے رہے تھے۔اِس لئے کہ اُن بزرگوں نے اپنے اعمال وکردار کے لئے یہ دینی نظریہ کبھی نہ چھوڑا تھا جس نظریہ پر آج تم قائم ہو۔اور اپنے عمل درآمد کو اُسی غور وفکر کے ماتحت رکھتے تھے جس فکر ونظر کے ماتحت آج تم اعمال بجالا رہے ہو۔'' (جملہ نمبر 68 تا 70)

جس دین،جس طریقے اور جن اعمال وعبادات اور جن عقائد واعمال ونظریات پر محمدؐ وعلیؑ اور حسنؑ عمل پیرا تھے بالکل اُسی دین اور طریقے پر اور اُن ہی اعمال وعبادات پر اور اُن ہی عقائد اور نظریات پر خاندان علیؑ ومحمدؐ کے تمام اوّلین بزرگ عمل کرتے چلے آرہے تھے۔اور آیندہ بھی امام حسن علیہ السلام اور بعد والے آئمہؑ نے قدم بقدم عمل کرنا تھا۔یہ تینوں جملے (68,69,70.) ذمہ داری لیتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر حضرت ابوطالب علیہ السلام تک مسلسل وہی دین اسلام جاری تھا جسے قریش نے اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے جاری ہونا بیان کیا ہے۔اور وہ کہانی تیار کی ہے جو آج اسلام کے نام پر سنائی جارہی ہے۔اور اُس کہانی میں تین ہزار سال کے طویل زمانہ کو اسلام سے خالی زمانہ بتایا گیا ہے اور پورے عرب کو اور عرب کی تمام نسلوں اور قبیلوں کو کفر وضلالت وایام جاہلیت میں مبتلا دکھایا گیا ہے۔تاکہ نسلِ اسماعیلؑ اور خاندان رسولؐ کے تمام بزرگوںؑ کو بھی (معاذ اللہ) بے دینی اور ضلالت میں مبتلا دکھایا جاسکے۔حالانکہ قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے اور اُن ہی کی دعاؤں اور کوششوں سے اُن کی ذریت میں اُمت مسلمہ قائم تھی اور برابر عہد رسولؐ تک قائم رہتی اور اسلام پر عمل کرتی چلی آرہی تھی۔اور اُن ہی مومنین میں اور اُسی اُمۃ مسلمہ میں حضور صلوٰۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے تھے۔جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ:۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ o رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ o (2/128,129)

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ o (3/164)

جب حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے دعا کی کہ:۔''اے ہمارے پروردگار ہم دونوں کو اپنا مخصوص مسلم بنالے اور ہماری ذریت میں ایک اپنی مخصوص مسلم اُمت قائم کردے اور ہمیں اور اُس مسلم اُمت کو اپنے قواعد وقوانین ودینی رسوم وعبادت پر عملاً دکھادکھا کر قائم رکھنا اور ہماری اصلاح کے لئے ہم پر متوجہ رہنا یقیناً تُو تو اصلاح کرنے اور متوجہ رہنے والا رحیم ہے۔اور اے ہمارے پروردگار اُس مسلم اُمت میں مسلم اُمت ہی میں سے ایک ایسا رسولؐ مبعوث کردے جو اُس مسلم اُمت پر تیری آیتوں کی تلاوت کرتا رہے اور وہ اُس مسلم اُمت کو مکمل کتاب اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا رہے اور اُس مسلم اُمت کا تزکیہ نفس کرتا رہے بیشک تُو تو تمام حالات میں ایک غالب رہنے والا حکیم ہے۔یقیناً ہم نے ابراہیمؑ واسماعیلؑ کی مانی ہوئی منت کا مومنین پر اُس وقت احسان کیا تھا جب مومنین میں مومنین ہی میں سے ہم نے ایک ایسا رسولؐ مبعوث کیا تھا جو اُن مومنین پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا تھا اور اُن مومنین کا تزکیہ کرتا تھا اور اُن مومنین کو مکمل کتاب اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا تھا گو وہ مومنین اس تعلیم سے پہلے اس تعلیم سے بے بہرہ تھے۔''

قارئین سوچیں کہ یہ آیات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر عہد رسولؐ تک اسلامی تعلیم وعمل کو مسلسل ثابت کرتی ہیں۔مگر قریش ساز تاریخ

اور افسانوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد ایک اندھیر نگری بنادی ہے۔جس میں نہ صرف سارا عرب اور عرب کی تمام اقوام وقبائل کفر وضلالت میں مبتلا دکھائے گئے ہیں بلکہ خود نسلِ ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کو بھی تاریکی کے غار میں دھکیل دیا گیا ہے۔اور بزرگانِ رسولؐ کو بھی (معاذ اللہ) کفر و شرک میں مبتلا دکھایا گیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ وعلیہ وآلہ کو (معاذ اللہ) کافروں میں پیدا کیا گیا ہے۔حرام دودھ پی کر حرام غذائیں کھا کر جوان ہونے والا دکھایا گیا ہے اور اُن کی کہانی کے مطابق جب تک (معاذ اللہ) جبرائل نے اپنے کرتب نہ دکھائے خود رسولؐ کو اسلام سے بے بہرہ اور جاہل بتایا گیا ہے اور حضرت عبدالمطلبؑ وابوطالبؑ اور عبداللہ کو کافر مرنے والا مانا گیا ہے۔اور قرآن کریم میں کہا گیا ہے کہ:۔

وَتِلْکَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰهَآ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰی قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌo وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ کُلًّا هَدَیْنَا وَ نُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ وَاَیُّوْبَ وَیُوْسُفَ وَمُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ o وَزَکَرِیَّا وَیَحْیٰی وَعِیْسٰی وَاِلْیَاسَ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ o وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا وَکُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ o وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَیْنٰهُمْ وَ هَدَیْنٰهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍo ذٰلِکَ هُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَلَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَo اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَاِنْ یَّکْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَکَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِهَا بِکٰفِرِیْنَo اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَo (الانعام 90-6/83)

۔’’اور یہ تھی ہماری وہ حجت اور دلیل جو ہم نے ابراہیمؑ کو اُس کی قوم کے مقابلے میں دی تھی۔ہم جسے چاہتے ہیں بلند درجات عطا کر دیتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پروردگار نہایت دانا اور علم والا ہے۔پھر ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولاد عطا کی اور ہر ایک کو راہ راست دکھائی۔ وہی راہ راست جو اُن سے پہلے نوحؑ کو دکھائی تھی۔اور نوحؑ ہی کی نسل سے ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ،ایوبؑ،یوسفؑ،موسیٰ اور ھارونؑ کو ہدایت بخشی اُسی طریقہ پر ہم احسان پیشہ لوگوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔اُسی کی اولاد سے زکریاؑ یحیٰؑ عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو بھی تمام صالحین میں داخل کیا۔اُسی کے خاندان سے اسماعیلؑ اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ کی ہدایت کی اور اُن میں ہر ایک کو ہم نے سارے عالمین پر بزرگی عطا کی اور اُن کے باپ دادا اور اُن کی ذرّیت اور اُن کے بھائی بندوں میں سے ہم نے مجتبیٰ بنائے اور اُنہیں صراط مستقیم کی ہدایت کی۔وہی اللہ کی ہدایت ہیں جس سے اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے ہدایت کر دیتا ہے۔اور اگر اُن لوگوں نے شرک کو اختیار کر لیا ہوتا تو اُن کے تمام اعمال ضائع ہوجاتے۔وہی لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا کی تھی۔اگر یہ قریشی قوم اس کتاب وحکم اور نبوت اور اُن ہادیوںؑ کے وجود کو چھپانا چاہے تو کچھ پروانہیں ہے ہم نے قریش پر ایک ایسی قوم کو وکیل بنا دیا ہے جو اس حقیقت کو چھپانے والی نہیں ہے۔وہی لوگ تھے جن کو اللہ نے ہدایت کی تھی۔لہٰذا اے محمدؐ تم اُن ہی ہدایت یافتہ لوگوں کی اقتداء اور پیروی کرو اور کہہ دو کہ میں اس ہدایت کاری پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اس لئے کہ یہ ہدایت کاری تو تمام عالمین کے لئے یاددھانی ہے۔‘‘

اسی سلسلے میں بھی فرمایا ہے کہ:۔اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاٰتَیْنٰهُمْ مُّلْکًا عَظِیْمًاo فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ وَکَفٰی بِجَهَنَّمَ سَعِیْرًاo (النسآء 55-4/54)

۔’’کیا یہ قریشی لوگ اسلئے حسد کر رہے ہیں کہ اللہ نے محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر نوازشات کی ہیں؟ اگر حسد کا یہی سبب ہے تو اُنہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو مکمل کتاب اور مکمل حکمت اور عظیم الشان مملکت بھی عطا کر رکھی ہے۔اور ان قریش میں سے بھی بعض نے اِس حقیقت کو مان لیا ہے۔ اور بعض اس مملکت کی راہ میں روڑے اٹکا رہے ہیں اور اُن سب کے لئے بھڑکتی ہوئی دوزخ کافی ہے۔‘‘

اِن آیات(90۔6/83اور55۔4/54) سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں نہ صرف ایک مسلم اُمت بنادی تھی بلکہ اُس اُمت کوایک مملکت عظیمہ بھی دے دی تھی جوتین ہزار سال سے برابر قائم رہتی چلی آئی تھی اور عہد رسولؐ میں مملکت عظیمہ اور اُمۃ مسلمہ قائم تھی اور رسوؐل اللہ کوبھی اُن کی اقتداء اور پیروی کا حکم ملا تھا۔لہٰذا حضرت علی علیہ السلام کا جناب امام حسن علیہ السلام کواُن بزرگوں کے قدم بقدم چلنے کا حکم دینا قابل تعجب نہیں ہے۔قابل تعجب تو یہ ہے کہ تمام مسلمانوں نے شیعہ علما سمیت وہ کہانیاں تسلیم کرلیں جن میں اسلام کوتین ہزار سال تک غائب رکھا گیا ہے۔اور اپنی مصلحتوں کے ماتحت نئے سرے سے شروع کیا گیا ہے۔لیکن قرآن اور صاحب قرآن علیہ السلام اسلام کواور اسلام کونافذ کرنے والوں کومسلسل بلاناغہ اور بلااختلاف ثابت کرتے ہیں اوراُن تمام کہانیوں کورڈاور باطل کردیتے ہیں جوقریش نے اپنی حکومت کے زمانے میں تاریخ کے نام پر گھڑوائی تھیں۔

10۔<u>نظام اجتہاداورعلم الفقہ باطل پرستوں کاایجاد کردہ علم ہے جس کے پڑھنے اور پڑھانے سے منع فرمایا ہے</u>

اسی وصیت کی ایک اہم ترین ہدایت یہ ہے کہ وہ تمام علوم مردود قرار دئے گئے ہیں جن سے نوع انسان کوفائدہ نہیں پہنچتا ہے۔چنانچہ حضورؑ علیہ السلام نے علم کا نام نہیں لیااوروہ اس لئے کہ مخالف محاذ اُسی مردود علم پر عمل کررہا تھا۔آپؑ نے تو ایک کلیدی فیصلہ فرمادیا ہے کہ:۔

"**<u>اچھی بات وہی ہے جونفع پہنچائے</u>** (جملہ 44)اوراس کی وضاحت یوں فرمائی ہے کہ:۔ "**<u>یہ سمجھ لوکہ اُس علم میں کوئی بھلائی نہیں جوفائدہ نہ پہنچائے اورنہ ہی اُس علم سے فائدہ پہنچ سکتا ہے جس کاپڑھنااور پڑھانا موزوں ومناسب نہ ہو</u>**" (جملہ 44)

چونکہ ہم نے اُن ہی علمی اداروں میں تعلیم حاصل کی ہے جونظام اجتہاداور مجتہدین کے ماتحت اورزیرقیادت موجود تھےاوروہاں علم الفقہ اوردیگروہ تمام علوم انتہائی درجہ تک پڑھے جن سے اجتہادی سند ملتی ہے۔اور طالب علم مجتہد بن کرنکلتا ہے۔اس لئے ہم اپنے تجربہ اور تحقیق کے ماتحت جس علم کوصرف نقصان پہنچانے والااور خدااور رسوؐل کے خلاف لے جانے والا یقین کرتے ہیں وہ یہی علم الفقہ یا اجتہاد ہے جس نے مسلمانوں کوتباہ کرکے رکھدیا ہےاوراس میں شیعہ وسُنی دونوں مبتلا ہیں۔(دیکھو ہماری کتاب اسلام اور علمائے اسلام)

حضور نے اپنے جملے(271)میں اُن ہی بابصیرت لوگوں کے ناکام ہوجانے کا ذکر فرمایا ہے جوخطائے اجتہادی کے قائل ہیں اوراُن سیدھے سادے جاہلوں کوکامیاب دکھایا ہے جواجتہاد سے ناواقف ہوتے ہیں اورسیدھی سادی کوشش وتلاش کرتے رہتے ہیں۔(جملہ 271)

(نمبر32) خط <u>اِلٰی مُعَاوِیَۃ: معاویہ کے نام</u>

1۔فریب سازی سے کثرت کوگمراہ کرنے پر تنبیہ فرمائی ہے 2۔شیطان کوسونپی ہوئی باگ ڈور چھین لینے کی تاکید۔3۔معاویہ اوراس کے طرفداروں کے حسب ونسب قابل اعتماد نہ تھے

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ O

وَاَرْدَیْتَ جِیْلًا مِنَ النَّاسِ کَثِیْرًا ؛	1	تُونے انسانوں کی کثرت کوتباہ کردیا ہے۔
خَدَعْتَھُمْ بِغَیِّکَ ؛	2	اُنہیں دھوکا دے کراپنی گمراہی پرفریفتہ کرلیا ہے۔
وَاَلْقَیْتَھُمْ فِیْ مَوْجِ بَحْرِکَ ؛	3	اورانہیں اپنے گمراہی کے سمندر کی موجوں میں پھنسادیا۔
تَغْشَاھُمُ الظُّلُمَاتُ ؛	4	جہاں اُن پرتاریکیاں چھائی ہوئی ہیں۔

وَتَتَلاطَمُ بِهِمُ الشُّبُهَاتُ ؛	5	اور اُنہیں شبہات کا تلاطم اچھالتا پھر رہا ہے۔
فَجَارُوا عَنْ وَجْهَتِهِمْ ؛	6	چنانچہ وہ راہ راست سے دور بھٹک گئے ہیں۔
وَنَكَصُوا عَلٰى اَعْقَابِهِمْ ؛	7	اور عہد شکنی کے بعد پیچھے کی طرف پلٹ گئے ہیں۔
وَتَوَلَّوْا عَلٰى اَدْبَارِهِمْ ؛	8	اور اپنی پشت پر ولایت بنالی ہے۔
وَعَوَّلُوْ عَلٰى اَحْسَابِهِمْ ؛	9	اور اپنے حسب ونسب سے وابستہ ہوگئے ہیں۔
اِلَّا مَنْ فَآءَ مِنْ اَهْلِ الْبَصَائِرِ ؛	10	البتہ کچھ اہل بصیرت میں سے لوگ اللہ نے واپس پلٹا دئے ہیں۔
فَاِنَّهُمْ فَارَقُوْکَ بَعْدَ مَعْرِفَتِکَ ؛	11	چنانچہ انہوں نے تمہاری شناخت کے بعد تم سے جدائی اختیار کر لی ہے۔
وَهَرَبُوْا اِلَى اللّٰهِ مِنْ مُّوَازَرَتِکَ ؛	12	اور تمہاری نصرت اور مدد سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف بھاگ کر آ گئے ہیں۔
اِذْ حَمَلْتَهُمْ عَلَى الصَّعْبِ ؛	13	یہ بھی اس وقت جب تم نے انہیں دشواریوں میں اُلجھا دیا تھا۔
وَعَدَلْتَ بِهِمْ عَنِ الْقَصْدِ ؛	14	اور تو نے انہیں عدل کی راہ سے ہٹا دیا تھا۔
فَاتَّقِ اللّٰهَ يَامُعَاوِيَةُ فِیْ نَفْسِکَ ؛	15	اے معاویہ تو ذاتی طور پر اللہ کا تقویٰ اختیار کر لے۔
وَجَاذِبِ الشَّيْطَانَ قِيَادَکَ ؛	16	اور شیطان سے اپنی قیادت کی باگ ڈور واپس لے لے۔
فَاِنَّ الدُّنْيَا مُنْقَطِعَةٌ عَنْکَ ؛	17	بلا شبہ یہ دنیا تم سے منقطع ہونے والی ہے۔
وَالْاٰخِرَةُ قَرِيْبَةٌ مِنْکَ. وَالسَّلام.	18	اور آخرت اور آخرت کی باز پرس تمہارے قریب آ چکی ہے۔ والسلام

تشریح:۔ یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت عمر وہ تنہا لیڈر تھا جو علی ومحمد صلی اللہ علیہما وآلھم کی اس پالیسی کا زیادہ سے زیادہ راز دان تھا جو اسلام اور اسلامی تنفیذ کیلئے یہ دونوں حضراتؑ برسر کار لا سکتے تھے۔ حضرت عمر نے وہ تمام نکات نوٹ کر لئے تھے جن میں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقدامات اور بیانات سے سیاسی فائدہ اُٹھایا جا سکتا تھا۔ اور جنہیں سیاسی غلطیاں قرار دیا جا سکتا تھا۔ اُن میں سب سے بڑی اور قریش کیلئے مفید ترین پوزیشن یہ تھی کہ یہ دونوں حضرات ھاشمی تھے۔ اور انکی تمام اصلاحی کوششوں اور قربانیوں کو یہ کہہ کر ملیا میٹ کیا جا سکتا تھا کہ جو کچھ کر رہے ہیں بنی ھاشمؑ کے اقتدار کیلئے کر رہے ہیں انہوں نے ساری نوع انسان کو محض ایک بہانہ بنایا ہے۔ یہ الزام لگاتے ہی باقی قبائل اور اُنکے لیڈر غور کرنے اور الزام کو سمجھنے اور تحقیق کرنے کیلئے اندھا دھند تعاون سے روکے جا سکتے تھے۔ اور تعاون کو روک دینا یا سست کر دینا قریش کیلئے مفید اور اللہ ومحمد وعلی علیھم السلام کیلئے یقیناً مضر تھا۔ چنانچہ یاد رکھیں کہ اِس پہلو سے قریشی لیڈروں نے برابر فائدہ اُٹھایا اور اسلام کو برابر نقصان پہنچایا۔ محمدؐ وعلیؑ کے ھاشمیؑ ہونے سے حضرت عمر کی تیار کردہ قریشی پالیسی کو ہمہ گیری اور عالمی پوزیشن حاصل ہوگئی۔ یعنی عمر اور قریشی عمل درآمد کا مطلب یہ ہوگیا کہ وہ اسلام کو اور اسلامی فوائد کو ساری نوع انسان تک وسعت دینا چاہتے ہیں اور محمدؐ وعلیؑ اسلام کو اور اسلامی فوائد کو اپنے قبیلے تک محدود کرنا اور محدود رکھنا چاہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اسلام پر ایمان تو دونوں فریق لائے مگر وسعتِ نظر حضرت عمر کے افکار واعمال میں ہے۔ یہ وہ سیاسی پہلو تھا کہ حضرت عمر نے اس پہلو کو پوشیدہ نہیں رکھا بلکہ مشہور کر دیا اور جہاں جہاں مفید اور ضروری معلوم ہوا کھل کر رسول اللہ سے اختلاف کیا اور اختلاف کرنے کے مواقع پیدا کئے اور بعض مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لاجواب اور خاموش کر دیا۔

قارئین ہمارے الفاظ اور زبان پڑھتے ہوئے گھبرائیں نہیں۔ اسلئے کہ حق ہر حال میں حق اور باطل ہر حال میں باطل ہے۔ ہم حضرات عمر اور محمدؐ وعلیؑ پر سیاسی نظر ڈال رہے ہیں اور سیاسی نظر ڈالنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم خود کو مذہبی پابندی سے آزاد رکھ کر حالات کو دیکھیں اور خالص دنیاوی اغراض ومقاصد وافادیت پر بات کریں۔ لہٰذا اطمینان اور اپنے اپنے عقائد پر قائم رہتے ہوئے ہماری بات سُنیں تاکہ مخالف وموالف دونوں ایک صحیح اور آخری نتیجے پر پہنچیں۔ یہاں یہ بھی نوٹ کرانا ہے کہ ہم نے تشریحات کا یہ سیاسی انداز اس لئے اختیار کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے تمام خطوط میں عموماً اور اس خط میں خصوصاً معاویہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ معاویہ نے انسانوں کی کثرت کو دھوکے اور فریب وشبہات میں الجھا کر حضرت علیؑ کے خلاف مجتمع کیا ہے ورنہ حق صرف علیؑ کے ساتھ ہے۔ ہم پر لازم ہوگیا کہ اس سوال کا جواب سامنے لائیں جو علوی الزامات سے ہر شخص کے ذہن میں اُبھرتا ہے۔ یعنی

''**<u>یہ کیسے ممکن ہوا کہ معاویہ دانشوروں کی کثرت کو کھلے ہوئے حق کے مقابلے میں لاکر کھڑا کردے</u>**؟ اور فوری جواب جو ذہن سے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ:۔

<u>۔''یا تو علیؑ حق پر نہیں ہیں یا پھر اُن کے ساتھ کُھلا کُھلا اور واضح حق ہے ہی نہیں۔ یقیناً اُس حق میں شبہات وشکوک کی گنجائش ہے جس سے معاویہ نے فائدہ اُٹھا کر کثرت کو حضرت علیؑ کے خلاف مجتمع کرلیا ہے۔''</u>

یہ سوال اور یہ جواب ہم پر تقاضہ کرتا ہے کہ ہم صورتِ حال کو واضح کریں اور اسطرح واضح کریں کہ طرفداران معاویہ بھی اختلاف وانکار کی گنجائش نہ نکال سکیں۔ اور ہم پر یہ الزام قائم نہ ہو کہ ہم نے محمدؐ وعلیؑ کی طرفداری اور جانبداری کی ہے یا قریش وحضرت عمر ومعاویہ کی مخالفت کی ہے۔ لہٰذا قارئین ہمیں آزادی دیں اور خود بھی آزاد وغیر جانبدارہ کر صورتحال ومعاملات پر نظر ڈالیں۔ مذہبی عقائد وحقائق سے تنگ نظری پیدا ہوتی ہے اُس سے خود کو محفوظ رکھیں۔ یہ مذہبی تنگ نظری ہی ہے کہ یہ مانتے ہوئے کہ حضرات ابوبکر وعمر وعثمان اور معاویہ اینڈ کمپنی نہ معصوم تھی نہ انہوں نے عصمت کا دعویٰ کیا۔ پھر بھی قدم قدم پر یہ سوچتے ہوئے چلنا کہ اُن سے کسی غلطی کا صدور نہ ہوجائے یا کسی بات سے اُنکی کوئی غلطی نہ نکل آئے۔ بہت بڑی غلطی اور تنگ نظری وجانبداری ہے اور غلط جانبداری ہے جو مذہب نے پیدا کی ہے۔ اُدھر محمدؐ وعلیؑ اور دیگر آئمہ علیہم السلام معصوم بھی تھے اور عصمت کا دعویٰ بھی کرتے تھے۔ لہٰذا شیعہ یا طرفدارانِ محمدؐ وعلیؑ وہی کام کریں جو طرفدارانِ لیڈرانِ قریش کرتی ہے تو مذہبی تنگ نظری اور جانبداری تو اُسے بھی کہا جائے گا لیکن وہ عصمت اور معصوم ماننے کی وجہ سے حمایت باطل نہ کہلائے گی۔ محض اور خالص تنگ نظری اور جانبداری ہوگی۔ یعنی اوّل الذکر خطا کار کو معصوم بنادینے کا کام کرتا ہے جو غلط ہے اور ثانی الذکر معصوم کو معصوم رکھنا چاہتا ہے جو صحیح ہے۔ مگر جانبداری اور تنگ دلی کے ملزم ومجرم دونوں ہیں۔ اسلئے کہ دونوں حقائق کو اپنے حق میں موڑتے ہیں۔ اور واقعات کو فطری صورت میں سامنے نہیں آنے دیتے۔ بہرحال جانبدار کی سب سے بڑی شناخت یہ ہے کہ وہ مسلمات کو اپنے عقائد کے خلاف دیکھ کر مسلمات کا انکار کردیتا ہے اُس کو اپنے حق میں دیکھتا ہے تو مان لیتا ہے یعنی جانبدار مسلمات کا بھی منکر ہوتا ہے۔ اب میں پھر اپنے سلسلۂ بیان کی طرف پلٹتا ہوں اور یاددلاتا ہوں کہ میں یہ عرض کررہا تھا کہ جناب عمر نے رسولؐ اللہ سے کھل کر اختلاف کیا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ رسولؐ کے خیالات وتصورات وبیانات واقدامات میں تنگی، تنگ دلی اور قبائلی اغراض ومقاصد ہوتے ہیں اور حضرت عمر وسعت خیال وہمہ گیری چاہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر نے اس اختلاف کو پوشیدہ نہیں رکھا بلکہ اس کو اچھالتے رہے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت عمر نے اُن آیات سے بھی کھل کر اختلاف کیا جن میں تنگی یا تنگ نظری پائی۔ یعنی وہ وسعت خیال کو ایک ایسی حقیقت مانتے تھے کہ اللہ ورسولؐ کے بالمقابل کھل کر اپنے موقف پر بات کرتے تھے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ یہ صورت حال مسلمات میں سے ہے اور تمام علما نے مانا ہے کہ اختلاف کرنے میں حضرت عمر تمام

صحابہ سے بڑھ کر تھے۔علامہ شبلی نے الفاروق میں نوٹ کرایا ہے کہ:۔

’’حضرت عمر نے مسائل فقہیہ میں جس قدر فکر اور خوض کیا تھا صحابہ میں سے کسی نے نہیں کیا تھا۔انہوں نے آغاز اسلام ہی سے فقہ کو مطمع نظر بنالیا تھا۔قرآن مجید میں جو مسائل فقہ مذکور ہیں اُن میں جہاں ابہام ہوتا تھا (یعنی وہم کی گنجائش) وہ خود رسوؐل اللہ صلعم سے دریافت کر لیتے تھے۔اور جب تک پوری تسلی نہیں ہوتی تھی بس نہیں کرتے تھے۔یہ بات اور صحابہ کو حاصل نہ تھی کیونکہ اُنکے برابر کوئی شخص رسوؐل اللہ کی خدمت میں کہنے سننے کی جرات نہیں رکھتا تھا۔ کلالہ کے مسئلے کو جو ایک دقیق اور نہایت مختلف فیہ مسئلہ ہے انہوں نے آنحضرت سے اس قدر بار بار دریافت کیا کہ آپؐ دق آگئے اور فرمایا کہ سورۂ نساء کی آخری آیت تیرے لئے کافی ہوسکتی ہے۔جو مسائل زیادہ مشکل ہوتے اُنکو یادداشت کے طور پر لکھ لیتے۔اور ہمیشہ اُن پر غور کیا کرتے وقتاً فوقتاً اُنکے متعلق جورائے قائم ہوتی اُسکو قلم بند اور زیادہ غور وفکر سے اس میں محو واثبات کیا کرتے۔‘‘(الفاروق حصہ دوم صفحہ 110)

اس بیان کے بعد یہ ماننے میں کوئی دقت نہیں ہونا چاہئے کہ عہد رسولؐ میں رسولؐ سے بحث ومباحثہ کرنے اور اختلاف نظر پیش کر کے وضاحت چاہنے میں حضرت عمر کا پہلا نمبر تھا۔

2۔اسلام کے مقاصد کی ہمہ گیری پر حضرت عمر کا حسین بیان اور رسوؐل اللہ کی پسندیدگی قرآن میں

لہٰذا یہ حقیقت ایسی نہ تھی کہ اس کو قرآن میں ریکارڈ نہ کیا جاتا چنانچہ قرآن میں اللہ نے اعلان کیا کہ:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُکَ قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰی مَافِیْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِo (البقرة 2/204)

ہم اس آیت کا اور اس سے اگلی آیت کا ترجمہ اس طرح کرنا چاہتے ہیں کہ آیت سے مذہبی رنگ نکل جائے اور خالص دنیاوی اغراض ومقاصد اور افادیت سامنے آجائے سنئے فرمایا گیا ہے کہ:۔

’’لوگوں میں سے ایک شخص وہ بھی ہے جس کی دنیاوی پالیسی تجھے بہت پسند آتی ہے یا یہ کہ جس کی دنیاوی زندگی کی پالیسی تجھے حیرانی کی حد تک پسند آتی ہے اور وہ اپنی پالیسی کے بیان میں اپنے خلوص پر اللہ کو شاھد بیان کرتا ہے۔یعنی اللہ گواہ ہے کہ وہ اس پالیسی میں پُرخلوص نیک نیت اور اسلام کا ہمدرد وطرفدار ہے۔اور وہ شخص الد الخصام ہے۔‘‘

یہاں پہلی بات یہ نوٹ کریں کہ اللہ اس شخص کا نام و پتہ وغیرہ (where abouts) نہیں بتاتا۔دوسری بات یہ دیکھیں کہ یہاں اللہ خالص دنیاوی زندگی کی بات بتارہا ہے یعنی وہ شخص خالص دنیاوی زندگی کو رسوؐل کے سامنے پسندیدہ صورت میں پیش کر رہا ہے یعنی وہ شخص خالص دنیادار اور سیاسی آدمی ہے۔اور اسی لئے اللہ نے بھی اُس شخص کو صیغہ راز میں رکھا ہے۔یہ بھی بتانا پسند نہیں کیا ہے کہ آیا وہ شخص مسلمان ہے؟ یا مسلمانوں اور اسلام کا طرفدار ہے یا غیر مسلم ہے۔صرف اتنا فرمایا کہ ’’مِنَ النَّاسِ‘‘ لوگوں میں سے ایک شخص ہے۔مگر آیت سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ وہ اللہ کو مانتا ہے۔(یُشْهِدُ اللّٰهَ) یعنی مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہے۔اور چونکہ اُس کا بیان رسوؐل اللہ کو پسند آتا ہے لہٰذا بیان اسلام کے حق میں ہے۔ہمیں کہنے دیجئے کہ یہ آیت خود سیاسی الفاظ میں ہے پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ شخص خود سیاسی آدمی ہے اُس کا ذکر بھی سیاسی زبان میں کرنا ضروری تھا۔اور دوسری دلیل یہ ہے کہ آخر میں اُسے ’’**اَلَدُّ الْخِصَام**‘‘ فرمادیا ہے یعنی سارے موجودہ لوگوں سے سب سے بڑا اور تمہارا حریف اور مدمقابل شخص ہے۔اور اگلی آیت میں وہ پالیسی بیان فرمادی ہے جو دنیاوی زندگی میں وہ اختیار کرنا چاہتا ہے یعنی:۔

وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْھَا وَیُھْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ (البقرۃ 2/205)

یہاں بھی ہم ترجمہ اُس شخص کی دنیاوی اغراض کے مطابق کرتے ہیں۔ سُنئے یعنی۔ ''اگر وہ تمہاری طرح خود مختار وصاحب اقتدار ہو جائے تو اسلامی مقاصد کو حاصل کرنے کیلئے ہر اُس چیز کو فساد قرار دے گا جو رکاوٹ ڈالنے والی ہو گی خواہ وہ کھیتیاں ہوں یا نسل انسانی ہو وہ سب پر غلبہ حاصل کرے گا اور ساری دنیا کو زیر نگین کر کے ایک ہمہ گیر حکومت واقتدار قائم کر کے چھوڑے گا اور فساد کا نام ونشان واسباب کو مٹا دے گا۔ اس لئے کہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا ہے۔'' یہ ہے اس شخص کا نقطہ نظر کہ اسلامی قوانین کو ہمہ گیر طور پر استعمال کرو۔ اور ہر مقابلہ پر آنے والی چیز کو فنا کر دو یا ماتحت کر لو۔ یہاں بہتر ہو گا کہ علامہ مودودی سے اِن دونوں آیات کا ترجمہ دکھایا جائے۔ وہ یوں ترجمہ کرتے ہیں کہ:۔

3۔ اس نظریہ پر مودودی کا گھڑا ہوا اور مذہبی بیان

۔''انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اپنی نیک نیتی پر وہ **بار بار خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے۔** مگر حقیقت میں بدترین دشمن حق ہوتا ہے۔ جب اسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے۔ کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔ حالانکہ اللہ جسے وہ گواہ بنا رہا تھا فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔'' (تفہیم جلد اوّل صفحہ 159۔158)

4۔ مودودی کی تشریحات صورت حال کو اور بھی گندہ بنا دیتی ہیں:۔

مودودی کی تشریحات پہلے دیکھیں پھر اپنا سیاسی اور غیر جانبدارانہ بیان دیں گے وہ لکھتے ہیں کہ:۔

پہلی تشریح۔ ''223 یعنی کہتا ہے کہ خدا شاہد ہے کہ میں محض طالب خیر ہوں، اپنی ذاتی غرض کے لئے نہیں، بلکہ صرف حق اور صداقت کے لئے یا لوگوں کی بھلائی کیلئے کام کر رہا ہوں۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 159)

دوسری تشریح۔ ''224 ''اَلَدُّ الْخِصَام'' کے معنی ہیں ''وہ دشمن جو تمام دشمنوں سے زیادہ ٹیڑھا ہو'' یعنی جو حق کی مخالفت میں ہر ممکن حربے سے کام لے۔ کسی جھوٹ، کسی بے ایمانی، کسی غدر وبدعہدی اور کسی ٹیڑھی سے ٹیڑھی چال کو بھی استعمال کرنے میں تامل نہ کرے۔''
(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 159)

تیسری تشریح۔ ''225 **اِذَا تَوَلّٰی** کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک وہ جو ہم نے متن میں اختیار کیا ہے اور دوسرا مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ **یہ مزے مزے کی دل لبھانے والی باتیں بنا کر** ''جب وہ پلٹتا ہے'' تو عملاً یہ کرتوت دکھاتا ہے۔'' (تفہیم جلد اوّل صفحہ 160۔159)

اب ہمارا بیان یہ ہے کہ مودودی ہوں یا کوئی اور مترجم ہو وہ منشائے خالق اور منشائے مخلوق کو مدنظر نہیں رکھتے وہ یا تو کھلا فریب دیں گے یا معنی کا اور مقصد کا ستیا ناس کر کے رکھ دیں گے اور حقیقت سے بہر حال دُور دُور رہنے کی برابر کوشش کریں گے۔ یہ **مودودی خلفائے ثلاثہ کو برحق خلفاء** مانتے ہیں لہٰذا اُن کی تمام فوج کشیوں، لُوٹ مار وقتل وغارت اور غلام وکنیز سازی کو بھی برحق مانتے ہیں لیکن اگر اُن کو یہ کہا جائے کہ وہ اقتدار میں آنے والا اور ساری دنیا کو فساد سے بھر دینے والا اور فصلوں اور نسل انسانی کو تباہ کرنے والا شخص خلیفہ دوم تھا اور اِن دونوں آیات (205۔2/204) میں انہی کا تذکرہ کیا گیا ہے تو مودودی صاحب ہی نہیں بلکہ کوئی ثلاثہ پرست عالم ماننے کو تیار نہ ہو گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ ان کی جگہ کوئی دوسرا شخص تجویز نہ کر سکیں۔ حالانکہ رسوؐل سے باتیں کرنے والا شخص ظاہر ہے کہ عہد رسوؐل ہی کا آدمی ہو سکتا ہے۔ اللہ کو گواہ کر کے بات کرنے والا مسلمان ہی ہو سکتا ہے۔ پھر عہد رسوؐل کے بعد اور کوئی شخص مسلمانوں میں ایسا نہیں ہو سکتا جسے اقتدار حکومت ملا ہو جو فوجوں سے دنیا کو میدان جنگ بنا کر رکھ دے۔ مگر وہ نہ مانیں

گے کہ یہاں حضرت عمر کا ذکر ہوا ہے۔انہوں نے اپنے ترجمہ اور تشریح سے اپنے لبوں پر مہر لگا دی ہے۔مگر جب خلافت اور فتوحات کی بات ہوگی تو وہ سینکڑوں تاویلیں کریں گے اور حضرت ابوبکر وعمر کو برسرِحق ثابت کرنے کے لئے ہر فریب دیں گے۔اب حضرت عمر کی طرف سے بات کرتے ہیں مگر قرآن کی ایک اور آیت کو سامنے رکھ لیں تاکہ ہم قرآن کی مدد اور سہارے سے بات کرسکیں اللہ نے قرآن میں کہا ہے کہ:۔

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَo (البقرة 2/11)

۔''جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تم دُنیا میں فساد نہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کے علاوہ اور کچھ کرتے ہی نہیں ہیں۔(البقرة 2/11)

یہاں یہ مخاطب فساد اور اصلاح کا فرق سمجھتے ہیں۔آیت میں اللہ جس چیز کو فساد فرماتا ہے وہ بھی اُسے فساد ہی سمجھتے ہیں اختلاف نظر یہ ہے کہ وہ جو کچھ کرتے ہیں اصلاح کی غرض سے کرتے ہیں۔اُن کی غرض فساد کرنے کی نہیں ہوتی یہ دوسری بات ہے کہ اللہ کے معیار پر وہ کام فساد کہلاتے ہیں۔ بالکل یہی صورت حال مندرجہ بالا آیات میں عمر کے سامنے ہے وہ فساد پھیلانے کی غرض سے فوج کشی اور جنگ نہیں کرتے اُن کی غرض دنیا میں اسلام پھیلانے اور اسلامی انصاف نافذ کرنے کی ہے۔لوگ اپنی حکومت واقتدار برقرار رکھنے کے لئے اسلام کا انکار کرتے ہیں۔یوں مقاصد میں اختلاف کی بنا پر جنگ ہوتی ہے اور جنگ ہوتی ہے تو وہ سب کچھ ہوتا ہے جو جنگ میں ہوا کرتا ہے فصلیں تباہ ہوجاتی ہیں۔گھوڑوں کے چارہ کے لئے کھیت کاٹ لئے جاتے ہیں۔سواری کے لئے گھوڑے پکڑ لئے جاتے ہیں۔لوگ قتل ہوتے ہیں گرفتار ہوتے ہیں غلام وکنیز بنائے جاتے ہیں۔ مال غنیمت لوٹا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کے یہاں فساد کہلاتا ہے لیکن حضرت عمر کے یہاں یہ سب کچھ اسلام کی ترقی ہے۔چار ہزار مساجد مفتوحہ علاقے میں بنتی ہیں زکوۃ وعشر اور جزیہ جاری ہوتا ہے قرآن پڑھانے کے ادارے قائم ہوتے ہیں لاکھوں لوگ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں ساری دنیا میں اسلام اور اسلامی نظام پھیلتے ہیں۔بتوں اور بت پرستوں کا اقتدار وحکمرانی مٹتی ہے یہ سب کچھ حضرت عمر کے نزدیک فساد نہیں کہلا سکتا۔عمر یہ نہیں مانتا کہ وہی کام رسولؐ کرے تو اصلاح ہے اور کوئی کرلے تو فساد ہے۔حضرت عمر کی وسعت نظر ہر شخص کو وہی پوزیشن دیتی ہے جو محمد علیؐ کو دیتے ہیں۔وہ یہ نہیں مانتے کہ مُلّا مارے تو حلال ہے کوئی اور مارلے تو حرام ہے۔بہر حال حضرت عمر نے اپنی وسعت نظر کو خوب پھیلایا۔اپنی قوم قریش میں بھی پھیلایا اور دوسری اقوام میں بھی پروپیگنڈا کیا۔ہوا یہ کہ رسولؐ،علیؑ اور چند لوگ ایک طرف کھڑے اور مُنہ دیکھتے رہ گئے اور باقی سارے قریش اور تمام قبائل حضرت عمر کے ساتھ ہوگئے۔اور رسولؐ کے بعد اُنہوں نے انصار کو بھی متفق ہونے پر مجبور کردیا۔قومی حکومت بن گئی۔جہاں قریش کی وسعت نظر اور کشادہ دلی کا پروپیگنڈا ہوا وہیں بنی ھاشم کو تنگ نظر اور رجعت پسند ثابت کرنے کی مہمات چل پڑیں۔اور وہ پالیسی بالکل پٹ کررہ گئی جس کی نمائندگی علیؑ کرتے تھے۔وسعت قلب ونظر کے نام پر علیؑ کو تعاون پر راضی ہونا پڑا۔حضرت عمر نے قریش اور عرب کو چار چاند لگادئے دولت کی ریل پیل کردی ہر طرف عمر ہی عمر زبانوں پر تھا۔نبوت وخلافت اور علیؑ خواب وخیال اور ماضی کی کہانی بن کررہ گئے۔تمام قریش اور سارا عرب اُس راہ پر نہایت تیزی سے بڑھتا چلا گیا۔جس پر حضرت عمر نے اُن کو چلایا تھا۔عمر نے تمام قریش اور عرب کے تمام قبائل کے دل کی گہرائیوں میں قومی حکومت اور مشاورت کی افادیت کو اتار دیا اور شخصی حکومت اور محدودیت سے سب کو متنفر کردیا۔دوسرے الفاظ میں جمہوریت قومی حکومت اور وسعت نظر نام تھا عمر بن الخطاب کا اور شخصی حکومت وتنگ نظری ورجعت پسندی نام تھا علیؑ ابن ابیطالب کا۔اُن کو دیکھ کر چہروں پر بشاشت پھیل جاتی تھی اور انہیں دیکھ کر چہرے مرجھا جاتے تھے۔ایک نفرت تھی جو خاموشی سے ہر دل میں اُترتی جارہی تھی۔عمر بڑی بےفکری اور دھڑلے سے کہا کرتے تھے کہ <u>اگر تم نے علیؑ کو راہنما بنالیا تو وہ تمہیں حق پر چلائے گا۔اور ہرگز اُدھر اِدھر نہ ہٹنے دے گا۔</u> مگر لوگ اس کا مطلب یہ سمجھتے تھے کہ تمہارے فطری اختیارات چھین لے گا تمہیں غلام بنا کر بے دست وپا کردیگا ہرگز ایسے حق کی پرواہ نہ کرنا جس میں تم

سب کے حقوق مرکررہ جائیں۔حضرت عمر کے عمل درآمداور پالیسی نے ہرحق کو ہرصحیح بات کو الٹ کررکھ دیا تھا۔حضرت عمر نے ہمیشہ حضرت علیؑ کو خلافت کا حریص کہا۔علیؑ نے ہمیشہ ثابت کیا کہ خلافت کے حریص تو حضرت عمراور دیگر لیڈران قریش ہیں۔حضرت عمر نے اپنے خاص آدمیوں کو یقین دلا دیا تھا کہ اگر کبھی حکومت اور قریش کو کوئی خطرہ پیش آیا تو علیؑ کی طرف سے ہوگا علیؑ کے طرفداروں کی طرف سے ہوگا۔لہٰذا سارے قریش کو قریشی دانشوروں کو علیؑ پر گہری نظر رکھنا چاہئے۔صرف علیؑ سے ہوشیار رہنا چاہئے۔اوراُن کے خلوص اور غیر جانبداری پر کبھی بھروسہ نہ کرنا چاہئے۔اُن کے بیانات اور دلائل کی طرف کبھی توجہ نہ دینا۔وہ ایک جادو بیان شخص ہے۔اُس کی باتوں کی مار سے اور تلوار کی دھار سے بچ نکلنا ناممکن ہے۔چنانچہ اس معاملے میں حضرت عمر اگر کسی پر اعتماد واعتبار کرتا تھا تو وہ صرف معاویہ کو ایسا شخص سمجھتا تھا جو حضرت علیؑ کی طرف سے یا حضرت علیؑ کی وجہ سے آنے والے خطرات کا مقابلہ کرسکتا تھا وہ عثمان کو بھی علیؑ کا جوڑ نہ سمجھتا تھا۔بہرحال معاویہ تنہا وہ شخص تھا جس کو حضرت عمر نے اپنا رازدار بنا رکھا تھا۔اور معاویہ کو ہر وہ بات بلا تکلف بتا دیتا تھا جو کبھی علیؑ کے خلاف معاویہ کے کام آئے۔حضرت عمر نے معاویہ کو وہ مخصوص خط بھی لکھا تھا جسے ہم نے واقعاتِ کربلا میں نقل کیا ہے اور جس میں حضرت عمر نے اپنا صحیح مذہب وعقیدہ بیان کیا ہے اور جسے یزید بن معاویہ نے عبداللہ بن عمر بن خطاب کو دکھایا تھا۔مطلب یہ ہے کہ اگر علیؑ کے مقابلے میں حضرت عمر معاویہ کو خلیفہ بنا سکتا تو پھر شوریٰ کی اسکیم پیش نہ کرتا بلکہ براہِ راست معاویہ کو اسی طرح خلیفہ بنا دیتا جس طرح حضرت ابوبکر نے خود اسے بنایا تھا۔مگر وہ برابر دیکھ رہا تھا کہ مرتضوی کردار اور پالیسی برابر اُس کے آڑے آرہی تھیں۔اس کا راستہ روکتی جارہی تھیں۔بہرحال حضرت ابوبکر وعمر نے جو کچھ بھی کیا ہو یہ کبھی نہیں کیا کہ معاویہ کو نظر انداز کردیں۔انہوں نے ہر وہ کام کیا جس سے معاویہ کا مستقبل روشن تر اور قوی تر وکامیاب تر ہوتا چلا جائے۔اُنہوں نے بہت سے غلط کام کئے مگر یہ غلطی کبھی نہیں کی کہ مستقبل میں معاویہ کمزور ومغلوب ہوجائے۔حضرت عثمان نے بھی اس پہلو پر کافی توجہ اور مدد دی اور کوششیں کی کہ معاویہ کا تمام گورنروں میں پلّہ بھاری رہے اور تمام حکام کی نظر میں معاویہ زیادہ معزز وصاحبِ اعتماد رہے۔اِس کا کوئی تحریری ثبوت تو نہیں ملتا مگر حالات بتاتے ہیں کہ معاویہ اور خلفائے ثلاثہ میں یہ ایک طے شدہ امر تھا کہ معاویہ حضرت علی علیہ السلام پر خاص طور سے نگرانی رکھے اور علیؑ کے دوستوں، پیروؤں اور فداکاروں کو قریشی حکومتوں اور حکمرانوں کا دشمن سمجھے اور یقین رکھے کہ جب بھی قریشی حکومت کو کسی خطرے کا سامنا ہوگا تو وہ خطرہ علیؑ کے دائرے سے نکلے گا۔گو حضرت علی علیہ السلام کا عمل اور اُن کے حالات وبیانات اور تمام علما کا اتفاق ثابت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے نہ کوئی سیاسی پارٹی بنائی نہ ہمدردوں کی جماعت کو پشت پر رکھا۔اور تمام خلفا کے ساتھ ایسا اور اتنا تعاون جاری رکھا کہ اُنہیں یارانِ ثلاثہ میں آج تک شمار کیا جاتا ہے۔اس سلسلے میں ہم نے علماء کے بیانات عموماً اور مودودی کی تحریریں خصوصاً پیش کی ہیں۔اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے خلافت حاصل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔نہ ہی ایسے مواقع پیدا کرنے کی فکر میں رہے کہ جن سے خلافت ملنے کا امکان پیدا ہوجاتا۔بلکہ اس کے برعکس وہ ایسے مواقع کو ٹالتے اور ضائع کرتے رہے جن سے خلافت ملنے کا یقین تھا۔اُنہوں نے حضرت ابوبکر وعمر کی سیرت پر عمل کرنے سے انکار کرکے آتی ہوئی خلافت کو واپس کردیا۔یہ سب کچھ تھا اور صحیح تھا مگر معاویہ کو ہمیشہ ان حقائق کے خلاف غیر متزلزل یقین تھا کہ علیؑ دن رات خلافت حاصل کرنے کی فکر وکوشش میں لگے رہتے ہیں۔اور اب جبکہ خلافت سچ مچ مل گئی تو معاویہ نے یہی سمجھا بھی اور اپنے حلقہ فکر میں سب کو بتایا بھی کہ خلافت حاصل کرنے کیلئے علیؑ نے قتل عثمان کی سازش کی تھی۔ معاویہ کو یہی یقین رہا کہ حضرت علی علیہ السلام نے کوئی گہری چال چل کر عثمان کو قتل کرایا ہے اور اُس سے بھی گہری اور عجیب چال چل کر خلافت اس شان سے حاصل کی ہے کہ تمام صحابہ دن رات منت وسماجت کررہے ہیں وہؑ انکار پر انکار کررہے ہیں اور آخر بطور احسان خلافت قبول کرلی۔بہرحال خلافت قریش کے قبضے سے نکل گئی اور وہاں پہنچ گئی جہاں حضرت ابوبکر وعمر وقریشی لیڈر کسی قیمت پر جانے نہ دینا

چاہتے تھے۔ چنانچہ وہی کچھ سامنے آیا جو حضرت ابوبکر وعمر کے خیال میں تھا۔ یعنی سارے لیڈروں نے مل کر خلافت علیؑ کے حوالے کر دی صرف تنہا معاویہ رہ گیا جو قریش کے عظیم ترین مقصد کے حصول کیلئے کھڑا رہ گیا ہے۔ یہاں عملی میدان میں بھی معاویہ تنہا ہے۔ اور علیؑ کو دشمن سمجھتا ہے اور قریش ساز تواریخ و احادیث میں بھی تنہا معاویہ ہے ورنہ سب حضرت علی علیہ السلام کے طرفدار اور معاویہ کے مخالف ہیں۔ معاویہ اکیلا ہے جو قریش کی حکومت کو علیؑ سے واپس لینے میں کوشاں ہے۔ اس معاملے میں تمام علماء اور دانشوروں نے معاویہ کی مذمت کی ہے۔ طرح طرح معاویہ کی بے دینی پر توجہ دلائی ہے۔ اُسے اسلام میں ملوکیت اور بادشاہت قائم کرنے کا مجرم قرار دیا ہے۔ مگر یہ یاد رکھیں اور کبھی نہ بھولیں کہ اُس نے وہ کام کیا جو سارے قریش کی تمنا تھی۔ جس کے لئے لیڈرانِ قریش اور ان کے پیروؤں نے اپنی عاقبت بھینٹ چڑھا دی تھی۔ جہنم واجب کر لیا تھا۔ اور کسی قیمت پر یہ نہ چاہتے تھے کہ خلاف خاندان رسولؐ میں علیؑ کو مل جائے۔ یہ یاد رکھیں کہ اگر معاویہ نے قریشی حکومت کو علیؑ سے واپس لینے کا یہ مستحکم انتظام نہ کیا ہوتا اور لوگوں کو اسطرح مجتمع نہ کیا ہوتا تو یہ خلافت و حکومت خاندان مرتضویؑ سے ہرگز باہر نہ نکل سکتی تھی۔ یہ صرف معاویہ کا کارنامہ یا شاہکار تھا کہ اُس نے حضرت عمر کی قائم کردہ حکومت واپس لی اور ایسا انتظام کیا کہ دوبارہ اس خاندان کی طرف رخ ہی نہ کرنے پائے۔ رہ گیا اسلام، قرآن، اللہ، رسولؐ اور جنت وجہنم یہ تو قریش کے نزدیک محض الفاظ تھے۔ جن کو استعمال کر کے ہر غلط تصور کو حق بجانب ثابت کیا جاتا ہے۔ اور یہی جواب ہے معاویہ کی فریب سازی اور دھوکہ دہی کا۔ علیؑ کو مجرم ثابت کرنے کے لئے ثبوت نہ ملے تو معاویہ اور کیا کرے؟ اُسے علیؑ کے خلاف محاذ جاری رکھنا تھا۔ اُسے وہ حکومت حضرت علیؑ سے واپس لینا تھی جو قریش نے اپنا دین وایمان اور عاقبت تباہ کر کے حاصل کی تھی۔ اُس کو حاصل کرنے کے لئے ہر جھوٹ ہر فریب اور ہر غدّاری جائز تھی۔ یہاں ایک جملہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین سے سن لیں وہ فتنۃ الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ:۔

''اسلام لانے والوں نے دین اسلام کو اس نقطہ نظر سے نہیں دیکھا کہ وہ ایک ایسا دین ہے جس کا تعلق قلوب وضمائر سے ہے اور جس میں اللہ کے حقوق وفرائض کی پابندی لازم ہوتی ہے۔ بلکہ اُنہوں نے اسلام کو ایک بڑے سودے کی حیثیت سے دیکھا جیسے سودے وہ کرتے رہتے تھے۔ اُنہوں نے اُسے بھی ایک خطرناک اور جرأت مندانہ اقدام خیال کیا جیسے اقدامات وہ عموماً اندروں اور بیرون عرب میں کرتے رہتے تھے۔ (صفحہ 178-177) اور

''خلافت اسلامیہ کا جو مفہوم حضرات ابوبکر وعمر کے یہاں تھا وہ ایک بہت بڑا جرأت مندانہ تجربہ تھا جو تقریباً جان کی بازی لگانے کے مترادف تھا۔ لیکن یہ جان آزما مہم اپنے انجام تک نہ پہنچی (صفحہ 5) نہ ہی اُس کا انجام تک پہنچنا ممکن تھا (صفحہ 5)۔

یہ تھی عرب کی تاجر قوم قریش جس نے اسلام کو تجارت کے مال کی طرح سودے کے طور پر حاصل کیا اور اُس سے دنیاوی زندگی کے فوائد حاصل کرتے رہے۔ اِن تاجروں سے سابقہ پڑا تھا محمد وعلی علیہم السلام کو۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ تو رخصت ہو گئے مگر اسلام کی ذمہ داری قیامت تک حضرت علی علیہ السلام اور اُن کی اولاد کے گلے میں ڈال گئے۔ جنہوں نے اسلام کو اُن تاجروں سے محفوظ کرنے کے لئے خود اپنی، اپنے بچوں کی، اور اپنے چاہنے والے دوستداروں اور فداکاروں کی جانیں قربان کر دیں۔ اور اسلام سے تاجرانہ سلوک روانہ رکھا۔ کبھی ایک لفظ یا ایک قدم منشاءِ خداوندی کے خلاف نہ اُٹھایا۔ بدمعاشوں، غدّاروں، فریب کاروں کے ساتھ نیکیاں، وفاداریاں اور حسنِ سلوک کرتے رہے۔ خود بھوکے رہتے رہے اپنے بچوں کو بھوکا رکھتے رہے۔ اور عرب کے اُن تاجروں کا پیٹ بھرتے رہے۔ بہرحال جب بھی ہمارے ہاتھ میں اُس ناہنجار قوم سے انتقام لینا آئے گا۔ ہم اُن کو ایسی ایسی سزائیں دیں گے جن کا اُنہوں نے وہم تک نہ کیا ہوگا۔

(نمبر33) خط الٰی قُثَمِ ابْنِ الْعَبَّاسِ وَھُوَعَامِلُهٗ عَلٰی مَکَّۃَ : قثم بن عباس کے نام جومکہ میں علیؑ کا گورنرتھا

1۔معاویہ نے کچھ سیاسی اورصاحبان اثرورسوخ ماہرین کوحاجیوں کے لباس میں بھیجاتھا کہ مسلمانوں کو یہ باورکرائے کہ عثمان کوحضرت علیؑ نے قتل کراکے حکومت حاصل کی ہے۔2۔قثم کواپنی اطاعت کوحوالہ دیکرتخریب کاروں کے متعلق ایسی تنبیہ کی ہے جس سے اولادِعباس کی نافرمانی و بے وفائی ثابت ہوتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

اَمَّا بَعۡدُ فَاِنَّ عَیۡنِیۡ بِالۡمَغۡرِبِ کَتَبَ اِلَیَّ یُعۡلِمُنِیۡ اَنَّهٗ وُجِّهَ اِلَی الۡمَوۡسِمِ اُنَاسٌ مِنۡ	1	بعدازحمدودرودواضح ہوکہ مجھے میرے مغربی نگران نے یہ بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ اہل شام کے کچھ لوگ حج کے لئے بھیجے گئے ہیں،
اَھۡلِ الشَّامِ الۡعُمۡیِ	ب	جوحقیقت کی طرف سے دلوں کے اندھے ہیں؛اور
الۡقُلُوۡبِ الصُّمِّ	ج	کانوں سے بہرے ہیں؛اور
الۡاَسۡمَاعِ الۡکُمۡهِ	د	آنکھوں کی روشنی سے محروم ہیں؛اوریہ
الۡاَبۡصَارِ الَّذِیۡنَ یَلۡتَبِسُوۡنَ الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ ؛	ہ	وہ لوگ ہیں جوحق کوباطل کالباس پہنا کرپیش کرنے میں ماہر ہیں؛
وَیُطِیۡعُوۡنَ الۡمَخۡلُوۡقَ فِیۡ مَعۡصِیَةِ الۡخَالِقِ ؛	2	اورمخلوق کی اطاعت میں خالق کی نافرمانی کرتے اورکراتے ہیں؛
وَیَحۡتَلِبُوۡنَ الدُّنۡیَا رَدَّھَا بِالدِّیۡنِ ؛	3	اوردین کی آڑلے کردنیا کادودھ دوہتے ہیں؛
وَیَشۡتَرُوۡنَ عَاجِلَھَا بِآجِلِ الۡاَبۡرَارِ الۡمُتَّقِیۡنَ ؛	4	اوردنیاوی سامان کی خریدوفروخت اس انداز سے کرتے ہیں کہ متقی اورنیک لوگوں کی عاقبت بدلے میں چلی جاتی ہےاوردنیا مل جاتی ہے؛
وَلَنۡ یَفُوۡزَ بِالۡخَیۡرِ اِلَّا عَامِلُهٗ ؛	5	اورسنوکہ بھلائی پروہی فائزہوتاہے جواس پرعمل کرتاہے؛
وَلَا یُجۡزٰی جَزَاءَ الشَّرِّ اِلَّا فَاعِلُهٗ ؛	6	اورشراوربرائی کی جزابھی برائی کرنے والے کےسواکسی اورکونہیں ملتی ہے؛
فَاَقِمۡ عَلٰی مَافِیۡ یَدَیۡکَ قِیَامَ الۡحَازِمِ الصَّلِیۡبِ ؛	7	چنانچہ یہ باتیں سمجھنے کے بعدتم بھی اپنے اختیارات کواسی طرح استعمال کروجس طرح ایک کوشش کرنے والامحتاط شخص کرتاہے؛
وَالنَّاصِحِ اللَّبِیۡبِ ؛	8	جس طرح ایک دانشمنداورنصیحت کرنے والا ذمہ دارآدمی کرتاہے؛
التَّابِعِ لِسُلۡطَانِهٖ ؛	9	اورجس طرح اپنے حکمران کامطیع شخص کرتاہے؛اور
اَلۡمُطِیۡعِ لِاِمَامِهٖ ؛	10	جس طرح اپنے امامؑ کامطیع کرتاہے؛
وَاِیَّاکَ وَمَا یُعۡتَذَرُ مِنۡهُ ؛	11	خبرداراایسے کام نہ کرنا کہ عذراوربہانے چھانٹنا پڑیں؛
وَلَاتَکُنۡ عِنۡدَ النَّعۡمَآءِ بَطِرًا ؛	12	نعمتوں کی بہتات پراتراؤنہیں؛
وَلَاعِنۡدَ الۡبَاسَآءِ فَشِلاً ؛ وَالسَّلَامُ .	13	اورنہ سختی کے زمانہ میں بوداپن دکھانا۔والسلام۔

تشریح:۔ یہ قُثم بن عباس،عبداللہ بن عباس کے حقیقی بھائی ہیں چونکہ حضرات ابوبکروعمرنے عباس کے بیٹوں کوقومی حکومت میں کوئی ذمہ داری اورعہدہ نہ

دیا تھا اسلئے حضرت علی علیہ السلام نے یہ دکھانے کیلئے کہ وہ حضرت ابوبکر و عمر کی پیروی میں اُن کو محروم نہیں کر رہے ہیں۔ اسلئے آپؑ نے ان دونوں بھائیوں کو گورنری عطا کر دی تھی۔ قثم بہرحال اپنے بھائی سے بہتر نکلے تھے۔ اُسکا حال ہم نے ڈاکٹر طہٰ حسین کے قلم سے دکھا دیا ہے۔ وہ انتہا درجے کا خوشامدی، موقع شناس، مُحسن کُش اور غدّار ثابت ہوا تھا۔ مگر قثم کی کوئی بری حرکت قریش ساز تاریخ میں نہیں ملتی۔ مگر حضور علیہ السلام کا یہ خط بتاتا ہے کہ قثم پر سخت نگرانی ضروری تھی۔ یہ اطلاع جو حضرت علی علیہ السلام نے اسے دی ہے خود قثم کو چاہیئے تھا کہ وہ آنیوالے ہر حاجی کا جائزہ لیتا اور معاویہ کی سازش کا حال خود حضورؑ کو لکھتا۔ لیکن اسکا معاویہ کی طرف سے غافل رہنا بتاتا ہے کہ وہ ایک غیر ذمہ دار گورنر تھا یا یہ کہیئے کہ اُن سازشوں سے قطعاً ناواقف تھا جو دن رات معاویہ کی طرف سے کی جاتی تھیں۔ وہ خود اپنے بھائی عبداللہ ابن عباس کے مکہ میں فرار کر کے آنے اور رہنے سے بھی غافل رہا۔ اُسے چاہیئے تھا کہ وہ عبداللہ کو ایک مجرم کی حیثیت میں گرفتار کرتا۔ اسکا تمام وہ مال و اسباب ضبط کرتا جو وہ بصرہ سے لیکر فرار ہوا تھا۔ مگر اُس نے نہ اُس حادثے کی حضرت علیؑ کو اطلاع دی نہ عبداللہ کے خلاف کوئی جائز و ناجائز قدم اُٹھایا۔ اور اس خط میں بھی اُسکی فرماں برداری، اطاعت اور ذمہ داری پر شریفانہ زبان میں اعتراضات موجود ہیں۔ اُس پر ایسے کام کر گزرنے کا احتمال ہے جن کیلئے بعد میں عذرات اور بہانے کرنے کی ضرورت ہو۔ اُسکے متعلق یہ یقین نہیں ہے کہ سختیوں کے زمانے میں تحمل و وقار اختیار کر لیگا۔ اُسے برائی سے باز رہنے کی خط میں تاکید کی گئی ہے۔ بلکہ اسکے عقائد بھی مشکوک نظر آتے ہیں۔ اُسے یقین نہیں ہے برائی و گناہ کی سزا صرف برے اور گناہ گار کو ملتی ہے۔ بہرحال قثم ویسا ہی اچھا گورنر تھا جیسا نمونیہ کے مقابلے میں نزلہ اچھا مرض ہے۔ ہمیں عباس کی اولاد میں نہ علم ملتا ہے، نہ شجاعت کا کہیں پتا لگتا ہے، نہ غیرت و حمیت اُن میں پائی جاتی ہے۔

(نمبر34) خط

اِلٰی مُحَمَّدِ ابْنِ اَبِی بَکْرٍ لَمَّا بَلَغَهُ تَوَجُّدُهُ مِنْ عَزْلِهٖ بِالْاَشْتَرِ عَنْ مِّصْرَ ثُمَّ تُوُفِّیَ الْاَشْتَرُ فِیْ تَوَجُّهِهٖ اِلٰی مِصْرَ قَبْلَ وُصُولِهٖ اِلَیْهَا

محمد بن ابی بکر کے نام اس موقع پر جب علیؑ کو یہ معلوم ہوا کہ محمد مصر کی حکومت سے معزولی اور مالک اشتر کی تعیناتی سے رنجیدہ ہے اور مالک اشتر مصر پہنچنے سے پہلے ہی معاویہ کے زہر دلوانے سے شہید ہو گئے تھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِیْ مَوْجِدَتُکَ مِنْ تَسْرِیْحِ الْاَشْتَرِ اِلٰی عَمَلِکَ ؛	1	بعد از حمد و صلوٰۃ واضح ہو کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تمہاری جگہ مالک اشتر کو بھیجنے سے تمہیں دکھ ہوا ہے ؛
وَاِنِّیْ لَمْ اَفْعَلْ ذٰلِکَ اسْتِبْطَآءً لَّکَ فِی الْجُهْدِ ؛	2	میں نے یہ اسلئے نہیں کیا تھا کہ تمہیں تمہاری کوشش میں ڈھیلا یا نالائق سمجھا تھا ؛
وَلَا ازْدِیَادًا فِی الْجِدِّ ؛	3	اور نہ ہی تمہاری تحقیق و تدبیر کو تیز تر کرنے کے لئے یہ تبدیلی چاہی تھی ؛
وَلَوْ نَزَعْتُ مَاتَحْتَ یَدِکَ مِنْ سُلْطَانِکَ لَوَلَّیْتُکَ مَاهُوَ اَیْسَرُ عَلَیْکَ مَؤُنَةً ؛ وَاَعْجَبُ اِلَیْکَ وِلَایَةً ؛	4	تمہیں تمہارے عہدے سے اگر میں نے ہٹانا پسند کیا تھا تو میرا مقصد یہ تھا کہ تمہیں کسی ایسی جگہ کی حکومت دے دوں جہاں تمہیں نسبتاً زیادہ سہولت ہو اور امداد ملے۔ اور تمہیں حکومت کے لئے زیادہ پسند بھی آئے ؛

اِنَّ الرَّجُلَ الَّذِیْ کُنْتُ وَلَّیْتُهُ اَمْرَ مِصْرَ کَانَ رَجُلًا لَّنَا نَاصِحًا ؛	5	یقیناً جس شخص کو مصر کا گورنر بنایا جارہا تھا وہ ہمارے لئے نصیحت کرنے والے کی پوزیشن رکھتا تھا؛
وَعَلٰی عَدُوِّنَا شَدِیْدًا نَاقِمًا ؛	6	اور وہ ہمارے دشمنوں پر نہایت ہی سخت اور فوراً انتقام لینے والا تھا؛
فَرَحِمَهُ اللّٰهُ فَلَقَدِ اسْتَکْمَلَ اَیَّامَهُ ؛	7	بہرحال اللہ اس پر رحم وکرم کرے اُس نے اپنے دن مکمل کر لئے ؛
وَلَا قٰی حِمَامَهُ وَنَحْنُ عَنْهُ رَاضُوْنَ ؛	8	اور موت سے ہم کنار ہو گیا اور ہم اس سے خوش ہیں ؛
اَوْلَاهُ اللّٰهُ رِضْوَانَهُ وَضَاعَفَ الثَّوَابَ لَهُ ؛	9	اللہ کی رضامندیاں بھی اُسے نصیب ہوں اور اللہ اُسے بڑھتا چڑھتا ثواب عطا کرے ؛
فَاَصْحِرْ لِعَدُوِّکَ ؛	10	اب تم دشمن سے مقابلے کے لئے اُٹھ کھڑے ہو؛
وَامْضِ عَلٰی بَصِیْرَتِکَ ؛	11	اور اپنی سوجھ بوجھ وبصیرت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ؛
وَشَمِّرْ لِحَرْبِ مَنْ حَارَبَکَ ؛	12	اور جو تم سے جنگ کرے صرف اُس سے جنگ کے لئے تیار رہو؛
وَادْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ ؛	13	اور اللہ کے راستے کی دعوت بھی جاری رکھو؛
وَاَکْثِرِ الْاِسْتِعَانَةَ بِاللّٰهِ یَکْفِکَ مَا اَهَمَّکَ ؛	14	اور اللہ سے مدد مانگنے میں زیادتی کروتا کہ وہ تمہاری مہمات میں کافی ہوتا جائے ؛
وَیُعِنْکَ عَلٰی مَانَزَلَ بِکَ ؛ اِنْشَاءَ اللّٰهُ ۔	15	اور نازل ہونے والی آفات میں تمہاری مدد کرتا رہے؛ انشاءاللہ تعالیٰ۔

تشریح:۔ محمدؓ بن ابی بکر کا اس بات پر رنجیدہ ہونا کہ حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشتر کو اُن کی جگہ گورنر بنا کر بھیجا تھا۔ بتایا ہے کہ محمد بن ابی بکرؓ حضرت علی علیہ السلام پر ایسا ایمان نہ رکھتے تھے کہ امامؑ جو کچھ کرتا ہے وہی صحیح ہوتا ہے اور امامؑ کا فیصلہ اللہ کا فیصلہ ہوتا ہے جو ہر حال میں مفید ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اُنہوں نے اپنا سب کچھ امامؑ کو نہ سونپا تھا۔ اُن کا غم اور خوشی امامؑ سے جداگانہ چیز تھی۔ یعنی وہ ایک گھٹیا درجہ کا ایمان رکھتے تھے۔ رہ گیا امام علیہ السلام کا اُن کو تسلی دینا اِس سے بھی اُن کا درجہ بہت گھٹیا ثابت ہوتا ہے یہ صحیح ہے کہ محمد بن ابی بکر نہ ڈھیلا تھا نہ اپنی کوشش میں کمی کرتا تھا۔ مگر اُن کی کوششیں اُن کی بضاعت اور استطاعت بھر تھیں۔ نہ وہ اُس سے زیادہ بضاعت واستطاعت رکھتے تھے نہ اُس سے زیادہ کوششیں اور جدوجہد کر سکتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اُس کی زودرنجی کی بنا پر یہ نہیں لکھا کہ تمہارا حدودار بعہ مصر کی حکومت کیلئے کم ہے اور تم اس حد سے آگے بڑھنے کی استعداد بھی نہیں رکھتے اور جس قدرت وبصیرت اور سوجھ بوجھ کی مصر کی حکومت کے لئے ضرورت ہے وہ تم میں نہ موجود ہے نہ پیدا ہوسکتی ہے وہ سب کچھ مالک اشتر میں موجود تھا اس لئے تمہاری جگہ اسے تعینات کیا تھا۔ یعنی محمد بن ابی بکر میں یہ ہمت اور حق پرستی بھی نہ تھی کہ وہ صاف صاف بیان کو برداشت کرسکتا۔ اس لئے اُسے طفلانہ تسلی دی ہے۔ یہ کہنا کہ میں تمہیں آسان حکومت دینا چاہتا تھا۔ یہی کہنا ہے کہ مصر کی حکومت تمہارے لئے مشکل ہے۔

قارئین یاد کریں کہ محمد بن ابی بکر کو حضرت عثمان نے مصر کا گورنر بنا کر بھیجا تھا۔ مگر بعد میں حضرت عثمان نے یا مروان نے رائے بدل دی اور اُن کے قتل کا خط مصر کے گورنر کو روانہ کر دیا جو راہ میں پکڑا گیا اور محمد بن ابی بکر اور اُن کی پارٹی واپس آ گئی اور حضرت عثمان کے خلاف محاذ میں شامل ہوگئی۔ ہمیں

یہ معلوم نہیں کہ محمد نے مصر کی حکومت مانگی تھی یا نہیں۔ مگر بہر حال عثمان والے حادثے کی خانہ پُری کے لئے محمد کو مصر کا گورنر بنایا گیا تھا۔ مگر معاویہ کے داؤ پیچ ایسے تھے کہ محمد بن ابی بکر اُن کے سامنے طفل مکتب تھا۔ اس لئے جناب مالک اشتر کو تعینات فرمایا تھا تا کہ وہ معاویہ سے ٹکر لے سکیں۔ لیکن مالک اشتر مصر تک نہ پہنچ سکے اور آخر کار محمد بن ابی بکر کو بڑی ذلت ورسوائی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔

مالک اشتر کی ساری قابلیت قتل سے ظاہر ہے

اسی خط میں مالک اشترؓ کی چند صفات اور ثنا لکھی گئی ہے۔ یہ سو فیصد صحیح ہے کہ مالک اشتر خیر خواہ تھا۔ دشمنانِ مرتضویؑ کے لئے ایک مصیبت اور سرتاپا انتقام تھا۔ عظیم الشان بہادر وفا پرست اور فدا کار تھا۔ لیکن حضرت علیؑ کے ساتھ جو لوگ تھے اُن میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس میں سیاسی بصیرت ہوتی۔ تمام صفات رکھتے ہوئے یہ سب سیاسی بصیرت سے نابلد تھے۔ چنانچہ جناب مالک اشترؓ بھی سیاسی بلکہ معمولی بصیرت سے بھی پاک اور منزہ تھے۔ ذرہ سوچئے کہ حضرت علی علیہ السلام دن رات اپنے ہر خطبے میں ہر خط میں ہر لیکچر میں اور ہر بات میں حضرات ابوبکر وعمر وعمرو بن عاص اور معاویہ اور اُن کی پارٹی کی چالاکیاں، فریب کاریاں واضح کرتے رہتے ہیں خود کو اَمْکَرُ النَّاس تمام انسانوں سے زیادہ مکار فرماتے ہیں۔ اللہ قریش کے مقابلے میں خود کو خیر الماکرین سب مکاروں سے بڑھ کر یا اچھا مکار کہتا ہے۔ مگر فدا کاران علیؑ پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوتا۔ وہ دن رات چالاکیاں، فریب کاریاں دیکھتے ہیں مگر مجال ہے جو عاقبت اندیشی اور احتیاط کے قریب پھٹک جائیں۔ یہی مالک اشتر مصر کی گورنری کے لئے جارہے ہیں۔ معلوم ہے کہ معاویہ اور عمرو عاص مصر پر دانت لگائے اور اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔ وہ ہر ممکن کوشش کریں گے کہ علیؑ کا مالک اشتر ایسا طرفدار مصر نہ پہنچ جائے۔ مگر مالک اشتر ایک دیہاتی کے مہمان ہو جاتے ہیں وہاں دیگر جائز لذات کے ساتھ شربت سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں اور دو منٹ میں موت کے مُنہ میں چلے جاتے ہیں اور اپنے امام کو بھی موت کی طرف دھکّا مار جاتے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کے چاروں طرف بے بصیرت اور ناعاقبت اندیش لوگوں کا مجمع تھا۔ اور حضرت عمرو معاویہ کے گرد ایک سے ایک بڑھا ہوا با بصیرت آدمی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میدان جنگ میں حضرت علی علیہ السلام ہمیشہ کامیاب رہے لیکن میدان سیاست میں اُنہیں اُن کے اصحاب اور فدا کاروں نے پٹوا دیا۔ ادھر جان قربان کرنا آسان تھا عقل وبصیرت کا فقدان تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ خلافت ملنے سے پہلے حلقہ مرتضویؑ میں کوئی جاہل نہیں ملتا۔ مگر خلافت ملنے کے بعد مجبوری تھی۔ اب فدا کاروں، جانثاروں، وفاداروں، بہادروں، تیغ آزماؤں اور قربان ہو جانے والوں کے انبوہ ساتھ ہو گئے مگر یہ سب لوگ بے بصیرت وکوتاہ آستین تھے۔ بلکہ ہم نے مذہب شیعہ میں لکھا ہے کہ ہر امام علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہنے والے لوگ سب ایسے ہی تھے۔ اُن میں ڈھونڈنے سے بھی سیاسی بصیرت نہیں ملتی۔ جی حضور میرے ماں باپ آپ پر فدا کہنے والے لوگوں میں بڑی مشکل سے کوئی دیدہ ور ملے گا۔ مخالف محاذ میں سیاسی بصیرت کے انبار لگے ہوئے تھے ایک سے ایک بڑھ کر تھا۔ وہ فدا کاری میں بھی کم نہ تھے جو لوگ اپنے امام اور راہنما پر اپنا دین وایمان وجنت نثار کر دیں وہ زیادہ فدا کار ہوتے ہیں یا وہ جو صرف اچھائیوں، بھلائیوں اور آسائشوں کو حاصل کرنے کیلئے دنیاوی فانی چیزوں کو قربان کریں۔ ایک کے بدلے میں دس مانگنے کا مطلب سمجھنے کی کوشش کریں۔

(نمبر35) خط اِلٰی عَبۡدِ اللّٰہِ ابۡنِ الۡعَبَّاسِ بَعۡدَمَقۡتَلِ مُحَمَّدُابۡنِ اَبِیۡ بَکۡرٍ بِمِصۡرَ

عبداللہ ابن عباس کے نام محمد بن ابی بکر کے قتل کے بعد

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ O

اَمَّا بَعۡدُ ؛ فَاِنَّ مِصۡرَ قَدِ افۡتُتِحَتۡ ؛ وَمُحَمَّدُ ابۡنُ اَبِیۡ بَکۡرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَدِ اسۡتُشۡهِدَ ؛	1	بعد از حمدِ خداوندی اور درود محمدؐ کی واضح ہو کہ بلاشبہ مصر دشمن نے فتح کرلیا اور محمد بن ابی بکر، اللہ اس پر رحم کرے شہید کردیا گیا ہے۔
فَعِنۡدَ اللّٰهِ نَحۡتَسِبُهٗ ؛ وَلَدًا نَاصِحًا ؛ وَعَامِلاً كَادِحًا ؛ وَسَيۡفًا قَاطِعًا؛ وَرُكۡنًا دَافِعًا ؛	2	چنانچہ ہم اللہ ہی سے اجر و بدلہ چاہتے ہیں اُس بیٹے کی شہادت پر جو ہمارا خیر خواہ تھا؛ اور ایک محنتی اور سرگرم کارکن تھا؛ اور ہمیشہ ایک کاٹنے والی تلوار تھا؛ اور دشمن سے دفاعی ستون تھا۔
وَقَدۡ كُنۡتُ حَثَثۡتُ النَّاسَ عَلٰى لِحَاقِهٖ؛	3	اور یقیناً میں نے لوگوں کو برابر اُن کی مدد کے لئے پہنچنے کی دعوت جاری رکھی؛
اَمَرۡتُهُمۡ بِغِيَاثِهٖ قَبۡلَ الۡوَقۡعَةِ ؛	4	اور شہادت کے واقعہ سے پہلے ہی میں نے اُس کی مدد کے لئے پہنچنے کے احکام جاری کئے تھے؛
وَدَعَوۡتُهُمۡ سِرًّا وَجَهۡرًا ؛ وَعَوۡدًا وَّبَدۡئًا ؛	5	اور میں نے لوگوں کو اُن کی مدد کے لئے خفیہ بھی دعوت دی اور اعلانیہ بھی بار بار کہا۔
فَمِنۡهُمُ الۡاٰتِیۡ كَارِهًا ؛	6	چنانچہ اُن میں سے کچھ بصد ناگواری مدد کو پہنچے؛
وَمِنۡهُمُ الۡمُعۡتَلُّ كَاذِبًا ؛	7	اور کچھ نے نہ جانے کے لئے جھوٹے بہانے کئے؛
وَمِنۡهُمُ الۡقَاعِدُ خَاذِلًا ؛	8	اور کچھ نے جان بوجھ کر مدد نہ کی اور گھروں میں بیٹھے رہے؛
اَسۡاَلُ اللّٰهَ اَنۡ يَجۡعَلَ لِیۡ مِنۡهُمۡ فَرَجًا عَاجِلاً ؛	9	میں اللہ سے دعا کررہا ہوں کہ وہ مجھے جلد اُن لوگوں سے چھٹکارا عطا کرے؛
فَوَاللّٰهِ لَوۡلَا طَمَعِیۡ عِنۡدَ لِقَائِیۡ عَدُوِّیۡ فِی الشَّهَادَةِ	10	بہرحال بخدا اگر مجھے دشمن سے جنگ کرنے میں شہادت پانے کی طمع نہ ہوتی،
وَتَوۡطِيۡنِیۡ نَفۡسِیۡ عَلَى الۡمَنِيَّةِ ؛	11	اور ساتھ ہی میں خود کو موت پر آمادہ نہ کرچکا ہوتا تو،
لَاَحۡبَبۡتُ اَنۡ لَا اَبۡقٰى مَعَ هٰؤُلَاءِ يَوۡمًا وَّاحِدًا ؛	12	مجھے یہ زیادہ محبوب ہوتا کہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ ایک دن بھی مل کر نہ رہا ہوتا؛
وَلَا اَلۡتَقِیَ بِهِمۡ اَبَدًا ۔	13	اور اُن کو ساتھ لے کر جنگ کے لئے کبھی بھی نہ نکلتا۔

تشریح:۔ حضرت علی علیہ السلام نے یہ خط صرف عبداللہ بن عباس کو نہیں لکھا ہے بلکہ یہ خط تمام گورنروں کو حالات کی اطلاع دینے کے لئے لکھا گیا تھا۔ معمول (Routine) کے مطابق ضروری تھا کہ عبداللہ ابن عباس کو بھی لکھا جائے۔ تحریر بتا رہی ہے کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے گردو پیش کے لوگوں سے تنگ آ چکے ہیں۔ اور اب مرنے اور شہید ہونے کا بڑی بے چینی سے انتظار فرما رہے ہیں۔ معاویہ کی سوجھ بوجھ اور سیاسی داؤ پیچ اور

مسلسل سازشوں نے آپؑ کو اپنے ساتھیوں سے دل تنگ و مایوس کر دیا ہے۔ساتھیوں میں جذبہ قربانی وشجاعت بھی ختم ہوتا جا رہا ہے۔آپؑ اب خود کو بالکل تنہا پا رہے ہیں۔مالک اشتر رضی اللہ عنہ دنیا سے اُٹھ چکے محمد بن ابی بکر آخر اپنے ساتھ مصر کو بھی لے گئے۔اب چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ آپؑ اپنی ذاتی ہمت وشجاعت اور ذمہ داری سے تنہا نبرد آزما ہیں۔اور شہادت کی آس لگائے ہوئے حکمران کی زندگی گزار رہے ہیں۔

عبداللہ بن عباس نے خط کا جواب بھی لکھا اور تعزیت کو بھی آیا

ہم نے کبھی اور کسی حالت میں نہ عبداللہ بن عباس کو حضرت علی علیہ السلام کا ہمدرد وطرفدار سمجھا نہ شریف و پرخلوص ساتھی یقین کیا۔بہرحال اُس نے اِس خط کے جواب میں یہ بھی لکھا کہ:''میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کی بات کو اونچا رکھے اور اپنے ملائکہ سے آپ کی نصرت کرے۔خدا ضرور آپ کے ساتھ احسان کرے گا۔آپؑ کی تبلیغ کو عزت دے گا۔آپؑ کے دشمن کو ذلیل کرے گا۔امیر المومنین میں آپ کی خدمت میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ سُستی کرتے ہیں مگر پھر اُن میں ولولہ پیدا ہو جاتا ہے۔امیر المومنین آپؑ اُن سے نرمی کریں اور اُن کے بارے میں خدا سے نصرت طلب کریں خداوند عالم آپ کے غم میں کافی ہوگا۔والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔''ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ اس کے بعد عبداللہ بن عباس نے آکر حضرت علی علیہ السلام کو محمد بن ابی بکر کی تعزیت ادا کی اور حضورؑ نے محمد بن ابی بکر کے لئے حسب ذیل کلمات فرمائے:۔

''خداوند عالم محمد پر رحم کرے وہ کم سن نوجوان تھا۔میں نے چاہا تھا ہاشم بن عتبہ کو مصر کا گورنر بناؤں۔خدا کی قسم اگر وہ مصر کا حاکم ہوتا تو عمرو ابن عاص اور اس کے ساتھیوں کے لئے میدان نہ چھوڑتا۔مقتول نہ ہوتا۔مگر یوں کہ اُس کی تلوار اُس کے ہاتھ میں ہوتی۔اس سے میرا مقصود محمد بن ابی بکر کی مذمت کرنا نہیں ہے۔اُس نے خود کو مشقت میں ڈالا اور جو حق اس پر تھا اس نے بقدر استطاعت ادا کیا۔''

قارئین دیکھیں کہ حضرت علی علیہ السلام مذمت کریں یا نہ کریں مذمت تو ہوگئی۔محمدؒ نے میدان چھوڑ دیا تھا اور قتل ہونے یا گرفتار ہونے کے وقت اُس کی تلوار اُس کے ہاتھ میں نہ تھی اور یہ کہ اُس نے اپنی استطاعت اور سائز سے بڑی ذمہ داری اختیار کر لی تھی اور اُس ذمہ داری کو چھوڑنے اور دوسرا گورنر طلب کرنے سے آخر تک گریز کیا۔اُسے چاہئے تھا کہ خود حضرت علی علیہ السلام کو لکھتا کہ مجھ سے مصر کو سنبھالنا مشکل ہے۔کوئی دوسرا قابل گورنر بھیجئے۔اس کے برخلاف وہ مالک اشتر رضی اللہ عنہ کی تعیناتی پر ناخوش اور رنجیدہ ہوا۔اور درباریوں میں اپنی ناگواری کا اظہار بھی کیا جس پر حضورؑ نے معذرت نامہ لکھا۔یہ تمام قابل مدح باتیں نہیں تھیں۔

محمد بن ابی بکر کا مصر کی گورنری تک پہنچنا اور متعلقہ حالات وواقعات پر تفصیلی نظر

بہرحال معاویہ وعمرو بن العاص کی طرح محمد بن ابی بکر بھی تینوں خلفاء کے زمانہ ہی سے مصر کی حکومت پر فریفتہ تھے۔ہم ذرا پیچھے سے حالات ناظرین کے سامنے لاتے ہیں۔کتاب روضۃ الصفا میں ہے کہ محمدؒ بن ابی حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بڑا عابد وزاہد شخص تھا جب اس کا باپ جنگ یمامہ میں مارا گیا تو وہ عثمان کے پاس مدینہ میں چلا آیا اور رفتہ رفتہ عثمان کے دل میں قرب حاصل کر لیا۔بعدازاں باشارہ خلیفۃ اللہ مصر کو گیا اتفاقاً محمد بن ابی بکر بھی اُن دنوں مصر ہی میں تھا۔دونوں ظاہری طور پر عثمان کے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کے دوست بنے ہوئے تھے مگر درپردہ دونوں دوستداران وشیعان علیؑ میں سے تھے۔اھل مصر نے محمد بن ابی حذیفہ کے اوصاف حمیدہ دیکھے تو وہ دل وجان سے اُس کے گرویدہ ہو گئے اور اُس کی نہایت تعظیم وتکریم کرنے لگے۔وہ عثمان کے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کی مذمت مصریوں کے سامنے کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ نہ معلوم عثمان نے کیوں ایسے بدکاروں اور ظالموں کو مسلمانوں پر

حاکم بنا رکھا ہے۔ گورنر نے عثمان کو یہ معاملہ بطور شکایت لکھا تو حضرت عثمان نے عبداللہ کا مُنہ بند کرنے کے لئے احسان وسلوک کی راہ اختیار کی یعنی ایک شاہی خلعت جو ایک ہزار درہم قیمت کا تھا محمد بن ابی حذیفہ کیلئے روانہ کیا اور حکم بھیجا کہ مبلغ تین ہزار درہم خزانہ مصر سے اس کو اور دیئے جائیں۔ محمد وہ خلعت اور روپیہ لے کر جامع مسجد میں آیا اور مجمع عام میں کہا کہ دشمنوں نے میری شکایت عثمان کو لکھی تھی انہوں نے یہ خلعت اور روپیہ بطور رشوت میرے پاس بھیجا ہے۔ مصریوں کو یہ حالات معلوم ہوئے تو بہت برہم ہوئے اور برملا عثمان کی مخالفت کرنے اور اُسے بُرا کہنے لگے اور عثمان کی اطاعت سے نکل کر محمد بن ابی حذیفہ کو اپنا حاکم بنا لیا عثمان نے محمد بن ابی حذیفہ کو خطوط لکھے اور اپنے سابقہ حقوق یاد دلائے مگر محمد بن ابی حذیفہ نے کوئی اثر قبول نہ کیا۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ اھل مصر کو محمد بن ابی حذیفہ نے قتل عثمان پر برانگیختہ کیا اور اُن کو مدینہ بھیجا کہ اُسے قتل کر ڈالیں۔ چنانچہ جب اھل مصر نے مدینہ میں عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا تو اُس وقت محمد بن ابی حذیفہ مصر میں تھا۔ اُس نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو جو عثمان کا گورنر تھا مصر سے نکال دیا اور خود لوگوں کو نماز پڑھانے لگا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مصر سے نکل کر فلسطین کے نزدیک سرحد پر کسی مقام میں ٹھہر گیا اور عثمان کے انجام کا انتظار کرنے لگا۔ قتل کی خبر سُن کر معاویہ کے پاس دمشق چلا گیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے خلافت سنبھالی تو جناب قیس بن سعد بن عبادہ انصاری کو مصر کا گورنر بنایا اور حکم دیا کہ اپنے مددگاروں اور دوستوں کا ایک لشکر ترتیب دو اور اُسے لے کر مصر روانہ ہو جاؤ۔ قیس نے عہدہ گورنری قبول کیا مگر یہ عرض کیا کہ مجھے لشکر لے جانے کی ضرورت نہیں ہے میرے ساتھ صرف پانچ سات آدمی کافی ہوں گے۔ لشکر کو آپ اپنے لئے رکھیں۔ القصہ قیسؓ مصر پہنچے اور منبر پر جا کر پہلے وہ خط سُنایا جو امیر المومنینؑ نے اھل مصر کے نام لکھا تھا اور جس میں اتفاق واطاعت ونصیحت تھی۔ پھر ایک نہایت دل نشین خطبہ دیا اور امیر المؤمنین کی اطاعت کی بیعت لی۔ سب نے بیعت کی اور سارا مصر اور اس کے متعلقہ شہر و بستیاں قیس کے تصرف میں آ گئیں اور انہوں نے اپنی طرف سے تمام علاقوں پر عامل وحاکم مقرر کر دئے۔ رہ گیا ایک گاؤں کہ وہاں کے لوگوں پر عثمان کا قتل نہایت گراں گذرا تھا اور اُن کا راہنما ایک شخص یزید بن حارث تھا۔ اُس نے قیس کو کہلا بھیجا کہ ملک تمہارا ہے جہاں چاہو عمال اور حاکم مقرر کرو اور خراج وغیرہ وصول کرو مگر بیعت سے ہمیں فی الحال معاف رکھو۔ تاکہ ہم موجودہ حالات کے انجام کو دیکھ لیں اور اُدھر مسلمہ بن مخلد انصاری طلب خون عثمان پر لوگوں کو دعوت دینے لگا۔ قیس نے اُس کو لکھا کہ ''وائے ہو تجھ پر تُو مجھ سے بغاوت کرتا ہے۔ حالانکہ قسم بخدا کہ میں تیرا قتل نہیں چاہتا۔ گو اس میں مجھ کو مُلک مصر وشام ہاتھ آ جائیں۔ پس ناحق اپنے خون کے درپے نہ ہو مسلمہ نے قیس کو جواب میں لکھا کہ ''جب تک تو والی مصر ہے کوئی مخالف حرکت مجھ سے سرزد نہ ہوگی۔''

حضرت قیسؓ نہ صرف فدا کار وجان نثار تھے مطیع وفرمانبردار تھے وہ معاویہ اینڈ کمپنی کے توڑ کی سیاسی بصیرت بھی رکھتے تھے؟

راوی نے کہا ہے کہ قیس بڑے دانش مند اور محتاط شخص تھے۔ اُنہوں نے اس گاؤں والوں کو کہلا بھیجا کہ میں بیعت پر تمہیں مجبور نہیں کرتا۔ لہٰذا اُن سے اور مسلمہ بن مخلد انصاری سے اُنہوں نے صلح کر لی اور بلا کسی رکاوٹ کے مصر کے خراج کی وصولی میں مصروف ہو گئے۔ یہ بھی نوٹ کریں کہ قیس کے مصر آنے سے پہلے معاویہ نے عمرو بن العاص کو چند دیگر دانشوروں کے ساتھ مصر روانہ کیا تھا۔ کہ جس طرح ہو سکے محمد بن ابی حذیفہ کو شام لے کر آ جائے۔ عمرو عاص نے مصر کے پاس پہنچ کر محمد بن ابی حذیفہ کو پیغام بھیجا کہ میں معاویہ کی بیعت پر پشیمان ہوں۔ علیؑ ہر حیثیت سے اُس سے افضل واعلیٰ ہیں۔ لہٰذا میں معاویہ کی صحبت سے روگردان ہو کر ادھر آیا ہوں کہ تیرے ساتھ مل کر حضرت علیؑ کی امداد واعانت کریں پس بہتر ہے کہ تُو علیحدہ کسی جگہ مجھ سے خفیہ ملاقات کرے تاکہ ہر بات بالمشافہ طے ہو جائے۔ محمد بن ابی حذیفہ آخر ایک مومن تھا اس لئے عمرو بن العاص کے پھندے میں پھنس گیا۔ اور

آتے ہی قید کر لیا گیا۔شام پہنچا تو معاویہ نے طوق وزنجیر پہنا کر جیل میں ڈال دیا۔ چند روز بعد معاویہ کی بیوی نے جو محمد بن ابی حذیفہ کی رشتہ دار تھی کھانے میں سَوُھَن (آری یا Hacksaw) چھپا کر بھیج دیا محمد بیڑیاں وغیرہ کاٹ کر فرار ہو گیا مگر کسی محفوظ جگہ پہنچنے سے پہلے ہی مومن ہونے کی وجہ سے گرفتار ہو گیا۔اور شہادت حضرت علی علیہ السلام تک قید میں تھا۔ جنگ جمل کے دوران قیس بدستور گورنر تھے۔ جنگ جمل کی فتح کے بعد بھی وہ مصر کے گورنر تھے۔ جنگ صفین سے پہلے معاویہ نے قیس پر جال ڈالنے کی کوشش کی۔ دھمکیوں اور نصیحت سے لبریز خط لکھا اور وعدہ کیا کہ اگر قیس بیعت کر لے تو اُسے عراق عرب اور عراق عجم کی حکومت تا زیست دے دی جائیگی وغیرہ وغیرہ۔قیس نے اس خط کا جواب گول دیا تا کہ اُلٹا معاویہ پر اپنا جال ڈال دے۔مگر معاویہ بھی بڑے حضرت تھے اور جواب میں لکھا کہ:۔''اے قیس میں ایسی باتوں سے فریب میں آنے والا نہیں ہوں جو کچھ میں نے تجھ کو لکھا ہے اگر قبول و منظور ہے تو بہتر ہے میں نے بھی جو وعدے لکھے ہیں اُن کی ایفا کے لئے آمادہ ہوں ورنہ آگاہ رہ کہ میں ملک مصر کو سواروں اور پیادوں سے تجھ پر تنگ کر دوں گا۔'' جب قیس یہ سمجھ گئے کہ معاویہ کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا تو کُھل کر اپنا اعتقاد وارادہ لکھا کہ:۔

''تعجب ہے کہ تو مجھ کو ایسے شخص کی اطاعت سے نکلنے کو کہتا ہے کہ جو امر خلافت و امامت کے لئے تمام جہان سے افضل و اعلیٰ ہے اور سب سے زیادہ کلمہ حق کے قائل اور راہ راست کے ھادی اور سب کی نسبت حضرت رسولؐ خدا سے قرابتِ قریبہ رکھتے ہیں۔اور تُو اپنی اطاعت کی طرف بلاتا ہے۔ حالانکہ اطاعت کے معاملہ میں تُو سب سے زیادہ دُور اور محض گمراہی وضلالت میں مبتلا ہے۔ جو لوگ تیرے ساتھ ہیں وہ سب گمراہ ہیں اور خلقت کو گمراہ کرنے والے طاغوت وابلیس ہیں۔اور سواروں اور پیادوں سے مصر کو بھر دوں گا۔لہٰذا اس میں شک نہیں کہ اگر میں رکاوٹ ثابت نہ ہوں تو تو سب کچھ کرنے والا ہے۔ بہرحال اس خط سے معاویہ مایوس ہو گیا۔مگر چونکہ وہ قیس سے خوف زدہ تھا۔اس لئے اُس نے مصنوعی خطوط تیار کر کے اھل شام میں مشہور کر دیا کہ قیس نے میرے ساتھ صلح کر لی ہے اور اب وہ ہمارا آدمی ہے۔ یہی شہرت کوفہ تک پہنچی اور وہی بے بصیرت صحابی قیس کے خلاف حضرت علی علیہ السلام کے کان بھرنے لگے۔

<u>قیس کی تحریر سے فدا کاران مرتضوی کو سازش کرنے کا موقع مل ہی گیا</u>

''اتفاق سے اُن ہی ایام میں قیس رضی اللہ عنہ کا ایک خط پہنچا اُس میں اُنہوں نے مذکورہ بالا گاؤں کا یعنی عثمان کے طرفداروں کا ذکر کر دیا اور اُن کو ہموار کرنے کے لئے جو صلح کر رکھی تھی اُسے بھی بیان کر دیا۔قیس کو معلوم تھا کہ حضرت علیؑ بیعت نہ کرنے والوں پر جبر کے قائل نہیں ہیں اور مدینہ میں بڑے بڑے کئی صحابی ایسے تھے جنھوں نے بیعت نہیں کی تھی اور پُر امن زندگی گذار رہے تھے۔مگر یہاں یارانِ مرتضویؑ نے اس خط کو فتنہ پردازی کا ذریعہ بنالیا اور حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ آپؑ قیس کو لکھیں کہ وہ اُن گاؤں والوں سے بیعت لے۔ بیعت کا انکار کریں تو اُن سے جنگ کرے۔اِس کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ قیس پُر خلوص ہے یا معاویہ سے ساز باز رکھتا ہے۔اگر اُس نے آپؑ کے حکم کی تعمیل نہ کی تو معاویہ سے سازش ثابت ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت قیسؓ کو اپنی پسند کا خط لکھوا دیا گیا۔قیس اپنی دانشوری اور بصیرت کو ترک کرنے والے نہ تھے انہوں نے جواب میں لکھا کہ:۔''یا امیرؑ المومنین تعجب ہے کہ آپ مجھے اُن لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیتے ہیں جو خاموشی سے ایک طرف بیٹھے ہوئے ہیں اور فتنہ وفساد سے کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ مصلحت یہ ہے کہ حضورؑ اس معاملے میں میری (یعنی اپنی) رائے پر عمل کریں اور اُن کے حال سے تعرض نہ فرمائیں۔''

جب قیس کا یہ جواب کوفہ میں پہنچا تو عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ <u>''آپ قیس کو معزول کر کے محمد بن ابی بکر کو اُس کی جگہ مقرر فرمادیں۔قسم بخدا</u>

میں نے سُنا ہے کہ قیس کہتا ہے (اور ہم لکھ چکے ہیں۔ احسن) کہ اگر محمد بن مسلمہ کے قتل میں مجھکو ملک مصر و شام بھی ہاتھ آئے تو مجھ کو منظور نہیں ہے۔''

یہ عبداللہ بن جعفر اور محمد بن ابی بکر برادرانِ اخیافی تھے یعنی دونوں کی ماں یعنی اسما بنت عمیس ایک ہی تھی۔ اس لئے عبداللہ بن جعفر کی دلی آرزو تھی کہ اس کا بھائی محمد بن ابی بکر مصر کی سلطنت پر فائز ہو۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے قیس کی جگہ محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔

یارانِ بے بصیرت کی سازش پوشیدہ نہ رہ سکی، محمد باقر مجلسی

یہ ہو گیا۔ ہونا تھا۔ مگر علامہ محمد باقر مجلسی نے بحارالانوار میں یہ سب کچھ لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ میں نے بعض کتب میں دیکھا ہے کہ قیس کی معزولی حضرت امیر المومنین **کے ارادے اور اختیار سے عمل میں نہیں آئی تھی بلکہ اس امر میں بھی اصحاب نے غلبہ کیا اور مثلِ قضیہ تحکیم حضرت کو مجبور و مضطر کیا اور یہی اقرب بصواب معلوم ہوتا ہے۔** بہر حال ہم فدا کارانِ مرتضویؑ کی بے بصیرتی پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ تھے جنہوں نے سیاسی میدان میں حضور علیہ السلام کو ناکام کیا تھا۔

قیسؓ معزول ہونے کے بعد بھی فدا کار و جانثار و صاحب بصیرت رہتے رہے

حضرت قیس معزول ہو کر پہلے مدینہ گئے تاکہ وہاں کے لوگوں کو اپنی وفا پرستی کا یقین دلائیں۔ چنانچہ وہاں حسان بن ثابت طعنہ زنی کے لئے آئے اور کہا کہ تُو نے عثمان کو قتل کیا اور علیؑ نے تجھ سے حکومت چھین لی۔ وہ گناہ تیری گردن پر رہا اور فائدہ کچھ نہ ہوا۔ قیس نے اُسے جھڑک دیا اور کہا کہ اَے آنکھوں اور دل کے اندھے میرے سامنے سے دور ہو جا قسم بخدا اگر مجھ کو اپنے اور تیرے قبیلے کے اندر جنگ ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں اسی وقت تیری گردن مار دیتا۔ مروان بن حکم نے بھی اسی قسم کی باتیں کیں مگر قیس نے سب کو ڈانٹ دیا اور سہل بن حنیف انصاری کو ساتھ لے کر کوفہ میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دی اور مصر کے تمام حالات بیان کئے۔ حضرت نے تصدیق کی اور قیس اور سہل دونوں جنگ صفین میں حضورؑ کی رکاب کے تھامنے والے۔ قیس ایک قدآور اور شجاع اور آزمودہ کار سردار تھے۔ اور زندگی بھر حضرت علی اور اولادِ علی علیہم السلام کے وفادار و جان نثار رہے۔

محمد بن ابی بکر اور مصر میں اُن کی کارگردگی

محمد نے مصر میں ایک مہینہ بھی نہ گذارا تھا کہ عثمان کے خیر خواہوں کو بیعت کا نوٹس دے دیا کہ یا تو بیعت اختیار کرو ورنہ اس ملک سے نکل جاؤ۔ اُنہوں نے وہی پہلا جواب دیا کہ ہمیں کچھ دن اسی طرح رہنے دو ہم دیکھتے ہیں انجام کار کیا ہوتا ہے۔ محمد بن ابی بکر کی طرف سے اصرار تھا۔ اور اُدھر سے انکار ہو رہا تھا۔ کہ اسی دوران جنگ صفین پیش آ گئی۔ جنگ کے بعد گاؤں والوں نے محمد بن ابی بکر سے ڈرنا چھوڑ دیا اور جنگ کے لئے باہر نکل آئے اور محمد بن ابی بکر کی طرف سے جنگ کے لئے بھیجے ہوئے تین اشخاص کو مار ڈالا اور معاویہ بن خدیج نے کھل کر خون عثمان کے انتقام کی دعوت شروع کر دی۔ اب کوفہ کے ہمدردانِ مرتضوی کو یقین ہوا کہ مصر میں کوئی پختہ کار و تجربہ کار گورنر جانا چاہئے۔ دو اشخاص پر نظریں ٹھہرتی تھیں مالک اشتر اور قیس۔ حضرت قیس کو حضرت علی علیہ السلام تا اختتام مسئلہ تحکیم فوجوں پر متعین رکھنا چاہتے تھے۔ اور بعد ازاں انہیں حکومت آذربائجان کے لئے متعین کر رکھا تھا۔ لہذا حضورؑ نے مالک اشتر کو روانہ کیا تھا اور اس روانگی کی اطلاع معاویہ کو مل گئی تھی چنانچہ ہم نے مہمانی اور زہر خورانی کا حال لکھدیا ہے۔ مالک اشتر کے شہید ہو جانے کے بعد معاویہ نے عمرو بن العاص کو مصر پر حملے کے لئے روانہ کیا اور وہاں جنگ شروع ہوتی ہے۔ اور مصر کے فتح ہونے اور محمد بن ابی بکر کے شہید ہونے کا بیان

ہے،ہم حضرت علی علیہ السلام کی سوانح عمری سے چند جملے لکھ کر اس تشریح کو ختم کرتے ہیں لکھا گیا ہے کہ:۔

''یہاں مصر کا یہ حال ہے کہ عمرو بن العاص نے کنانہ کے قتل ہونے کے بعد محمد بن ابی بکر سے مقابلہ شروع کر دیا۔ جنگ چھڑی۔ محمد کے ساتھ والے (جو دو ہزار تھے) اُن کو چھوڑ کر چل دئے کوفہ سے ابھی تک مدد نہیں پہنچی تھی۔ دمشق کا لشکر پوری طاقت سے دباؤ ڈالتا ہوا چلا آرہا ہے۔ محمد کب تک اکیلے مقابلہ کریں خستہ اور زخم خوردہ ہو کر (بقول مورخین) راستہ کے ایک خرابہ میں (ایک غیر آباد مکان میں) دم لینے کو بیٹھ گئے۔ عمرو عاص نے اُن کی لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا۔ معاویہ بن خدیج محمد بن ابی بکر کی جستجو میں نکلا۔ راستے میں لوگوں سے پوچھتا جاتا تھا کہ ادھر سے کوئی گذرا ہے؟ ایک شخص نے کہہ دیا کہ ہاں اس خرابہ میں ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ محمد کو گرفتار کیا گیا یہ اس وقت بہت پیاسے ہیں اور بقول سبط ابن جوزی روزے سے ہیں۔ محمد بن ابی بکر کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر بھی عمرو عاص کے لشکر میں موجود ہیں انہوں نے کہا تجھے قسم ہے میرا بھائی یوں مجبوری اور بے بسی کے عالم میں قتل نہ کیا جائے۔ تم معاویہ بن خدیج کو پیغام بھیجو۔ معاویہ بن خدیج نے یہ سفارش منظور نہ کی۔ محمد بن ابی بکر نے پانی مانگا (یعنی روزہ دار ہونا غلط نکلا) معاویہ بن خدیج نے جواب دیا کہ اگر میں تمہیں ایک قطرہ بھی پانی پلادوں تو خدا مجھے کبھی سیراب نہ کریگا۔ تم لوگوں نے عثمان پر پانی بند کیا اور اُنکو پیاسا قتل کیا۔ ابوبکر کے بیٹے میں تم کو یُوں ہی پیاسا قتل کرونگا۔ اور خدا تمہیں حمیم اور غسلین سے جہنم میں سیراب کریگا۔ محمد بن ابی بکر نے کہا کہ اَے یہودی جولاھن کے بیٹے قیامت کا دن نہ تیرے قبضے میں ہے نہ عثمان کے۔ اُس دن کا مالک اللہ ہے جو اپنے دوستوں کو سیراب کرے گا۔ اور دشمنوں کو پیاسا رکھے گا اور دشمن خدا تُو ہے تیرے ساتھ والے ہیں اور جن کا تُو دوست اور جو تیرے دوست ہیں۔ خدا کی قسم اگر میری تلوار میرے قبضے میں ہوتی تو تُو مجھ پر اتنا قابو نہ پاسکتا۔'' وغیرہ وغیرہ

یہی حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:۔''اگر ھاشم بن عتبہ مصر کا گورنر ہوتا تو وہ **<u>میدان نہ چھوڑتا اور تلوار اُس کے ہاتھ میں ہوتی</u>**'' یعنی حضورؑ نے میدان چھوڑنے اور تلوار ہاتھ میں نہ رکھنے کی مذمت فرمائی ہے اب محمد بن ابی بکر خود بے تلوار ہونے پر پشیمان ہیں۔ بہر حال ہم بھی حضرت علی علیہ السلام کی پیروی میں محمد بن ابی بکر پر رحم کی دعا کرتے ہیں۔ یہ حوالہ کتاب ''نفسِ رسول جلد چہارم صفحہ 320 اصلاح کھجوہ) کا تھا۔

یہ بھی نوٹ کر لیں کہ اھل خلاف نے حضرت علی علیہ السلام کو سیاست سے (معاذ اللہ) جاھل لکھا ہے۔ حالانکہ اُن کے خطبات وخطوط سے ثابت ہے کہ معاویہ اور اُن کے بزرگ عمر بن خطاب تک سیاست کے میدان میں طفل مکتب تھے۔ اور اُنہیں اپنی تمام پالیسیوں میں حضرت علی علیہ السلام نے شکست دی۔ اُنہیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مختلف ومتضاد بحثوں میں اُلجھنے پر مجبور کر دیا۔ سینکڑوں فرقوں میں منتشر کر دیا۔ اُن کی تیار کردہ تاریخ کو بھی بکواس بنا دیا اور آخر اُن کی حکومت کو تباہ وبرباد کر دیا۔ اور آج اُن کا مذہب مذاق بن کر رہ گیا ہے۔ لیکن وہ تمام مقامات جن کو سامنے رکھ کر اھل خلاف نے حضرت علی علیہ السلام کو سیاست میں جاھل قرار دیا ہے وہ تمام مقامات حضرت علی علیہ السلام کے صحابہ اور ساتھیوں کی بے بصیرتی۔ نافرمانی۔ تنگ نظری اور اپنے امامؑ سے اختلاف کی وجہ سے وقوع میں آئے ہیں۔ اور یہ بات بھی حضرت علی علیہ السلام نے واضح کر دی ہے کہ اُن کے ساتھیوں کی حرکات کی بنا پر مخالفین نے کہی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضورؑ آخر ان لوگوں سے دل تنگ ہوئے اور اُن سے جُدائی کی دعائیں کرتے رہے۔ لہٰذا قارئین کو چاہئے کہ اپنی بصیرت میں ترقی کریں۔

(نمبر36) خط اِلٰی اَخِیۡهِ عَقِیۡلِ ابۡنِ اَبِیۡ طَالِبٍ فِیۡ ذِکۡرِ جَیۡشٍ اَنۡفَذَهٗ اِلٰی بَعۡضِ الۡاَعۡدَاءِ وَهُوَ جَوَابُ کِتَابٍ کَتَبَهٗ اِلَیۡهِ عَقِیۡلٌ:

اپنے بھائی عقیل ابن ابی طالبؑ کے جواب میں دشمن سے مقابلہ کرنے والی ایک فوج کا ذکر فرمایا ہے 2۔جس انداز سے عقیل نے قریش کا ذکر کیا ہے اُسے ناپسند کرتے ہوئے ایسے ذکر سے منع کیا ہے 3۔عقیل ان جنگوں سے مطمئن نہ تھے جو حضرت علی علیہ السلام نے قریش سے کیں 4۔عقیل کو چند ایسی آیتیں بتائی ہیں جو ساری دنیا کو معلوم تھیں 5۔عقیل کی بھائی سے لاتعلقی ثابت ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

فَسَرَّحۡتُ اِلَیۡهِ جَیۡشًا کَثِیۡفًا مِّنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ؛	1	میں نے اُس کی طرف ایک زبردست فوج مسلمانوں کی بھیجی تھی؛
فَلَمَّا بَلَغَهٗ ذٰلِکَ شَمَّرَ هَارِبًا وَنَکَصَ نَادِمًا ؛	2	جب اُسے اُس فوج کی خبر ملی تو اُس نے فرار کر جانا طے کرلیا اور نادم ہو کر پلٹ گیا؛
فَلَحِقُوۡهُ بِبَعۡضِ الطَّرِیۡقِ وَقَدۡ طَفَّلَتِ الشَّمۡسُ لِلۡاَیَابِ ؛	3	چنانچہ ہماری فوج ایک راستے سے سورج غروب ہونے سے پہلے ہی اُس کی فوج پر جا پڑی؛
فَاقۡتَتَلُوۡا شَیۡئًا کَلَا وَلَا ؛	4	اور وہاں آپس میں نہ ہونے کے برابر جنگ ہوئی؛
فَمَا کَانَ اِلَّا کَمَوۡقِفِ سَاعَةٍ حَتّٰی نَجَا جَرِیۡضًا بَعۡدَ مَا اُخِذَ مِنۡهُ بِالۡمُخَنَّقِ ؛	5	وہاں بھی وہ گھڑی بھر کے لئے جم کر لڑا ہوگا کہ آخر بھاگ کر جان بچا لے گیا اور یہ اس حالت میں کہ اس کی گردن ہماری فوج کے ہاتھ میں آنے والی ہی تھی؛
وَلَمۡ یَبۡقَ مِنۡهُ غَیۡرُ الرَّمَقِ فَلَاۡیًا بِلَاۡیٍ مَانَجَا ؛	6	اور جب کہ اس میں زندگی کی رمق کے علاوہ یا چند سانسوں کے سوا کچھ باقی نہ رہا تھا بہرحال جس طرح ہوسکا وہ بچ نکلا۔
فَدَعۡ عَنۡکَ قُرَیۡشًا وَّ تَرۡکَاضَهُمۡ فِی الضَّلَالِ وَتَجۡوَالَهُمۡ فِی الشِّقَاقِ وَجِمَاحَهُمۡ فِی التِّیۡهِ ؛	7	تم قریش کی بابت یہ راگ الاپنا بند کردو اس لئے کہ وہ گمراہی میں دوڑ (Race) لگانے اور سرکشی میں بڑھ جانے اور فرقہ واریت اور تباہی پھیلانے میں ہنر دکھا رہے ہیں؛
فَاِنَّهُمۡ قَدۡ اَجۡمَعُوۡا عَلٰی حَرۡبِیۡ کَاِجۡمَاعِهِمۡ عَلٰی حَرۡبِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَآلِهٖ ؛ قَبۡلِیۡ فَجَزَتۡ قُرَیۡشًا عَنِّی الۡجَوَازِیۡ ؛	8	حقیقت تو یہ ہے کہ انہوں نے میرے ساتھ جنگ جاری رکھنے میں اسی طرح کا اجماع کرلیا ہے۔جیسا اجماع انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے خلاف مجھ سے پہلے کیا تھا چنانچہ قریش کو میرے ساتھ بدسلوکی کرنے و جنگ کرنے کی سزا کا ملنا ہر طرح جائز ہے؛
فَقَدۡ قَطَعُوۡا رَحِمِیۡ ؛	9	بلاشبہ قریش نے میرے رحمی بزرگی کو میرے معاملے میں منقطع کردیا ہے؛
وَسَلَبُوۡنِیۡ سُلۡطَانَ ابۡنِ اُمِّیۡ ؛	10	اور میرے ماںؑ جائے کی حکومت مجھ سے علیحدہ کرلی ہے؛
وَاَمَّا مَاسَاَلۡتَ عَنۡهُ مِنۡ رَّاۡیِیۡ فِی الۡقِتَالِ ؛	11	اور رہ گیا تمہارا یہ سوال کرنا کہ میں قریش سے جہاد کو جائز رکھنے میں کیا رائے رکھتا ہوں؟
فَاِنَّ رَاۡیِیۡ قِتَالُ الۡمُحِلِّیۡنَ حَتّٰی اَلۡقَی اللّٰهَ ؛	12	تو سنو کہ آخری سانس تک میری رائے یہی رہے گی کہ حرام کو حلال کرنے والوں سے جہاد کرنا لازم ہے؛
لَایَزِیۡدُنِیۡ کَثۡرَةُ النَّاسِ حَوۡلِیۡ عِزَّةً ؛	13	مجھے اپنے چاروں طرف مددگار لوگوں کی کثرت دیکھ کر عزت اور ہمت کا احساس نہیں ہوتا۔

وَّلَاتَفَرُّقُهُمْ عَنِّیْ وَحْشَةً ؛	14	اور نہ ہی طرفداروں کے بکھر جانے سے مجھے کوئی گھبراہٹ وخطرہ محسوس ہوتا ہے؛
وَلَا تَحْسَبَنَّ ابْنَ اَبِیْکَ ؛ وَلَوْاَسْلَمَهُ النَّاسُ . مُتَضَرِّعًا مُتَخَشِّعًا ؛	15	اور دیکھوتم اپنے باپ کے بیٹے کے متعلق یہ حساب کبھی نہ لگا بیٹھنا کہ وہ کسی حالت میں بے ہمت وہراساں ہوسکتا ہے؛ یا کمزوری دکھا کر ذلت قبول کرلے گا؛
وَّلَامُقِرًّالِّلضَّیْمِ وَاهِنًا ؛	16	اور نہ ہی وہ انتقامی کاروائی میں سستی دکھا سکتا ہے؛
وَّلَاسَلِسَ الزِّمَامِ لِلْقَائِدِ ؛	17	اور نہ یہ کہ کسی لگام کھینچنے والے کے ہاتھ میں اپنی لگام پکڑا دے گا؛
وَلَا وَطِیَٔ الظَّهْرِ لِلرَّاکِبِ الْمُقْتَعِدِ ؛	18	اور نہ ہی وہ کسی سواری کرنے والے کیلئے سوار ہو جانے کیلئے اپنی کمر پیش کردے گا؛
وَلٰکِنَّهٗ کَمَا قَالَ اَخُوْ بَنِیْ سَلِیْمٍ :	19	بلکہ علیؑ تو ایسا ہے جیسا کہ قبیلہ بنی سلیم کے (عباس ابن مرداس سلمی) شاعر نے کہا تھا،
فَاِنْ تَسْاَلِیْنِیْ کَیْفَ اَنْتَ ؟	20	کہ چنانچہ اگرتم میرا حال اور مزاج دریافت کرنا چاہتی ہوتو سنوکہ:
فَاِنَّنِیْ صَبُوْرٌ عَلٰی رَیْبِ الزَّمَانِ صَلِیْبٌ ؛	21	’’میں زمانہ کے الٹ پھیر اور سختیوں کو جھیلنے کے لئے بہت مضبوط ہوں،
یَعِزُّ عَلَیَّ اَنْ تُرٰی بِیْ کَآبَةٌ ؛	22	مجھے ہرگز گوارا نہیں ہے کہ مجھ میں کسی کو غم واندوہ کی جھلک نظر آئے، اور
فَیَشْمَتَ عَادٍ اَوْیُسَآءُ حَبِیْبٌ ـ	23	اسطرح مجھے دیکھنے والے میرے دشمن خوشی منائیں اور میرے چاہنے والوں کو دکھ ہو‘‘

تشریح:۔ یہاں یہ خط حضرت عقیل علیہ السلام کو زیرِ تنقید لاتا ہے۔اور ہمیں ہر اُس شخص سے ہمدردی نہیں ہوسکتی جو کسی معصوم امامؑ کے خلاف عموماً اور حضرت علیؑ کے خلاف خصوصاً تصورات رکھتا ہوا ملے۔ہم جانتے ہیں کہ قریش نے اپنی تواریخ واحادیث میں کوشش کی ہے کہ آئمہ علیہ السلام میں اور دوستداران محمدؐ وآل محمد علیہم السلام میں نظریاتی اور مذہبی اختلاف دکھایا جائے۔چنانچہ ایسے تمام اختلافات کوالزامات اور تہمتیں کہہ کررد کردیتے ہیں۔لیکن جہاں خود معصومؑ بیانات اور الفاظ میں اختلاف دکھایا جائے وہاں ہم مذمت کے سوا اور کوئی راہ اختیار نہیں کرسکتے۔چنانچہ یہ خط (36) جناب عقیل کیلئے کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں کہتا کہ ہم اُن کی طرفداری کی راہ نکال سکیں پورا خط کسی نہ کسی طرح اُنکی مذمت کرتا ہے۔ہمیں معلوم ہے جناب عقیل معصوم نہیں ہیں۔مگر حقیقی بھائی ہوتے ہوئے کم ازکم انہیں ایسا تو ہونا چاہئے جیسے ہم ہیں۔لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے متعلق عقائد میں تقریباً قریش کی صف میں کھڑے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام پر وہی اعتراضات کررہے ہیں جو قریش کرتے تھے۔اُنہیں عہد رسولؐ کی تعلیمات نے اتنا بھی سبق نہ دیا کہ وہ قریش کے مقابلے میں حضرت علی علیہ السلام کو حق بجانب سمجھتے۔وہ کُھل کر حضرت علی علیہ السلام کے جنگ کرنے پر معترض ہیں اور قریش کے جنگ کرنے پر حضرت علی علیہ السلام کی رائے اور دلیل طلب کرتے ہیں۔اُنکو خود معلوم نہیں ہے کہ انہیں بتانا پڑتا ہے کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی حکومت غصب کی ہے۔اور حضرت علی علیہ السلام کی وہ منزلت ختم کردی ہے جو اللہ نے انہیں مہاجروں اور انصار اور تمام مومنین پر رحمی رشتے کی بنا پر عطا کی تھی (احزاب 33/6)۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عقیل کو وہ آیات معلوم ہی نہیں ہیں جو حضرت علیؑ کی شان میں اور قریش کی مذمت میں نازل ہوئی تھیں۔اسی لئے انہیں قریش کی گمراہی پر مطلع کرنا پڑا ہے اور قریش کے حق میں بیانات دینے سے منع کیا ہے۔حد ہوگئی کہ عقیل کو یہ بھی بتانا پڑا ہے کہ قریش نے رسولؐ کے خلاف جنگی محاذ بنایا تھا۔عقیل حضرت علی علیہ السلام کی عادات واطوار واخلاق سے بھی ناواقف اور کورے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ عقیل کہیں دوستداروں اور فداکاروں میں نظر نہیں آتے اور یہی چیز یقین دلاتی ہے کہ عقیل معاویہ سے دولت دنیا لینے کیلئے پہنچے ہوں گے۔اُنکی لاتعلقی پر حضرت علی علیہ السلام کا وہ شعر عین گواہ ہے جو بنوسلیم کے شاعر عباس کی طرف لکھا گیا ہے۔عقیل میں وہ تمام صفات غائب ہیں جو بھائی ہونے کیلئے ضروری ہیں۔

(نمبر37) خط الٰی مُعَاوِیَةَ: معاویہ کے نام

عثمان کو بے یارومددگار چھوڑنے اور عثمان کی آڑ میں خود اپنے اقتدار کی راہ نکالنے پر طنز فرمایا ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ O

فَسُبۡحَانَ اللّٰهِ !! مَااَشَدَّ لُزُوۡمَکَ لِلۡاَ هُوَاءِ الۡمُبۡتَدَعَةِ ؛	1	اِس حرکت پر سبحان اللہ کہنا ہی کافی ہے کہ تم نے کتنی شدت کے ساتھ خود ساختہ مصلحتوں کو اپنے اوپر لازم وواجب کرلیا ہے؛
وَالۡحَيۡرَةِ الۡمُتۡعِبَةِ مَعَ تَضۡيِيۡعِ الۡحَقَائِقِ ؛	2	اور حقائق کو تباہ کرنیکے ساتھ ساتھ تم کس بری طرح اپنی حیرانیوں میں اُلجھے ہوئے ہو؛
وَاطِّرَاحِ الۡوَثَائِقِ ، الَّتِيۡ هِيَ لِلّٰهِ طِلۡبَةٌ ؛	3	اور تم نے اُن قابل اعتماد دلائل کو اُٹھا کر الگ رکھ دیا ہے جو کہ اللہ کو مطلوب ہیں؛
وَعَلٰى عِبَادِهٖ حُجَّةٌ .	4	اور اُس کے بندوں پر حجت ہیں۔
فَاَمَّا اِکۡثَارُکَ الۡحِجَاجَ فِيۡ عُثۡمَانَ وَقَتَلَتِهٖ ؛	5	رہ گیا تمہارا عثمان کے اور اس کے قاتلوں کے سلسلے میں حجتوں کا کثرت سے پیش کرنا؛
فَاِنَّکَ اِنَّمَا نَصَرۡتَ عُثۡمَانَ حَيۡثُ کَانَ النَّصۡرُلَکَ	6	تو اس کی حقیقت اتنی سی ہے کہ تم نے عثمان کی نصرت کی آڑ میں خود اپنی نصرت کی ہے؛
وَخَذَلۡتَهٗ حَيۡثُ کَانَ النَّصۡرُلَهٗ . وَالسَّلَامُ ۔	7	اور جب عثمان کو مدد کی ضرورت تھی تو تم نے اُسے بے یارومددگار چھوڑ دیا تھا۔

تشریح:۔ اِس خط کو اگر آپ غور سے پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت علی علیہ السلام معاویہ کو اُس کی سیاسی بصیرت اور چالاک انتظام پر داد دے رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ میرے سوا تیرے اقدامات اور پالیسی کو اور کوئی نہیں سمجھتا۔ اور معاویہ بھی جانتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نہ صرف معاویہ کے سارے گورکھ دھندے کو سمجھتے ہیں بلکہ اُس کی تمام چالاکیوں اور فریب سازیوں کا ثبوت بھی رکھتے ہیں۔ بہرحال معاویہ کی جھوٹی اور فریب کارانہ اختراعات پر سبحان اللہ ہے یعنی داد دیئے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔ اور وہ اختراعات اور ایجادات یا بدعتیں یہ ہیں کہ اُس نے ایک نتیجہ کو کئی ایک جھوٹی فروعات پر محمول کر لیا ہے۔ یعنی چونکہ حضرت علی علیہ السلام خلیفہ ہوگئے لہٰذا پہلے خلیفہ کو انہوں نے قتل کرایا تھا۔ اُن کا خلیفہ بن جانا گویا ثبوت ہے عثمان کو راہ سے ہٹانے کا۔ یعنی وہ سب کچھ جو مدینہ کے صحابہ اور بیرون جات کے مسلمانوں نے کیا اُس کی تحریکات حضرت علیؑ نے فراہم کیں یا پیدا کیں اور اس کا ثبوت ہے حضرت علی علیہ السلام کا بے پناہ دانشور اور منصوبہ ساز ہونا۔ اُن پر کسی کا شک وشبہ نہ ہونے کا ثبوت ہے حضرت علیؑ کا محترم اور پارسا ہونا۔ اور تمام بلوائیوں اور قتل میں شریک ہونے والوں کا علیؑ کی پناہ اور طرفداری میں رہنا ثبوت ہے علیؑ کے قاتلانِ عثمان کے سرپرست ہونے کا۔ اور قاتلوں کو سپرد نہ کرنا ثبوت ہے عثمان کو قتل کرانے کی سازش کا۔ یُوں معاویہ نے جو جال بُنا تھا وہ حضرت علی علیہ السلام کے سوا کسی اور کے سائز کا نہ تھا۔ پھر بعض صحابہ کا بیعت نہ کرنا ثبوت ہے علیؑ کی خلافت کے مشکوک ہونے کا اور بعض صحابہ اور حضرت عائشہ کا تلوار بکف میدان میں آنا ثبوت ہے دبے دبائے خلافت کی بیعت کرنے کا۔ اور علیؑ کے بہائے ہوئے دھارے میں بہہ جانے کا۔ یہ سب کچھ معاویہ نے اس خوبصورتی سے ایجاد کیا تھا کہ لاکھوں مسلمانوں نے اپنی جان دے دی اور معاویہ کو سچا سمجھا۔ کٹی ہوئی حضرت نائلہ کی انگلیاں خون سے رنگین قمیض اور پیسے کے بدلے میں ماتم کرنے والے حضرت علیؑ کے خلاف غیظ وغضب کو بھڑکانے اور تازہ رکھنے میں مددگار۔ جھوٹی قسمیں کھا کر شہادتیں دینے والے ہر طرف موجود۔ فوجوں کو تنخواہ اور وظائف کی ضرورت سرداروں کو مختلف عہدوں کے وعدوں کو پورا کرنے کی آس۔ یہ سامان تھا جسے ایک ہی جملے میں بلکہ دو ہی الفاظ ''لِلۡاَهۡوَاءِ الۡمُبۡتَدَعَةِ'' میں سمو کر رکھ دیا ہے۔ پھر معاویہ کی

بڑی ضرورت تو یہ ہے کہ وہ حضرت علیؑ سے تینوں خلفاء اور قریش والی حکومت وخلافت واپس لے مگر اس کی سب سے چھوٹی ضرورت تھی مصر کی گورنری پر بحال رہنا اور معزولی کے حکم کو تبدیل یا کینسل کرانا۔ اُس نے چھوٹی ضرورت کو عثمان کے انتظام کا دعویٰ کرتے ہی پورا کرلیا اور شام کی افرادی ومالی قوت کو قاتلین عثمان کو طاقت کے ذریعہ حاصل کرنے میں استعمال کرنا جائز قرار دیا۔ جنگ ہوئی تو جنگ کو قرآنی فیصلے کا بہانہ بنادیا۔ اور ثالثین سے علیؑ کی معزولی کا جُملہ کہلوادیا۔ یوں خلافت واپس آگئی اور اُسے مستحکم کرنے کے لئے مرتضویؑ قوت کو انتشار واختلاف کی بھٹی میں جھونک دیا۔ خارجی پیدا کر کے علیؑ کے فداکاروں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ اور خارجیوں ہی سے حضرت علیؑ کو موت کے گھاٹ اُتروادیا۔ اور حضرت امام حسن علیہ السلام سے صلح کر کے خلافت کا دروازہ خاندانِ رسولؐ پر بند کردیا۔ اور یوں اھلسنت والجماعت کی پشت پناہی سے کاروبار حکومت چلانے لگا۔

معاویہ نے حضرت عثمان کی مدد کیوں نہ کی اور حضرت عثمان کی مدد کے بجائے اپنی مدد کرتا اور کامیاب ہوتا رہا

یہ ایک بڑے مزے کا سوال ہے اور اس کا جواب اس سوال سے بھی زیادہ لذیذ تر ہے۔ یہ آپ دیکھتے رہے ہیں کہ معاویہ چھوٹی چھوٹی اسکیمیں نہ بناتا تھا وہ روز کی مدد پہنچانے کا قائل نہ تھا۔ وہ مدد کا جھگڑا ہی ختم کردینا چاہتا تھا مگر اس میں حضرت عثمان کو انتقال اقتدار کی بُو آگئی۔

حضرت عثمان نے معاویہ کی دو تجویزیں ٹھکرا کر یہ ثبوت دے دیا تھا کہ حضرت عثمان حضرت عمر کی پالیسی کے خلاف جانا چاہتا ہے معاویہ مجبور ہو گیا

قارئین نے پہلے بھی کہیں پڑھا ہے اب دوبارہ سنئے کہ جب معاویہ عثمان سے آخری بار ملا ہے تو مدینہ اور گردونواح کے لوگ عثمان کیخلاف کھلی کارروائیاں کررہے تھے اور حضرت عثمان کو اُسوقت بھی مدد کی ضرورت تھی لہٰذا معاویہ نے تجویز کیا کہ شام سے ایک زبردست فوج ایک سخت کار سردار کی ماتحتی میں مدینہ بھیج دے اس فوج اور سردار کی موجودگی میں کسی مدد کی ضرورت ہی نہ پڑیگی۔ حضرت عثمان نے خیال ہی خیال میں خود کو فوج اور سردار کے ہاتھوں میں بے دست وپا دیکھا اور تجویز ماننے سے انکار کردیا۔ معاویہ نے دوسری تجویز یہ کی کہ حضرت عثمان مدینہ چھوڑ کر شام چلیں وہاں یہ مدینہ کے سازشی لوگ اثر انداز نہ ہوسکیں گے۔ اس تجویز میں حضرت عثمان نے خود کو ایک کٹھ پتلی حکمران دیکھا اور انکار کردیا یہ دونوں تجویزیں دراصل معاویہ کیطرف انتقال اقتدار کا پتا دیتی تھیں اور ہزاروں دقتوں اور مصائب سے بچانے والی تھیں۔ مگر حضرت عثمان نے ٹھکرادیں۔ اب بتائیے کہ معاویہ آئندہ کیوں اور کیا مدد کرے؟ آپ کو یاد ہوگا کہ حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کے جواب میں لکھا تھا کہ بتاؤ ہم دونوں میں سے کون شخص عثمان کا ہمدرد تھا؟ میں نے مدد کا وعدہ کیا اور حضرت عثمان نے مدد کرنے سے روک دیا۔ تو نے مدد کا وعدہ کیا اور مدد طلب کرنے پر مدد نہ کی (خط) معاویہ حضرت علی علیہ السلام (کو) مندرجہ بالا دو تجویزوں والا جواب دے سکتا تھا اور حضورؑ نے غالباً یہ مدد کا قصہ لکھ کر معاویہ سے وہی جواب چاہا تھا۔ مگر واقعہ کے مشہور ہونے کے باوجود معاویہ نے وہ جواب نہ دیا۔ اسلئے کہ اُس جواب سے حضرات ابوبکر وعمر اور معاویہ کی پالیسی کھل جاتی اور معاویہ پر انتقال اقتدار کی کوشش کا جرم ثابت ہوجاتا ہے۔

معاویہ نے تمام قریشی لیڈروں کے سروں میں یہ انتقال اقتدار کی اسکیم پہنچادی تھی لہٰذا حضرت عثمان کی مدد سے یہ اسکیم کمزور ہوجاتی

اور اب بھی لیڈر حضرات جانتے ہیں کہ اگر حضرت عثمان قتل ہوجائے اور خلافت علیؑ کو پہنچ جائے تو انتقال اقتدار کی راہ نکل جائے گی۔ لہٰذا سب نے مل کر کوشش کی تھی۔ اس راز کو جناب ڈاکٹر طٰہٰ حسین لاشعوری طور پر کھول دیتے ہیں۔ وہ یہ عنوان قائم کرتے ہیں کہ:۔ ''**ایک جواب طلب سوال**'' اس عنوان کی ذیل میں ڈاکٹر صاحب بڑے مزے کے سوالات کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ آپ ہمارے قلم سے کہیں پہلے پڑھ چکے اب دوبارہ سنئے لکھا ہے کہ:۔

۔''اس مقام پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کا قدماء نے کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ بلکہ اکثر بزرگوں نے تو اس کا جواب دینے کی کوشش ہی نہیں کی ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہمیں اس سوال کا کوئی جواب تلاش کرنا ہی پڑے گا۔ سوال یہ ہے کہ **حضرت عثمان کے عُمّال نے اُن کو مدد دینے میں کس طرح**

اور کیوں اتنی تاخیر اور سستی روا رکھی کہ باغی حضرت عثمان کا دیر تک محاصرہ کئے رہنے اور آخر کار اُن کو قتل کر دینے میں کامیاب ہو گئے؟ کہا جاتا ہے کہ محاصرہ مسلسل چالیس دن تک جاری رہا۔ یہ صحیح ہے کہ ذرائع نقل و حمل آسان اور قریب نہ تھے۔ لیکن دوسری طرف ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خبریں حیرت انگیز سرعت کے ساتھ صوبہ جات میں پہنچ رہی تھیں۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (والی مصر) کو علم تھا کہ مصری حضرت عثمان کے خلاف غم و غصہ کے جذبات لئے ہوئے گئے ہیں۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اُنہوں نے امیر معاویہ کو اس امر کی اطلاع بھی دی تھی۔ اِسی طرح انہوں نے خود حضرت عثمان کو بھی خط کے ذریعہ اس صورت حال سے مطلع کر دیا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے بھی اھل کوفہ کو مدینہ کا رُخ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ بھی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی طرح جانے والوں کے مقصد اور ارادہ سے آگاہ تھے۔ یہی صورت بصرہ میں عبداللہ بن عامر کی تھی۔ پھر آخر کیا سبب ہے کہ اتنی خبر ہونے کے باوجود یہ عمال خلیفہ کی امداد پر بسرعت تمام کمر بستہ نہ ہو سکے؟ پھر ان عمال کو کیا ہو گیا تھا کہ وہ حضرت عثمان کی طرف سے امداد کے مطالبہ پر مشتمل خطوط ملنے کے بعد بھی تیزی سے مدینہ نہ پہنچے؟ آخر ان لوگوں نے کیوں اتنی دیر لگائی اور تساھل برتا کہ ان کو مدد پہنچنے سے قبل ہی شر واقع ہو گیا اور امام قتل کر دئے گئے؟ پھر ان سب امور سے بڑھ چڑھ کر یہ کہ حضرت عثمان نے اپنے عمال کو پابند کر رکھا تھا کہ وہ حج کے دنوں میں اُن سے ضرور ملا کریں۔ آخر کیا سبب ہے کہ اُن کے عمال اس سال اپنے اپنے صوبوں میں رہے اور حج پر نہ گئے۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان نے محصور ہونے کی وجہ سے مجبوراً حضرت عبداللہ بن عباس کو حج کی قیادت پر مقرر کیا۔ ان سب سے بھی زیادہ حیرت انگیز و تعجب خیز بات یہ ہے مورخین کے مطابق حضرت ابن عباس حضرت عثمان کی طرف سے حاجیوں کے نام ایک چٹھی لے گئے تھے جس میں انہوں نے اپنا قضیہ پیش کیا تھا اور اپنا بے قصور ہونا ثابت کیا تھا۔ مورخین کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے یہ چٹھی حج کے موقع پر لوگوں کو پڑھ کر سنائی۔ یہ خط جس کا مکمل متن طبری نے بیان کیا ہے کس طرح لوگوں نے سُن لیا اور اُن کے کانوں پر جُوں تک نہ رینگی سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور کوئی بھی خلیفہ کی مدد پر کمر بستہ نہ ہوا۔ اور کوئی گروہ بھی مدینہ کے حادثات کا مشاہدہ کرنے کے لئے وہاں نہ پہنچا؟ یہ کیسے ہو گیا کہ حضرت عثمان کا عاملِ مکہ خاموشی، بے حسی اور اطمینان سے اِس خط کو پی گیا۔ اور اُس نے لوگوں کو خلیفہ کی امداد پر برانگیختہ نہ کیا۔؟ اگر وہ اھل مکہ ہی کو جوش دلا کر بھیج دیتا اور وہاں کے صحرا نشینوں کا ایک لشکر جمع کر لیتا تو یقیناً یہ فوج باغیوں کو اُس وقت تک مشغول کئے رہتی جب تک صوبہ جات سے باقاعدہ فوجی کمک پہنچ جاتی۔ کیا سبب ہے کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہ ہوئی؟ کیا وجہ ہے کہ کسی عامل نے بھی حرکت نہ کی؟ کیا سبب ہے کہ حاجی بھی خلیفہ کی امداد پر آمادہ نہ ہوئے؟ کیا اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ تمام اُمت نے متفقہ طور پر اس خلیفہ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا؟ رعیّت تھک گئی تھی۔ عمال اپنے دلوں میں کچھ اغراض چھپانے کی وجہ سے کاہلی اور سستی کر رہے تھے؟ ان میں سے ہر ایک کو اپنی پڑی ہوئی تھی؟ اور اُنہوں نے خلیفہ کو مدینہ والوں کے سپرد کر دیا تھا کہ وہ جو کچھ اُن کے ساتھ کرنا چاہیں کر دیں؟ یا حضرت عثمان جو کچھ اُن کے ساتھ کر سکیں کر لیں۔؟ آپ دیکھ چکے ہیں کہ خود اہل مدینہ کی اکثریت باغیوں کے ساتھ شامل تھی۔ مدینہ میں صحابۂ کرام کی ایک مختصر جماعت ایسی بھی تھی جس نے عملاً تو حضرت عثمان کا ساتھ چھوڑ رکھا تھا لیکن زبانی وہ اِس صورت حال پر اپنے غم و غصہ کا اظہار کرتی تھی۔ اگر اصحاب رسولؐ کی یہ جماعت ہی باغیوں کے مقابلے میں کھڑی ہو جاتی اور اُن کی اُمیدیں خاک میں ملا دیتی تو یہ باغی لوگ بے نیل و مرام واپس ہو جاتے ۔ جیسا کہ بعض قدیم مورخین کی رائے ہے۔ اِن چیزوں کے پیش نظر حضرت عثمان کا وہ قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ لوگ میری درازی عمر کو لامتناہی سمجھ کر مجھ سے دل برداشتہ ہو گئے ہیں۔" مگر غالباً لوگوں کے لئے صرف اُن کی درازی عمر ہی ایک اُکتا دینے والا مسئلہ نہ تھا۔ بلکہ وہ اس سیاست کے لامتناہی سلسلے سے دل برداشتہ ہو گئے تھے جو اُنہیں عہد فاروقی کی سیاست سے مختلف معلوم ہو رہی تھی اور جو اُن کی دیکھی بھالی قیصر و کسریٰ کی ملوکیت سے بھی الگ کوئی سیاست نظر آتی تھی۔ اُنہیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اِن دونوں سیاستوں

کے بین بین کوئی سیاست ہے۔'' (فتنۃ الکبریٰ۔ صفحہ 486 تا 489)

ہماری نظر میں طٰہٰ حسین نے مذہبی عقیدت کی بنا پر دوٹوک صحیح جواب نہیں دیا

صحیح جواب وہی ہے جو ہم لکھ چکے ہیں کہ ''معاویہ کی انتقال اقتدار کی پالیسی پر تمام قریشی لیڈر متفق ہو گئے تھے۔'' اس لئے حضرت عثمان کو قتل سے بچانے کی کوشش کرنا غلط تھا۔ اس لئے کہ قریش و حضرت ابوبکر و عمر کی قائم کردہ خلافت کو اُن کے پسندیدہ مقام پر لانے کے لئے پہلا اور صحیح قدم عثمان کو راہ سے ہٹانا تھا۔ اور دوسرا قدم علیؑ کو خلافت دے کر واپس لینا تھا۔ لہٰذا تمام عمال اور دیگر تمام بابصیرت لیڈروں نے عثمان کی جان بوجھ کر مدد نہ کی۔ اور جو کچھ کیا وہ سب انتقال اقتدار کے لئے ضروری و لازم تھا۔ اس کے علاوہ اور تمام جوابات نامکمل اور غلط ہیں۔ یُوں قریشی لیڈروں نے علیؑ کو اُن کا حق واپس دے دیا مگر سنبھال نہ سکنے کی بنا پر واپس لے لیا۔

(نمبر 38) خط — اِلٰی اَھْلِ مِصْرَ لَمَّا وَلّٰی عَلَیْھِمُ الْاَشْتَرَ

اہل مصر کے نام جب کہ اُن پر مالکؒ اشتر کو حاکم بنا کر بھیجا تھا

1۔ اللہ کی نافرمانی کرنیوالوں پر غضبناک ہونا قابل مدح وثنا ہے 2۔ مالکؒ اشتر کو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (سیف اللہ) فرمایا ہے

3۔ خطرات میں جاگنا، خوف سے ہراساں نہ ہونا، بے مہار لوگوں کے لئے شعلہ وَر آگ کا کام کرنا (مالکؒ اشتر کی صفات)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ O

مِنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيۡرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ؛	1	اللہ کے بندے علیؑ امیر المومنین کی طرف سے خط لکھا گیا؛
اِلَى الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ غَضِبُوۡا لِلّٰهِ حِيۡنَ عُصِيَ فِيۡ اَرۡضِهٖ ؛	2	اُس قوم کی طرف جو اللہ کے لئے اس وقت مجرموں پر غصہ ہوئی جب کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی نافرمانی کی جارہی تھی؛
وَذُهِبَ بِحَقِّهٖ ؛	3	اور اللہ کے حقوق کو اپنے لئے لوٹا جارہا تھا؛
فَضَرَبَ الۡجَوۡرُ سُرَادِقَهٗ ؛	4	چنانچہ جبر اور ظلم نے اپنے شامیانے تان لئے تھے؛
عَلَى الۡبَرِّ وَالۡفَاجِرِ ؛	5	ہر اچھا اور بُرا شخص اُن کی لپیٹ میں آچکا تھا؛
وَالۡمُقِيۡمِ وَالظَّاعِنِ ؛	6	تمام مقیم و مسافر اس ظلم و جبر کے شکار تھے؛
فَلَا مَعۡرُوۡفٌ يُسۡتَرَاحُ اِلَيۡهِ ؛	7	چنانچہ اُس دور میں عالمی بھلائیوں کا نام و نشان نہ تھا کہ جسے دیکھ کر راحت ملتی؛
وَلَا مُنۡكَرٌ يُتَنَاهٰى عَنۡهُ ؛	8	اور نہ ہی کوئی برائی اور بدکاری ایسی تھی جس سے بچ کر نکلنا آسان ہوتا۔
اَمَّا بَعۡدُ فَقَدۡ بَعَثۡتُ اِلَيۡكُمۡ عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِ اللّٰهِ ؛	9	بعد از حمد و ثنائے خدا و رسولؐ واضح ہو کہ میں نے اللہ کے بندوں میں سے ایک ایسا بندہ تمہاری طرف حکمراں بنا کر بھیجا ہے جو،
لَا يَنَامُ اَيَّامَ الۡخَوۡفِ ؛	10	خوف و خطرات کے عالم میں سوتا نہیں مستعد رہتا ہے؛
وَلَا يَنۡكُلُ عَنِ الۡاَعۡدَاءِ سَاعَاتِ الرَّوۡعِ ؛	11	اور نہ ہی دشمنوں کے نرغہ اور دہشت ناک حالات میں ہراساں ہوتا ہے؛

اَشَدَّ عَلَى الْفُجَّارِ مِنْ حَرِيْقِ النَّارِ ؛	12	بے لگام اور لاقانون لوگوں کیلئے سزا دینے میں شعلہ ور آگ سے زیادہ شدید ہے؛
وَهُوَ مَالِكُ ابْنُ الْحَارِثِ اَخُوْ مُذْحِجٍ ؛	13	اور اُس کا نام مالک ابن حارث ہے جو قبیلہ مذحج سے ہیں؛
فَاسْمَعُوْا لَهُ وَاَطِيْعُوْا اَمْرَهُ فِيْمَا طَابَقَ الْحَقَّ ؛	14	چنانچہ تم ادب اور غور سے اُن کی ہر بات سنو اور اُن تمام ہی احکام کی اطاعت کرو جو حق کے مطابق ہوں۔
فَاِنَّهُ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ ،	15	وہ بلاشبہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک ایسی تلوار ہیں،
لَا كَلِيْلَ الظُّبَةِ ،	16	جس کی نہ تو دھار کند ہوتی ہے اور
وَلَا نَابِى الضَّرِيْبَةِ؛	17	نہ ہی اس کا وار خالی جاتا ہے؛
فَاِنْ اَمَرَكُمْ اَنْ تَنْفِرُوْا فَانْفِرُوْا؛	18	چنانچہ اگر وہ تمہیں جہاد کے لئے کوچ کرنے کا حکم دے تو تم کوچ کرنا؛
وَاِنْ اَمَرَكُمْ اَنْ تُقِيْمُوْا فَاَقِيْمُوْا ؛	19	اور اگر ٹھہرنے اور قیام کرنے کا حکم دے تو تم ٹھہر جانا اور قیام کرنا؛
فَاِنَّهُ لَا يُقْدِمُ وَلَا يُحْجِمُ ؛	20	یقیناً وہ نہ از خود آگے بڑھیں گے اور نہ بڑھائیں گے اور نہ ہی پیچھے ہٹیں گے؛
وَلَا يُؤَخِّرُ وَلَا يُقَدِّمُ ؛ اِلَّا عَنْ اَمْرِىْ ؛	21	اور نہ وہ از خود کسی کام میں تاخیر کریں گے اور نہ عجلت میں پیش قدمی کریں گے جب تک انہیں میرا حکم نہ ہو وہ اقدام نہیں کرتے؛
وَقَدْ اٰثَرْتُكُمْ بِهٖ عَلٰى نَفْسِىْ لِنَصِيْحَتِهٖ لَكُمْ ؛	22	میں نے اُن کے معاملے میں تمہیں اپنے اوپر ترجیح دی ہے تاکہ وہ،
وَشِدَّةِ شَكِيْمَتِهٖ عَلٰى عَدُوِّكُمْ ۔	23	تمہاری خیر خواہی کریں اور تمہارے دشمنوں کو سختی سے پکڑیں۔

تشریح:۔ یہاں سب سے پہلے حضرت ابوبکر کو یاد کریں کہ اُس نے خالد بن ولید کو ایسی حالت میں سیف اللہ قرار دیا تھا جب کہ اُس نے جنسی دباؤ سے متاثر ہو کر مالک بن نویرہ کو قتل کیا اور اُسی روز اس کی زوجہ سے زنا کیا تھا۔ خالد کا یہ زنا اور مسلمان کا قتل اُسے موت کی سزا کا حقدار بناتا تھا اور حضرت عمر بن الخطاب نے چاہا تھا کہ خالد پر حدِ شرعی جاری کرائے۔ مگر ابوبکر نے اُسے سیف اللہ قرار دے کر اُس قتل و زنا کو اللہ کا فضل قرار دے دیا یعنی اللہ نے خالد کو ایسے حالات سے دوچار کر دیا کہ اُس سے قتل و زنا سرزد ہو گئے۔ چونکہ وہ خلیفۂ وقت کی تائید میں کام کر رہا تھا لہٰذا اُسے ان جرائم کی سزا نہیں دی جا سکتی۔ یعنی سیف اللہ جو چاہے کرے اُسی طرح جائز ہے جیسے اللہ جو چاہے کرے کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ یہی عقیدہ ہے علمائے قریش کا اسی پر مسئلہ تقدیر کو پورا اتارا ہے۔ مگر حضرت علی علیہ السلام جناب مالک اشتر کو سیف اللہ فرما رہے ہیں اور اُن کی اطاعت کو "**فِيْمَا طَابَقَ الْحَقَّ**" حق کے مطابق ہونے کا پابند فرما رہے ہیں یعنی اللہ کی تلوار ہمیشہ حق کی تائید میں کام کرے گی۔ ساتھ ہی حضرت مالک رضی اللہ عنہ کو لازوال صفات بیان کرتے ہوئے رعایا کو خود بخود یہ تنبیہ ہو جاتی ہے کہ مالک کا حکم نہ ٹالا جائے گا نہ خلاف ورزی کی جائے گی۔ ورنہ اُن کی حق پرستی کی شدت کا شکار ہونا پڑے گا۔ یعنی اِدھر مالک اشترؓ کی صفات سے رعایا کے دل میں محبت و ہمدردی پیدا ہو گی اور اُدھر غلط کاری سے ڈرنے لگیں گے۔ یہ محبت و خوف ہی حکمران کو کامیاب بناتا ہے۔

آپ نے نوٹ کیا ہو گا کہ پچھلے خط (37) میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے عثمان کو گھیرنے والوں اور قتل کرنے والوں کو بار بار باغی لکھا ہے اور قریش کے تمام علماء انہیں لکھتے چلے آئے ہیں۔ مگر حضرت علی علیہ السلام اُن لوگوں کو ایسی قوم فرماتے ہیں جو اللہ کی نافرمانی کرنے والوں اور اللہ کے حقوق لوٹنے والوں پر غضبناک ہوئی تھی اور عثمان اور عثمانی گورنروں اور اہل کاروں کو ایسا مجرم قرار دیا ہے جنہوں نے ظلم و جبر کو عام کر دیا تھا۔ اور نیکی اور بھلائی کا کہیں نشان نہ

چھوڑا تھا۔لہٰذا مصر کے لوگ اگر باغی تھے تو اللہ ورسولؐ کے باغیوں سے باغی تھے اور حق پر تھے۔ویسے عام بیانات میں عثمان کے پیرو اور طرفدار بھی مانتے ہیں کہ عثمان کے گورنر لوگوں پر ظلم وزیاتیاں کررہے تھے اور لوگ فریادی بن کر مدینہ میں آئے تھے اور عثمان نے اپنا اور اپنے عمال کا قصور مانا ہے۔توبہ کی ہے۔اصلاح کے وعدے کئے ہیں ایسے اقراری بیانات سے تاریخ بھری پڑی ہے مگر حسنِ عقیدت کی بنا پر عثمان کو بےقصور اور مظلوموں اور فریادیوں کو باغی بنادیا ہے۔واقعات اور حالات کو سامنے رکھنے والا ہر شخص عثمان کو سنگین جرائم کا مرتکب مانے گا۔خود حضرت عائشہ کا فتویٰ ہے کہ عثمان کو قتل کردو یہ کافر ہوگیا ہے۔بہرحال حضرت عثمان حضرت عائشہ کے نزدیک دین پر قائم نہ رہے تھے۔

(نمبر39) خط — اِلٰی عَمرِو ابْنِ الْعَاص : عمرو ابن العاص کے نام

1۔معاویہ اور عمرو بن عاص کا اسلام کیسا تھا؟2۔دین کو دنیا کی خاطر فروخت کرنا 3۔کتے کی مانند تکنے والے لوگ تھے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

فَاِنَّکَ قَدۡ جَعَلۡتَ دِیۡنَکَ تَبَعًا لِّدُنۡیَا امۡرِیءٍ ظَاهِرٍ غَیُّهٗ ؛	1	تم نے اپنے دین کوایک ایسے شخص کی پیروی کرنے میں لگادیا ہے جس کی گمراہی اور دنیا پرستی بالکل ظاہر وثابت ہے؛
مَهۡتُوۡکٍ سِتۡرُهٗ ؛	2	جس کا پردہ چاک ہے اور ننگا پن عام طور معلوم ہے؛
یَشِیۡنُ الۡکَرِیۡمَ بِمَجۡلِسِهٖ ؛	3	وہ اپنی صحبت اور مجلس میں شریف انسانوں کو داغدار کردیتا ہے؛
وَیُسَفِّهُ الۡحَلِیۡمَ بِخُلۡطَتِهٖ ؛	4	اور سنجیدہ وبردبار اشخاص کو اپنے میل جول سے بےوقوف بناتا رہتا ہے؛
فَاتَّبَعۡتَ اَثَرَهٗ ؛	5	تم اُس کی پیروی میں اُس کے پیچھے چلے جارہے ہو؛
وَطَلَبۡتَ فَضۡلَهٗ اِتِّبَاعَ الۡکَلۡبِ لِلضِّرۡغَامِ :	6	اور اُس کتے کیطرح اُسکے پس خوردہ کی آس لگائے ہوئے ہو جو شیر کے پیچھے پھرا کرتا ہے؛
یَلُوۡذُ اِلٰی مَخَالِبِهٖ ؛	7	اور شیر کے پنجوں کی طرف آس لگائے دیکھتا رہتا ہے؛
وَیَنۡتَظِرُ مَایُلۡقِی اِلَیۡهِ مِنۡ فَضۡلِ فَرِیۡسَتِهٖ ؛	8	اور اس انتظار میں رہتا ہے کہ اُس کے شکار سے بچا ہوا کچھ گوشت اُسے بھی شاید مل جائے اور اُس کا پیٹ بھی بھر جائے؛
فَاَذۡهَبۡتَ دُنۡیَاکَ وَاٰخِرَتَکَ ؛	9	اس طرح تم نے اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کرلیا ہے؛
وَلَوۡ بِالۡحَقِّ اَخَذۡتَ اَدۡرَکۡتَ مَاطَلَبۡتَ ؛	10	اور اگر تم حق پر قائم رہتے تو تب بھی اپنی مراد حاصل کرسکتے تھے؛
فَاِنۡ یُّمَکِّنِ اللّٰهُ مِنۡکَ وَمِنۡ ابۡنِ اَبِیۡ سُفۡیَانَ اَجۡزِکُمَا بِمَا قَدَّمۡتُمَا ؛	11	چنانچہ اگر اللہ نے مجھے تم پر اور ابوسفیان کے بیٹے پر غلبہ دیا تو میں تم دونوں کو تمہاری کارکردگی کا مزا چکھاؤں گا؛
وَاِنۡ تُعۡجِزَا وَتَبۡقَیَا فَمَا اَمَامَکُمَا شَرٌّ لَّکُمَا . وَالسَّلَامُ۔	12	اور اگر تم مجھ سے بچ کر باقی رہ گئے تو جو کچھ تمہیں اس کے بعد پیش آنا ہے وہ اس سے برا ہوگا والسلام۔

تشریح:۔ یہ خط عمرو بن العاص کو یہ بتانے کیلئے لکھا گیا ہے کہ تمہارا وہ تعلق مجھے معلوم ہے جس کی بنا پر تم معاویہ کے ساتھ لگے لگے اور آگے پیچھے

پھرتے ہو حالانکہ تم خود معاویہ سے بڑے یا کم از کم برابر کے دانشور ہو اور سابقہ حکومتوں کے پسندیدہ اور کامیاب لیڈر رہے ہو اور جس مصر کیلئے تم یہ خوشامدی رویہّ اختیار کئے ہوئے ہوٗ اُسے خود تم نے فتح کیا تھا۔ تم نے اپنی عقل و دانش اور بصیرت کو اور اپنی عاقبت اور آخرت کو معاویہ پر اسلئے قربان کر دیا ہے کہ وہ اپنی گورنری اور اقتدار سے تمہاری مدد کرے۔ حالانکہ اگر تم مندرجہ بالا سارا سامان آزادانہ استعمال کرتے تو معاویہ کا یہ اقتدار و قوت بکھر کر رہ جاتی اور صورت حال الٹ کر رہ جاتی اور خود معاویہ تمہاری خوشامد کرنے کا محتاج ہو جاتا۔ قارئین نوٹ کریں کہ حضرت علی علیہ السلام کا یہ خط اور اس کا انداز بیان اور اس میں مذکور طنز یقیناً کافی تھے کہ عمرو بن العاص کو شرمندہ کرتے اور نتیجہ یہ نکلتا کہ وہ معاویہ کے خلاف منصوبہ بناتا اور اس کی قوت و اقتدار کو بکھیر دیتا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ اس وقت قریشی حکومت کو حضرت علیؑ سے واپس لینے کیلئے ضروری ہے کہ معاویہ کو برسر اقتدار رکھا جائے اور اُسکے خلاف کوئی قدم نہ اُٹھایا جائے لہٰذا اُس نے حضورؑ کا خط پڑھا، نادم ہوا مگر قریش کے عظیم مقصد کی خاطر چپ ہو گیا اور برابر معاویہ کی تائید کرتا رہا۔ رہ گیا دین تو وہ اُسے کبھی کا فروخت کر چکا تھا۔

عمرو بن العاص سے اُس کا دین خریدنا معاویہ کی ضرورت، عمرو بن العاص کا اپنی ضرورت کے لئے اپنا دین فروخت کرنا

حضرت علیؑ علیہ السلام کے خلاف قریش اور معاویہ کو ہر تنکے کا سہارا لینا پڑا۔ پورے ملک عرب اور طرفداران قریش کی عقل و بصیرت کو ایک نقطہ پر مرکوز کرنا پڑا۔ بہر حال ہر مکر ہر فریب ہر بے ایمانی ہر غدّاری کو رُوبکار رکھنا پڑا۔ مگر حضرت علی علیہ السلام نے قریش کے مقابلے میں اپنی عصمت اور عصمت کے تقاضوں کو سو فیصد برقرار رکھا اور اپنے ساتھیوں اور طرفداروں کو بھی ہر چالاکی اور ہر غلط اور ناجائز اقدام سے باز رکھا اور ہمیشہ قوت قدسیہ سے دشمنوں پر غالب رہے۔ یہاں اس خط سے متعلق معاویہ کی تیاری پر چند باتیں سننا ضروری ہیں۔

معاویہ کی تیاری اور اہل شام کا تعاون :- یہ معلوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی خلافت قائم ہوتے ہی مدینہ سے تمام بنی امیہ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں حضور علیہ السلام کی مستقل عداوت تھی دمشق روانہ ہو گئے تھے۔ وہاں ایک روز معاویہ نے دربار عام میں تقریر کی اور کہا کہ:-

''میں امیر المومنین عمر بن الخطاب اور عثمان بن عفان کی طرف سے تم پر فرماں روا ہوں تم میں سے کسی کی حق تلفی کا کبھی روادار نہیں ہوا ہوں۔ عثمان مظلوم شہید کئے گئے اور میں اُن کے خون کا ولی اور وارث ہوں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے دلی ارادے سے مجھے اس معاملے میں آگاہ کرو۔ یہ سن کر تمام حاضرین اُٹھے اور طلب خون عثمان پر بیعت کی اور عہد واثق کیا کہ اپنے جان و مال سے اس معاملے میں دریغ نہ کریں گے۔ یہاں تک کہ یا تو اُسکے خون کا بدلہ لیں یا خود ہلاک ہو جائیں۔ شام ہوئی تو اپنے معتمد مشیروں کو مشورے کے لئے طلب کیا معاویہ کے بھائی عتبہ بن ابی سفیان نے کہا کہ مناسب ترین بات یہ ہے کہ عمرو بن عاص سے اس معاملے میں مدد حاصل کی جائے۔ اس کا فہم و فراست جس درجے کا ہے مجھے خوب معلوم ہے مگر عثمان کے قضیہ میں وہ کنارہ کش رہا ہے لہٰذا تیرے معاملے میں بھی وہ شریک نہ ہوگا۔ <u>سوائے اس کے کہ تو اس کے دین کو قیمت دے کر خرید سکے</u>۔ لہٰذا معاویہ نے عمرو عاص کو لکھا کہ علیؑ، طلحہ اور زبیر کا قصہ جس طرح ختم ہوا تجھے معلوم ہے ہمارے پاس مروان بن الحکم اور بصرہ سے بھاگ کر آنے والے لوگ موجود ہیں۔ اور جریر بن عبداللہ یہاں علیؑ کی بیعت کا تقاضہ لے کر آیا ہوا ہے۔ میں نے آخری فیصلہ تیرے آنے پر روک رکھا ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ جلد سے جلد تم ادھر روانہ ہو جاؤ تاکہ میں تمہارے مشورے سے اپنا آخری فیصلہ کر سکوں۔ عمرو بن العاص کو یہ خط ملا تو اس نے اپنے بیٹوں عبیداللہ اور محمد کو مشورے کیلئے بلایا۔ عبیداللہ نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی وہ تجھ سے راضی اور خوش تھے اور اُن کے دونوں خلیفہ بھی تجھ سے راضی رہے۔ اور عثمان جو قتل ہوئے تو تم وہاں حاضر نہ تھے۔ پس بہتر یہی ہے کہ اپنے گھر میں آرام سے قیام کرو۔ خلافت تو آپ کو کسی راہ سے مل نہیں سکتی پھر اس دنیائے قلیل اور فانی

کیلئے کیوں معاویہ کی حاشیہ نشینی اختیار کی جائے۔ مرنے کے بعد عنقریب تم دونوں مساوی ہو جاؤ گے۔ دوسرے بیٹے محمد نے کہا کہ تم قریشی بزرگوں میں ہو اور قریشی مہموں اور منصوبوں میں مداخلت کرنے کا تمہیں حق حاصل ہے۔ مناسب نہیں ہے کہ ایسا امر جلیل الشان درپیش ہو اور تم خاموش بیٹھے رہو۔ یہ فعل تمہاری کسرِ شان کا باعث ہوگا۔ لہٰذا بہتر ہے کہ اہل شام کا شریک اور طلب خون عثمان میں اُن کے مددگار بنو۔ اگر ایسا کرو گے تو تم بنی امیہ کے نزدیک عزت وتوقیر کے سزاوار ہو گے۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ اَے بیٹے عبیداللہ تو نے وہ رائے دی ہے جو باعتبار آخرت میرے لئے مفید ہے اور اَے بیٹے محمد تو نے وہ رائے دی ہے جو دنیا میں منزل مقصود تک پہنچا دے۔ میں دونوں صورتوں پر غور کرونگا۔ روضۃ الصفا کی تحریر کے مطابق جس زمانہ میں عثمان کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو عمرو بن عاص اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ مدینہ سے فلسطین چلا گیا تھا۔ وہاں ایک کاھن تھا جو آئندہ کے حالات بتا دیا کرتا تھا۔ ایک دن عمرو عاص نے اس سے کہا کہ عثمان کے نتیجہ میں تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا کہ بلاشبہ وہ قتل کیا جائے گا۔ پھر پوچھا کہ خلافت کس کو ملے گی اس نے کہا کہ ایسے شخص کو کہ چشم فلک قیامت تک اس کی مثال ونظیر نہ دیکھ سکے گی۔ مگر ساری امت کے متفق ہونے سے پہلے ہی وہ تیغ ستم سے شہید کر دیا جائیگا۔ اور اسلام کی بادشاہت اس شخص کے ہاتھ آئیگی جو اس زمانے میں ملک شام کا حاکم ہوگا۔ اُس روز سے عمرو عاص کے دل میں یہ پیش گوئی نقش ہو کر رہ گئی تھی۔ عبیداللہ اور محمد کے مشوروں کے بعد جب رات ہوئی تو عمرو عاص نے اپنے کچھ اشعار کو بار بار پڑھنا اور دھرانا شروع کیا۔ یہ حالت دیکھ کر اُسکے بیٹے محمد نے کہا کہ اب عمرو نہیں رکتا ضرور شام جائے گا۔ عمرو بن العاص کا ایک غلام تھا اس کا نام وردان تھا عقل وبصیرت میں جواب نہ رکھتا تھا اُسی حالت تردد میں عمرو نے وردان سے کہا کہ شام چلنے کی تیاری کرو۔ تھوڑی دیر بعد وردان کو شام کی تیاری سے منع کر دیا۔ وردان نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تم اُدھیڑ بُن میں لگے ہوئے ہو اور تمہارا دماغ ٹھیک کام نہیں کر رہا ہے۔ اگر تم اجازت دو تو میں تمہارے دل کا حال بیان کروں۔ عمرو نے اجازت دی تو وردان نے کہا اس وقت دنیا اور آخرت تیرے سامنے کھڑی ہیں۔ اور تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ علیؑ کے ساتھ خالص آخرت ہے دنیا نہیں ہے اور معاویہ کیساتھ صرف خالص دنیا ہے آخرت نہیں ہے۔ اور تُو ان دونوں حالتوں میں اُلجھا ہوا ہے۔ عمرو نے کہا کہ واللہ تو نے خوب اور صحیح میرا مافی الضمیر واضح کیا ہے لہٰذا اَے وردان مجھے مشورہ دو۔ اُس نے کہا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ تم اپنا دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھ رہو۔ اگر دین کا غلبہ ہوا تو وہ لوگ تجھے معاف کر دیں گے اور اگر دنیا غالب آئی تو اہل دنیا خود تیرے محتاج ہیں۔ تجھ سے وہ لوگ مستغنی نہیں رہ سکتے۔ عمرو نے سُنا مگر ٹال دینا بہتر سمجھا اور شام کیلئے روانہ ہو گیا۔ جب اس مقام پر پہنچا جہاں سے عراق اور شام کی راھیں جدا ہوتی تھیں۔ وردان نے پھر متنبہ کیا کہ یہ راہِ شام ہے اور انتہا اس کی جہنم پر ہے۔ اور یہ عراق کا راستہ ہے جو سیدھا بہشت کو جاتا ہے۔ عمرو نے شام ہی کی راہ اختیار کی اور معاویہ کے پاس پہنچا۔ جب ملاقات ہوئی تو معاویہ نے کہا کہ اَے عمرو عاص مجھے آج رات تین وحشت ناک خبریں پہنچی ہیں۔ جن کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا ہے۔ ایک تو یہ کہ محمد بن ابی حذیفہ زندان کو توڑ کر مصر کی طرف نکل گیا ہے اور وہ ہمارے اس دین کیلئے ایک آفت ہے۔ دوسرے قیصر ارادہ کرتا ہے کہ شام پر حملہ آور ہو۔ تیسرے یہ کہ علیؑ کوفہ میں وارد ہیں۔ اور اس طرف کا قصد رکھتے ہیں۔ عمرو نے کہا کہ ہر چند یہ تینوں باتیں ایک سے ایک سخت اور دشوار ہیں مگر ابن ابی حذیفہ کا تو کچھ تردد نہیں وہ ایک آدمی ہے مع اپنے چند اور ساتھیوں کے۔ اگر کچھ سوار اُس کی طرف بھیج دے گا تو وہ اس کا قصہ پاک کر دیں گے۔ اور قیصر روم کے لئے کچھ رومی لونڈی غلام اور چند سونے چاندی کے برتن تحفہ بھیج دے۔ اور صلح کی درخواست کرو وہ اُسے منظور کر لے گا۔ لیکن علیؑ کا مسئلہ طے ہونے کے قابل نہیں ہے۔ قسم بخدا اَے معاویہ کہ عرب کسی بات میں تجھے اُس کی مانند نہیں جانتے۔ اور قوت وشجاعت میں جو اُن کا حصہ ہے وہ قریش میں سے کسی کو نصیب نہیں ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کچھ علیؑ چاہتے ہیں اُسکے لائق ہیں۔ سوائے اس کے کہ تُو ناانصافی کرے۔ معاویہ نے کہا کہ اَے عمرو میں نے تجھے علیؑ سے جہاد کیلئے طلب کیا ہے جس نے

مسلمانوں میں تفرقہ ڈالا ہے اور خداوند تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔ اور قطع رحم کر کے خلیفہ کو قتل کیا۔ عمرو نے کہا قسم بخدا اَے معاویہ تو کسی طرح علیؑ کا ہمسر نہیں ہوسکتا۔ نہ اُن کا سابقہ تجھے حاصل نہ وہ صحبت اور نہ وہ علم وفقہ۔ باوجود ان باتوں کے وہ قوت وشجاعت میں بھی تمام قریش میں یکتا ہیں۔ معاویہ نے کہا یہ سب کچھ سچ ہے مگر <u>**ہم عوام کو فریب دے سکتے ہیں اور باطل کو حق کے لباس میں جلوہ گر کر سکتے ہیں۔**</u> لہٰذا اَے عمرو تو بتا کہ علیؑ کے خلاف تو میری کہاں تک مدد کر سکتا ہے؟ عمرو نے کہا کہ اَے معاویہ یہ امر عظیم الشان ہے علیؑ کے ساتھ جنگ کرنا عاقبت کو تباہ کرنے کی بات ہے۔ لہٰذا اگر میں اس میں مدد کروں تو تُو میرے لئے کیا وعدہ کرتا ہے؟ معاویہ نے کہا کہ جو کچھ تُو کہے۔ عمرو نے مملکت مصر کی خواہش ظاہر کی۔ اس پر معاویہ نے کہا کہ عرب یہ کہیں گے کہ عمرو عاص دنیا کی طمع میں تمہارا شریک ہوا ہے عمرو نے کہا کہ **دَعْهَا عَنْکَ** یعنی اس قصہ کو دفع کرو۔ اس سلسلے میں ابن ابی الحدید کا استاد شیخ ابوالقاسم کہتا ہے کہ اس کلمہ سے کنایۃً بلکہ صریحاً عمرو عاص کا ملحد اور بے دین ہونا واضح ہے۔ اس لئے **دَعْهَا عَنْکَ** سے مطلب یہ ہے کہ دین کے قصہ کو چھوڑ دے یہ بے اصل باتیں ہیں اور یہ کہ آخرت کا اعتقاد رکھنا اور یہ کہنا کہ دنیا کے بدلے میں آخرت کو نہ بیچنا چاہئے محض خرافات ہیں۔ پھر معاویہ نے دوسرا بہانہ کیا کہ اَے عمرو عاص مصر تو عراق کے برابر ہے تجھے کیسے دینے کا وعدہ کرلوں؟ عمرو نے کہا کہ یہ سچ ہے مگر مصر اس وقت تو تیرے قبضے میں نہیں ہے تجھے مصر تب ملے گا جب عراق فتح ہو چکے۔ اور عراق کو علیؑ پر غالب آئے بغیر فتح نہیں کیا جا سکتا۔ اُسی وقت اس کا بھائی عتبہ بن ابی سفیان داخل ہوا اور کہا کہ تو راضی نہیں کہ عمرو بن العاص جیسے شخص کو مصر کے عیوض خرید لے؟ حالانکہ مصر ابھی تک تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ ملک شام بھی تیرے قبضے سے نکل جائے۔ یعنی مفت اُدھار بھی عمرو عاص کو خریدنا مہنگا سمجھ رہا ہے؟ یہ سن کر معاویہ نے روٹھ کر گئے ہوئے عمرو عاص کو پھر بلوایا۔ اور مصر دینے کا پختہ وعدہ کر کے عمرو بن العاص سے بیعت لی اور اس وعدہ کو دستاویز کی صورت میں لکھا گیا۔ کہا گیا ہے کہ اس معاہدہ کا حال سن کر مروان کو طیش آ گیا اور معاویہ سے کہا کہ عمرو عاص کو مصر کے بدلے میں خریدا جائے اور ہماری مفت میں بیعت لے لی جائے؟ معاویہ نے کہا کہ میں یہ سب خرید وفروخت تم ہی لوگوں کیلئے تو کر رہا ہوں یہ سن کر مروان خوش ہوگیا۔'' یہ تھا عمرو عاص کے دین فروخت کرنے کا قصہ یہ تھی عمرو کے دین کی قیمت۔ بہرحال معاویہ کو عمرو ایسا شخص مل گیا۔

<u>(نمبر40) خط اِلٰی بَعْضِ عُمَّالِہٖ: ایک گورنر کے نام (یہ گورنر عبداللہ ابن عباس تھا اُس کا نام چھپایا گیا ہے)</u>

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

اَمَّابَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِیْ عَنْکَ اَمْرٌ اِنْ کُنْتَ فَعَلْتَهٗ فَقَدْ اَسْخَطْتَ رَبَّکَ ؛	1	بعد از حمد وثنائے خدا اور رسولؐ معلوم کرو کہ مجھے تمہارے متعلق ایک ایسی اطلاع ملی ہے کہ اگر تو نے وہ کام کیا ہو تو یقیناً تم نے اپنے پروردگار کو ناراض وخفا کیا ہے؛
وَعَصَیْتَ اِمَامَکَ ؛	2	اور اپنے امامؑ کی نافرمانی کی ہے؛
وَاَخْزَیْتَ اَمَانَتَکَ ؛	3	اور اپنی امانت اور دیانت داری کو رسوا اور بدنام کیا ہے؛
بَلَغَنِیْ اَنَّکَ جَرَّدْتَ الْاَرْضَ فَاَخَذْتَ مَاتَحْتَ قَدَمَیْکَ ؛	4	یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تم نے سرکاری زمین کو اجاڑ کر دیا ہے۔ اور جو کچھ تیرے قبضے اور قدموں میں تھا اُسے اپنے ذاتی استعمال کے لئے قبضے میں لے لیا ہے؛
وَاَکَلْتَ مَاتَحْتَ یَدَیْکَ ؛	5	اور جو تیرے ہاتھوں کی گرفت میں تھا اُسے تُو کھا گیا ہے؛
فَارْفَعْ اِلَیَّ حِسَابَکَ ؛	6	لہٰذا تم فوراً اپنا حساب ملاحظہ کے لئے مجھے بھیجو؛

وَاعْلَمْ اَنَّ حِسَابَ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ حِسَابِ النَّاسِ ، وَالسَّلَامَ ۔	7	اور یہ سمجھ لو کہ انسانوں کا حساب لینے سے اللہ کا حساب لینا کہیں زیادہ سخت وعظیم ہے۔والسلام

تشریح:۔ ہمیں تشریح میں صرف اس قدر کہنا کہ شیعہ شارحین ومترجمین نے عبداللہ ابن عباس سے غلط عقیدت کی بناپراور قریشی تاریخوں کے افسانوں کی وجہ سے یہاں عبداللہ ابن عباس کا نام چھپانے کی خیانت کی ہے۔اورہم نے خط نمبر(20تا21) کی ذیل میں خیانت کاروں کوننگا کردیا ہے۔اور جناب علی مرتضٰی علیہ السلام نے جوکچھ عبداللہ ابن عباس کولکھا ہے وہ تمام خطوط نقل کردیے اس سلسلے کی ساری تفصیل ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے قلم سے پیش کردی ہے اور یہ دکھادیا تھا کہ عباس کا ہمارے خاندان یعنی خاندانِ رسولؐ اورنسل ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق،کوئی رشتہ یارشتہ داری کبھی نہیں رہی ہے۔یہ ایک قریشی سازش تھی جس سے انہوں نے قریش کونسلِ ابرہیم اورآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے رشتہ دار بناکرمشہور کردیا تھااور یہ کہ جن لوگوں نے اپنا نام قریش رکھ لیا تھاوہ بھان متی کے کنبہ کی مانند تھی یعنی: __کہیں کی اینٹ کہیں کاروڑا۔بھان متی نے کنبہ جوڑا۔__

(نمبر41) خط

__اِلٰی بَعْضِ عُمَّالِهٖ: بعض گورنر کے نام (پھرعبداللہ ابن عباس کوخط کی زد سے بچایا ہے)__

__1۔مصنوعی اعتمادواعتبارقائم کرنیوالوں سے کتنا نقصان پہنچ سکتا ہے__

__2۔قریش کے بڑے سے بڑے مہاجراورنیک لوگوں پربھی سوفیصد بھروسہ نہیں کیاجاسکتا__

__3۔قریشی مومنین کتنی بےدردی سے کینہ پروری کرسکتے تھے؟__

__4۔معصومین کوظاہری حالات پرعمل کرنالازم تھاخواہ باطنی حالات کچھ بھی ہوں__

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ O

اَمَّابَعْدُ فَاِنِّیْ کُنْتُ اَشْرَکْتُکَ فِیْ اَمَانَتِیْ ؛	1	بعدازحمدوثنائے خداورسوؐل سنوکہ میں نے تمہیں اپنی حکومت کی امانت میں شریک رکھا ہے
وَجَعَلْتُکَ شِعَارِیْ وَبِطَانَتِیْ ؛	2	اورتمہیں اپنے رازوں میں اوراپنے اعمال اورذمہ داریوں میں شریک کیا ہے؛
وَلَمْ یَکُنْ فِیْ اَهْلِیْ رَجُلٌ اَوْثَقَ مِنْکَ فِیْ نَفْسِیْ لِمُوَاسَاتِیْ وَمُوَازَرَتِیْ وَاَدَآءِ الْاَمَانَةِ اِلَیَّ ؛	3	اوراپنے اسٹاف (اراکین حکومت) میں تمہیں سب سے زیادہ ہمدردومددگاراورامانت دار اورذمہ داری کا بوجھ اٹھانے والاسمجھتارہا ہوں ۔اور یہ کہ تم سپردشدہ امانت کوسب سے زیادہ ذمہ داری کے ساتھ مجھےاداکرتے رہوگے؛
فَلَمَّا رَاَیْتَ الزَّمَانَ عَلَی ابْنِ عَمِّکَ قَدْکَلِبَ ؛	4	اسکے باوجودجب تم نے دیکھا کہ تمہارے چچازادبھائی پرزمانہ کی سختیاں ٹوٹ پڑی ہیں؟
وَالْعَدُوَّ قَدْ حَرِبَ ؛	5	اوراُس کے تمام دشمن اُس سے برسرجنگ ہیں؛
وَاَمَانَةَ النَّاسِ قَدْ خَزِیَتْ ؛	6	اورامانتیں لوٹی اوررسوا کی جارہی ہیں؛
وَهٰذِهِ الْاُمَّةَ قَدْ فُتِکَتْ وَشَغَرَتْ ؛	7	اور یہ اُمت بےراہ روی اورپراگندگی میں مبتلا ہوچکی ہے؛
قَلَبْتَ لِابْنِ عَمِّکَ ظَهْرَ الْمِجَنِّ ؛	8	توتم نے بھی اپنے چچازادبھائی سے منہ موڑلیا؛
فَفَارَقْتَهٗ مَعَ الْمُفَارِقِیْنَ ؛	9	لٰہذاتم نے بھی اسے چھوڑکرباقی چھوڑنے والوں میں شرکت کرلی؛

وَخَذَلْتَهُ مَعَ الْخَاذِلِيْنَ ؛	10	اور تم نے بھی اسے باقی لوگوں کی طرح بے یار و مددگار تنہا چھوڑ جانا پسند کر لیا؛
وَخُنْتَهُ مَعَ الْخَائِنِيْنَ ؛	11	اور باقی خیانت کاروں کے ساتھ مل کر تم نے بھی اپنے بھائی کے ساتھ خیانت کر لی؛
فَلا ابْنَ عَمِّکَ اٰسَيْتَ ؛	12	لہٰذا نہ تم نے اپنے بھائی سے ہمدردی کا ثبوت دیا؛
وَلَا الْاَمَانَةَ اَدَّيْتَ ؛	13	اور نہ ہی اس کی امانت کو ادا کیا؛
وَكَاَنَّکَ لَمْ تَکُنِ اللّٰهَ تُرِيْدُ بِجِهَادِکَ ؛	14	اور گویا تمہارے جہاد کرنے میں اللہ کی رضامندی مطلوب نہ تھی؛
وَكَاَنَّکَ لَمْ تَکُنْ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّکَ ؛	15	اور گویا جہاد کیلئے تمہارے سامنے اللہ کیطرف سے کوئی روشن وواضح دلیل بھی نہ تھی؛
وَكَاَنَّکَ اِنَّمَا کُنْتُ تَکِيْدُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ عَنْ دُنْيَاهُمْ؛	16	اور گویا تمہارے سامنے اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہ تھا کہ تم اس امت کو دھوکہ اور فریب دے کر اُس کی دنیا اور مال لوٹ لو؛
وَتَنْوِیْ غِرَّتَهُمْ عَنْ فَيْئِهِمْ ؛	17	اور اُمت کا مال و متاع چھین لینے کے لئے اس کے غافل ہوجانے کا موقع تلاش کرتے رہے؛ اور
فَلَمَّا اَمْکَنَتْکَ الشِّدَّةُ فِیْ خِيَانَةِ الْاُمَّةِ اَسْرَعْتَ الْکَرَّةَ ؛	18	جیسے ہی تمہیں امت کے مال میں بھرپور خیانت کرنے کا موقع ملا تو تم بڑی تیزی سے حملہ آور ہو گئے؛
وَعَاجَلْتَ الْوَثْبَةَ ؛	19	اور جلدی سے لوٹ مار مچا دی؛
وَاخْتَطَفْتَ مَاقَدَرْتَ عَلَيْهِ مِنْ اَمْوَالِهِمُ الْمَصُوْنَةِ لِاَرَامِلِهِمْ وَاَيْتَامِهِم اخْتِطَافَ الذِّئْبِ الْاَزَلِّ دَامِيَةَ الْمِعْزٰی الْکَسِيْرَةَ ؛	20	اور جتنا تجھ سے بن پڑا اپنے مقدور بھر اُن کے ایسے اموال کو ہڑپ کر لیا جو بیواؤں اور یتیموں کیلئے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ اور اُسی طرح جھپٹے مارے جس طرح ایک تیز و تند بھیڑیا ایک زخمی اور خوفزدہ بکری کو اُٹھا لے جاتا ہے؛
فَحَمَلْتَهُ اِلَی الْحِجَازِ رَحِيْبَ الصَّدْرِ بِحَمْلِهِ ؛	21	پھر تم نے خوشی خوشی اس لوٹ کے مال کو حجاز روانہ کر دیا اور تجھے،
غَيْرَ مُتَاَثِّمٍ مِنْ اَخْذِهِ ؛	22	ذرہ برابر بھی احساسِ گناہ نہ ہوا کہ میں مال حرام بھیج رہا ہوں؛
کَاَنَّکَ ۔ لَا اَبَا لِغَيْرِکَ حَدَرْتَ اِلٰی اَهْلِکَ تُرَاثَکَ مِنْ اَبِيْکَ وَاُمِّکَ ؛	23	گویا تو یہ محسوس کر رہا تھا کہ حرام کی اولاد تو تیرے سوا کوئی اور ہے اور تو اپنے ماں باپ سے ورثہ میں پایا ہوا مال اپنے اہل و عیال کو بھیج رہا ہے؛
فَسُبْحَانَ اللّٰهِ ! اَمَا تُؤْمِنُ بِالْمَعَادِ ؟	24	سبحان اللہ تمہاری بے دینی پر۔ کیا تو قیامت میں مواخذہ پر ایمان نہیں رکھتا ہے؟
اَوَمَاتَخَافُ نِقَاشَ الْحِسَابِ ؟	25	یا تو قیامت کے روز کے حساب کتاب سے بھی نہیں ڈرتا ہے؟
اَيُّهَا الْمَعْدُوْدُ کَانَ عِنْدَنَا مِنْ ذَوِی الْاَلْبَابِ ؛	26	اے وہ شخص جسے ہم دانشوروں میں سمجھتے تھے،
کَيْفَ تُسِيْغُ شَرَابًا وَّطَعَامًا وَّاَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّکَ تَاْکُلُ حَرَامًا وَّتَشْرَبُ حَرَامًا ؟	27	تجھے وہ کھانا اور پینا کیسے بھلا لگتا ہے جس کے متعلق تمہیں معلوم ہے کہ وہ حرام ہے اور تم حرام ہی کو کھا رہے ہو اور حرام ہی کو پی رہے ہو؟
وَتَبْتَاعُ الْاِمَآءَ وَتَنْکِحُ النِّسَآءَ مِنْ مَّالِ الْيَتَامٰی	28	اور تم اس مال سے کنیزیں خریدتے ہو۔ جو یتیموں مسکینوں اور بیواؤں اور مومنین اور

وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدِيْنَ الَّذِيْنَ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ هٰذِهِ الْاَمْوَالَ ؛		مجاہدین کا مال ہے جنہیں اللہ نے یہ اموال واپس دلائے ہیں؛
وَاَحْرَزَبِهِمْ هٰذِهِ الْبِلَادَ ؛	29	اور جن کے ذریعہ اللہ نے ان شہروں کا تحفظ کرایا تھا؛
فَاتَّقِ اللّٰهَ وَارْدُدْ اِلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ اَمْوَالَهُمْ ؛	30	چنانچہ تم اللہ سے بچ کر رہو اور ذمہ داری اختیار کرلو اور تمام ہڑپ کیا ہوا مال اسی قوم کو واپس کردو جو میں بیان کر چکا ہوں؛
فَاِنَّكَ اِنْ لَمْ تَفْعَلْ ثُمَّ اَمْكَنَنِى اللّٰهُ مِنْكَ لَاُعْذِرَنَّ اِلَى اللّٰهِ فِيْكَ ؛	31	چنانچہ اگر تم نے ایسا نہ کیا اور پھر اللہ نے مجھے تم پر قدرت اور تسلط دے دیا تو میں خود کو اللہ کے حضور تمہارے معاملے میں سرخرو کروں گا (اور وہ مال واپس لوں گا)،
وَلَاَضْرِبَنَّكَ بِسَيْفِى الَّذِىْ مَاضَرَبْتُ بِهٖ اَحَدًا اِلَّادَخَلَ النَّارَ ؛	32	اور اپنی اسی تلوار سے تمہیں ماروں گا جس کا وار میں نے جس کسی پر بھی لگایا وہ سیدھا جہنم میں پہنچا ہے؛
وَاللّٰهِ لَوْ اَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَعَلَا مِثْلَ الَّذِىْ فَعَلْتَ مَاكَانَتْ لَهُمَا عِنْدِىْ هَوَادَةٌ ؛	33	اور قسم بخدا اگر حسنؑ اور حسینؑ بھی وہی کچھ کرتے جو کچھ تم نے کیا ہے تو میں اُن کے ساتھ بھی کوئی رعایت نہ کرتا اور نہ وہ مجھ سے اپنی کوئی سفارش منوا سکتے؛
وَلَا ظَفِرَمِنِّىْ بِاِرَادَةٍ ؛	34	اور نہ مجھے میرے ارادے سے پھرا سکتے؛
حَتّٰى اٰخُذَ الْحَقَّ مِنْهُمَا؛	35	یہاں تک کہ میں اُن سے حق کو واپس لے لیتا؛
وَاُزِيْلَ الْبَاطِلَ عَنْ مَظْلَمَتِهِمَا ؛	36	اور اُن کے کئے ہوئے ظلم سے پیدا ہونے والے باطل نتائج کو مٹا دیتا؛
وَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ : مَايَسُرُّنِىْ اَنَّ مَااَخَذْتَهٗ مِنْ اَمْوَالِهِمْ حَلَالٌ لِّىْ اَتْرُكُهٗ مِيْرَاثًالِّمَنْ بَعْدِىْ ؛	37	اور میں رب العالمین کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ مال جو تم نے حرام طریقہ پر ہڑپ کر لیا ہے اگر میرے لئے حلال ذریعہ سے آیا ہوتا تو بھی مجھے اسکو اپنے وارثوں کیلئے بطور ترکہ چھوڑنے میں بھی کوئی خوشی نہ ہوتی (یعنی میں مال جمع ہی نہ ہونے دیتا)
فَضَحِّ رُوَيْدًا فَكَاَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ الْمَدٰى ؛	38	تم ذرا ہوش سنبھالو اور سوچو کہ تم اپنی عمر کے آخری دور سے گذر رہے ہو؛
وَدُفِنْتَ تَحْتَ الثَّرٰى ؛	39	اور حقیقتاً مٹی کے نیچے دفن ہو چکے ہو؛
وَعُرِضَتْ عَلَيْكَ اَعْمَالُكَ بِالْمَحَلِّ الَّذِىْ يُنَادِى الظَّالِمُ فِيْهِ بِالْحَسْرَةِ ؛ وَيَتَمَنَّى الْمُضَيِّعُ فِيْهِ الرَّجْعَةَ ؛	40	اور تمہارے تمام اعمال تمہارے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں۔ اور وہ ایسا مقام ہوگا جہاں ظالم حسرت و یاس سے فریاد کر رہے ہوں گے۔ اور یوں عمر کو برباد کرنے والے دنیا میں پلٹ کر جانے کی تمنا کر رہے ہوں گے؛
وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۔	41	حالانکہ اس وقت اللہ کے انتقام و عذاب سے بھاگنے اور پناہ لینے کا موقع نہ ہوگا۔

تشریح:۔ عبداللہ ابن عباس کی غداریاں ہم نے ڈاکٹر طٰہٰ حسین مرحوم کے قلم سے خطوط نمبر 21-20 کی تشریحات میں بیان کر دیئے ہیں۔ یہاں ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی شکایت کرنا چاہتے ہیں اور شکایت یہ ہے کہ اُنہوں نے بھی عبداللہ ابن عباس کی طرفداری کی ہے۔ یعنی اُنہوں نے جو حضرت علیؑ اور عبداللہ بن عباس کی خط و کتابت نقل کی ہے اُس میں خط نمبر 41 کے بعض ایسے جملوں کو نہیں لکھا جن سے عبداللہ کی مذمت اور غدّاری میں سنگینی پیدا ہوتی تھی۔ یعنی طٰہٰ

حسین نے عبداللہ کی عزت بچانے میں کافی کوشش کی ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ طہٰ حسین خلافتِ قریش کو برحق مانتے ہیں اُنکی تمام اسکیموں اور منصوبوں کو صحیح مانتے ہیں اور اسی بنا پر وہ سُنی المذہب ہیں۔ مگر نہج البلاغہ سے متعلق شیعہ علما سے ہزار درجہ بہتر ہیں جنہوں نے عبداللہ ابن عباس کو حضرت علی علیہ السلام کی زد اور جرائم سے بچانے کیلئے عبداللہ بن عباس کا نام بھی چھپا دیا ہے اور نہج البلاغہ کے قاریوں کو یہ پتہ نہ چلنے دیا کہ خطوط نمبر 41-40 عبداللہ بن عباس کے نام لکھے گئے تھے۔ بہرحال ہم نے یہ پردہ ہٹا دیا اور ڈاکٹر طہٰ کی مدد سے عبداللہ ابن عباس کی خیانت، محسن کشی اور غداری الم نشرح کر دی ہے۔ اور اگر کچھ بچا تھا تو زیرِ نظر خط (نمبر 41) سے صاف ہو جاتا ہے اس میں عبداللہ کو حرامخور (جملہ 28-27) فرمایا واجب القتل اور جہنمی کہا ہے (33-32) ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ساتھ زیادتی کرنیوالے اور انکے دشمنوں سے رعایت کرنے کو معاف نہیں کرتے۔

(نمبر42) خط

اِلٰی عُمَرِ ابْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ الْمَخْزُوْمِیِّ، وَ کَانَ عَامِلُهٗ عَلَی الْبَحْرَیْنِ فَعَزَلَهٗ، وَاسْتَعْمَلَ نُعْمَانَ ابْنَ عَجْلَانَ الزُّرَقِیَّ مَکَانَهٗ : یہ خط جناب عمر ابنؓ ابی سلمہ مخزومی کو لکھا گیا تھا جب کہ وہ بحرین کے گورنر تھے اور حضرت علی علیہ السلام ملک شام پر حملہ کرنے کے لئے اُنہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔ اور اُن کی جگہ نعمانؓ بن عجلان کو بحرین کا گورنر بنا کر بھیجا تھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ قَدْ وَلَّیْتُ نُعْمَانَ ابْنَ عَجْلَانَ الزُّرَقِیَّ عَلَی الْبَحْرَیْنِ ؛	1	حمد و ثنائے خدا و رسولؐ کے بعد معلوم ہو کہ میں نے نعمان ابن عجلان زُرقی کو بحرین کا حکمران مقرر کر دیا ہے؛
وَ نَزَعْتُ یَدَکَ بِلَا ذَمٍّ لَکَ وَلَا تَثْرِیْبٍ عَلَیْکَ ؛	2	اور بلا کسی الزام اور کوتاہی اور تمہاری اہلیت میں خامی دیکھتے ہوئے تمہیں حکومت سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اور تمہارے خلاف کوئی باز پرس بھی نہیں ہے؛
فَلَقَدْ اَحْسَنْتَ الْوِلَایَةَ ؛	3	حقیقت یہ ہے کہ تم نے نہایت عمدہ اور کامیاب طریقے سے حکومت کی ہے؛
وَ اَدَّیْتَ الْاَمَانَةَ ؛	4	اور اپنی سپرد امانت کو ٹھیک ٹھیک ادا کیا ہے؛
فَاَقْبِلْ غَیْرَ ظَنِیْنٍ وَّلَا مَلُوْمٍ ؛	5	چنانچہ تم میرے پاس آجاؤ نہ تم پر کوئی بدگمانی ہے نہ ملامت کی کوئی بات ہے؛
وَّلَا مُتَّهَمٍ وَّلَا مَاْثُوْمٍ ؛	6	نہ تم پر کوئی تہمت ہے نہ تم خطا کار ہو؛
فَلَقَدْ اَرَدْتُ الْمَسِیْرَ اِلٰی ظَلَمَةِ اَهْلِ الشَّامِ ؛	7	حقیقت یہ ہے کہ میں نے ملک شام کے ظالموں پر فوج کشی کا ارادہ کر لیا ہے؛
وَ اَحْبَبْتُ اَنْ تَشْهَدَ مَعِیْ ؛	8	اور مجھے تمہارا اپنے ساتھ ساتھ رہنا محبوب ہے؛
فَاِنَّکَ مِمَّنْ اَسْتَظْهِرُ بِهٖ عَلٰی جِهَادِ الْعَدُوِّ وَ اِقَامَةِ عَمُوْدِ الدِّیْنِ ؛ اِنْشَآءَ اللّٰهُ ۔	9	کیونکہ تم اُن لوگوں میں سے ہو جن کو جہاد میں ساتھ لیکر دشمن پر غلبہ پایا جا سکتا ہے اور جنکی مدد سے دین کے ستون قائم کئے جا سکتے ہیں۔ انشاءاللہ۔

تشریح: یہاں یہ بتانا ہے کہ جناب عمر ابن ابی سلمہؓ اور جناب نعمانؓ دونوں پسندیدہ صحابہ میں سے تھے۔ جناب عمر ابن ابی سلمہؓ کو کتابوں میں عمرو لکھا گیا ہے جو غلط ہے اور جناب نعمان انصاری تھے اور وہاں بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ دونوں حضرات کو علما نے بہترین اور معتبر راویانِ حدیث میں شمار کیا ہے۔ یہ حضرات محمدؐ و آلِ محمد سلام اللہ علیھم کے نہ صرف ہمدرد وفادار تھے بلکہ تبلیغ دین میں خاص مقام رکھتے تھے اِن سے ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے۔ رضی اللہ عنھما

(خط نمبر 43) اِلٰی مَصْقَلَۃَ ابْنِ هُبَیْرَۃَ الشَّیْبَانِیْ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلٰی اَرْدَشِیْرِ خَرَّۃَ:

مَصْقلہ بن ھُبَیْرہ شیبانی کے نام جوصوبہ اردشیرخرہ پر آپؑ کا گورنر تھا(مال کی غلط تقسیم پر تنبیہ فرمائی ہے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

بَلَغَنِیْ عَنْکَ اَمْرٌ اِنْ کُنْتَ فَعَلْتَهُ فَقَدْ اَسْخَطْتَ اِلٰهَکَ ؛	1	مجھے تمہارے متعلق ایسی خبر ملی ہے کہ اگر تم نے وہ کام کیا ہو تو تم نے اپنے معبود کو خفا کر دیا ہے؛
وَاَغْضَبْتَ اِمَامَکَ :	2	اور اپنے امامؑ کو بھی غضبناک کیا ہے؛
اَنَّکَ تَقْسِمُ فَیْءَ الْمُسْلِمِیْنَ الَّذِیْ حَازَتْهُ رِمَاحُهُمْ وَخُیُوْلُهُمْ ؛	3	اور وہ خبر یہ ہے کہ تم نے مسلمانوں کے اُس مال فے کو کہ جسے ان کے نیزوں کی بھالوں نے اور گھوڑوں کی دوڑ بھاگ نے حاصل کیا تھا؛
وَاُرِیْقَتْ عَلَیْهِ دِمَاؤُهُمْ ؛	4	اور جس کو لینے کے لئے ان کے خون بہے تھے(اس مال کو)
فِیْمَنِ اعْتَامَکَ مِنْ اَعْرَابِ قَوْمِکَ ؛	5	تو اپنی قوم کے گنواروں میں تقسیم کر رہا ہے اسلئے کہ وہ بدّ و تیرے طرفدار ہیں؛
فَوَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّۃَ وَبَرَاَ النَّسَمَۃَ ؛	6	چنانچہ اسی ذات کی قسم جس نے بیجوں کو پھاڑ کر پودے اگائے، اور جانداروں کو پیدا کیا ہے؛
لَئِنْ کَانَ ذٰلِکَ حَقًّا لَّتَجِدَنَّ بِکَ عَلَیَّ هَوَانًا ؛	7	اگر وہ تقسیم ایک حقیقت نکلی تو تم میری نگاہ میں بالکل گھٹیا درجہ کے آدمی رہ جاؤ گے؛
وَّلَتَخِفَّنَّ عِنْدِیْ مِیْزَانًا ؛	8	اور تمہارے اعمال و کردار و طرز حکومت کا پلڑا ہلکا ہو کر رہ جائے گا۔
فَلَا تَسْتَهِنْ بِحَقِّ رَبِّکَ ؛	9	چنانچہ تم اپنے پروردگار کے حق کو معمولی اور ادنیٰ نہ سمجھا کرو؛
وَلَا تُصْلِحْ دُنْیَاکَ بِمَحْقِ دِیْنِکَ ؛	10	اور دین کو بھینٹ چڑھا کر اپنی دنیا نہ سنوارو؛
فَتَکُوْنَ مِنَ الْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالاً ؛	11	ورنہ سمجھ لو کہ اعمال کے معاملے میں تم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے؛
اَلَا وَاِنَّ حَقَّ مَنْ قَبْلَکَ وَقِبَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فِیْ قِسْمَۃِ هٰذَا الْفَیْءِ سَوَآءٌ :	12	خبردار ہو کر سنو کہ تمہارے اور میرے سامنے جتنے بھی مسلمان ہیں فے کے اس مال کی تقسیم میں برابر کے حقدار و حصہ دار ہیں؛
یَرِدُوْنَ عِنْدِیْ عَلَیْهِ ؛	13	اسی قاعدے کے مطابق وہ مال لینے کے لئے میرے پاس آتے ہیں؛
وَیَصْدُرُوْنَ عَنْهُ ۔	14	اور اُسے لے کر چلے جاتے ہیں۔

تشریح:۔ جنگ نہرواں سے جو خارجی زندہ بچ گئے اُنہوں نے معاویہ کی بتائی ہوئی اسکیم کے ماتحت دیہات اور شہروں میں پھیل کر ایسے لوگوں کو اپنا ہمنوا بنانا شروع کیا جو دین سے کسی طرح بیزار تھے یا زکوۃ ادا کرنا پسند نہ کرتے تھے یا اُنہیں جزیہ دینا ناگوار تھا۔ ایسے گروہ جمع کر کے لوٹ مار وقتل وغارت شروع کر دیتے تھے۔ چنانچہ خریت نام کا ایک خارجی ملک میں قتل وغارت کرتا پھرتا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اُس کے فتنے کو ختم کرنے کے لئے جناب معقل بن قیس کو تعینات فرمایا تھا جس نے آخر خریت کو قتل کر دیا۔ اُس کے گروہ کے تمام مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر لیا جو پانچ سو کے قریب تھے۔ ان سب

کو لئے ہوئے جب وہ اردشیر خرہ پہنچا تو اُن قیدیوں نے اردشیر خرہ کے گورنر مصقلہ کے سامنے فریاد کی کہ ہمیں رہا کرادو۔ اُس نے معقل بن قیس سے کہا کہ آپ یہ سب قیدی میرے ہاتھ فروخت کردیں میں پانچ لاکھ درہم حضرت علی علیہ السلام کو ارسال کردوں گا اور پہلی قسط فوراً روانہ کرتا ہوں۔ معقل بن قیس نے اِن غیر مسلم باغیوں کو مصقلہ کے سپرد کردیا اور اُس نے اُن قیدیوں کو رہا کردیا۔ جب جناب معقل بن قیس کوفہ میں حضور علیہ السلام کے حضور پہنچے تو یہ سارا قصہ بھی بیان کردیا اور حضرت علی علیہ السلام نے پسند کیا اور اس اقدام کو سراہا۔ کچھ دن تک مذکورہ وموعودہ قسط کی رقم کا انتظار فرمایا۔ آخر حضورؑ نے پیغام بھیجا کہ یا تو رقم بھیجو یا خود حاضری دو۔ چنانچہ مصقلہ حاضر ہوا اور دو لاکھ درہم پیش کردیئے اور واپس جاکر معاویہ کی پناہ لے لی۔ اس نے مصقلہ کو طبرستان کا حاکم بنادیا تھا۔ لہٰذا باقی رقم کے لئے مندرجہ بالا خط لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر طہٰ حسین نے بھی یہ سارا قصہ لکھا ہے۔ جب حضرت علی علیہ السلام کو مصقلہ کا فرار کرجانا معلوم ہوا تو فرمایا: ''اللہ مصقلہ کا برا کرے کام تو اُس نے شریفوں ایسا کیا تھا۔ لیکن غلاموں کی طرح بھاگ نکلا۔''

مصقلہ کے بھائی نعیم بن ھبیرہ شیبانی حضرت علی علیہ السلام کے پختہ کار صحابی تھے اور مصقلہ کو بہت ملامت انگیز خط لکھا تھا۔ مصقلہ نے انہیں بھی حضرت علی علیہ السلام سے توڑنا اور معاویہ سے جوڑنا چاہا تھا۔ لیکن ناکام ونامراد رہا اور زندگی بھر معاویہ کی خدمت کرتا رہا۔

(نمبر 44) خط اِلٰى زِيَادِ ابْنِ اَبِيْهِ وَقَدْ بَلَغَهُ اَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ اِلَيْهِ يُرِيْدُ خَدِيْعَتَهُ بِاسْتِلْحَاقِهِ

زیاد کے نام علی علیہ السلام نے خط لکھا جب حضورؑ کو معلوم ہوا کہ معاویہ نے زیاد کو خط لکھ کر اپنے خاندان میں شامل کرنے کیلئے دھوکہ دینے کی کوشش کی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

وَقَدْ عَرَفْتُ اَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ اِلَيْكَ يَسْتَزِلُّ لُبَّكَ ؛	1	اور میں یہ پہچان گیا ہوں کہ معاویہ نے تمہیں خط لکھ کر تمہاری سوجھ بوجھ کو ڈگمگانا چاہا ہے؛
وَيَسْتَفِلُّ غَرْبَكَ ؛	2	اور تمہاری تیز فہمی کو سست کرنے کا ارادہ کرلیا ہے؛
فَاحْذَرْهُ فَاِنَّمَا هُوَ الشَّيْطَانُ :	3	تم اُس سے بچ کر رہنا یقیناً وہ ایسا شیطان ہے کہ:۔
يَاْتِي الْمَرْءَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ ؛	4	آدمی کے سامنے سے بھی۔ پیچھے سے بھی بہکانے کے لئے آتا ہے؛
وَعَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ ؛	5	اور داہنے سے بھی اور بائیں طرف سے بھی تاک لگائے رکھتا ہے؛
لِيَقْتَحِمَ غَفْلَتَهُ ؛	6	تاکہ غفلت کی حالت میں موقع پاکر اس کو پھانس لے؛
وَيَسْتَلِبَ غِرَّتَهُ ؛	7	اور اس کی بصیرت پر مسلط ہوجائے؛
وَقَدْ كَانَ مِنْ اَبِيْ سُفْيَانَ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ فَلْتَةٌ مِّنْ حَدِيْثِ النَّفْسِ ؛	8	واقعہ یہ تھا کہ ابوسفیان نے عمر بن خطاب کے زمانہ میں بلاسوچے سمجھے ایک بات کہہ دی تھی جو اس کی خیالی بات تھی؛
وَنَزْغَةٌ مِّنْ نَزَغَاتِ الشَّيْطَانِ ؛	9	اور وہ شیطانی وسوسوں میں سے شیطان کا ایک وسوسہ تھی؛
لَايَثْبُتُ بِهَا نَسَبٌ ؛	10	جس سے نہ تو نسب ہی ثابت ہوسکتا ہے؛
وَلَا يُسْتَحَقُّ بِهَااِرْثٌ ؛	11	اور نہ اُس بات سے وارث ہی قرار پاتا ہے؛

وَالْمُتَعَلِّقُ بِهَا كَالْوَاغِلِ ؛	12	اور اُس بات سے متعلق شخص ایسا ہے جیسے شراب خواری کی محفل میں بن بلائے آنے والا کہ اُسے دھکے مار کر نکال دیا جاتا ہے؛
الْمُدَفَّعِ ؛ وَالنَّوْطِ الْمُذَبْذَبِ ؛	13	یا گھوڑے کی زین پر لٹکنے والے پیالے کی طرح جو ادھر سے ادھر ٹکراتا رہتا ہے۔

تشریح:۔حضرت علی علیہ السلام نے ابوسفیان کی جس بات کا ذکر فرمایا ہے وہ یہ تھی کہ زیاد نے عمر بن خطاب کے زمانہ میں ایک نہایت موثر تقریر کی تھی جس پر حضرت عمر نے اور دیگر لیڈروں نے بڑی تعریف کی تھی۔اور ابوسفیان نے کہا تھا کہ زیاد میرے نطفے سے ہے۔چنانچہ جب زیاد نے حضرت علیؑ کا یہ خط (44) پڑھا تو کہا کہ ''یہ خط ابوسفیان کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔'' یعنی زیاد کو اس خط سے یقین ہوگیا کہ وہ ابوسفیان ہی کا نطفہ اور بیٹا ہے۔وہ عورت جس سے زیاد پیدا ہوا تھا اُس کا نام سمیہ تھا جو حارث بن کلدہ کی بدچلن عورت تھی جو کھل کر پیشہ کرتی تھی اور دن رات لوگ اپنی جنسی ضرورت پوری کرنے کے لئے اُس کے پاس آیا کرتے تھے۔اور یہ ایک حقیقت تھی کہ ابوسفیان نے بھی اُس سے اپنامُنہ کالا کیا تھا۔لیکن یہ پتہ چلانا ممکن نہ تھا کہ زیاد ابوسفیان ہی کا نطفہ تھا۔بہرحال معاویہ نے اپنے چاروں طرف عرب کے دانشوروں کا حلقہ جمع کرلیا تھا اور اس حلقہ میں زیاد کی کمی تھی لہٰذا معاویہ نے اس پرانی گفتگو پر بنیاد رکھ کر زیاد کو اپنا بھائی بنانے کا منصوبہ بنایا اور رفتہ رفتہ زیاد کو بھی راضی کرلیا اور اعلان کردیا کہ زیاد معاویہ کا حقیقی بھائی اور ابوسفیان کا بیٹا ہے۔گو معاویہ کے بعد یہ بھائی چارہ غلط ثابت ہوگیا تھا۔

(نمبر45) خط

<u>اِلٰى عُثْمَانَ ابْنِ حُنَيْفٍ الْاَنْصَارِیِّ وَهُوَ عَامِلُهٗ عَلَى الْبَصْرَةِ وَقَدْ بَلَغَهٗ اَنَّـهٗ دُعِیَ اِلٰى وَلِيْمَةِ قَوْمٍ مِنْ اَهْلِهَا فَمَضٰى اِلَيْهَا ''جب علی علیہ السلام کو یہ اطلاع ہوئی کہ بصرہ کا گورنر جناب عثمانؓ ابن حنیف کو بصرہ کی ایک قوم نے ولیمہ کی دعوت میں مدعو کیا تھا اور انہوں نے شرکت کی تو انہیں یہ خط لکھا تھا</u>

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ O

اَمَّابَعْدُ يَاابْنَ حُنَيْفٍ فَقَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَجُلاً مِّنْ فِتْيَةِ اَهْلِ الْبَصْرَةِ دَعَاكَ اِلٰى مَاْدُبَةٍ فَاَسْرَعْتَ اِلَيْهَا ؛	1	بعد از حمد وثنائے خدا و رسولؐ واضح ہو کہ اے ابن حُنَیف مجھے معلوم ہوا ہے کہ بصرے کے جوانوں میں سے ایک جوان نے تمہیں ایک تقریب میں کھانے پر دعوت دی تو تم بڑی عجلت سے لپکتے ہوئے پہنچے؛
تُسْتَطَابُ لَكَ الْاَلْوَانُ ؛	2	جہاں تمہارے سامنے ہر رنگ کے نفیس کھانے پیش کئے جارہے تھے؛
وَتُنْقَلُ اِلَيْكَ الْجِفَانُ ؛	3	اور بڑی بڑی پلیٹیں طرح طرح کے کھانوں سے بھری ہوئی تمہاری طرف بڑھائی جارہی تھیں؛
وَمَا ظَنَنْتُ اَنَّكَ تُجِيْبُ اِلٰى طَعَامِ قَوْمٍ عَائِلُهُمْ مَجْفُوٌّ ؛	4	مجھے یہ توقع نہ تھی کہ تم ایک ایسی قوم کی دعوت قبول کروگے جو غرباء اور فقراء کو دھتکارتی ہو؛
وَّغَنِيُّهُمْ مَدْعُوٌّ ؛	5	اور غنی و دولت مندوں کو دعوت میں مدعو کرتی ہو؛
فَانْظُرْ اِلٰى مَاتَقْضِمُهٗ مِنْ هٰذَا الْمَقْضَمِ ؛	6	چنانچہ تم جن نعمتوں کو چباتے ہو اُن پر غور کرلیا کرو؛

فَمَااشْتَبَهَ عَلَيْکَ عِلْمُهُ فَالْفِظْهُ ؛	7	اورجس لقمے پرتمہاری معلومات میں شبہ ہوا سے چھوڑ دیا کرو؛
وَمَا اَيْقَنْتَ بِطِيْبِ وَجْهِهٖ فَنَلْ مِنْهُ ؛	8	اورجس کھانے کے پاکیزہ اور حلال ہونے کا تمہیں یقین حاصل ہوا کرے اُسے کھالیا کرو؛
اَلَا وَاِنَّ لِکُلِّ مَامُوْمٍ اِمَامًا يَقْتَدِیْ بِهٖ ؛	9	آگاہ ہوجاؤ کہ ہر ماموم کا ایک امامؑ ہوتا ہے جس کی وہ شخص پیروی کرتا ہے؛
وَيَسْتَضِیْءُ بِنُوْرِ عِلْمِهٖ ؛	10	اورجس کے علم کی روشنی سے وہ نور حاصل کرتا ہے؛
اَلَاوَاِنَّ اِمَامَکُمْ قَدِاکْتَفٰی مِنْ دُنْيَاهُ بِطِمْرَيْهِ ؛	11	خبردار ہو کر نوٹ کرو کہ تمہارے امامؑ نے دُنیا کے تمام سامان میں سے دو چادروں پر اکتفا کرلیا ہے؛
وَمِنْ طُعْمِهٖ بِقُرْصَيْهِ ؛	12	اورکھانے والی نعمتوں میں سے صرف (جَو کی) دوروٹیوں پر گذارا کرنا طے کررکھا ہے؛
اَلَا وَاِنَّکُمْ لَاتَقْدِرُوْنَ عَلٰی ذٰلِکَ وَلٰکِنْ اَعِيْنُوْنِیْ بِوَرَعٍ وَّاجْتِهَادٍ ؛	13	خبردار اگر تم اپنے امامؑ کے اس طریقے پر مستقل عمل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہو ولیکن تم اس سلسلے میں پاک دامنی اور کوشش کرکے تو میری مدد کرہی سکتے ہو؛
وَّعِفَّةٍ وَّسَدَادٍ ؛	14	اورنیک چلنی اور خوش کرداری میں تو پیروی کرتے رہو؛
فَوَاللّٰهِ مَاکَنَزْتُ مِنْ دُنْيَاکُمْ تِبْرًا ؛	15	چنانچہ میں نے تمہاری اس دنیا سے سونا چاندی سمیٹ کرذخیرہ نہیں کیا ہے؛
وَّ لَا ادَّخَرْتُ مِنْ غَنَائِمِهَا وَفْرًا ؛	16	اورنہ اس کی نعمتوں میں سے بہت سی دولت کا ذخیرہ کیا ہے؛
وَّ لَا اَعْدَدْتُ لِبَالِیْ ثَوْبِیْ طِمْرًا ؛	17	اورمیں یہ جو پُرانے کپڑے پہنے ہوئے ہوں اِن کے علاوہ میرے پاس نہ نئے کپڑے ہیں نہ پرانے؛
بَلٰی کَانَتْ فِیْ اَيْدِيْنَا فَدَکٌ مِنْ کُلِّ مَا اَظَلَّتْهُ السَّمَآءُ ؛	18	البتہ اس آسمان کے سایہ کے نیچے جتنی چیزیں آتی ہیں ان میں سے ہمارے قبضے میں ایک فدک ہی رہ گیا تھا،
فَشَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوْسُ قَوْمٍ ؛	19	چنانچہ ایک قوم کو اس پر بھی بخل اور تنگدلی نے گھیرلیا تھا؛
وَسَخَتْ عَنْهَانُفُوْسُ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ؛	20	اوردوسری قوم نے اس کے چھین لئے جانے پر غصہ کے سوا اور کوئی پرواہ نہ کی تھی،
وَنِعْمَ الْحَکَمُ اللّٰهُ ؛	21	اوراس غصب ونہب کا بہترین فیصلہ کرنے والا اللہ ہے۔
وَمَااَصْنَعُ بِفَدَکٍ وَغَيْرِ فَدَکٍ وَالنَّفْسُ مَظَآنُّهَا فِیْ غَدٍجَدَثٌ ؟	22	اورمیں فدک ہو یا فدک کے علاوہ کوئی اور جائیداد ہو اُسے لے کر کرتا ہی کیا؟ جب کہ انسان کی منزل کل کو قبر میں جانا طے شدہ بات ہے؛
تَنْقَطِعُ فِیْ ظُلْمَتِهٖ اٰثَارُهَا ؛	23	جہاں قبر کے اندھیرے میں آدمی کے سارے نشانات مٹ جائیں گے؛
وَتَغِيْبُ اَخْبَارُهَا ؛	24	اوراس کی خبریں بھی ختم ہوکررہ جائیں گی؛
وَحُفْرَةٌ لَّوْزِيْدَ فِیْ فُسْحَتِهَا ؛	25	وہ تو ایک ایسا گڑھا ہے کہ اگر اسکو کشادہ بھی کردیا جائے،
وَاَوْسَعَتْ يَدَاحَافِرِهَا لَاَضْغَطَهَا الْحَجَرُ وَالْمَدَرُ ؛	26	اور قبریں کھودنے والوں کے ہاتھ برابر اُسے کشادہ کرتے بھی رہیں تب بھی پتھر اور کنکر گر کر اُسے تنگ کردیں گے؛

وَسَدَّ فُرَجَهَا التُّرَابُ الْمُتَرَاكِمُ ؛	27	اور لگا تار گرتے رہنے والی مٹی قبر کی دراڑیں تک بند کردے گی ؛
وَاِنَّمَا هِيَ نَفْسِيْ اَرُوْضُهَا بِالتَّقْوٰى لِتَاْتِيَ اٰمِنَةً يَوْمَ الْخَوْفِ الْاَكْبَرِ ؛	28	اور مجھے تو اس کے سوا اور کوئی لگن ہے ہی نہیں کہ تقوائے خداوندی کی مدد سے اپنے نفس کو بے قابو نہ ہونے دوں تاکہ وہ خوف کے سب سے بڑے دن امن میں رہے۔ اور خوف و دہشت سے اُسے سابقہ نہ پڑے ؛
تَثْبُتَ عَلٰى جَوَانِبِ الْمَزْلَقِ ؛	29	اور اُن جگہوں پر ثابت قدم رہے جہاں پیر پھسل جاتے ہیں ؛
وَلَوْ شِئْتُ لَاهْتَدَيْتُ الطَّرِيْقَ اِلٰى مُصَفّٰى هٰذَا الْعَسَلِ ؛	30	اور اگر میں نے چاہا ہوتا تو وہ راستہ نکال لیتا کہ مجھے صاف شہد ملتا رہتا،
وَلُبَابِ هٰذَا الْقَمْحِ ؛	31	اور گندم کے نشاستہ کی روٹی فراہم ہوتی رہتی،
وَنَسَآئِجِ هٰذَا الْقَزِّ ؛	32	اور ریشمین کپڑے موجود رہتے،
وَلٰكِنْ هَيْهَاتَ اَنْ يَّغْلِبَنِيْ هَوَايَ ؛	33	ولیکن افسوس کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ میری خواہشیں مجھے مغلوب کرسکیں،
وَيَقُوْدَنِيْ جَشَعِيْ اِلٰى تَخَيُّرِ الْاَطْعِمَةِ وَلَعَلَّ بِالْحِجَازِ اَوِ الْيَمَامَةِ مَنْ لَا طَمَعَ لَهٗ فِي الْقُرْصِ ؛	34	اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ مجھ پر میری حرص عمدہ اور لذیذ کھانوں کی فراہمی کا دباؤ ڈال سکے جب کہ حجاز اور یمامہ میں شاید ایسے لوگ موجود ہوں جنہیں ایک روٹی ملنے کی اُمید بھی نہ ہو؛
وَ لَا عَهْدَ لَهٗ بِالشِّبَعِ ؛	35	اور یہ مادی وعدہ ہی اُن کے لئے نہ ہو کہ پیٹ بھر کھانے کو ملے گا ؛
اَوْاَبِيْتَ مِبْطَانًا وَّحَوْلِيْ بُطُوْنٌ غَرْثٰى ؛	36	یا یہ کہ میں پیٹ بھر کر سوتا رہوں اور میرے چاروں طرف بھوکے پیاسے لوگ تڑپ تڑپ کر رات گذار رہے ہوں ؛
وَاَكْبَادٌ حَرّٰى ؛	37	اور بھوک سے اُن کے جگر جل رہے ہوں ؛
اَوْاَكُوْنَ كَمَا قَالَ قَائِلٌ :	38	یا میں ویسا ہی بن جاؤں جیسا کہ ایک کہنے والے نے نقشہ کھینچا ہے کہ:
وَحَسْبُكَ دَاءً اَنْ تَبِيْتَ بِبِطْنَةٍ ☆ وَحَوْلَكَ اَكْبَادٌ تَحِنُّ اِلَى الْقِدِّ !	39	۔"تجھے تیری یہ بیماری زیب دیتی ہے کہ تو پیٹ بھر کر بے غل وغش سوتا رہتا ہے اور تیرے گرد ایسے جگر بھوک سے تڑپ رہے ہوں جنہیں سوکھا چمڑا اُبال کر پینے کو نہ ملتا ہو !
أَ اَقْنَعُ مِنْ نَفْسِيْ بِاَنْ يُّقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ لَا اُشَارِكَهُمْ فِيْ مَكَارِهِ الدَّهْرِ؟	40	کیا میں اس حالت پر قناعت کرلوں کہ لوگ مجھے امیر المومنین کہتے رہیں اور میں اُن کی تکلیفوں میں اور زمانہ کی ناگواریوں میں شرکت سے باز رہوں؟
اَوْاَكُوْنَ اُسْوَةً لَّهُمْ فِيْ جُشُوْبَةِ الْعَيْشِ ؛	41	اور زندگی کی تلخیوں میں اُن کے لئے نمونہ نہ بنوں؟
فَمَا خُلِقْتُ لِيَشْغَلَنِيْ اَكْلُ الطَّيِّبَاتِ كَالْبَهِيْمَةِ الْمَرْبُوْطَةِ هَمُّهَا عَلَفُهَا ؛	42	مجھے اس لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے کہ اچھے اچھے کھانوں کی فکر و تلاش میں لگا رہوں اور اُس بندھے ہوئے چوپائے کی مانند ہو جاؤں جسے اپنے چارے ہی کی فکر رہتی ہے ؛
اَوِ الْمُرْسَلَةِ شُغُلُهَا تَقَمُّمُهَا ؛	43	یا اُس آوارہ پھرنے والے چوپائے کی طرح ہو جاؤں جو چاروں طرف منہ مارتا پھرتا ہے ؛
تَكْتَرِشُ مِنْ اَعْلَافِهَا ؛	44	اور جو کچھ ملتا ہے اپنا پیٹ بھر لیتا ہے ؛

وَتَلْهُوْعَمَّايُرَادُبِهَا ؛	45	اور اُس مقصد سے غافل رہتا ہے جو اُس کے پالنے اور آزاد چھوڑنے کا تھا؛
اَوْ اُتْرَكُ سُدًى ؛	46	کیا میں بھی بلا مقصد آزاد چھوڑ دیا گیا ہوں؟
اَوْاُهْمَلَ عَابِثًا ؛	47	یا بے معنی اور فضول پیدا کیا گیا ہوں؟
اَوْ اَجُرَّحَبْلَ الضَّلَالَةِ ؛	48	تا کہ میں گم کرنے والی رسیوں اور راہوں میں اُلجھتا رہوں؟
اَوْ اَعْتَسِفَ طَرِيْقَ الْمَتَاهَةِ ؛	49	اور بھٹکتے اور بہکتے رہنے کے مقامات میں منہ اُٹھائے پھرتا رہوں؟
وَكَاَنِّيْ بِقَائِلِكُمْ يَقُوْلُ :	50	اور میں وہ بھی جانتا ہوں جو تم میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ:
اِذَا كَانَ هٰذَا قُوْتَ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَدْ قَعَدَبِهِ الضَّعْفُ عَنْ قِتَالِ الْاَقْرَانِ وَمُنَازَلَةِ الشُّجْعَانِ ؟	51	اگر کھانے پینے میں اسی گھٹیا درجہ کی کمزور کر دینے والی خوراک پر علیؑ ابن ابیطالبؑ نے انحصار رکھا تو کمزوری اور ناتوانی انہیں اپنے بہادر حریفوں سے جنگ کرنے سے روک دے گی؛
اَلَا وَاِنَّ الشَّجَرَةَ الْبَرِيَّةَ اَصْلَبُ عُوْدًا ؛	52	مگر خبردار ہو کر غور کرو کہ جنگل کی لکڑی مضبوط ہوا کرتی ہے؛
وَالرَّوَائِعَ الْخَضِرَةَ اَرَقُّ جُلُوْدًا؛	53	اور تر و تازہ درختوں کی چھال اور لکڑی کمزور اور نرم ہوا کرتی ہے؛
وَالنَّبَاتَاتُ الْبَدَوِيَّةُ اَقْوٰى وُقُوْدًا ؛ وَاَبْطَاءُ خُمُوْدًا ؛	54	اور صحرائی جھاڑیوں کا ایندھن زیادہ قوت سے دھکتا اور بھڑکتا ہے اور بہت دیر میں بجھتا اور ختم ہوتا ہے؛
وَاَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَالصِّنْوِمِنَ الصِّنْوِ وَالذِّرَائِعُ مِنَ الْعَضُدِ ؛	55	اور میں تو رسولؐ اللہ سے وہی نسبت رکھتا ہوں جو ایک ہی جڑ سے نکلنے والی دو شاخوں کو ایک دوسری سے ہوتی ہے۔اور جو تعلق کلائی کو بازو سے ہوا کرتا ہے؛
وَاللّٰهِ لَوْتَظَاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰى قِتَالِيْ لَمَا وَلَّيْتُ عَنْهَا ؛	56	اور خدا کی قسم اگر سارا عرب جمع ہو کر مجھ اکیلے سے جنگ کرے تب بھی میں انہیں ولایت قائم نہ کرنے دوں گا۔
وَلَوْ اَمْكَنَتِ الْفُرَصُ مِنْ رِّقَابِهَا لَسَارَعْتُ اِلَيْهَا ؛	57	اور اگر مجھے فرصت نے موقع دیا تو اُن کی گردنیں پکڑنے کے لئے بہت پھرتی سے آگے بڑھوں گا؛
وَسَاجْهَدُ فِيْ اَنْ اُطَهِّرَ الْاَرْضَ مِنْ هٰذَا الشَّخْصِ الْمَعْكُوْسِ وَالْجِسْمِ الْمَرْكُوْسِ ؛	58	اور اپنی انتہائی کوشش کروں گا کہ اِس زمین کو اُس الٹی کھوپڑی والے مکروہ المنظر شخص سے پاک کردوں؛
حَتّٰى تَخْرُجَ الْمَدَرَةُ مِنْ بَيْنِ حَبِّ الْحَصِيْدِ،	59	تا کہ فصل کے غلے میں سے کنکریاں اور پتھریاں نکل کر صاف اناج باقی رہ جائے؛
اِلَيْكِ عَنِّيْ يَادُنْيَا	60	اَے دُنیا تو مجھ سے مایوس ہو جا؛
فَحَبْلُكِ عَلٰى غَارِبِكِ ؛		میں نے تیرے جال کی باگ تیرے ہی کاندھے پر ڈال دی ہے؛
قَدْانْسَلَلْتُ مِنْ مَّخَالِبِكِ؛	61	میں یقیناً تیرے پنجوں سے باہر ہوں؛
وَاَفْلَتُّ مِنْ حِبَائِلِكِ ؛	62	اور میں تیرے جال سے باہر نکلا ہوا ہوں؛
وَاَجْتَنَبْتُ لِذَّهَابَ فِيْ مَدَاحِضِكِ ؛	63	اور میں نے تیرے پھسلانے والے اور ڈگمگا دینے والے تمام مقامات سے اجتناب کر رکھا ہے؛

اَيۡنَ الۡقُرُوۡنُ الَّذِيۡنَ غَرَرۡتِهِمۡ بِمَدَا عِبِکِ ؟	64	کہاں ہیں وہ صدیاں اور اُن صدیوں کے وہ لوگ جنہیں تو نے کھیلتے کھیل تماشوں سے دھوکہ دیا تھا؟
اَيۡنَ الۡاُمَمُ الَّذِيۡنَ فَتَنۡتِهِمۡ بِزَخَارِفِکِ ؟	65	کہاں ہیں وہ امتیں جنہیں تو نے زر و جواہر و آرائشوں سے فتنوں میں مبتلا کئے رکھا؟
هَاهُمۡ رَهَائِنُ الۡقُبُوۡرِ وَمَضَامِيۡنُ اللُّحُوۡدِ ؟	66	ہاں ہاں وہ سب قبروں کے ھاتھ میں رہن پڑے ہیں۔ اور قبر کی لحدوں کے مضمون بن کر رہ گئے ہیں؛
واللّٰهِ لَوۡ کُنۡتِ شَخۡصًا ؛	67	اگر اے دنیا تو ایک دکھائی دینے والا شخص ہوتی،
مَّرۡئِيًّا ؛ وَّقَالِبًا حِسِّيًّا ؛	68	اور ایک محسوس و قابل گرفت بدن رکھتی؛
لَاَقَمۡتُ عَلَيۡکِ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فِیۡ عِبَادٍ غَرَرۡتِهِمۡ بِالۡاَمَانِیّ ؛	69	تو میں تجھ پر اللہ کی طرف سے مقرر کردہ تمام حدود و سزائیں نافذ کرتا اللہ کے اُن بندوں کی وجہ سے جنہیں تو نے تمنائیں بھڑکا کر دھوکہ دیا ہے؛
وَاُمَمٍ اَلۡقَيۡتِهِمۡ فِی الۡمَهَاوِیۡ ؛	70	اور اُن اُمتوں کا انتقام لیتا جن کو تو نے ہلاکت کے غاروں میں گرایا؛
وَمُلُوۡکٍ اَسۡلَمۡتِهِمۡ اِلَی التَّلَفِ ؛	71	اور اُن بادشاہوں کیلئے تجھے سزا دیتا جنہیں تو نے تباہیوں سے دوچار کیا؛
وَاَوۡرَدۡتِهِمۡ مَوَارِدَ الۡبَلَاءِ ؛	72	اور اُنہیں بلاؤں کے ایسے گھاٹ پر لا کر اُتار دیا کہ،
اِذۡلَا وِرۡدَ وَلَا صَدَرَ ؛	73	جہاں نہ کوئی اور آ کر اُترے گا اور نہ کوئی وہاں سے نکل کر جاسکے گا۔
هَيۡهَاتَ مَنۡ وَّطِیَٔ دَحۡضَکِ زَلِقَ ؛	74	افسوس ہے کہ جو کوئی بھی تیرے پھسلانے والی زمین پر پیر رکھے گا وہ ضرور پھسلے گا؛
وَمَنۡ رَّکِبَ لُجَجَکِ غَرِقَ ؛	75	اور جو کوئی تیری موجوں پر سوار ہوگا وہ ضرور غرق ہوگا؛
وَمَنِ ازۡوَرَّعَنۡ حِبَالِکِ وُفِّقَ ؛	76	اور جو کوئی تیرے جال کی رسیوں سے بچ کر رہے گا وہ ہدایت کی توفیق پائیگا؛
وَالسَّالِمُ مِنۡکِ لَايُبَالِیۡ اِنۡ ضَاقَ بِهٖ مُنَاخُهٗ ؛	77	اور تجھ سے محفوظ رہ جانے والا اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اُس پر دنیا کی تمام وسعتیں تنگ اور بند ہوجائیں؛
وَالدُّنۡيَا عِنۡدَهٗ کَيَوۡمٍ حَانَ انۡسِلَاخُهٗ ؛	78	اور اس کے نزدیک دنیا کا قیام ایک ایسے دن کے برابر ہے جو ختم ہونے والا ہو؛
اُعۡزُبِیۡ عَنِّیۡ فَوَاللّٰهِ لَااَذِلُّ لَکِ فَتَسۡتَذِلِّيۡنِیۡ ؛	79	تو مجھ سے دور اور غائب ہو جا بخدا میں تیرے ہاتھ آنے والا نہیں ہوں کہ تو مجھے ذلتوں میں اُتار سکے؛
وَلَا اَسۡلَسُ لَکِ فَتَقُوۡدِيۡنِیۡ ؛	80	اور نہ ہی میں تیرے لئے اپنی لگام ڈھیلی چھوڑوں گا کہ تو مجھے جدھر چاہے ہانک لے جائے؛
وَاَيۡمُ اللّٰهِ ۔ يَمِيۡنًا اَسۡتَثۡنِیۡ فِيۡهَا بِمَشِيۡئَةِ اللّٰهِ ۔ لَاَ رُوۡضَنَّ نَفۡسِیۡ رِيَاضَةً تَهُشُّ مَعَهَا اِلَی الۡقُرۡصِ اِذَا قَدَرَتۡ عَلَيۡهِ مَطۡعُوۡمًا ؛	81	اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں ایسی قسم جس میں اللہ کی مشیت کے سوا اور کوئی چیز مستثنیٰ نہیں ہے کہ میں اپنے آپ کو ایسا سدھاؤں گا کہ وہ کھانے میں ایک روٹی کے ملنے پر خوش ہوجایا کرے،

وَتَقْنَعُ بِالْمِلْحِ مَاْدُوْمًا ؛	82	اور اِس کے ساتھ ہی سالن کی جگہ نمک پر قناعت کرلیا کرے ؛
وَلَا دَعَنَّ مُقْلَتِیْ کَعَیْنِ مَاءٍ نَضَبَ مَعِیْنُهَا ؛	83	اور اپنی آنکھوں کے پانی کا ذخیرہ اس طرح خالی کردوں گا جس طرح وہ چشمہ سوکھا رہتا ہے جس کا پانی تہہ نشین ہو چکا ہو ؛
مُسْتَفْرِغَةً دُمُوْعُهَا ؛	84	اور آنکھیں آنسوؤں سے فارغ ہو چکی ہوں ؛
اَتَمْتَلِئُ السَّائِمَةُ مِنْ رِّعْیِهَا فَتَبْرُکَ ؛	85	چرنے والے مویشی پیٹ بھرنے کے بعد پہلو کے بل بیٹھ جاتے ہیں ؛
وَتَشْبَعُ الرَّبِیْضَةُ مِنْ عُشْبِهَا فَتَرْبِضَ ؛	86	اور بھیڑ بکریاں اپنا پیٹ بھر کر اپنی آرام گاہ کی طرف روانہ ہو جاتی ہیں ؛
وَیَاْکُلُ عَلِیٌّ مِنْ زَادِهٖ فَیَهْجَعُ ؟	87	کیا علیؑ بھی اُن ہی جانوروں کی طرح اپنا کھانا کھا کر سو جایا کرے؟
قَرَّتْ اِذًا عَیْنُهٗ اِذَا اقْتَدٰی بَعْدَ السِّنِیْنَ الْمُتَطَاوِلَةِ بِالْبَهِیْمَةِ الْهَامِلَةِ ؛ وَالسَّائِمَةِ الْمَرْعِیَّةِ ؛	88	ایسی صورت میں کیا اُس کی آنکھیں ٹھنڈی (اندھی) ہو جائیں گی کہ برسہا برس دینداری کی طویل مدت گذار کر بھی وہ چوپایوں اور چرندہ جانوروں کی پیروی کرنے میں مصروف ہو گیا ہے ؛
طُوْبٰی لِنَفْسٍ اَدَّتْ اِلٰی رَبِّهَا فَرْضَهَا ؛	89	قابلِ مبارکباد ہے وہ شخص جو اپنے پروردگار کے فرائض ادا کرتا رہتا ہے ؛
وَعَرَکَتْ بِجَنْبِهَا بُؤْسَهَا ؛	90	سختی اور مصیبت پر صبر سے دن گذارتا ہے ؛
وَهَجَرَتْ فِی اللَّیْلِ غُمْضَهَا ؛	91	اور رات کو نیند اور آرام سے ہجرت کر لی ہے اور آنکھوں کو بیدار رکھتا ہے ؛
حَتّٰی اِذَاغَلَبَ الْکَرٰی عَلَیْهَا افْتَرَشَتْ اَرْضَهَا ؛	92	یہاں تک کہ جب نینداس پر غلبہ کرتی ہے تو زمین کو بچھونا ،
وَتَوَسَّدَتْ کَفَّهَا ؛	93	اور ہاتھ کو سر کا تکیہ بنالیتا ہے۔
فِیْ مَعْشَرٍ اَسْهَرَ عُیُوْنَهُمْ خَوْفُ مَعَادِهِمْ ؛	94	وہ ایسے گروہ میں رہتا ہے کہ جسے قیامت میں حاضری کا خوف بیدار رکھتا ہے اور آنکھیں جاگتی رہتی ہیں۔
وَتَجَافَتْ عَنْ مَضَاجِعِهِمْ جُنُوْبُهُمْ ؛	95	اور اُن کے پہلوؤں کو اُن کی خوابگاہوں سے دور کر رکھا ہے۔
وَهَمْهَمَتْ بِذِکْرِ رَبِّهِمْ شِفَاهُهُمْ ؛	96	اور اپنے پروردگار کے ذکر میں اُن کے ہونٹ مصروف رہا کرتے ہیں۔
وَتَقَشَّعَتْ بِطُوْلِ اِسْتِغْفَارِهِمْ ذُنُوْبُهُمْ (اُولٰئِکَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَo مجادله 58/22)	97	اور مغفرت کی دعاؤں کی کثرت سے اُن کے گناہ گرتے چلے گئے ہیں (وہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں اور ہوشیار ہو جاؤ کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح یافتہ ہے۔ مجادلہ 58/22)
فَاتَّقِ اللّٰهَ یَاابْنَ حُنَیْفٍ وَلْتَکْفِکَ اَقْرَاصُکَ لِیَکُوْنَ مِنَ النَّارِ خَلَاصُکَ ۔	98	اَے ابن حُنیف اللہ کا تقویٰ اختیار کر اور اپنے پاس کی روٹیوں پر قناعت کرتا کہ تو جہنم کی آگ سے چھٹکارہ پا سکے۔"

تشریح:۔ یہ خط جہاں بہت سے مسائل کا جواب ہے وہیں حضرت علی علیہ السلام کی زندگی کا پورا نقشہ پیش کرتا ہے اور اپنی حقیقی اور مکمل تشریح کے لئے ایک ہزار صفحات چاہتا ہے ہم مختصر تشریح کر کے دل کو یوں بہلائیں گے کہ ہم تو حضور علیہ السلام ہی کی زندگی پیش کرتے چلے آتے ہیں اور اسی میں اپنی

زندگی گذار دیں گے اور جب کہ اللہ نے یہ فرمادیا ہے کہ:۔ ''اگر زمینوں کے تمام درخت قلم بن جائیں اور تمام سمندر سیاہی اور دوات بن جائیں جنہیں مزید سات سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کے کلمات کی تشریح لکھنے سے ختم نہ ہوگی۔ بلاشبہ اللہ ہی غلبہ والا حکیم ہے۔(سورۃ لقمان 31/27) لہٰذا ہماری زندگی بھی کافی نہیں۔ بہرحال خط کی وضاحت تک لکھنا تو کم ازکم ہے اور ہم اسی قدر کے لئے ذمہ دار ہیں۔

رؤسا اور اغنیا یا مالدار اور سرمایہ داروں کی وجہ سے دعوت میں شرکت منع ہوگئی

لہٰذا سب سے پہلے یہ دیکھئے کہ جناب عثمان بن حنیف کو ایسی دعوتوں میں شرکت سے منع فرمادیا ہے جو صرف دولتمندوں اور خوش حالوں کے لئے مخصوص ہوں۔ اور جن میں غربا و فقرا اور ضرورتمندوں کو آنے سے روکا جائے۔ لہٰذا ہماری وہ نذر و نیاز جن میں غربا کو شامل نہیں کیا جاتا وہ ناپسندیدہ ہیں۔ اگر ہمیں نذر و نیاز میں نذر کے سامان کی توقیر وطہارت منظور ہے تو تھوڑے سے سامان پر نذر دلائیں اور شرائط کے مطابق خوش عقیدہ اور پاک لوگوں کو الگ سے کھلادیں لیکن باقی سامان کو عام رکھیں اور غربا کو خصوصاً مدعو کریں۔ شادی بیاہ کی رسومات میں بھی غربا اور مساکین کا خیال رہنا چاہئے اور دھکے دے کر نکال دینا بند ہوجانا چاہئے اور کسی کی دعوت بھی اُسی صورت میں قبول کرنا چاہئے جب یہ یقین ہو کہ وہاں سے غربا کو نہ نکالا جائے گا۔

عثمان بن حنیف کی یہ دعوت یقیناً اُن سے اُن کے عہدے سے ناجائز استفادہ کے لئے تھی

آج تو رشوت دینے کا بہترین طریقہ دعوت ہی ہے۔ وفود اور عہدیداران حکومت کہیں جاتے ہیں یا بلائے جاتے ہیں تو دعوتوں کا سلسلہ عام ہے اور اس کا منشا صرف آؤ بھگت کرنا اور اخلاقی سلوک ہی نہیں ہوتا بلکہ سیاسی استفادہ پہلے نمبر پر ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ ہم نوائی اور ہم خیالی حاصل کرنے کی پوری پوری کوشش کی جاتی ہے اور یہ کچھ ڈھکی چھپی بات نہیں ہوتی بلکہ اخلاقی رسم بن گئی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کا یہ خط اس قسم کی تمام دعوتوں سے روکتا ہے۔ پھر حضورؑ کی باقی گفتگو سے یہ بات بھی واضح ہے کہ دعوت کا کھانا ہو یا کچھ اور صورت ہو ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ دعوت کرنے والا حرام خور تو نہیں ہے یا اُس کے دسترخوان پر حرام چیزیں تو فراہم نہیں کی جارہی ہیں اور یہ کہ کھانا فراہم کرنے کا طریقہ یا پیسہ تو حرام نہیں ہے۔ ہم دیکھتے چلے آرہے ہیں کہ آج کی دعوتوں میں جو چیز قطعاً نظرانداز کردی گئی ہے وہ یہی حرام وحلال کی بات ہے۔ ہم نے کبھی نہیں سُنا کہ مسلمان وفود نے یا عہدیداران نے کمیونسٹ ممالک میں حلال وحرام کا سوال اُٹھایا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ حرام وحلال کی بات کرنا دقیانوسی اور گئی گذری بات اور رجعت پسندی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ پکے مسلمان ممالک میں ڈبوں میں بند کھانے کا سامان غیر مسلم ممالک سے منگایا جاتا ہے اور بلاتکلف گھروں میں اور ہوٹلوں میں کھایا جاتا ہے اور ہم نے دکھایا ہے کہ بعض ڈبوں پر Hame اور Pork بھی لکھا ہوا ہوتا ہے اور خالی ڈبے کوڑے کے ڈرم میں پڑے ہوئے آپ کو ہوٹل کے باہر مل جاتے ہیں۔ یہ حال آپ کو اُن مسلمان ممالک میں ملے گا جو مقطّع داڑھیاں رکھے ہوئے تسبیح بدست عبا قبا بردوش اور عمامہ بر سر ملیں گے جو وہاں کا فیشن ہے۔ یعنی رفتہ رفتہ اسلام بھی فیشن میں داخل ہوگیا ہے اور وہ لوگ تم پاکستانیوں یا ہندوستانیوں کو بڑی حقارت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے ملیں گے۔ ویسے وہاں یا علیؑ اور یا رسولؐ کہنا بدعت ہے۔ اور یہ صرف اس لئے کہ ان دونوں نے اُن پر بڑی سختیاں کی تھیں۔ یہ ہر وقت حلال وحرام اور طیب وخبیث کی روک ٹوک جاری رکھتے تھے۔ اُن کی ساری آزادیاں چھین کر اللہ کے حوالے کردی تھیں۔ اور رسولؐ کی زندگی تک یہ لوگ آزادی کو ترستے رہے۔ اور انتقالِ رسولؐ کے بعد خوشیاں منائیں اور آج تک عید میلادالنبیؐ کے نام سے اُن کے انتقال کے سوگ میں خوشیاں مناتے ہیں۔ یہاں حرام وحلال سے متعلق ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے چند جملے سُن لیں تو عنوان بدل دیں۔ لکھا ہے کہ:۔

''مختصر یہ کہ ولید ایک عام قریشی فرد تھا۔ بظاہر مسلمان تھا۔ ساتھ ہی اپنے جملہ جاہلی خصائل کا بھی پابند تھا۔ اُس (عثمانی) دور میں وہی پہلا

شخص نہ تھا جو شراب نوشی کررہا تھا۔ بلکہ اُس جیسے اور بہت سے تھے جن کی زبانیں مسلمان ہوچکی تھیں مگر دل پُرخلوص ایمان نہ لائے تھے بلکہ کفروایمان کے مابین مذبذب تھے۔ اکیلا ولید ہی نہ تھا جو پوشیدہ طورعشرت کوشی تماشا پسندی اورہنسی مذاق کا دلدادہ تھا بلکہ اُس جیسے اور بہت تھے۔'' (فتنۃ الکبریٰ صفحہ 213)۔ بہرحال قریش اورعربوں نے اپنی آزادی ہی کے لئے اپنی حکومت بنائی تھی اور سمجھ بوجھ کر حضرت علی علیہ السلام کو حکومت سے دُور تر کردیا تھا اور نہ انہیں یہ اپیل بہت شرمندہ کرتی۔

سب کے لئے عموماً اور شیعوں کے لئے خصوصاً شرمندہ کرنے والی علیؑ کی اپیل

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی خوراک اور پوشاک کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ:۔''اگر تم دو چادروں اور دو روٹیوں پر گزارہ نہیں کرسکتے ہو تو کم سے کم پاک دامن رہ کر اور نیک چلنی اور خوش کرداری کی کوشش کرکے تو میری مدد کرسکتے ہو'' (جملہ نمبر 11 تا 14)

یہ اپیل اُس زمانے میں کی گئی تھی جس زمانہ کے پیروان مرتضویؑ آپ کی نظروں میں بڑے متقی اور پرہیزگار ہوں گے۔ مگر سُن لو کہ وہ اس اپیل کی رُو سے کیسے لوگ ہوسکتے تھے؟ بہرحال قارئین یہ جملے (9 تا 17) دل پر ہاتھ اور اپنے حالات اور رویے پر نظر رکھ کر پڑھیں اور بتائیں کہ اگر وہ عہد مرتضویؑ میں ہوتے تو اُنؑ کے کہاں تک مددگار ہوتے؟ اور جس نظام کو حضرت علی علیہ السلام پہلی ہجرت سے قائم کئے ہوئے تھے اس میں کہاں تک ہاتھ بٹاتے؟ بھوکے اور نیم برھنہ لوگوں کو دونوں وقت کا کھانا فراہم کرنا تن ڈھکنے کے لئے کپڑے فراہم کرنا کیسے ممکن ہوتا اگر حضرت علی علیہ السلام نے آپ والی زندگی اختیار کرلی ہوتی؟ ہم یہ ماننے کو فوراً تیار ہوجاتے اگر حضرت علی علیہ السلام نے یہ فرمایا ہوتا کہ تمہیں دونوں وقت شاندار ولذیذ ترین غذا کھانا چاہیئے اور ریشم وزربفت کی پوشاک پہننا چاہیئے۔ واقعی ایسا کرنا تمہاری مقدرت سے باہر ہوتا۔ مگر وہ تو یہ فرمارہے ہیں کہ پُرانے کپڑوں کا جوڑا پہنا کرو اور دو روٹیاں نمک سے کھالیا کرو۔ اگر مسلمان ہو تو خدا کو موجود مانتے ہوئے یہ بتاؤ کہ اس میں تمہیں کیا دِقت ہوگی؟ یہ تو آسان ترین زندگی ہے۔ جس پر میں اور آپ دونوں عمل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اور آج اور اسی وقت سے اس پر عمل کرسکتے ہیں البتہ موڈرن دور کا آدمی ہوتے ہوئے یہ خیال آسکتا ہے کہ ایسی غذا سے کمزوری پیدا ہوجائے گی وٹامن کی عدم موجودگی جسم وجان کو ضرر پہنچائے گی۔ اس کا جواب بھی حضورؐ نے دے دیا ہے۔ (51 تا 54)

کمزوروں کو طاقتور اور مساکین کو دولت مند بنانے کے لئے فقر وفاقہ ملک عرب کو مغلوب کرسکتا ہے

آپ منبر کی بلندی سے پکار کر چیلنج فرماتے ہیں کہ میں تنہا سارے عرب کو مغلوب کرسکتا ہوں۔ اُن سب کی گردنیں دبوچ سکتا ہوں۔ کمزور کرنے والی خوراک سے سارے عرب کی اجتماعی طاقت حاصل کرنا دینی نسخوں میں سے ایک نسخہ ہے اور اسی پر کہا گیا ہے کہ:۔

؎ سُنا ہے نانِ شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

قورمہ اور تنجن کھانے والے سے ہر گدھا طاقت ور ہوتا ہے قوت اور طاقت کا مدار مرغن اور لذیذ غذاؤں پر نہیں ہے چنانچہ ترقی یافتہ اقوام نے مُرغن اور لذیذ غذاؤں کو ترک کرکے ایسی خوراک تجویز کی ہے جو فطرت اور سادگی سے زیادہ قریب ہیں۔ اور اس پر مزید تحقیقات کی جارہی ہیں۔ اور مُرغن کھانے صرف پس ماندہ اقوام کیلئے رہ گئے ہیں۔

فدک کے متعلق چند دُکھتے ہوئے جملے، دو الگ قومیں، مستقل استغنا، حضرت ابوبکر عمر کے مخالف خلفاء

حضرت علی علیہ السلام اپنی مالی حالت کا بیان کرتے ہوئے اس خط میں ہمیں بتاتے ہیں کہ ہم سے سب کچھ چھین لینے کے بعد بھی ایک قوم نے ہم سے فدک بھی چھین لیا۔ اور دوسری قوم نے فدک کے چھین لینے پر صرف غم وغصہ کا اظہار تو کیا مگر پہلی قوم سے فدک کی واپسی کے لئے کچھ نہ کیا۔

(18 تا 20) یہاں رک کر قارئین صرف اتنا نوٹ کر لیں کہ جن دو قوموں کا ذکر ہوا ہے۔ ایک قوم علیؑ کی دشمن اور محروم کرنے والی ہے اور دوسری قوم پہلی قوم کے اقدامات کو صرف ناپسند کرتی ہے اور یہ قومیں قریش اور انصار ہیں اور حضرت علی علیہ السلام آپ سے اُن دونوں اقوام کی شکایت کر رہے ہیں اور شکایت کا مقصد صاف ظاہر ہے کہ آپ بھی اُن دونوں قوموں سے اپنا کوئی تعلق نہ رکھیں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ یہ خط آپؑ نے اپنی حکومت کے زمانے میں اپنے گورنر کو لکھا ہے۔ یعنی آپ نے چھینے ہوئے فدک کو واپس نہیں لیا ہے اور نہ واپس لینے کا ارادہ ہے اس لئے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ فدک کو لے کر میں کیا کرتا؟ مجھے فدک کی یا فدک کے علاوہ کسی اور چیز کے لینے کی کیا احتیاج ہے جب کہ کل مجھے قبر میں دفن ہونا ہے (جملہ نمبر 22)۔ اس کے بعد حضورؑ نے قبر کے حالات بیان کرنا شروع کر دئے ہیں۔ اور فرمادیا ہے کہ فدک وغیرہ کا معاملہ اب خدا کے بہترین فیصلے پر ٹھہرا ہوا ہے (جملہ نمبر 21)۔ لہٰذا واضح ہوا کہ نہ فدک واپس اپنی تحویل میں لیا ہے اور نہ لینے کا ارادہ ہے۔ یعنی آپ کو فدک اور کسی دوسری چیز کی احتیاج نہیں ہے اور اگر احتیاج ہو بھی تو واپس نہیں لینا ہے۔ قریش کی اپنی تیار کی ہوئی تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر کی قائم کردہ حکومت کے خلفا نے حضرت ابوبکر وعمر کی پالیسی کی مخالفت کرتے ہوئے کئی بار فدک کو خاندان مرتضوی کو واپس کیا اور حضرت ابوبکر وعمر کی اسکیم بار بار پٹتی رہی۔ یہ بھی نوٹ کر لیں کہ علما نے حضرت ابوبکر وعمر کے اس ظلم کو ہلکا کرنے کے لئے فدک کو ایک باغ یعنی باغ فدک بھی لکھا ہے حالانکہ اتنی بڑی جائیداد کا نام ہے جو مدینہ سے لے کر خیبر تک پھیلی ہوئی تھی اور اس میں بہت سے باغات اور زرخیز کاشت ہوتے رہنے والی زمین تھی اور جس سے حکومت کے تمام اخراجات برسہا برس تک عہد عمر تک برداشت کئے گئے تھے اور حضرت عمر نے یہی کہہ کر ابوبکر کو سمجھایا تھا کہ اگر تو نے فدک فاطمہ کو دے دیا تو جنگی اور فوجی اور دیگر اخراجات کہاں سے پورے کرو گے۔ عثمان نے اپنی حکومت کے زمانے میں فدک اپنے خاندان کو دے دیا تھا۔ الغرض حضرت علی علیہ السلام کے سوا تمام قریشی خلفا نے فدک کو اپنی تحویل میں رکھا۔ (مزید تفصیلات بیان الامامت کے دیگر خطبات کی تشریح میں دیکھیں)

<u>معاویہ کو اُلٹی کھوپڑی رکھنے والا فرمایا ہے بار زمین قرار دیا ہے</u>

چونکہ معاویہ کی تمام پالیسی اور سارے منصوبے حق کے بھی مخالف تھے اور تاریخی حیثیت سے قریشی حکومت کے بھی خلاف تھے۔ یعنی وہ حق کی طرفداری کے خلاف اُلٹا باطل کی طرفداری کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ اس لئے اُسے حق کو شکست دینے کے لئے ہر کام اُلٹا کرنا تھا۔ لہٰذا اس کے دماغ میں جو بات بھی آتی تھی وہ اُلٹی آتی تھی یا اُلٹ کی جاتی تھی اور ماشاءاللہ خاندانی اور نسلی اعتبار سے نہایت بدشکل تھا۔ اس لئے اُسے الٹی کھوپڑی والا اور بدمنظر بھی فرمایا ہے۔ اور یہ ارادہ ظاہر کیا ہے کہ اگر حضور علیہ السلام کو موقع اور فرصت ملی تو زمین کو معاویہ اور معاویہ کے منصوبے سے پاک کر دوں گا تاکہ لوگوں کو کنکریوں اور پتھریوں سے پاک وصاف اناج ملتا رہے (جملہ نمبر 57 تا 59)۔ چونکہ حضرت علی علیہ السلام کا یہ ارادہ مشہور ومعروف تھا اس لئے سازش کرنا اور انہیں دھوکے سے قتل کرانا ضروری ہو گیا تھا۔

<u>مستقل اور ازلی امیرالمومنین ہونے کے لئے تمام مصائب وآلام سے محبت لازم ہے</u>

قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی حکومت پر قبضہ کر لیا مسلمانوں کے حکمران بن گئے خلیفۃ المسلمین بھی کہلائے اور صدیوں تک امیر المومنین بھی پکارے جاتے رہے۔ مگر اُن سب کا مسلمانوں کے حکمراں اور خلیفہ اور امیر المومنین نہ ہونا حضرت علی علیہ السلام کے **<u>مُسلمہ بیانات وعمل</u>** نے ثابت کر دیا ہے۔ اس طرح کہ حضرات ابوبکر وعمر سے لے کر کسی نے بھی اپنی زندگی کا وہ معیار نہ بنایا جو حضرت علی علیہ السلام حکمران وخلیفہ اور امیر المومنین کے لئے خود روز اوّل سے اختیار کرتے ہیں اور اُسے چھوڑنے کو کسی طرح اور کسی صورت میں تیار نہیں تھے (جملہ نمبر 33 تا 60) اور آپ کا یہ روّیہ اور عملدرآمد بعینہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا ہونا چاہیئے اس لئے کہ آپؑ ایک جڑ سے نکلنے والی دو شاخیں ہیں اور بازو وکلائی والا تعلق ہے۔لہٰذا سربراہِ اُمتِ محمدؐ یہ کیلئے لازم ہے کہ وہ معیارِ مرتضوی اختیار کرے اور یہ معیار وہی اختیار کرسکتا ہے جسے یہ یقین واطمینان حاصل ہو کہ اُسے وہ تمام نعمتیں، سہولتیں اور آسائشیں بلاشبہ ملنے والی ہیں جن کو میں دنیا میں چھوڑ رہا ہوں۔جس کو قیامت پر اور اللہ کے تمام وعدوں پر یقین واطمینان اور تجربہ حاصل ہو۔

خط (نمبر46) اِلٰی بَعْضِ عُمَّالِہٖ:اپنے گورنر کے نام

1۔رعایا کے ساتھ کیسا سلوک ہونا چاہیئے؟2۔مدارات وخوش روئی لوازمات میں سے ہیں۔

3۔بڑے اور چھوٹے لوگ بے انصافی اور جانبداری سے مایوس رہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اَمَّابَعْدُ فَاِنَّکَ مِمَّنْ اَسْتَظْھِرُبِہٖ عَلٰی اِقَامَۃِ الدِّیْنِ ؛	1	بعد از حمد وثنائے خدا ورسوؐل معلوم کرو کہ تم اُن لوگوں میں سے ایک ہو جن سے میں دین کو قائم کرنے میں مدد لیتا ہوں؛
وَاَقْمَعُ بِہٖ نَخْوَۃَ الْاَثِیْمِ ؛	2	اور نخرے دار گناہ گار کا غرور توڑتا ہوں؛
وَاَسُدُّ بِہٖ لَھَاۃَ الثَّغْرِ الْمَخُوْفِ ؛	3	اور جن سے خطرہ والی سرحدوں کی حفاظت کرتا ہوں؛
فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ عَلٰی مَااَھَمَّکَ ؛	4	چنانچہ تم پیش آنے والی مُہمّات میں اللہ سے مدد مانگتے رہو؛
وَاخْلِطِ الشِّدَّۃَ بِضِغْثٍ مِنَ اللِّیْنِ ؛	5	رعایا سے سختی کے ساتھ مناسب مقدار میں نرمی ملا کر سلوک کیا کرو؛
وَارْفُقْ مَاکَانَ الرِّفْقُ اَرْفَقَ؛	6	اور جہاں خالص نرم سلوک اچھا نتیجہ پیدا کرے وہاں نرمی ضروری ہے؛
وَاعْتَزِمْ بِالشِّدَّۃِحِیْنَ لَایُغْنِیْ عَنْکَ اِلَّاالشِّدَّۃُ ؛	7	سخت روّیہ اس حالت میں اختیار کرو جب سختی کئے بغیر کام ہی نہ چلے؛
وَاخْفِضْ لِلرَّعِیَّۃِ جَنَاحَکَ ؛	8	ویسے رعیت کے لئے اپنے بازو پھیلائے رہو؛
وَابْسُطْ لَھُمْ وَجْھَکَ ؛	9	اور اپنے چہرہ کو کھلا اور مسکراتا ہوا رکھو؛
وَاَلِنْ لَّھُمْ جَانِبَکَ ؛	10	اور اپنے پہلوؤں کو اُن کے لئے نرم اور کھلا رکھو؛
وَاٰسِ بَیْنَھُمْ فِی اللَّحْظَۃِ وَالنَّظْرَۃِ وَالْاِشَارَۃِ وَالتَّحِیَّۃِ ؛	11	نظر بھر کر دیکھنے اور کنکھیوں سے دیکھنے میں اور اشارہ کرنے اور سلام قبول کرنے میں سب کو برابر رکھو؛
حَتّٰی لَایَطْمَعَ الْعُظَمَآءُ فِیْ حَیْفِکَ	12	یہاں تک کہ بڑے لوگ تمہیں بے راہ کرنے اور ظلم کرانے کی طمع نہ کرنے لگیں؛
وَلَایَیْاَسَ الضُّعَفَآءُ مِنْ عَدْلِکَ وَالسَّلَامُ۔	13	اور کمزور اور چھوٹے لوگ تم سے انصاف اور عدل کرنے سے مایوس نہ ہو جائیں۔ والسلام۔

تشریح:۔ خط کا مضمون بتاتا ہے کہ یہ گورنر نہایت ہی پسندیدہ اور حضور علیہ السلام کا مددگار دوست وبازو ہے مگر جناب رضی رضی اللہ عنہ اس کا نام نہیں لکھتے اور نہ یہ بتاتے ہیں کہ تلاش کے بعد بھی مجھے اس کا نام نہ مل سکا۔رضیؒ ہی نہیں بلکہ کسی اور نے بھی اس گورنر کا نام نہیں لکھا ہے۔یہ شعر ہمارے جذبات کی

ترجمانی کرتا ہے کہ:۔ اب کیا رہا جو رقیبوں کا ڈر کریں ہم تو بُروں کی جان کو پہلے ہی رو چکے

یہ تو ماننے کی بات نہیں ہے کہ اُس نیک نہاد اور پسندیدہ گورنر کا نام ظاہر کرنے سے رضی صاحب کو کوئی خطرہ پیش آ سکتا تھا اور یہ بھی ماننے کی بات نہیں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے خطبات اور خطوط جمع کرنے والے علما میں سے کسی کو بھی اُس کا نام معلوم نہ ہوسکا ہو۔البتہ یہ مانا جاسکتا ہے کہ یہ گورنر مخالف محاذ کا انتہائی دشمن رہا ہوا اور اس لئے اس کا نام چھپایا گیا ہو مگر اُس کے کام لکھنا اور نام چھپانا قابل تعجب بات ضرور ہے۔لیکن رضیؒ کا اس سلسلے میں کچھ نہ لکھنا اور بلا کسی تکلیف کے خاموشی سے گذر جانا اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات ہے۔

(نمبر47) وصیت

<u>وَصِيَّةٌ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَمَّا ضَرَبَهُ ابْنُ مُلْجَمٍ لَعَنَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ</u>

<u>جب ابن ملجم ملعون کے ہاتھ سے زخمی ہو گئے تو امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو وصیت فرمائی</u>

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

اُوْصِيْكُمَا بِتَقْوَى اللّٰهِ ؛	1	میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ جاری رکھنا؛
وَاَنْ لَّاتَبْغِيَا الدُّنْيَا وَاِنْ بَغَتْكُمَا ؛	2	اور یہ کہ دُنیا کو پسند نہ کرنا خواہ دُنیا تمہیں پسند ہی کیوں نہ کرے؛
وَلَا تَاْسَفَا عَلٰى شَيْءٍ مِّنْهَا زُوِيَ عَنْكُمَا ؛	3	اور اس دنیا کی کسی ایسی چیز پر افسوس نہ کرنا جو تم سے روک لی جائے؛
وَقُوْلَا بِالْحَقِّ ؛	4	اور جب کہو حق بات کہا کرو؛
وَاعْمَلَا لِلْاَجْرِ ؛	5	اور ہمیشہ ثواب ملنے والا عمل کیا کرنا؛
وَكُوْنَا لِلظَّالِمِ خَصْمًا ؛	6	اور تم ظالموں کے دشمن اور مدمقابل رہنا؛
وَلِلْمَظْلُوْمِ عَوْنًا ؛	7	اور تم مظلوموں کے مددگار رہنا؛
اُوْصِيْكُمَا وَجَمِيْعَ وَلَدِيْ وَاَهْلِيْ وَمَنْ بَلَغَهُ كِتَابِيْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَنَظْمِ اَمْرِكُمْ ؛	8	میں تمہیں بھی وصیت کرتا ہوں اور اپنے تمام بیٹوں اور اہل وعیال کو اور جسے میری یہ تحریری وصیت پہنچے وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور اپنے دینی نظام کو برقرار رکھیں؛
وَصَلَاحِ ذَاتِ بَيْنِكُمْ ؛	9	اور آپس میں صلاح اور اصلاح جاری رکھیں؛
فَاِنِّيْ سَمِعْتُ جَدَّكُمَا .صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ يَقُوْلُ : <u>صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ اَفْضَلُ مِنْ عَامَّةِ الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ</u> ؛	10	یقیناً میں نے تمہارے دادا صلی اللہ علیہ وآلہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ: ’’آپس کی اصلاح کرنا روزمرہ کی عام نمازوں اور روزوں سے افضل مقام رکھتی ہے‘‘۔(از کلیہ نماز و روزہ بہتر است)

اَللّٰهَ اللّٰهَ فِی الْاَیْتَامِ فَلَا تُغِبُّوْا اَفْوَاهَهُمْ ؛	11	اللہ، اللہ یتیموں کی دیکھ بھال اور پرورش کا مقام، چنانچہ تم اُن کے ہونٹوں کو ناغہ کرنے کا موقع نہ دینا (بھوک، پیاس اور باتوں سے)
وَلَا یَضِیْعُوْا بِحَضْرَتِکُمْ ؛	12	اور اپنی موجودگی میں انہیں ضائع نہ ہونے دینا؛
وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ جِیْرَانِکُمْ فَاِنَّهُمْ وَصِیَّةُ نَبِیِّکُمْ ؛	13	اللہ اللہ پڑوسیوں کا مقام، وہ تو خود تمہارے نبی کی وصیت ہیں،
مَازَالَ یُوْصِیْ بِهِمْ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهُ سَیُوَرِّثُهُمْ ؛	14	پڑوسیوں کی دیکھ بھال اور خوشحالی پر آپؐ نے اس قدر مسلسل بلا ناغہ وصیتیں کیں کہ ہمیں یہ یقین ہونے لگا تھا کہ **انہیں وراثت میں شامل کیا جانیوالا ہے؛**
وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِی الْقُرْآنِ لَایَسْبِقُکُمْ بِالْعَمَلِ بِهٖ غَیْرُکُمْ ؛	15	واللہ اللہ قرآن کا مقام، اس پر عمل کرنے میں تم سے کوئی سبقت نہ لے جائے؛
وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِی الصَّلَاةِ فَاِنَّهَا عَمُوْدُ دِیْنِکُمْ ؛	16	اور اللہ اللہ نماز کا مقام، وہ تو تمہارے دین کا ستون ہے۔
وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ بَیْتِ رَبِّکُمْ ؛	17	اور اللہ اللہ تمہارے پروردگار کے گھر کا مقام، لہٰذا
لَاتُخَلُّوْهُ مَابَقِیْتُمْ ؛	18	اُسے تاحیات خالی نہ چھوڑنا؛
فَاِنَّهُ اِنْ تُرِکَ لَمْ تُنَاظَرُوْا ؛	19	چنانچہ اگر اُسے خالی چھوڑا گیا تو تم اس کے بعد اللہ کی مہلت نہ پاؤ گے؛ (یعنی ایک دم عذاب آجائے گا)
وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِی الْجِهَادِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَاَلْسِنَتِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؛	20	اور اللہ اللہ جہاد کا مقام، تم اپنے مال و دولت سے بھی اور جان سے بھی اور زبانوں سے بھی اللہ کی راہ میں جہاد جاری رکھنا؛
وَعَلَیْکُمْ بِالتَّوَاصُلِ وَالتَّبَاذُلِ ؛	21	اور تم پر واجب ہے کہ تم ایک دوسرے سے وابستہ رہو اور ایک دوسرے کی ہر مدد کرنے میں سخی رہو؛
وَاِیَّاکُمْ وَالتَّدَابُرَ وَالتَّقَاطُعَ ؛	22	اور خبردار کہ تم ایک دوسرے کی طرف سے نہ تو پیٹھ پھیرنا نہ تعلقات منقطع کرنا؛
لَاتَتْرُکُوا الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ فَیُوَلّٰی عَلَیْکُمْ اَشْرَارُکُمْ ؛	23	عالمی اچھائیوں کو نافذ کرنا اور عالمی برائیوں سے روکنا بند نہ کردینا۔ ورنہ بدکردار لوگ تم پر اپنی ولایت قائم کرلیں گے۔
ثُمَّ تَدْعُوْنَ فَلَا یُسْتَجَابُ لَکُمْ ؛ ثُمَّ قَالَ :	24	پھر تم ان کو ہٹانے کے لئے دعائیں مانگو گے جو قبول نہ ہوں گی پھر فرمایا کہ:۔
یَابَنِیْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ لَا اُلْفِیَنَّکُمْ تَخُوْضُوْنَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِیْنَ خَوْضًا تَقُوْلُوْنَ ؛	25	اے عبدالمطلبؑ کے بیٹو میں یہ نہیں چاہتا کہ تم میری موت کے بعد لگو مسلمانوں کا خون بہانے اور چاروں طرف،
" قُتِلَ اَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ، قُتِلَ اَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ ؛	26	امیرالمومنین قتل کردئے گئے، امیر المومنین قتل کردئے گئے کے نعرے مارتے پھرنے لگو۔
اَلَا لَایُقْتَلَنَّ بِیْ اِلَّا قَاتِلِیْ؛	27	خبردار میرے بدلے میں میرے قاتل کے علاوہ اور کسی شخص کو قتل نہ کیا جائے؛
اُنْظُرُوْا اِذَا اَنَامُتُّ مِنْ ضَرْبَتِهٖ هٰذِهٖ فَاضْرِبُوْهُ ضَرْبَةً	28	اور سمجھ لو کہ اگر اس ضرب سے میں مرجاؤں تو میرے قاتل کو بھی صرف ایک ہی

بِضَرْبَةٍ وَلَا يُمَثَّلُ بِالرَّجُلِ فَاِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ يَقُوْلُ: اِيَّاكُمْ وَالْمُثْلَةَ وَلَوْ بِالْكَلْبِ الْعَقُوْرِ۔	29	ضرب لگائی جائے اوراس کی صورت نہ بگاڑی جائے۔ بلاشبہ میں نے رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ: خبردار کسی مردہ کی صورت نہ بگاڑ نا خواہ وہ مردہ کسی کاٹنے والے کتے کا ہو۔''

تشریح:۔ یہاں پھر یاد دلاتے ہیں کہ تمام انبیاء اور آئمہ علیہم السلام دین کے معاملے میں اللہ کی طرف سے چند اصولوں کے پابندر ہے ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ حضرات علیہم السلام اپنے مخاطب یا مخاطبین کی عقلی سطح سے بات کرتے تھے۔ تاکہ لوگ دل چسپی سے سُنیں، سمجھیں اور یاد رکھ سکیں۔ مجمع عام کو خطاب کرتے ہوئے وہ حضرات مجمع کے کم عقلوں کی عقلی سطح سے خطاب فرماتے تھے تاکہ کوئی سمجھنے سے قاصر نہ رہے۔ تنہا تنہا خطاب میں ہر مخاطب کی عقل اور دل چسپی کا خیال رکھتے تھے۔ فلسفیوں اور دانشوروں سے جہلا کے مجمع کی طرح خطاب نہ کرتے تھے۔ اس طرز کلام سے اُن کے کلام میں لفظی اختلاف پیدا ہونا فطری اور قدرتی تھا۔ جس سے مجتہدین اپنا اُلّو سیدھا کرتے تھے۔ دوم یہ کہ وہ حضراتؑ بشری حیثیت کے ماتحت بات کرتے تھے اپنی خداداد قابلیت وقدرت واستعداد کو عموماً نظر انداز کر دیتے تھے۔ تاکہ بات مخاطبین کے دائرہ فہم وفراست اور استعداد کے اندر رہے اور اُن سے باز پرس میں سہولت رہے۔ اِس سے مجتہدین نے انبیا وائمہ علیہم السلام کو اپنے ایسا بشر بنانے کا فریب دیا۔ سوم یہ کہ بلاضرورت خود کو عام انسانی حالت واستعداد سے بلند تر ہستیاں قرار نہ دیا۔ مگر جہاں ضرورت ہوئی حقیقی حالت کو برملا ظاہر کر دیا اور ثبوت ودلائل پیش کر دیئے۔ چہارم یہ کہ درجہ بندی کے سلسلے کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ پنجم یہ کہ سیاسی لیڈروں کے حربوں کو بے اثر رکھنے میں احتیاطی تدابیر جاری رکھیں اور بہت سا محتاط کلام وعمل کرتے رہے۔

یہ وہ پانچ اصول ہیں جن کی وجہ سے دین کی تعلیم وتبلیغ کثرت تک پہنچی اور سیاسی لیڈر ناکام کرنے میں ناکام رہے مگر اِن اصولوں کو اُلٹ پلٹ کر کے چند شکوک وشبہات پیدا کرنے میں کامیاب ہوتے رہے۔

2۔ ہمارے حقیقی عقائد اب سب کو معلوم ہیں اور اُن کے ماتحت ہر بات کو بیان کرنا لازم ہے

اسلامی تعلیمات کے بیان میں اب کسی احتیاط اور مصلحت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر شخص کو چاہئے کہ وہ بلا جھجک اپنے عقائد کے ماتحت بات کرے اور دوسروں کے عقائد کو سُنے اور سمجھے اور بلا تکلف تنقید کرے۔ اور جو صحیح ہو اُسے مانتا چلا جائے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آئمہ اہلبیتؑ کو اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلیہم کو تخلیق کائنات سے پہلے ہی اُن کی ہمہ گیر ضرورتوں کے لئے ضروری علم دے دیا تھا اور تخلیق کائنات کے دوران اُس علم میں عملی اضافہ کرتا رہا اور اُن کی جدید ضرورتوں کے لئے اُن پر اپنے علوم کے دروازے کھلے رکھے اور ہر گھڑی اُن کے علوم میں اضافہ کرتا چلا آیا ہے اور برابر اضافہ کرتا رہے گا۔ لہٰذا حسنین علیہم السلام کو علمی حیثیت سے اس وصیت وتعلیم کی ضرورت نہ تھی لیکن عوام الناس کے علمی استفادہ کے لئے اور طریقہ زندگی کے تسلسل وترتیب کے لئے ضروری تھی۔ تاکہ علمی ریکارڈ مرتب ہوتا اور پھیلتا چلا جائے۔ اُن دونوں حضرات علیہم السلام کو حدیث رسوؐل بھی سنانے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ رسوؐل کا علم اور تمام آئمہ علیہم السلام کا علم برابر رہا ہے کسی سے کسی کی کوئی بات پوشیدہ نہ رہی ہے اور نہ قدرتی انتظام کے ماتحت چھپی رہ سکتی تھی۔ یہ سب حضرات محمد بھی ہیں اور علی بھی ہیں۔ لوگوں کی علمی وعملی ترقی اور درجہ بندی کے لئے یہ نظام جاری رہا ہے اور جاری رکھا جانا چاہئے۔ لوگ اس ترتیب سے سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ نے وحی کے ذریعہ رسوؐل کو بتایا۔ رسوؐل نے دوسروں کو بتایا۔ یہ تسلسل ترتیب اور ریکارڈ کے لئے ہے۔ بیانِ حقیقت کے لئے نہیں ہے۔ لہٰذا قانونی کاروائی پوری کرنے اور نمونہ دینے کے لئے وصیت کی گئی ہے۔ ورنہ حسنین علیہم السلام مجسم علم ہیں مجسم تقویٰ ہیں۔ دُنیا ہی نہیں بلکہ ساری کائنات اُنہیں پسند کرتی ہے۔ وہ کسی غلط چیز کو پسند کر ہی نہیں سکتے۔ اُنہیں صرف اللہ اور اللہ کی خوشنودیاں پسند اور مطلوب ہیں۔ وہ کسی

ناپسندیدہ بات یا چیز پر افسوس نہیں کرتے اور جو کچھ کہتے ہیں یا کرتے ہیں وہ محض حق ہوتا ہے۔ ہمیشہ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے معین ومددگار رہتے ہیں۔ وہ خود سر سے پیر تک دین ہیں اور دین کے نظام کو برقرار رکھنے والے ہیں۔ وہ مجسم صلاح وتقویٰ ہیں اور خود غرضانہ روزہ ونماز کو ناپسند کرتے ہیں اور روز ازل سے جانتے ہیں نوع انسان کی اصلاح حال کرنا سب سے بڑی عبادت اور حقیقی دین ہے۔ وہ خود کعبہ کی عزت ہیں اور جانتے ہیں کہ اللہ کا نہ کوئی گھر ہے نہ مکان ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ جہاد کے لئے حج کو عین حج میں ترک کرنا درست ہے۔ اُن کی جان ومال اور زبان جہاد میں قربان ہونے والے ہیں۔ اور وہ لوگوں کو اس طرح وابستہ کر لیتے ہیں کہ لوگ کسی قیمت پر جدا ہونا یا منقطع ہونا پسند نہیں کرتے۔ نہ روشنی میں جدا ہوتے ہیں نہ اندھیرے میں جاتے ہیں۔ وہ بچپن میں محمدؐ اور فاطمہؑ ایسی ہستیوں کو اللہ کی رضامندیوں کے لئے صبر سے رخصت کرتے ہیں۔ وہ ہرگز نہ کسی غلط شخص کو قتل کریں گے نہ اللہ، رسولؐ، فاطمہؑ اور علیؑ کو ناخوش کریں گے۔ اور اس وصیت پر بڑھ چڑھ کر عمل کریں گے۔ مُثلہ کرنا مردہ کی صورت بگاڑنا تو قریش کا کام ہے۔ یہ حضرات قریش کی تمام بدکرداریوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

(نمبر48) خط

اِلٰی مُعَاوِیَةَ: معاویہ کے نام

1۔ معاویہ کو قرآن کی طرف دعوت دینے والوں سے خارج کر دیا ہے

2۔ علی علیہ السلام نے قرآن کریم کی دعوت پر لبیک فرمائی تھی نہ کہ معاویہ یا اور لوگوں کی دعوت پر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

فَاِنَّ الۡبَغۡیَ وَالزُّوۡرَ یُوۡتِغَانِ بِالۡمَرۡءِ فِیۡ دِیۡنِہٖ وَدُنۡیَاہُ ؛	1	یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سرکشی اور دروغ گوئی انسان کی دین ودنیا دونوں کو بدنام اور رسوا کر دیتی ہے؛
وَیُبۡدِیَانِ خَلَلَہٗ عِنۡدَ مَنۡ یَّعِیۡبُہٗ ؛	2	اور عیب جوئی کرنے والے کے روبرو اس کی پوشیدہ خامیاں بھی کھول دیا کرتی ہے۔
وَقَدۡ عَلِمۡتَ اَنَّکَ غَیۡرُ مُدۡرِکٍ مَاقُضِیَ فَوَاتُہٗ ؛	3	اور اس قدر علم تو تجھے حاصل ہے کہ جس چیز کا ہاتھ سے نکل جانا طے شدہ ہوا سے تم پا نہیں سکتے؛
وَقَدۡرَامَ اَقۡوَامٌ اَمۡرًا بِغَیۡرِالۡحَقِّ فَتَاءَ وَّلُوۡا عَلَی اللّٰہِ فَاَکۡذَبَھُمۡ ؛	4	اور کچھ اقوام نے ایک خاص صورتِ حال پیدا کرنے کیلئے باطل طریقے پر قرآن کی تاویلیں کر کے اللہ کے ذمہ لگانا چاہا تو اللہ نے اُنہیں جھوٹا ثابت کر دیا۔ (6/66)
فَاحۡذَرۡ یَوۡمًا یَّغۡتَبِطُ فِیۡہِ مَنۡ اَحۡمَدَ عَاقِبَةَ عَمَلِہٖ ؛	5	چنانچہ اے معاویہ تو اُس دن سے بچنے کی فکر کر جس دن وہی آدمی خوش ہو سکے گا جس نے اپنے اعمال کو عاقبت کے لئے قابل تعریف بنا لیا تھا؛
وَیَنۡدَمُ مَنۡ اَمۡکَنَ الشَّیۡطَانَ مِنۡ قِیَادِہٖ فَلَمۡ یُجَاذِبۡہُ ؛	6	اور وہ لوگ نادم و پریشان ہوں گے جنہوں نے شیطان کی تقلید اختیار کر کے برابر اُسے اپنا قائد بنائے رکھا تھا۔
وَقَدۡ دَعَوۡتَنَا اِلٰی حُکۡمِ الۡقُرۡاٰنِ وَلَسۡتَ مِنۡ اَھۡلِہٖ ؛	7	اور یقیناً تو نے ہمیں قرآن کے حکم کی طرف دعوت دی تھی حالانکہ تو قرآنی حکم کی طرف دعوت دینے والوں میں سے نہیں ہے؛

وَلَسْنَا اِیَّاکَ اَجَبْنَا ؛	8	اور ہم نے ہرگز تیری دعوت قبول نہیں کی تھی ؛
وَلٰکِنَّا اَجَبْنَا الْقُرْاٰنَ فِیْ حُکْمِہٖ ؛ وَالسَّلَامُ ۔	9	ولیکن ہم نے تو خود قرآن کے حکم کو قبول کیا تھا ؛ والسلام ۔

تشریح:۔ اس خط میں حضور علیہ السلام نے جہاں معاویہ کو سرکش اور دروغ باف اور عیب جو ثابت کیا ہے وہیں قریش اور اُن کے معاون اقوام کو غلط تاویلات کرنے اور اللہ کے خلاف جھوٹے عقائد و احکامات بنانے کا مجرم بھی فرمادیا ہے اور اللہ نے اُن سب اقوام کے لئے فرمادیا ہے کہ:۔

وَکَذَّبَ بِہٖ قَوْمُکَ وَھُوَالْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ o (6/66)

''اے رسولؐ تیری مخاطب قوم نے اس قرآن کو جھٹلا دیا ہے حالانکہ وہ سراسر حق ہے ان سے کہہ دو کہ میں تمہاری وکالت کرنے والا نہیں ہوں ۔''

بہرحال حضرت علی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق صرف ایک قریشی قوم نے قرآن میں تحریف اور معنوی ردوبدل نہ کی تھی بلکہ اُن کے ساتھ قرآن کی غلط تاویلات اور تنفیذ میں کئی ایک اقوام شریک تھیں ۔مختصراً یہ کہنا چاہئے کہ خاندان رسولؐ کے علاوہ سارا عرب قریش کا ہمنوا تھا۔اور اسی لئے فاروقی شریعت وقوانین جلدی جلدی اختیار کر لئے گئے تھے اور خاندان رسولؐ کو بجائے قریشی لیڈروں کا مخالف قرار دینے کے خود اسلام کا مخالف کہا گیا تھا۔یعنی اسلام کا بھی مخالف اور اسلامی حکومت کا بھی مخالف ۔یہی صورت تو تھی جو معاویہ نے خاندان رسولؐ پر لعنت وتبرا شروع کرا دیا تھا اور اس پر نہ کوئی احتجاج ہوا نہ بغاوت ہوئی ۔ بلکہ سب اقوام خاموش ہوگئیں ۔لہٰذا خاموش ہوجانے والی اقوام ہی وہ قومیں تھیں جنہوں نے قرآن کی غلط تاویلات کی تھیں اور اُس ملعون رسم کو سو سال تک جاری رکھ کر سب لوگ اُن اقوام کے ساتھ قرآن کو جھٹلانے میں شریک ہوگئے تھے ۔

(نمبر49) خط اِلٰی مُعَاوِیَۃَ :ایضاً معاویہ کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ الدُّنْیَا مَشْغَلَۃٌ عَنْ غَیْرِھَا ؛	1	حمد وثنائے خدا اور رسولؐ کے بعد سنو کہ یہ دُنیا یقیناً اپنے سوا باقی تمام چیزوں سے بے فکرو لاپراہ کردیتی ہے ؛
وَلَمْ یَصِیْبُ صَاحِبُھَا مِنْھَا شَیْئًا اِلاَّ فَتَحَتْ لَہٗ حِرْصًا عَلَیْھَا ؛	2	اور جب دُنیا کا ساتھی دنیا سے کچھ سامان پالیتا ہے تو پھر یہ دُنیا اس کے دل میں اپنی حرص کے دروازے کھول دیتی ہے ؛
وَلَھَجًا بِھَا ؛	3	اور اُسے اپنا شیفتہ وفریفتہ بنالیتی ہے ؛
وَلَنْ یَّسْتَغْنِی صَاحِبُھَا بِمَا نَالَ فِیْھَا عَمَّالَمْ یَبْلُغْہُ مِنْھَا ؛	4	اور دُنیا کا ساتھی جو کچھ مل جائے اُس پر قناعت نہیں کرتا اور جو کچھ ملا نہیں اس کی فکر سے باز نہیں آتا ہے ؛
وَمِنْ وَّرَآءِ ذٰلِکَ فِرَاقُ مَاجَمَعَ ؛	5	حالانکہ جو کچھ سامان دنیا جمع کرلیا ہے اُس سے اُسے جدا ہونا ہے ؛
وَنَقْضُ مَا اَبْرَمَ ؛ وَلَوِ اعْتَبَرْتَ بِمَا مَضٰی حَفِظْتَ مَابَقٰی. وَالسَّلَامُ ۔	6	اور جو کچھ بندوبست کررکھا ہے اُس کا ٹوٹنا لازم ہے اور اگر تو نے گذشتہ حالات سے سبق لے لیا ہوتا تو تُو باقی ماندہ اور آئندہ حالات کی حفاظت کرسکتا تھا۔ والسلام

تشریح:۔ خط سے کہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ خط ایک دشمنِ خدا ورسولؐ کو لکھا گیا ہے یا یہ کہ اس خط کا مخاطب کوئی نہایت چالاک ومکار وفریب ساز شخص

ہے۔حد ہوگئی کہ یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ خط کسی حکمران کو لکھا گیا ہے۔ یہ ہے وہ طریقہ جس سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ ہمیں ہر شخص سے اُس کے آخری سانس تک اصلاح کی اُمید رکھنی چاہئے اور نصیحت و ہدایت کرنے میں تھک نہیں جانا چاہئے۔ہمیں چودہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی اُن لوگوں پر غصہ آتا ہے اور دل کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو بار بار ایسے ناعاقبت اندیشوں کو نہ خط لکھنا چاہئے نہ جواب دینا چاہئے۔ جب معاویہ کے پیدا کردہ حالات خود علیؑ کے سر پر سے گذر رہے ہیں اور دن رات تکلیفوں کا سامنا ہے۔ خط میں کہیں غصہ اور انتقام کا تصور نہیں ہے۔ اِس رویہ سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ علی علیہ السلام کو لوگوں کا نجات پا جانا مطلوب و مقصود تھا اور وہ نوع انسان کے حقیقی ہمدرد تھے، ہادی تھے، راہنما تھے اور کچھ نہ تھے۔ نہ انہیں اپنی صحت پیاری تھی اور نہ وقت عزیز تھا صرف نجاتِ انسانی عزیز تھی۔

(نمبر50) خط اِلٰی اُمَرَائِهٖ عَلَی الْجُیُوْشِ: ''اپنی افواج کے حکمرانوں کے نام لکھا ہے''

حقوق اور ذمہ داریوں کو یاد دلا کر تنبیہ فرمائی ہے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا سے ڈرایا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

مِنْ عَبْدِاللّٰهِ عَلِيّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی اَصْحَابِ الْمَسَالِحِ :	1	**اللہ کے بندے علیؑ بن ابی طالبؑ امیر المومنین کی طرف سے چھاونیوں کے سرداروں کے نام**
اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ حَقًّا عَلٰی وَالِیٍ اَنْ لَّایُغَیِّرَهٗ عَلٰی رَعِیَّتِهٖ فَضْلٌ نَّالَهٗ ؛	2	بعد از حمد و ثنائے خدا اور رسولؐ معلوم ہو کہ رعایا کا اپنے حکمران پر یہ حق ہے کہ اللہ نے اسے اپنے جس فضل و کرم سے نوازا ہے اس کی بنا پر اپنی رعایا سے اچھے سلوک میں تبدیلی نہ کرے؛
وَلَا طَوْلٌ خُصَّ بِهٖ ؛	3	اور نہ ہی اس فارغ البالی کی وجہ سے تبدیلی کرے جس سے اللہ نے اسے مخصوص کیا ہے؛
وَاَنْ یَزِیْدَهٗ مَاقَسَمَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ نِعَمِهٖ دُنُوًّا مِّنْ عِبَادِهٖ ؛ وَعَطْفًا عَلٰی اِخْوَانِهٖ ؛	4	اور اسے چاہئے کہ جو نعمتیں اللہ نے اسے عطا کی ہیں ان کی وجہ سے وہ اللہ کے بندوں سے قربت اور اپنے دینی بھائیوں سے زیادہ سے زیادہ لطف اور مہربانی سے پیش آئے؛
اَلَا وَاِنَّ لَکُمْ عِنْدِیْ اَنْ لَّا اَحْتَجِزَ دُوْنَکُمْ سِرًّا اِلَّافِیْ حَرْبٍ ؛	5	آگاہ ہو جاؤ کہ مجھ پر تمہارا یہ حق بھی ہے کہ میں حالت جنگ کے علاوہ اور کسی صورت حال میں راز داری نہ برتوں؛ اور
وَ لَا اَطْوِیَ دُوْنَکُمْ اَمْرًا اِلَّا فِیْ حُکْمٍ ؛	6	احکام خداوندی کے علاوہ باقی معاملات میں تمہاری سوجھ بوجھ و مشورے کو نظر انداز نہ کروں؛
وَ لَا اُؤَخِّرَلَکُمْ حَقًّا عَنْ مَحَلِّهٖ ؛	7	اور تمہارے حق کو بروقت ادا کرنے میں تاخیر نہ کروں؛
وَلَا اَقِفَ بِهٖ دُوْنَ مَقْطَعِهٖ ؛	8	اور اسے انجام تک پہنچائے اور مکمل کئے بغیر توقف نہ کروں؛
وَاَنْ تَکُوْنُوْا عِنْدِیْ فِی الْحَقِّ سَوَاءً ؛	9	اور یہ کہ حقوق کے معاملے میں تم سب کو برابر سمجھوں؛
فَاِذَافَعَلْتُ ذٰلِکَ وَجَبَتْ لِلّٰهِ عَلَیْکُمُ النِّعْمَةُ ؛ وَلِیْ عَلَیْکُمُ الطَّاعَةُ ؛	10	چنانچہ جب میں ان مذکورہ بالا حقوق کو ادا کرتا رہوں تو تم پر اللہ کی طرف سے واجب ہے کہ تم ادھر اللہ کا شکر ادا کرتے رہو اور ادھر تم میری اطاعت کرتے رہو؛
وَاَنْ لَا تَنْکُصُوْا عَنْ دَعْوَةٍ ؛	11	اور یہ کہ بلائے جانے پر کنی نہ کاٹ جایا کرو؛

وَ لا تُفَرِّطُوْا فِیْ صَلاَحٍ ؛	12	اور نیک کاموں میں کوتاہی نہ کیا کرو؛
وَاَنْ تَخُوضُوْا الْغَمَرَاتِ اِلَی الْحَقِّ ؛	13	اور حق تک پہنچنے کے بعد سختیوں کی پرواہ نہ کیا کرو؛
فَاِنْ اَنْتُمْ لَمْ تَسْتَقِیْمُوْا لِیْ عَلٰی ذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ اَھْوَنَ عَلَیَّ مِمَّنْ اَعْوَجَّ مِنْکُمْ ؛	14	اور اگر تم اس رویہ پر ثابت قدم نہ رہ سکو تو پھر تم میں سے بے راہ ہو جانے والوں سے زیادہ میری نظر میں اور کوئی بھی ذلیل نہ ہوگا؛
ثُمَّ اُعْظِمُ لَهُ الْعُقُوْبَةَ ؛	15	پھر اسے سزا بھی سب سے بڑی ملے گی؛
وَ لَایَجِد عِنْدِیْ فِیْھَا رُخْصَة ؛	16	اور وہ اس معاملہ میں میرے پاس کوئی رعایت نہ پائے گا؛
فَخُذُوْا ھٰذَا مِنْ اُمَرَائِکُمْ ؛	17	تم یہی عہد و پیمان اپنے ماتحت سرداروں سے لے لو؛
وَاَعْطُوْھُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ مَایُصْلِحُ اللّٰهُ بِهٖ اَمْرَکُمْ. والسلام	18	اور خود بھی ان کو اسی قسم کے حقوق دینے کا وعدہ کرو۔جس سے اللہ تمہارے دینی مقاصد میں اصلاح جاری رکھے۔والسلام

تشریح:۔ جن حقوق کا علی علیہ السلام نے تذکرہ فرمایا ہے وہ قرآن کریم کی تعلیمات کا اور انسانی ضرویات کا نچوڑ ہے اگر یہ حقوق دونوں فریق یعنی رعایا اور حکمران ادا کرتے رہیں تو آخری جملے کے مطابق نظم حکومت اور کامیابیٔ دارین کا حاصل ہوتے رہنا یقینی ہے۔لیکن عموماً ہوتا یہ ہے کہ یہ دونوں فریق اپنی اپنی خودساختہ مصلحتوں کی بنا پر اپنے سامنے کچھ خودساختہ حقوق رکھ لیتے ہیں۔یوں رعایا اور حکمران میں تصادم پیدا ہوتا ہے اور برداشت سے باہر ہو جانے پر اس کا تدارک بھی خودساختہ طریقوں سے کیا جاتا ہے۔دونوں فریق خود کو حق پر سمجھتے رہتے ہیں اور کبھی یہ نہیں سوچتے کہ وہ اپنے خودساختہ راستوں پر چلے جارہے ہیں۔اگر وہ رک کر اپنے اپنے حقوق، مصلحتوں اور طریق کار کو قرآن کے سامنے رکھ دیں تو چند منٹ میں حق و باطل واضح اور الگ الگ ہو جائے۔مگر رکنے کا وقت نہیں ملتا لہٰذا فساد میں اتنی دور نکل جاتے ہیں کہ حق کی طرف واپس آنا ناممکن ہو جاتا ہے۔لہٰذا **خرابی کی اصل جڑ ذاتی اجتہاد ہوتا ہے۔**قدم بقدم قرآن کے الفاظ کے ساتھ چلنے سے کبھی باطل پر قدم نہیں پڑتے ولیکن سوچا یہ گیا ہے کہ حکومت میں قومی وملکی مصلحتوں کے ساتھ ساتھ چلنے سے حکومت ورعایا اور حکمران کے لئے بھلائیاں ہوتی ہیں۔اِسی اصول پر قریش نے حکومت بنائی تھی اور نظام مشاورت کو اپنا خدا بنالیا تھا اور اُس کے احکامات کی تعمیل کو اسلام سمجھا تھا لہٰذا برباد ہوگئے۔

(نمبر51) خط اِلٰی عُمَّالِہٖ عَلَی الْخِرَاجِ: خراج وصول کرنے والے گورنروں کے نام

1۔حکومت کے ٹیکسوں کی وصولی میں رعایا کی ضروریات اور موسمی حالات کا خیال رکھنا لازم ہے

2۔خطرناک چیزوں کے علاوہ اور کسی کی کسی چیز کو بلااجازت ہاتھ تک نہ لگایا جائے گا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

مِنۡ عَبۡدِاللّٰہِ عَلِیٍّ اَمِیۡرِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِلٰی اَصۡحَابِ الۡخِرَاجِ :		اللہ کے بندے اور مومنوں کے حاکم علیؑ کی طرف سے خراج وصول کرنے والے صحابہ کے نام:۔
اَمَّا بَعۡدُ فَاِنَّ مَنۡ لَمۡ یَحۡذَرۡ مَاھُوَ صَائِرٌ اِلَیۡہِ لَمۡ یُقَدِّمۡ لِنَفۡسِہٖ مَایُحۡرِزُھَا ؛	1	بعد از حمد وثنائے خدا و رسولؐ تم کو معلوم ہو کہ جو شخص اپنے انجام سے نہیں ڈرتا وہ اپنے بچاؤ کا کوئی سامان بھی فراہم نہیں کرسکتا ہے؛
وَاعۡلَمُوۡا اَنَّ ماکُلِّفۡتُمۡ یَسِیۡرٌ ؛ وَاَنَّ ثَوَابَہٗ کَثِیۡرٌ ؛	2	یہ جان رکھو کہ جو فرائض تم پر لازم کئے گئے ہیں وہ تھوڑے سے ہیں مگر اُن کا ثواب بہت زیادہ ہے۔
وَلَوۡ لَمۡ یَکُنۡ فِیۡمَا نَھَی اللّٰہُ عَنۡہُ مِنَ الۡبَغۡیِ وَالۡعُدۡوَانِ عِقَابٌ یُّخَافُ لَکَانَ فِیۡ ثَوَابِ اجۡتِنَابِہٖ مَالاعُذۡرَ فِیۡ تَرۡکِ طَلَبِہٖ ؛	3	اور اللہ نے جو ظلم اور سرکشی سے منع فرمایا ہے اگر اُس پر مواخذہ اور عذاب کا خوف نہ بھی ہوتا جب بھی اُن سے بچ کر رہنے کا ثواب اتنا ہے کہ اُن سے نہ بچنے کا کوئی عذر قابل قبول رہتا ہی نہیں ہے۔
فَانۡصِفُوا النَّاسَ مِنۡ اَنۡفُسِکُمۡ ؛	4	چنانچہ تم لوگوں سے عدل اور انصاف کا رویہ اختیار کرو؛
وَاصۡبِرُوۡالِحَوَائِجِھِمۡ ؛	5	اور اُن کی خواہشوں اور ضرورتوں پر صبر سے کام لو؛
فَاِنَّکُمۡ خُزَّانُ الرَّعِیَّۃِ ؛	6	اس لئے کہ تم رعیت کے خزانچی ہو،
وَالۡوُکَلاءُ الۡاُمَّۃِ وَسُفَرَاءُ لۡاَئِمَّۃِ ؛	7	اور اُمت پر وکیل ہو اور آئمہؑ کے سفارت کار ہو،
وَ لَا تُحۡسِمُوۡا اَحَدًا عَنۡ حَاجَتِہٖ ؛	8	کسی کی حاجت اور ضرورت کو نہ ٹھکراؤ۔
وَ لَا تَحۡبِسُوۡہُ عَنۡ طَلِبَتِہٖ ؛	9	اور اُس کی مانگ میں رکاوٹ نہ ڈالو؛
وَلَا تَبِیۡعُنَّ لِلنَّاسِ فِی الۡخِرَاجِ کِسۡوَۃَ شِتَآءٍ وَّلَاصَیۡفٍ وَّ لَادَابَّۃٍ یَّعۡتَمِلُوۡنَ عَلَیۡھَا وَ لَاعَبۡدًا؛	10	اور خراج کی وصولی کے لئے اُن کے جاڑے یا گرمی میں کام آنے والے کپڑے اور مویشی جن سے وہ کام لیتے ہیں اور اُن کے غلاموں کو فروخت نہ کرو۔؛
وَلَا تَضۡرِبُنَّ اَحَدًا سَوۡطًا لِمَکَانِ دِرۡھَمٍ ؛	11	اور کسی کو پیسوں کی خاطر کوڑے نہ مارو؛
وَلَا تَمَسُّنَّ مَالَ اَحَدٍ مِنَ النَّاسِ مُصَلٍّ وَّلَا مُعَاھِدٍ اِلَّآ اَنۡ تَجِدُوۡا فَرَسًا اَوۡسِلَاحًا یُعۡدَیٰ بِہٖ عَلٰی اَھۡلِ الۡاِسۡلَامِ ؛	12	اور کسی مسلمان یا غیر مسلم کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ البتہ اگر تم گھوڑے اور اسلحہ پاؤ جو اہل اسلام کے خلاف استعمال کرنے کے لئے رکھا ہوا ہو تو وہ لے لو؛

فَاِنَّهٗ لَا يَنۡبَغِیۡ لِلۡمُسۡلِمِ اَنۡ يَدَ عَ ذٰلِکَ فِیۡ اَيۡدِیۡ اَعۡدَاءِ الۡاِسۡلَامِ فَيَکُوۡنُ شَوۡکَةً عَلَيۡهِ ؛	13	کسی مسلمان کو یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ دشمنانِ اسلام کے پاس اسلحہ اور گھوڑے رہنے دے اور وہ اسلام پر غلبہ اور دباؤ کا سبب بن جائے۔
وَ لَاتَدَّ خِرُوۡا اَنۡفُسَکُمۡ نَصِيۡحَةً ؛	14	اور اپنوں کو نصیحت کرنے میں تکلف نہ کرنا یعنی نصیحت اور تنبیہ کو کل پر نہ ٹالنا؛
وَ لَا الۡجُنۡدَ حُسۡنَ سِيۡرَةٍ ؛	15	اور نہ ہی افواج سے اچھے سلوک کو پس انداز کرنا؛
وَ لَا الرَّعِيَّةَ مَعُوۡنَةً ؛	16	اور رعایا کی مدد کو بلا تاخیر عمل میں لانا؛
وَ لَا دِيۡنَ اللّٰهِ قُوَّةً ؛	17	اور نہ ہی اللہ کی قوت کے اضافہ میں دیر لگانا؛
وَاَبۡلُوۡا فِیۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ مَااسۡتَوۡجَبَ عَلَيۡکُمۡ ؛	18	اور اللہ کی راہ میں جو فرائض تمہارے ذمہ ہیں اُن کو پورا کرنے میں کسی آزمائش سے نہ ڈرنا۔
فَاِنَّ اللّٰهَ سُبۡحَانَهٗ قَدِ اصۡطَنَعَ عِنۡدَنَا وَعِنۡدَ کُمۡ اَنۡ نَشۡکُرَهٗ بِجُهۡدِنَا ؛	19	یقیناً اللہ پاک نے اپنے احسانات کے بدلے میں ہمیں بھی اور تمہیں بھی ذمہ دار بنایا ہے کہ ہم پوری کوشش سے اُس کا شکر بجالاتے رہیں؛
وَاَنۡ نَنۡصُرَهٗ بِمَا بَلَغَتۡ قُوَّتُنَا ؛	20	اور یہ کہ اپنی قوت واستطاعت بھر اُس کے دین کی نصرت کرتے رہیں۔
وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِيۡمِ.	21	اور صاحب بزرگی اور عظمت اللہ کی ہی طاقت ہر جگہ موجود ہے۔

تشریح:۔ زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے والوں کو بھی رعایا سے حد بھر رعایت کرنے کے احکام پہلے گذر چکے ہیں اور اس خط کی مذکور ہدایات سے واضح ہوتا ہے کہ پبلک کی اُن تمام خواہشات اور ضروریات کو پورا ہو جانا چاہیئے جن سے پیداواری استعداد وقوت بڑھتی ہو۔ پیداواری حیثیت بڑھے تو پبلک سہولت سے گورنمنٹ کے واجبات ادا کر سکے گی۔ ھل نہ ہوں۔ بیل، گھوڑے، گدھے اور اونٹ بھی نہ ہوں۔ پہننے کے کپڑے نہ ہوں۔ بونے کے لئے بیج نہ ہو، کام کرنے والے کم ہو جائیں تو پیداوار کیسے ہوگی؟ حکومت کے پاس ٹیکس نہ آئے گا تو حکومت رعایا کے لئے مزید سہولتیں فراہم کرنے سے قاصر رہے گی اور حکومت کے اخراجات میں کمی کرنا لازم ہوگی۔ کچھ دنوں مزید سہولتوں سے محروم رہنا پبلک برداشت کر سکتی ہے۔ حکومت کم اخراجات کو سہہ سکتی ہے۔ لیکن پیداوار کا ختم ہو جانا تو رعایا اور حکومت دونوں کو ختم کر سکتا ہے۔ لہٰذا سب سے ضروری یہ ہے کہ پیداواری طاقت پبلک میں موجود رہے۔ خلفائے ثلاثہ خراج کی رقم بڑھانے کی فکر میں رہتے تھے۔ چنانچہ کتاب الفاروق کا یہ جملہ سنئے:۔

<u>''عثمان کے زمانہ میں عبداللہ بن سعد گورنر مصر نے ایک کروڑ چالیس لاکھ دینار وصول کیئے تھے۔ لیکن جب عثمان نے فخریہ عمرو بن العاص سے کہا کہ اب تو اونٹنی نے زیادہ دودھ دیا ہے تو عمرو بن العاص نے آزادانہ کہا کہ لیکن اونٹنی کا بچہ بھوکا رہا۔''</u> (الفاروق حصہ دوم صفحہ 22)

یعنی یہ لوگ رعایا کو اونٹنی سمجھ کر نچوڑ لیتے تھے اور بچوں کے بھوکا مرنے کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اور مولانا شبلی اور دیگر مورخین زیادہ سے زیادہ خراج وصول کرنے پر فخر کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ اللہ نے ان سے آخر حکومت چھین کر انہیں بھکاری بنا دیا۔

(نمبر52) خط

الٰی اُمَرَءِ الْبِلَادِ :شہروں کے حکمرانوں کے نام

1۔انتظامی نماز کے اوقات کا سادہ اور عام فہم بیان

2۔طویل نماز پڑھانے سے منع فرمایا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

اَمَّا بَعۡدُ فَصَلُّوۡا بِالنَّاسِ الظُّھۡرَ حَتّٰی تَفِیَٔ الشَّمۡسُ مِثۡلَ مَرۡبِضِ الۡعَنۡزِ ؛	1	بعد از حمد وثنائے خدا و رسولؐ سنو کہ تم لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز اُس وقت پڑھا کرو جب سورج اتنا جھک جائے کہ بکریوں کے باڑے کی دیوار کا سایہ دیوار کے برابر ہو جائے ؛
وَصَلُّوۡابِھِمُ الۡعَصۡرَوَالشَّمۡسُ بَیۡضَآءُ حَیَّۃٌ فِیۡ عُضۡوٍمِنَ النَّھَارِ حِیۡنَ یُسَارُفِیۡھَا فَرۡسَخَانِ ؛	2	اور عصر کی نماز اُن ہی لوگوں کے ساتھ اُس وقت پڑھاؤ جب کہ ابھی سورج سفید اور چمک دار ہو اور دن اتنا باقی ہو کہ چھ میل کی مسافت طے کی جا سکے ؛
وَصَلُّوۡابِھِمُ الۡمَغۡرِبَ حِیۡنَ یُفۡطِرُ الصَّائِمِ وَیَدۡفَعُ الۡحَاجُّ اِلٰی مِنٰی ؛	3	اور ان ہی لوگوں کے ساتھ مغرب کی نماز اُس وقت پڑھاؤ جب روزہ دار روزہ کھولا کرتا ہے۔اور حاجی لوگ عرفات سے واپس منیٰ کو جاتے ہیں ؛
وَصَلُّوۡابِھِمُ الۡعِشَاءَ حِیۡنَ یَتَوَارَیُ الشَّفَقُ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیۡلِ ؛	4	اور اُن ہی تمام لوگوں کے ساتھ نماز عشاء اس وقت سے پڑھو جب شفق کی سرخی غائب ہو جائے اور ابھی رات کی ایک تہائی گزری ہو۔
وَصَلُّوۡابِھِمُ الۡغَدَاۃَ وَالرَّجُلُ یَعۡرِفُ وَجۡہَ صَاحِبُہٗ ؛	5	اور اُن ہی لوگوں کے ساتھ صبح کی نماز اس وقت پڑھ لیا کرو جب آدمی اپنے ساتھی کا چہرہ پہچان سکتا ہو ؛
وَصَلُّوۡابِھِمُ الصَّلٰوۃَ اَضۡعَفِھِمۡ وَ لَاتَکُوۡنُوۡا فَتَّانِیۡنَ ۔	6	اور نماز اتنی مختصر پڑھایا کرو جو اُن میں سب سے کمزور آدمی پر بھی بار نہ گزرے اور تم لوگوں کے لئے نماز کو فتنہ نہ بنا دینا۔

تشریح:۔ آپ نے شروع میں ہمارا جملہ ''**انتظامی نماز**'' پڑھا ہے۔یہ جملہ بہت وسیع الاطراف معنی رکھتا ہے۔اِس کے فوری اور سادہ معنی یہ ہیں۔کہ **وہ نماز جو انتظام کی غرض سے پڑھی یا پڑھائی جائے**۔یعنی یہاں اُس نماز کی بات نہیں ہوگی جو اللہ نے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔بلکہ حکمرانوں کے انتظام اور پبلک کی سہولت والی نماز زیرِ بحث ہے۔اور اسی لئے اس نماز کو مختصر اور سہولت سے پڑھی جاسکنے والی نماز فرمایا ہے۔یعنی یہ نماز بہر حال ہر شخص پر کھڑے ہو کر باقاعدہ جھک کر اور سجدے کر کے پڑھنا لازم ہے جب کہ اللہ والی نماز تو بیٹھ کر لیٹ کر اور اشاروں سے بھی پڑھی جاسکتی ہے جس میں جس چیز کی طاقت نہ ہو وہ چیز ساقط ہو جاتی ہے یا سہولت سے بدل جاتی ہے۔لہٰذا نہایت بے تکلفی سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ والی نماز نہیں ہے بلکہ اللہ والی نماز کو انتظامی اور پبلک مصلحت میں بدل کر **حکمران کی یا پبلک کی یا دونوں کی نماز** بنا لیا گیا ہے۔تاکہ:۔ ؎ **رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی**

ابتدائی نکات میں ہمارا ایک جملہ یہ ہے کہ ''**قریشی طریقہ پر**'' اس کا مطلب یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ نے دین کے تمام طریقوں کو از راہِ انتظام بدل دیا اور چونکہ اس ردّ و بدل میں قومی سہولت اور مصلحت کو ملحوظ رکھا تھا لہٰذا قوم نے خوشی خوشی تبدیل شدہ روزہ نماز وغیرہ وغیرہ کو اختیار کر لیا تھا اور تین

حکومتوں کے طویل ادوار میں اُن کی عادی ہوگئی تھیں۔لہٰذا کسی تبدیل شدہ طریقہ کو پھر اصل کی طرف بدلنے سے دین کا بدلنا سمجھا جاتا اور لیڈر حضرات حضرت علی علیہ السلام کے خلاف ایک دینی محاذ بھی قائم کر لیتے اس لئے حضوؑر نے کھل کر تبدیلی کا مشن قائم نہیں کیا بلکہ ایسا انتظار برسر کار رکھا کر دیا جس نے قریشی لیڈروں کی تمام بدعتیں اور اصلاحات منظر عام پر رکھ دیں اور ثابت ہوگیا کہ اُنہوں نے سارا دین بدل دیا تھا۔آپ نے بغاوت کو روکنے کے لئے بعض چیزوں کو بحال رکھا اور خامیاں بیان کردیں۔لہٰذا مندرجہ بالا نماز اُن ہی لیڈروں کی اختیار کردہ تھی۔

حضرت علی علیہ السلام نے صحیح نماز کو اپنے خطبات اور دیگر خطوط میں بیان فرما دیا ہے۔اور دین کی جن تبدیلیوں پر کفر کا اطلاق نہیں ہوتا اُن کو عوام میں باقی رہنے دیا ہے لیکن اپنے مخصوصین میں صحیح صحیح نماز اور نماز کی صحیح اسپرٹ جاری فرمادی تھی اور بہت سے لوگ اُسی طریقے سے نماز پڑھنے لگے تھے۔چنانچہ حدیث کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے حضرت علی علیہ السلام کے پیچھے نماز جماعت پڑھی تو ہمیں رسولؐ کی بھولی ہوئی نماز یاد آ گئی (بخاری کتاب الاذان باب اتمام تکبیر فی الرکوع صفحہ 114) بہرحال آج جو نماز شیعوں میں پڑھی جاتی ہے وہ تشہد وسلام کے علاوہ وہی ہے جو اللہ نے بتائی ہے۔

قریش کے مقرر کردہ اوقات نماز کو قرآن کے ساتھ مطابق کرنے میں علامہ مودودی بہت تنگ ہوئے ہیں

بہرحال ہم مختصراً وہ کوشش دکھاتے ہیں جو علامہ مودودی نے قرآن سے سند لینے کے لئے کی ہے سنئے:۔

(1) **قرآن کی آیت نماز کے متعلق**۔وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَی النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ (ھود 11/114)

(2) **مودودی کا ترجمہ**:''نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گذرنے پر۔''

(3) **مودودی کی تشریح**:۔''۱۱۳ ''دن کے دونوں سروں پر'' سے مراد ہے صبح اور مغرب اور ''کچھ رات گزرنے پر'' سے مراد عشا کا وقت ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ یہ ارشاد اس زمانے کا ہے جب نماز کے لئے ابھی پانچ وقت مقرر نہیں کئے گئے تھے۔معراج کا واقعہ اس کے بعد پیش آیا جس میں پنج وقتہ نماز فرض ہوئی (تشریح کے لئے ملاحظہ ہو بنی اسرائیل حاشیہ نمبر 95 تا حاشیہ نمبر 111)

(4) **مودودی کے بنی اسرائیل کے حاشیہ نمبر 95 کا ماحول دیکھیں**۔حاشیہ نمبر 91 تا 95 کے لئے آیت دیکھیں:۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡھُوۡدًا o

(5) **مودودی ترجمہ**:۔''نماز قائم کرو زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک اور فجر کے قرآن کا بھی التزام کرو کیوں کہ قرآنِ فجر مشہود ہوتا ہے۔'' (بنی اسرائیل 17/78)

(6) **اس آیت پر علامہ مودودی کے ضروری حاشیے**

1۔ ''۹۲''زوال آفتاب''ہم نے دلوک الشمس کا ترجمہ کیا ہے اگر چہ بعض صحابہ وتابعین نے دلوک سے غروف آفتاب بھی لیا ہے،لیکن اکثریت کی رائے یہی ہے (معنی بھی رائے سے کئے جاتے ہیں) کہ اس سے مراد آفتاب کا نصف النہار سے ڈھل جانا ہے۔حضرت عمر۔ابن عمر۔انس بن مالک۔ابو برزۃ اسلمی۔حسن بصری۔شعبی۔عطاء۔مجاہد۔اور ایک روایت کی رو سے ابن عباس بھی اسی کے قائل ہیں۔امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے بھی یہی قول مروی ہے۔بلکہ بعض احادیث میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دلوکِ شمس سے یہی تشریح منقول ہے اگر چہ ان احادیث کی سند کچھ زیادہ قوی نہیں ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ 634)

2۔ ''۹۳ غسق الیل۔ بعض کے نزدیک ''رات کو پوری طرح تاریک ہوجانا'' ہے اور بعض اس سے ''نصف شب'' مراد لیتے ہیں۔ اگر پہلا قول تسلیم کیا جائے تو اس سے عشا کا اول وقت مراد ہوگا اور اگر دوسرا قول صحیح مانا جائے تو پھر یہ اشارہ عشا کے آخر وقت کی طرف ہے۔''

3۔ ''۹۴ فجر کے لغوی معنی ہیں ''پو پھٹنا'' یعنی وہ وقت جب اوّل اوّل سپیدۂ صبح رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتا ہے۔

''فجر کے قرآن'' سے مراد فجر کی نماز ہے۔ قرآن مجید میں نماز کے لئے کہیں تو صلوٰۃ کا لفظ آیا ہے اور کہیں اس کے مختلف اجزا میں سے کسی جز کا نام لے کر پوری نماز مراد لی گئی ہے۔ مثلاً تسبیح، حمد۔ ذکر۔ قیام۔ رکوع، سجود وغیرہ۔ اسی طرح یہاں فجر کے وقت قرآن پڑھنے کا مطلب محض قرآن پڑھنا نہیں بلکہ نماز میں قرآن پڑھنا ہے۔ اس طریقہ سے قرآن مجید نے ضمناً یہ اشارہ کردیا ہے کہ نماز کن اجزا سے مرکب ہونی چاہئے۔ اور ان ہی اشارات کی راہنمائی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی وہ ہیئت مقرر فرمائی جو مسلمانوں میں رائج ہے۔''

4۔ ''۹۵ قرآن فجر کے مشہود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے فرشتے اس کے گواہ بنتے ہیں۔''

7۔ اس آیت پر سابقہ تمام تشریحات کو عبث بنا دینے والا معراج کا بیان

''اس آیت میں مجملاً یہ بتایا گیا ہے کہ پنجوقتہ نماز جو معراج کے موقع پر فرض کی گئی تھی۔ اِس کے اوقات کی تنظیم کس طرح کی جائے؟ حکم ہوا کہ ایک نماز تو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھ لی جائے اور باقی چار نمازیں زوال آفتاب کے بعد سے ظلمت شب تک پڑھی جائیں۔ پھر اس حکم کی تشریح کے لئے جبرئیل علیہ السلام بھیجے گئے جنہوں نے نماز کے ٹھیک ٹھیک اوقات کی تعلیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ چنانچہ ابوداؤد و ترمذی میں ابن عباس کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

''جبرئیل نے دو مرتبہ مجھ کو بیت اللہ کے قریب نماز پڑھائی پہلے دن ظہر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب کہ سورج ابھی ڈھلا ہی تھا اور سایہ ایک جوتی کے تسمے سے زیادہ دراز نہ تھا۔ پھر عصر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے اپنے قد کے برابر تھا۔ پھر مغرب کی نماز ٹھیک اس وقت پڑھائی جب کہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔ پھر عشا کی نماز شفق غائب ہوتے ہی پڑھا دی اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب کہ روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ دوسرے دن انہوں نے ظہر کی نماز مجھے اُس وقت پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اُس کے قد کے برابر تھا۔ اور عصر کی نماز اُس وقت جب کہ ہر چیز کا سایہ اُس کے قد سے دوگنا ہو گیا۔ اور مغرب کی نماز جب کہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔ اور عشا کی نماز ایک تہائی رات گذر جانے پر۔ اور فجر کی نماز اچھی طرح روشنی پھیل جانے پر۔ پھر جبرئیل نے پلٹ کر مجھ سے کہا کہ اے محمدؐ یہی اوقات انبیاءؑ کے نماز پڑھنے کے ہیں۔ اور نمازوں کے صحیح اوقات ان دونوں وقتوں کے درمیان ہیں۔'' (یعنی پہلے دن ہر وقت کی ابتدا اور دوسرے دن ہر وقت کی انتہا بتائی گئی ہے ہر وقت کی نماز ان دونوں کے درمیان ادا ہونی چاہئے) (تفہیم القرآن۔ جلد 2 صفحہ 635)

8۔ قرآن مجید کو تبرکاً ساتھ رکھا گیا ہے ورنہ قرآن نماز کے اوقات پر صرف اشارے کرتا ہے

یہاں علامہ مودودی کا آخری بیان سنئے اور نماز اور نماز کے اوقات پر قرآن کی آیات اور ترجمے دیکھئے مودودی فرماتے ہیں کہ:۔

''قرآن مجید میں خود بھی نماز کے ان پانچوں اوقات کی طرف مختلف مواقع پر اشارے کئے گئے ہیں چنانچہ سورۂ ھودؑ میں فرمایا:۔

1۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَی النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیلِ (11/114)

''نماز قائم کر دن کے دونوں کناروں پر (یعنی فجر اور مغرب) اور رات گذرنے پر (یعنی عشا)''۔

2۔وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ غُرُوۡبِهَا وَمِنۡ اٰنَآیِٔ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡ وَاَطۡرَافَ النَّهَارِ (20/130)

اور سورہ طٰہٰ میں ارشاد ہوا ہے کہ ''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر طلوع آفتاب سے پہلے (فجر) اور غروب آفتاب سے پہلے (عصر) اور رات کے اوقات میں پھر تسبیح کر (عشا) اور دن کے سروں پر (یعنی صبح ،ظہر اور مغرب)

3۔پھر سورہ روم میں ارشاد ہوا:۔

فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَo وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَعَشِیًّا وَّحِیۡنَ تُظۡهِرُوۡنَo (30/17-18)

''پس اللہ کی تسبیح کرو جب کہ تم شام کرتے ہو (مغرب) اور جب صبح کرتے ہو (فجر) اسی کے لئے حمد ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اس کی تسبیح کرو دن کے آخری حصہ میں (عصر) اور جب کہ تم دوپہر کرتے ہو (ظہر)'' یہ تمام آیات و بیانات تفہیم جلد 2 کے صفحہ 634 تا 636 سے لئے گئے ہیں۔

9۔نماز کے اوقات کی تنگ بندیوں اور جوڑ توڑ پر ہمارے ساتھ علامہ مودودی کو پھر دیکھیں

ہم نے قارئین کو مودودی کے اِن بیانات اور آیات کو پڑھنے کی زحمت اس لئے دی ہے تاکہ آپ اُن کے دلائل میں کچھ جان ہو تو نوٹ کر لیں۔رہ گیا صرف کوشش کرنا اور ضرورت مندوں کو سہارا دینا تو اُس کو مخالف گروہ کیوں تسلیم کرے گا۔لہٰذا یہ سب مودودی کی کوشش تھی انہوں نے خود کو بھی اور اپنے مذاہب کو بھی طویل بیانات سے سہارا دیا ہے۔نماز کے اوقات پر دلیل کوئی نہیں دی ہے انہوں نے خود لکھ دیا کہ:۔

''نماز کے اِن پانچوں اوقات کی طرف قرآن مجید میں مختلف مواقع پر اشارے کئے گئے ہیں۔''

یعنی قرآن میں صرف اشارے ہیں اوقات نماز نہیں ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اشارے بھی مودودی نے سمجھے ہیں اسی لئے جگہ جگہ بریکٹ میں فجر ،ظہر ،عصر ،مغرب اور عشاء خود لکھنا پڑا ہے تاکہ قاری آیات میں اشاروں کا ہونا سمجھ لے۔قرآن میں نہ نماز کے قریش والے اوقات ہیں نہ اشارے ہیں یہ خالص مودودی کی تنگ بندی اور فریب ہے۔

دوسرا پہلو:۔ مودودی نے ایک حدیث بھی لکھی ہے۔اس نام نہاد حدیث پر ہمیں تین موٹے موٹے اعتراضات ہیں۔اوّل یہ کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی سند نہیں رکھتی لہٰذا ناقابل قبول ہے۔دوم یہ کہ پانچوں وقتوں کا الگ الگ تعین معراج کے واقعہ میں بتایا گیا تھا۔مگر حدیث میں نماز کعبہ میں پڑھائی گئی جس کا معراج سے کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا یہ تعین یوں بھی فرضی ہے۔سوم یہ کہ حدیث لکھنے کے بعد یعنی یعنی کہہ کر جو تشریح مودودی نے اپنے بریکٹ میں کی ہے وہ حدیث میں نہیں ہے۔لہٰذا اس خود ساختہ حدیث سے بھی نماز کے اوقات کا تعین نہیں ہوتا۔اور معاملہ مشکوک ہو جاتا ہے کہ آیا شروع کے اوقات میں پڑھانا صحیح تھا یا آخری اوقات صحیح تھے۔پھر دونوں کا بیچ نکالنا پڑیگا تو تعین کہاں ہوا؟ پھر یہ کہ عربی زبان کے الفاظ کا ترجمہ اور معنی کرنے سے کسی کی رائے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔وہاں تو قوانین موجود ہیں قوانین کو توڑ کر کثرت رائے سے معنی کرنا ہی تحریف قرآن ہے جو حرام ہے مگر قریش اور قریشی علماء نے جائز رکھا ہے لہٰذا فجر وغیرہ کے الفاظ کے معنی غلط کئے گئے ہیں اور اُن معنی میں بھی بعض نے کچھ کہا اور بعض نے کچھ اور کہہ دیا لہٰذا یہ بکواس مبین ہے۔زبردستی گھسیٹ کر قریش کے خود ساختہ اوقات کو فٹ یا انفٹ کیا گیا ہے۔پھر اوقات نماز سے متعلق لائی ہوئی آیات میں **اَقِمِ** لفظ ایک شخص کو یعنی نبی کو نماز قائم کرنے کا حکم دیتا ہے اس سے ساری اُمت کیوں مراد لی جائے؟ جب تمام انبیاؑ کا یہ نماز پڑھنا مان لیا جائے تو اوقات نماز کا قرآن میں ذکر کیوں نہ ہو؟

(نمبر53) عہدنامه

عَهْدٌ كَتَبَهُ لِلْاَشْتَرِ النَّخَعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ. لَمَّا وَلَّاهُ عَلٰى مِصْرَ وَاَعْمَالِهَا حِيْنَ اضْطَرَبَ اَمْرُ اَمِيْرِهَا مُحَمَّدِ ابْنِ اَبِيْ بَكْرٍ

اس دستاویز کو (مالک) اشتر نخعی رحمہ اللہ کے لئے تحریر فرمایا جبکہ محمد ابن ابی بکر کے حالات بگڑ جانے پر انہیں مصر اور اس کے اطراف کی حکومت سپرد کی۔ (ترجمہ نہج البلاغہ جلد 3 صفحہ 113 مفتی جعفر حسین)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

هٰذَا مَا اَمَرَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ عَلِيٌّ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَالِكَ ابْنَ الْحَارِثِ الْاَشْتَرَ فِيْ عَهْدِهٖ اِلَيْهِ حِيْنَ وَلَّاهُ مِصْرَ :	1	یہ ہے وہ دستوری فرمان جو اللہ کے بندے علیؑ امیر المومنین نے مالک ابن حارث الاشتر کو لکھ کر دیا ہے اور اُس سے عہد کیا ہے جبکہ اُسے ملکِ مصر کا حاکم بنایا تھا۔
جِبَايَةَ خَرَاجِهَا ؛	2	تا کہ اُس مُلک سے خراج وصول کرتا رہے۔
وَجِهَادَ عَدُوِّهَا ؛	3	اور اُس ملک کے دشمنوں سے جہاد کرتا رہے۔
وَاسْتِصْلَاحَ اَهْلِهَا ؛	4	اور وہاں کے باشندوں کی اصلاح وفلاح کا نظام جاری کرے۔
وَعِمَارَةَ بِلَادِهَا ؛	5	اور وہاں کی بستیوں اور شہروں کی تعمیر اور آبادکاری کی مہم چلائے۔
اَمَرَهُ بِتَقْوَى اللّٰهِ ؛	6	اُسے یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔
وَاِيْثَارِ طَاعَتِهٖ ؛	7	اور اطاعتِ خداوندی کو ہر چیز پر ترجیح دیتا رہے۔
وَاتِّبَاعِ مَا اَمَرَ بِهٖ فِيْ كِتَابِهٖ : مِنْ فَرَائِضِهٖ وَسُنَنِهٖ ؛	8,9	اور اللہ نے جن فرائض اور سنتوں کا قرآن میں حکم دیا ہے اُنکی پیروی کرے۔
الَّتِيْ لَايَسْعَدُ اَحَدٌ اِلَّا بِاتِّبَاعِهَا ؛	10	اس لئے کہ اُن کی پیروی کے بغیر انسان کو دائمی سعادت نہیں ملتی۔
وَلَا يَشْقَىٰ اِلَّا مَعَ جُحُوْدِهَا وَاِضَاعَتِهَا ؛	11	اور دائمی بدنصیبی اُن ہی فرائض اور سنتوں کے ٹھکرانے سے اور اُنہیں ضائع کرنے سے ملتی ہے۔
وَاَنْ يَّنْصُرَ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بِقَلْبِهٖ وَيَدِهٖ وَلِسَانِهٖ ؛	12	اور یہ کہ دل سے اور ہاتھوں سے اور زبان سے اللہ پاک کے دین کی نصرت جاری رکھنا
فَاِنَّهٗ ـ جَلَّ اِسْمُهٗ ـ قَدْ تَكَفَّلَ بِنَصْرِ مَنْ نَصَرَهٗ ؛	13	اس لئے کہ اللہ بزرگ وبرتر نے ذمہ لیا ہے کہ جو کوئی اُس کی نصرت کرے گا وہ اُس کی مدد وتائید ضرور کرے گا۔
وَاِعْزَازِ مَنْ اَعَزَّهٗ ؛	14	اور اُس کو غالب رکھے گا جو اُس کے دین کو غالب رکھنے میں کوشاں ہوگا۔
وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّكْسِرَ نَفْسَهٗ عِنْدَ الشَّهَوَاتِ ؛	15	اور اُسے حکم دیا گیا ہے کہ وہ نفسانی خواہشات کی حالت میں اپنے نفس کو کچل دے
وَيَزَعَهَا عِنْدَ الْجَمَحَاتِ ؛	16	اور نفس کی منہ زوری اور سرکشی کے وقت اسے روک کر رکھے۔
فَاِنَّ النَّفْسَ اَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَارَحِمَ اللّٰهُ ؛	17	کیونکہ نفسِ امارہ تو برائی ہی کی رغبت دلاتا ہے۔ سوائے اُس شخص کے جس پر اللہ کی رحمت ہو۔

ثُمَّ اَعْلَمْ یَا مَالِکُ اَنِّیْ قَدْوَجَّھْتُکَ اِلٰی بِلاَدٍ قَدْ جَرَتْ عَلَیْھَا دُوَلٌ قَبْلَکَ مِنْ عَدْلٍ وَّجَوْرٍ ؛	18	پھر اے مالک یہ سمجھ لو میں تمہیں ایسے شہروں پر روانہ کر رہا ہوں جہاں تم سے پہلے ایسی حکومتیں گذر چکی ہیں جن میں عدل پرور اور جور وظلم کرنے والی حکومتیں بھی رہ چکی ہیں
وَاَنَّ النَّاسَ یَنْظُرُوْنَ مِنْ اُمُوْرِکَ فِیْ مِثْلِ مَاکُنْتَ تَنْظُرُ فِیْهِ مِنْ اُمُوْرِ الْوُلاَۃِ قَبْلَکَ ؛	19	اور یقینی بات ہے کہ تمہاری رعایا کے لوگ تمہارے احکام اور طرز عمل کو اُسی نظر سے دیکھیں گے جس نظر سے تم اپنے سے پہلے حکمرانوں کے طور طریقوں کو دیکھتے رہے ہو
وَیَقُوْلُوْنَ فِیْکَ مَاکُنْتَ تَقُوْلُ فِیْھِمْ ؛	20	اور تمہارے متعلق بھی وہ کچھ کہیں گے جو تم سابقہ حکمرانوں کے لئے کہتے رہے ہو۔
وَاِنَّمَا یُسْتَدَلُّ عَلَی الصَّالِحِیْنَ بِمَا یُجْرِیْ اللّٰہُ لَھُمْ عَلٰی اَلْسُنِ عِبَادِہٖ ؛	21	اور حقیقت اسی قدر ہے کہ خدا کے نیک بندوں کا پتہ اسی نیک نامی سے چلتا ہے **جو اللہ نے اپنے بندوں کی زبان پر جاری کر رکھی ہے۔**
فَلْیَکُنْ اَحَبُّ الذَّخَائِرِ اِلَیْکَ ذَخِیْرَۃَ الْعَمَلِ الصَّالِحِ ؛	22	لہٰذا ضروری ہے کہ **تمہیں تمام ذخیروں میں سے اپنے نیک اعمال کا ذخیرہ سب سے زیادہ محبوب ہو۔**
فَامْلِکْ ھَوَاکَ ؛	23	چنانچہ اپنی ذاتی خواہشوں پر قابو رکھنا۔
وَشُحَّ بِنَفْسِکَ عَمَّا لاَیَحِلُّ لَکَ ؛	24	اور جو مشغلے تمہارے لئے حلال نہیں ہیں۔ اُن میں مشغول ہونے کی اجازت دینے میں اپنے نفس سے کنجوسی اور مخالفت کیا کرنا۔
فَاِنَّ الشُّحَّ بِالنَّفْسِ الْاِنْصَافُ مِنْھَا فِیْمَا اَحَبَّتْ اَوْکَرِھَتْ ؛	25	چنانچہ نفس کے ساتھ بخل اور کنجوسی کرنا ہی اُس کے ساتھ انصاف کرنا ہے۔ خواہ وہ خود اُسے پسند کرے یا نا پسند کرے۔
وَاَشْعِرْ قَلْبَکَ الرَّحْمَۃَ لِلرَّعِیَّۃِ ؛ وَالْمَحَبَّۃَ لَھُمْ ؛ وَاللُّطْفَ بِھِمْ ؛	26	اور اپنے دل کے اندر رعیت کیلئے جذبۂ رحم اور محبت اور لطف وکرم کو استقلال سے بٹھا دو
وَلاَ تَکُوْنَنَّ عَلَیْھِمْ سَبُعًا ضَارِیًا تَغْتَنِمُ اَکْلَھُمْ ؛	27	اور تم اُن کو ضرر پہنچانے والا بھیڑیا نہ بن جانا اور اُن کو کھا جانا غنیمت نہ سمجھنے لگنا۔
فَاِنَّھُمْ صِنْفَانِ : اِمَّا اَخٌ لَکَ فِی الدِّیْنِ وَاِمَّا نَظِیْرٌ لَکَ فِی الْخَلْقِ ؛	28	رعیّت کے لوگوں کی دو قسمیں ہوا کرتی ہیں۔ اُن میں سے کچھ تو تمہارے دینی بھائی ہوں گے اور کچھ خود تمہارے جیسی مخلوق ہوں گے۔
یَفْرُطُ مِنْھُمُ الزَّلَلُ ؛	29	اُن میں سے بعض سے کبھی کبھی لغزشیں اور کوتاہیاں بھی سرزد ہوں گی۔
وَتَعْرِضُ لَھُمُ الْعِلَلُ ؛	30	اور اُن کو وہ اسباب بھی پیش آئیں گے جو بُرائی کا پیش خیمہ ہوا کرتے ہیں۔
وَیُؤْتٰی عَلٰی اَیْدِیْھِمْ فِی الْعَمْدِ وَالْخَطَآءِ ؛	31	اور اُن کے ہاتھوں سے جان بوجھ کر یا بھول چوک سے خطائیں بھی ہوں گی۔
فَاَعْطِھِمْ مِنْ عَفْوِکَ وَصَفْحِکَ مِثْلَ الَّذِیْ تُحِبُّ اَنْ یُعْطِیَکَ اللّٰہُ مِنْ عَفْوِہٖ وَصَفْحِہٖ ؛	32	لہٰذا تم اُن کی خطاؤں سے درگذر کرتے رہنا کیونکہ تم بھی اللہ سے اپنی خطاؤں سے درگذر اور بخش دیے جانے کی درخواست کرتے رہتے ہو۔
فَاِنَّکَ فَوْقَھُمْ وَ وَالِی الْاَمْرِ عَلَیْکَ فَوْقَکَ وَ	33	یہ اس لئے کہ تم اُن پر حاکم اور باز پرس کرنے والے ہو اور تم پر تمہارا امامؑ حاکم اور باز

وَاللّٰہُ فَوْقَ مَنْ وَلَّاکَ ؛		پرس کرنے والا ہے اور جس نے تمہیں حاکم بنایا ہے اُس پر اللہ حکمران ہے۔
وَقَدِ اسْتَکْفَاکَ اَمْرَھُمْ وَابْتَلَاکَ بِھِمْ ؛	34	اور اُسی نے تم پر رعایا کے انتظام اور اصلاح کی ذمہ داری ڈال کر تمہیں اُن کے ذریعہ سے آزمانا چاہا ہے۔
وَ لَا تَنْصِبَنَّ نَفْسَکَ لِحَرْبِ اللّٰہِ ؛	35	اور تمہیں چاہئے کہ اللہ کے مقابلے میں اپنے آپ کو جنگ کیلئے آمادہ نہ کر لینا۔
فَاِنَّہٗ لَا یَدَیْ لَکَ بِنِقْمَتِہٖ وَلَا غِنٰی بِکَ عَنْ عَفْوِہٖ وَرَحْمَتِہٖ ؛	36	اس لئے کہ اُس کے غضب سے بچ نکلنے کے لئے نہ تمہارے پاس طاقت ہے اور نہ تم کبھی اُس کی بخشش اور رحمت سے بے نیاز ہو سکتے ہو۔
وَلَا تَنْدَمَنَّ عَلٰی عَفْوٍ ؛	37	تمہیں کسی کو معاف کر کے پچھتانا نہیں چاہئے۔
وَلَا تَبْجَحَنَّ بِعُقُوْبَةٍ ؛	38	اور نہ ہی کسی کو سزا دے کر فخر کرنا چاہئے۔
وَلَا تُسْرِعَنَّ اِلٰی بَادِرَةٍ وَجَدْتَ مِنْھَا مَنْدُوْحَةً ؛	39	اور غصہ میں عجلت سے کام نہ لیا کرنا جب کہ کسی معاملے کو ٹلا دینا مفید معلوم ہو رہا ہو
وَلَا تَقُوْلَنَّ اِنِّیْ مُؤَمَّرٌ اٰمُرُ فَاُطَاعُ ؛	40	کبھی یہ نہ کہنا کہ **”میں حاکم ہوں لہٰذا میرے حکم پر صرف اطاعت کرنا لازم ہے۔“**
فَاِنَّ ذٰلِکَ اِدْغَالٌ فِی الْقَلْبِ ، وَمَنْھَکَةٌ لِلدِّیْنِ وَتَقَرُّبٌ مِّنَ الْغِیَرِ ؛	41	یقیناً اس قسم کا کلام اور تصور دل میں غرور و فساد پیدا کرے گا، اور دین میں کمزوری اور سستی داخل کرے گا، اور غیر خدا سے قربت کا سبب بنے گا۔
وَاِذَا اَحْدَثَ لَکَ مَا اَنْتَ فِیْہِ مِنْ سُلْطَانِکَ اُبَّھَةً اَوْ مَخِیْلَةً فَانْظُرْ اِلٰی عِظَمِ مُلْکِ اللّٰہِ فَوْقَکَ وَقُدْرَتِہٖ مِنْکَ عَلٰی مَا لَا تَقْدِرُ عَلَیْہِ مِنْ نَفْسِکَ ؛	42	اور جب کبھی حکمرانی کرتے کرتے تم میں اپنی بزرگی اور بڑائی کا خیال پیدا ہو تو اُسے دور کرنے کے لئے تم اپنی پوزیشن اور اللہ کی عظمت و اقتدار پر نظر ڈال لینا اور دیکھنا کہ وہ تم پر اور پوری کائنات پر ایسی قدرت و اختیار رکھتا ہے جو تم خود اپنی ذات پر بھی نہیں رکھتے ہو۔
فَاِنَّ ذٰلِکَ یُطَامِنُ اِلَیْکَ مِنْ طِمَاحِکَ ؛	43	یقیناً اسی غور و تدبر سے تمہاری رعونت اور سرکشی دب جائے گی۔
وَیَکُفُّ عَنْکَ مِنْ غَرْبِکَ ؛	44	اور تجھ سے تیری فرضی سربلندی کو دفع کر دے گی۔
وَیَفِیْءُ اِلَیْکَ بِمَا عَزَبَ عَنْکَ مِنْ عَقْلِکَ ؛	45	اور تمہاری کھوئی ہوئی عقل کو تمہیں واپس لا کر دے دے گی۔
اِیَّاکَ وَمُسَامَاةَ اللّٰہِ فِیْ عَظَمَتِہٖ وَالتَّشَبُّہَ بِہٖ فِیْ جَبَرُوْتِہٖ ؛	46	خبردار تم کبھی بھی اللہ کی عظمت میں شریک ہونے اور اس کی جبروت میں مشابہ ہو جانے کی حرکت نہ کر بیٹھنا۔
فَاِنَّ اللّٰہَ یُذِلُّ کُلَّ جَبَّارٍ وَیُھِیْنُ کُلَّ مُخْتَالٍ ؛	47	اس لئے کہ اللہ ہر سرکش و سربلند شخص کو ذلت سے دوچار کر دیتا ہے اور مغرور کی توہین و رسوائی کر دیتا ہے۔
اَنْصِفِ اللّٰہَ وَاَنْصِفِ النَّاسَ مِنْ نَّفْسِکَ وَمِنْ خَاصَّةِ اَھْلِکَ وَمَنْ لَّکَ فِیْہِ ھَوًی مِنْ رَعِیَّتِکَ	48	اللہ کے معاملے میں انصاف سے کام لیتے رہنا اور تمام انسانوں کے ساتھ اور اپنے مخصوص اہل و عیال کے اور رعیت کے ان لوگوں کے ساتھ جن سے تیری توجہات زیادہ رغبت رکھتی ہوں ہر حال میں انصاف کو مدنظر رکھنا۔

فَاِنَّکَ اِلَّاتَفۡعَلۡ تَظۡلِمۡ ! وَمَنۡ ظَلَمَ عِبَادَ اللّٰهِ کَانَ اللّٰهُ خَصۡمَهُ دُوۡنَ عِبَادِهٖ ؛	49	چنانچہ اگر تم ایسا انصاف نہ کرو گے تو تم یقیناً ظلم کرو گے۔ اور جو کوئی بھی اسکے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو اللہ بھی باقی بندوں کے علاوہ اُس کا حریف اور دشمن بن جاتا ہے؛
وَمَنۡ خَاصَمَهُ اللّٰهُ اَدۡحَضَ حُجَّتَهٗ ؛	50	اور جس کسی کا حریف اور دشمن اللہ ہوگا تو اس کی ہر دلیل وحجہ کو کچل دے گا؛
وَکَانَ لِلّٰهِ حَرۡبًا حَتّٰی یَنۡزِعَ وَیَتُوۡبَ ؛	51	اور وہ اللہ سے برسر جنگ اور برسر مقابلہ رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ باز آجائے اور توبہ کرلے؛
وَلَیۡسَ شَیۡءٌ اَدۡعٰی اِلٰی تَغۡیِیۡرِ نِعۡمَةِ اللّٰهِ وَتَعۡجِیۡلِ نِقۡمَتِهٖ مِنۡ اِقَامَةٍ عَلٰی ظُلۡمٍ ؛	52	اور اللہ کی نعمتوں کو چھین لینے والی اور اس کی سزاؤں کو جلدی سے بلانے والی کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ظلم پر باقی اور برقرار رہا جائے؛
فَاِنَّ اللّٰهَ یَسۡمَعُ دَعۡوَةَ الۡمُضۡطَهَدِیۡنَ ؛	53	لہٰذا اللہ مظلوموں کی دعا سنتا ہے؛
وَهُوَ لِلظَّالِمِیۡنَ بِالۡمِرۡصَادِ ؛	54	اور ظالموں کو سزا دینے کے لئے اُن کی گھات میں لگا رہتا ہے؛
وَلۡیَکُنۡ اَحَبُّ الۡاُمُوۡرِ اِلَیۡکَ اَوۡسَطَهَا فِی الۡحَقِّ وَاَعَمَّهَا فِی الۡعَدۡلِ ؛ وَاَجۡمَعَهَا لِرِضَی الرَّعِیَّةِ ؛	55	اور اسی لئے تمہیں تو تمام کاموں میں جو کام سب سے زیادہ پسند ہونا چاہئے وہ حق کے اعتبار سے میانہ روی ہے، اور عدل کے اعتبار سے عمومی ہے، اور جو رعیت کی مجموعی وعام خوشنودی کا باعث ہو؛
فَاِنَّ سُخۡطَ الۡعَامَّةِ یُجۡحِفُ بِرِضَی الۡخَاصَّةِ ؛	56	کیونکہ عوام کی ناراضگی مخصوص لوگوں کی خوشنودی کو بے اثر و بے کار کردیا کرتی ہے؛
وَاِنَّ سُخۡطَ الۡخَاصَّةِ یُغۡتَفَرُ مَعَ رِضَی الۡعَامَّةِ ؛	57	اور مخصوص لوگوں کی ناراضگی عوام کی خوشنودی کے سامنے نظر انداز کی جاسکتی ہے؛
وَلَیۡسَ اَحَدٌ مِنَ الرَّعِیَّةِ؛	58	اور یہ سمجھ لو کہ ساری رعیت میں سے،
الف۔ اَثۡقَلَ عَلَی الۡوَالِیۡ مَؤُوۡنَةً فِی الرَّخَاءِ، ب۔ وَ اَقَلَّ مَعُوۡنَةً لَهٗ فِی الۡبَلَاۤءِ ؛ ج۔ وَاَکۡرَهَ لِلۡاِنۡصَافِ ؛ د ۔ وَاَسۡاَلَ بِالۡاِلۡحَافِ ؛ ه ۔ وَاَقَلَّ شُکۡرًا عِنۡدَ الۡاِعۡطَاءِ ؛ و۔ وَاَبۡطَاَ عُذۡرًا عِنۡدَ الۡمَنۡعِ ؛ ز ۔ وَاَضۡعَفَ صَبۡرًا عِنۡدَ مُلِمَّاتِ الدَّهۡرِ مِنۡ اَهۡلِ الۡخَاصَّةِ ؛		الف۔ جو لوگ خوشحالی اور سہولت کے زمانہ میں حکمران پر سب سے زیادہ تکلیف دینے والے ہوتے ہیں وہ یہی مخصوصین اور بڑے لوگ ہوتے ہیں، (ب) اور جو تکلیف اور بلاؤں کے زمانے میں کم سے کم مددگار بنتے ہیں یہی مخصوصین اور بڑے لوگ ہوتے ہیں، (ج) اور یہی لوگ عوام سے انصاف کرنے کو ناپسند کرتے ہیں (د) اپنی غرض اور مطلب پورا کرانے کے لئے لپٹ جاتے ہیں۔ (ہ) بخشش اور احسان پر مشکور نہیں ہوتے (و) مال و دولت دینے سے منع کردو تو وہ جائز عذر بھی نہیں سنتے (ز) اور اگر سختیوں اور تنگی کا زمانہ آجائے تو یہی مخصوصین اور بڑے لوگ صبر و برداشت کرنے میں سب سے کمزور اور بے صبرے ثابت ہوتے ہیں؛
وَاِنَّمَا عُمُوۡدُ الدِّیۡنِ وَجِمَاعُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ وَالۡعُدَّةُ لِلۡاَعۡدَاءِ الۡعَامَّةُ مِنَ الۡاُمَّةِ ؛	59	اور ساتھ یہ بھی سمجھ لو کہ عوام یا غربا ہی وہ لوگ ہیں جو دین کا ستون وسہارا ہوتے ہیں، جو مسلمانوں کی حقیقی قوت اور عزت ہوتے ہیں اور جو دشمنوں کے مقابلے میں سامان دفاع وغلبہ ہوتے ہیں۔

فَلْيَكُنْ صَغوكَ لَهُمْ وَ مَيْلُكَ مَعَهُمْ ؛	60	لہٰذا تمہاری پوری توجہ اور تمہاری تمام مہربانیوں کا رخ عوام الناس ہی کی طرف رہنا چاہئے؛
وَلْيَكُنْ اَبْعَدُ رَعِيَّتِكَ مِنْكَ وَاَشْنَؤُهُمْ عِنْدَكَ اَطْلَبُهُمْ لِمَعَائِبِ النَّاسِ ؛	61	اور تمہاری رعیت میں سب سے دُور اور تمہارے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور بُرا شخص وہ ہونا چاہئے جو لوگوں کی عیب جوئی میں مصروف رہتا ہو؛
فَاِنَّ فِي النَّاسِ عُيُوْبًا اَلْوَالِيْ اَحَقُّ مَنْ سَتَرَهَا ؛	62	حقیقت یہ ہے کہ لوگوں میں کچھ نہ کچھ عیب تو ہوتے ہی ہیں، حکمران کو تمام عیب پوشوں سے بڑھ کر ستاری وعیب پوشی زیب دیتی ہے؛
فَلاَ تَكْشِفَنَّ عَمَّا غَابَ عَنْكَ مِنْهَا ؛	63	لہٰذا جو عیب تمہارے نظر سے غائب ہوں اُنہیں نہ کھولنا؛
فَاِنَّمَا عَلَيْكَ تَطْهِيْرُ مَاظَهَرَلَكَ ؛	64	اسلئے کہ تمہاری ذمہ داری صرف اس قدر ہے کہ:۔ تم ان عیبوں کی تطہیر کرو جو تم پر ظاہر ہیں؛
وَاللّٰهُ يَحْكُمُ عَلٰى مَاغَابَ عَنْكَ ؛	65	رہ گئے وہ عیب جو تمہاری نظر سے غائب ہیں ان کا فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے؛
فَاسْتُرِ الْعَوْرَةَ مَا اسْتَطَعْتَ يَسْتُرِ اللّٰهُ مِنْكَ مَاتُحِبُّ سَتْرَهُ مِنْ رَعِيَّتِكَ ؛	66	لہٰذا جہاں تک تم سے ہو سکے تم لوگوں کے ننگے پن پر پردہ ڈالو تا کہ اللہ بھی تمہارے اُن عیبوں کی پردہ پوشی کرے جن کو تم رعایا سے چھپانا پسند کرتے ہو؛
اَطْلِقْ عَنِ النَّاسِ عُقْدَةَ كُلِّ حِقْدٍ ؛	67	لوگوں کے دلوں میں لگی ہوئی کینے اور بغض کی ہر گرہ کو کھول دو.
وَاقْطَعْ عَنْكَ سَبَبَ كُلِّ وِتْرٍ ؛	68	اور دشمنی پیدا کرنے والے ہر سبب اور وجہ کو کاٹ کر رکھ دو؛
وَتَغَابَ عَنْ كُلِّ مَا لاَ يَصِحُّ لَكَ ؛	69	اور جو طریق کار تمہارے نزدیک صحیح نہ ہوا کرے اُس سے بےخبر بن جاؤ؛
وَ لاَ تَعْجَلَنَّ اِلٰى تَصْدِيْقِ سَاعٍ ؛	70	اور بدگوئی اور نکتہ چینی میں کوشاں اشخاص کی تصدیق کرنے میں جلدی نہ کرنا؛
فَاِنَّ السَّاعِيَ غَاشٌّ وَاِنْ تَشَبَّهَ بِالنَّاصِحِيْنَ ؛	71	یقیناً ایسی بُری کوشش کرنے والے عموماً دھوکے باز ہوتے ہیں اگرچہ وہ خیرخواہوں اور نصیحت کرنے والوں کے مشابہ ہوتے ہیں؛
وَلاَ تُدْخِلَنَّ فِيْ مَشْوَرَتِكَ بَخِيْلاً يَعْدِلُ بِكَ عَنِ الْفَضْلِ ؛ وَيَعِدُكَ الْفَقْرَ ؛	72	اور اپنے مشوروں میں بخیل اور کنجوس کو کبھی داخل نہ کرنا ورنہ وہ تمہیں فضل و کرم سے ہٹا دے گا اور فقر وفاقہ سے دوچار ہو جانے کا خطرہ پیش کر کے روکے گا؛
وَلاَجَبَانًا يُضْعِفُكَ عَنِ الْاُمُوْرِ ؛ وَلاَحَرِيْصًا يُزَيِّنُ لَكَ الشَّرَهُ بِالْجَوْرِ ؛	73	اور نہ بُزدل کو مشورے میں داخل کرنا ورنہ وہ تمہیں قوتِ فیصلہ میں کمزور کر دے گا اور نہ ہی لالچی آدمی کو داخل کرنا ورنہ وہ ظلم کے ذریعے مال بٹورنے کے فوائد بتا کر تمہیں لالچی بنا دے گا؛
فَاِنَّ الْبُخْلَ وَالْجُبْنَ وَالْحِرْصَ غَرَائِزُ شَتّٰى يَجْمَعُهَا سُوْءُ الظَّنِّ بِاللّٰهِ ؛	74	حقیقت یہ ہے کہ بخیلی، بزدلی اور حرص اگرچہ الگ الگ خصلتیں ہیں مگر یہ سب مل کر اللہ سے بدگمان کرنے میں مشترک رہتی ہیں؛
اِنَّ شَرَّ وُزَرَائِكَ مَنْ كَانَ لِلْاَشْرَارِ قَبْلَكَ وَزِيْرًا ؛	75	یقیناً تمہارے لئے سب سے بدتر اور شرانگیز وزیر وہ ہوگا جو تم سے پہلے والے شر

		پسندوں کا وزیر رہا ہوگا؛
وَمَنْ شَرِکَهُمْ فِی الْاٰثَامِ فَلَا یَکُوْنَنَّ لَکَ بِطَانَةً ؛	76	اور جو اُن کے گناہوں میں شریک رہا ہو ایسا شخص تمہارے راز داروں میں نہ ہونا چاہیئے ؛
فَاِنَّهُمْ اَعْوَانُ الْاَثَمَةِ وَاِخْوَانُ الظَّلَمَةِ ؛	77	کیونکہ ایسے لوگ گناہگاروں کے معاون اور ظالموں کے بھائی ہوا کرتے ہیں
وَاَنْتَ وَاجِدٌ مِّنْهُمْ خَیْرَ الْخَلَفِ مِمَّنْ لَهٗ مِثْلُ اٰرَائِهِمْ وَنَفَاذِهِمْ ؛	78	ایسے لوگوں کی جگہ تمہیں ایسے افراد مل سکتے ہیں جو سوجھ بوجھ اور بصیرت اور صحیح رائے میں اُن کے ہی مانند ہوں گے؛
وَلَیْسَ عَلَیْهِ مِثْلُ اٰصَارِهِمْ وَاَوْزَارِهِمْ مِمَّنْ لَّمْ یُعَاوِنْ ظَالِمًا عَلٰی ظُلْمِهٖ وَ لَا اٰثِمًا عَلٰی اِثْمِهٖ؛	79	اور اُن کی طرح گناہوں کے بوجھ اُٹھائے ہوئے نہ ہوں گے اور انہوں نے نہ کسی گناہ گار کے گناہ میں ساتھ دیا ہوگا اور نہ کسی ظالم کے ظلم میں شریک رہے ہوں گے؛
اُولٰئِکَ اَخَفُّ عَلَیْکَ مَؤُوْنَةً ؛ وَاَحْسَنُ لَکَ مَعُوْنَةً ؛	80	ایسے لوگوں کی ذمہ داری لینا تمہارے لئے آسان تر ہوگا اور وہ تمہارے بہترین مددگار ثابت ہوں گے؛
وَاَحْنٰی عَلَیْکَ عَطْفًا ؛	81	اور ساتھ ہی یہ لوگ تمہاری طرف محبت سے توجہ رکھنے والے ہوں گے؛
وَاَقَلُّ لِغَیْرِکَ اِلْفًا؛	82	اور تمہارے علاوہ اوروں سے کم از کم اُلفت اور تعلق رکھیں گے؛
فَاتَّخِذْ اُولٰئِکَ خَاصَّةً لِخَلَوَاتِکَ وَحَفَلَاتِکَ ؛	83	چنانچہ اس قسم کے لوگوں کو اپنی اعلانیہ اور پوشیدہ محفلوں میں اپنا مصاحب و مشیر رکھنا؛
ثُمَّ لْیَکُنْ اٰثَرُهُمْ عِنْدَکَ اَقْوَلَهُمْ بِمُرِّ الْحَقِّ لَکَ ؛	84	پھر اُن میں سے بھی زیادہ ترجیح اُن لوگوں کو دینا جو حق کی کڑوی باتیں تم سے کہنے میں بے باک ہوں؛
وَاَقَلَّهُمْ مُسَاعَدَةً فِیْمَا یَکُوْنُ مِنْکَ مِمَّا کَرِهَ اللّٰهُ لِاَوْلِیَائِهٖ ؛	85	اور اللہ کی اُن ناپسندیدہ باتوں اور معاملات میں تمہارے کم سے کم مددگار ہوں جو وہ اپنے اولیاء سے سرزد ہونے دینا نہیں چاہتے؛ خواہ
وَاقِعًا ذٰلِکَ مِنْ هَوَاکَ حَیْثُ وَقَعَ ؛	86	وہ ناپسندیدہ باتیں واقعات اور تمہاری خواہش سے کتنا ہی میل کھاتی ہوں؛
وَالْصَقْ بِاَهْلِ الْوَرَعِ وَالصِّدْقِ ؛	87	اور خود کو پارسا اور صادق القول لوگوں سے وابستہ رکھنا؛
ثُمَّ رُضْهُمْ عَلٰی اَنْ لَّا یُطْرُوْکَ ، وَلَا یُبَجِّحُوْکَ بِبَاطِلٍ لَمْ تَفْعَلْهُ ؛	88	پھر اُن پارسا لوگوں کو اِس کی عادت ڈالنا کہ وہ تمہاری تعریفیں نہ کیا کریں اور تمہارے کسی کارنامہ کے بغیر ہی تمہاری باطل طریقہ پر مدح وثنا کر کے تمہیں خوش نہ کیا کریں؛
فَاِنَّ کَثْرَةَ الْاِطْرَاءِ تُحْدِثُ الزَّهْوَ ؛	89	اس لئے کہ بہت زیادہ ستائش اور مدح وثنا آدمی کو خود پسند بنا کر سرکشی میں مبتلا کر دیتی ہے؛

وَتُدْنِيُ مِنَ الْعِزَّةِ ؛	90	اورآدمی کومصنوعی عزت کا دلدادہ بنادیتی ہے؛
وَلَایَکُوْنَنَّ الْمُحْسِنُ وَالْمُسِیۡٓءُ عِنْدَکَ بِمَنْزِلَةٍ سَوَآءٍ ؛	91	اوردیکھوتمھارے نزدیک احسان پیشہ شخص اور بدکار آدمی برابر کی منزلت میں نہ رکھ دئے جائیں؛
وَاِنَّ فِيْ ذٰلِکَ تَزْهِيْدًا لِاَهْلِ الْاِحْسَانِ فِی الْاِحْسَانِ ؛	92	اوریقیناً ایسا کرنے سے نیکوں کونیکی سےاوراحسان سے بےرغبت کرنا ہے؛
وَتَدْرِيْبًا لِاَهْلِ الْاِسَائَةِ عَلَى الْاِسَائَةِ ؛	93	اور بدکاروں کوبدکاری میں ترقی کرانا ہوگا؛
وَالْزِمْ کُلًّامِنْهُمْ مَّا اَلْزَمَ نَفْسَهُ ؛	94	اورلازم ہے کہ ہرشخص کواُس کی اُس منزل میں رکھا جائے جواس کے ذاتی کردار سے لازم ہوتی ہو؛
وَاعْلَمْ اَنَّهُ لَيْسَ شَیۡءٌ بِاَدْعَیٰ اِلٰی حُسْنِ ظَنِّ وَالٍ بِرَعِيَّتِهٖ مِنْ اِحْسَانِهٖ اِلَيْهِمْ ؛	95	اور یہ سمجھ لوکہ حاکم کواپنی رعایاپر پورا بھروسہ کرنے کے لئے لازم ہے کہ وہ اُن کے ساتھ احسان اورلطف وکرم کا سلوک کرے؛
وَتَخْفِيْفِهٖ الْمَؤُوْنَاتِ عَلَيْهِمْ ؛	96	اوراُن پر بوجھ لادنے میں کمی کومدنظر رکھے؛
وَتَرکِ اسْتِکْرَاهِهٖ اِيَّاهُمْ عَلٰی مَالَيْسَ قِبَلَهُمْ ؛	97	اوراُن کوایسی ناگوارصورت حال سے گذارنا چھوڑ دینا چاہئے جواُن کے قابو کے نہ ہوں؛
فَلْيَکُنْ مِنْکَ فِيْ ذٰلِکَ اَمْرٌ يَّجْتَمِعُ لَکَ بِهٖ حُسْنُ الظَّنِّ بِرَعِيَّتِکَ ؛	98	تمہاری طرف سے اس سلسلے میں ایسے کام اور ایسا سلوک ہونا چاہئے کہ تمہاری رعایا کا سارا حسن ظن اورعمدہ خیالات تم پرمرکوز ہوکررہ جائیں؛
فَاِنَّ حُسْنَ الظَّنِ يَقْطَعُ عَنْکَ نَصَبًا طَوِيْلاً ؛	99	اور یہ حقیقت ہے کہ رعیت کا حسن ظن رکھنا تمہارے اعتماد کا سبب وثبوت بنے گااورتمہاری بہت سی دقتوں کودُورکردے گا؛
وَاِنَّ اَحَقَّ مَنْ حَسُنَ ظَنُّکَ بِهٖ لَمَنْ حَسُنَ بَلاَؤُکَ عِنْدَهٗ ؛	100	اورسب سے زیادہ تمہارے اعتماد کے وہ مستحق ہیں جن کے ساتھ تم نے اچھا سلوک کیا ہوگا؛
وَاِنَّ اَحَقَّ مَنْ سَآءَ ظَنُّکَ بِهٖ لِمَنْ سَآءَ بَلاَؤُکَ عِنْدَهُ ؛	101	اورسب سے زیادہ تمہاری بےاعتمادی کے مستحق وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ تم نے براسلوک کیا ہوگا؛
وَلَا تَنْقُضْ سُنَّةً صَالِحَةً عَمِلَ بِهَا صُدُوْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ؛	102	اوراُس نیک سنت کونہ توڑ دینا کہ جس پراس اُمت کے بزرگ عمل کرتے رہے؛
وَاجْتَمَعَتْ بِهَا الْاُلْفَةُ ؛	103	اورجس سے اُمت میں اتحاداوراُلفت پیدا ہوئی تھی؛
وَصَلَحَتْ عَلَيْهَا الرَّعِيَّةُ ؛	104	اورجس سے رعیت کی صلاح اورفلاح وابستہ رہی؛
وَلَا تُحْدِثَنَّ سُنَّةً تَضُرُّبِشَیۡءٍ مِّنْ مَّاضِیْ تِلْکَ السُّنَنِ فَيَکُوْنَ الْاَجْرُ لِمَنْ سَنَّهَا ؛	105	اورایسی سنت ایجادنہ کربیٹھنا جوماضی میں جاری رہنے والی سنت کی کسی چیز کو ضرر پہنچائے، چنانچہ سنت جاری کرنے والاہی اُس کی پاداش اورنتیجہ کا ذمہ دارہوتاہے؛

106	وَالْوِزْرُ عَلَيْكَ بِمَا نَقَضْتَ مِنْهَا؛	اور جو کچھ تو سابقہ سنت میں سے توڑیگا اسکی ذمہ داری خود تیرے اوپر ہوگی؛
107	وَاَكْثِرْ مُدَارَسَةَ الْعُلَمَاءِ وَمُنَاقَثَةَ الْحُكَمَآءِ فِيْ تَثْبِيْتِ مَاصَلَحَ عَلَيْهِ اَمْرُ بَلَادِكَ وَاِقَامَةِ مَا اسْتَقَامَ بِهِ النَّاسُ قَبْلَكَ ؛	اور اپنے ملک اور شہروں کے حالات اور اصلاحی اُمور کو مستحکم کرنے میں اور اُن نتائج کو پیدا کرنے کیلئے جن سے اُن لوگوں کے حالات سنورتے رہے جو تم سے پہلے تھے تم علما اور حکما سے مذاکرہ اور خفیہ بات چیت جاری رکھنا؛
108	وَاعْلَمْ اَنَّ الرَّعِيَّةَ طَبَقَاتٌ لَايَصْلُحُ بَعْضُهَا اِلَّا بِبَعْضٍ ؛	اور معلوم ہو کہ رعیت میں بہت سے طبقات ہوتے ہیں جن کی صلاح اور فلاح ایک دوسرے کے بغیر ممکن نہیں ہوتی؛
109	وَ لَاغِنَىٰ بِبَعْضِهَا اِلَّا عَنْ بَعْضٍ فَمِنْهَا: ؛	اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے اُن کے طبقات یوں ہیں کہ:۔
110	جُنُوْدُ اللّٰهِ ؛ وَمِنْهَا كُتَّابُ الْعَامَّةِ وَالْخَاصَّةِ ؛ وَمِنْهَا قُضَاةُ الْعَدْلِ ؛ وَمِنْهَا عُمَّالُ الْاِنْصَافِ وَالرِّفْقِ ؛ وَمِنْهَا اَهْلُ الْجِزْيَةِ وَالْخَرَاجِ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ وَمُسْلِمَةِ النَّاسِ؛ وَمِنْهَا التُّجَّارُ وَاَهْلُ الصِّنَاعَاتِ وَمِنْهَا الطَّبَقَةُ السُّفْلٰى مِنْ ذَوِى الْحَاجَةِ وَالْمَسْكَنَةِ ؛	ایک طبقہ اللہ کے لشکروں کا ہوتا ہے،ایک طبقہ عام اور خاص تحریری ریکارڈ تیار کرنے والوں کا،ایک طبقہ عدالت و انصاف قائم رکھنے والے قاضیوں کا اسٹاف،ایک طبقہ رعایا میں انتظام اور انصاف نافذ کرنے والے عمالوں (گورنروں) کا،ایک طبقہ میں غیر مسلم اور جزیہ دینے والے ذمہ دار غیر مسلموں کا اور ایک طبقہ تجارت پیشہ اور اہل حرفہ کا ہوتا ہے،ایک طبقہ فقراء و مساکین کا وہ طبقہ ہے جو سب سے پست ہے؛
111	وَكُلٌّ قَدْسَمَّى اللّٰهُ لَهُ سَهْمَهُ وَوَضَعَ عَلٰى حَدِّهٖ وَفَرِيْضَتِهٖ فِيْ كِتَابِهٖ اَوْسُنَّةِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ عَهْدًا مِنْهُ عِنْدَنَا مَحْفُوْظًا .	اور اللہ نے ہر ایک کا حق معین کر دیا ہے اور اپنی کتاب یا سنت نبویؐ میں اس کی حد بندی کر دی ہے اور وہ سب کچھ ہمارے پاس محفوظ ہے۔
112	فَالْجُنُوْدُ بِاِذْنِ اللّٰهِ حُصُوْنُ الرَّعِيَّةِ ؛ وَزَيْنُ الْوُلَاةِ وَعِزُّ الدِّيْنِ ؛ وَسُبُلُ الْاَمْنِ وَلَيْسَ تَقُوْمُ الرَّعِيَّةِ اِلَّابِهِمْ ؛	چنانچہ افواج بحکم خدا رعیت کے لئے حفاظت کا قلعہ ہیں؛فرمانرواؤں کی زینت وشان ہیں دین و مذہب کی قوت اور امن قائم رکھنے کا ذریعہ ہیں اور رعیت برقرار نہیں رہ سکتی سوائے افواج کے؛
113	ثُمَّ لَاقِوَامَ لِلْجُنُوْدِ اِلَّا بِمَا يُخْرِجُ اللّٰهُ لَهُمْ مِنَ الْخَرَاجِ الَّذِىْ يَقْوَوْنَ بِهٖ عَلٰى جِهَادِ عَدُوِّهِمْ ؛	پھر افواج کا دارومدار،اُس کا وجود و بقا اُس خراج پر ہے جو اللہ نے اُن کے لئے معین ومقرر کر دیا ہے جس سے وہ دشمنوں سے جہاد کرنے کی قوت حاصل کرتے ہیں؛
114	وَيَعْتَمِدُوْنَ عَلَيْهِ فِيْمَا يُصْلِحُهُمْ وَيَكُوْنُ مِنْ وَّرَآءِ حَاجَتِهِمْ ؛	اور اُسی پر بھروسہ رکھتے ہیں،اپنی اصلاح کرتے ہیں اور ضروریات بہم پہنچاتے ہیں؛

ثُمَّ لَا قِوَامَ لِهٰذَيْنِ الصِّنْفَيْنِ اِلَّا بِالصِّنْفِ الثَّالِثِ مِنَ الْقُضَاةِ وَالْعُمَّالِ وَالْكُتَّابِ ؛	115	پھر رعیت اور افواج کا دارومدار اور انتظام کے لئے تیسرے گروہ کی احتیاج ہے جو قاضیوں، گورنروں اور کارِتحریر بجالانے والوں کا گروہ ہے؛
لِمَا يُحْكِمُوْنَ مِنَ الْمَعَاقِدِ، وَيَجْمَعُوْنَ مِنَ الْمَنَافِعِ، وَيُؤْتَمَنُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ خَوَاصِّ الْاُمُوْرِ وَعَوَامِّهَا ؛	116	جن کے ذریعہ سے معاہدوں کا برقرار رہنا اور پائیداری قائم رکھنا ہوتی ہے اور یہ لوگ خراج اور دیگر منافعوں کی جمع وخرچ انجام دیتے ہیں اور عام اور خاص معاملات اور انتظامات کے متعلق اُن ہی کے ذریعے سے اطلاعات اور اطمینان فراہم ہوتا ہے۔؛
وَ لَا قِوَامَ لَهُمْ جَمِيْعًا اِلَّا بِالتُّجَّارِ وَ ذَوِى الصِّنَاعَاتِ فِيْمَا يَجْتَمِعُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ مَّرَافِقِهِمْ ؛	117	اور اُن سب کا دارومدار و بقاء وترقی تاجروں اور صنّاعوں اور کاریگروں پر ہے۔ وہ ان کی ضروریات فراہم کرتے ہیں؛
وَيُقِيْمُوْنَهُ مِنْ اَسْوَاقِهِمْ ؛	118	اور بازار لگاتے ہیں اور سجاتے ہیں؛
وَيَكْفُوْنَهُمْ مِنَ التَّرَفُّقِ بِاَيْدِيْهِمْ مِمَّا لَا يَبْلُغُهُ رِفْقُ غَيْرِهِمْ	119	اور اپنی کوششوں اور محنت وبصیرت سے تمام ضرورت کی چیزوں کو لاکر اُنہیں خود تلاش کرنے سے بچادیتے ہیں ورنہ اُن کے بغیر فراہمی مشکل تھی؛
ثُمَّ الطَّبَقَةُ السُّفْلٰى مِنْ اَهْلِ الْحَاجَةِ وَالْمَسْكَنَةِ الَّذِيْنَ يَحِقُّ رِفْدُهُمْ وَمَعُوْنَتُهُمْ ؛	120	پھر نچلا طبقہ محتاجوں اور مسکینوں کا ہے۔ جن کی مدد اور ضرورتوں کا فراہم کرنا لازم ہے؛
وَفِى اللّٰهِ لِكُلٍّ سَعَةٌ ؛	121	اللہ نے اُن سب کے لئے وسعتیں فراہم کررکھی ہیں؛
وَلِكُلٍّ عَلَى الْوَالِى حَقٌّ بِقَدْرِ مَّا يُصْلِحُهُ ؛	122	اور اُن تمام طبقات کے حقوق کا ادا کرنا حکمران کے ذمہ عائد ہوتا ہے تاکہ اُن سب کی اصلاح اور بہبودی جاری رہے؛
وَلَيْسَ يَخْرُجُ الْوَالِى مِنْ حَقِيْقَةِ مَا اَلْزَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْاِهْتِمَامِ وَالْاِسْتِعَانَةِ بِاللّٰهِ وَتَوْطِيْنِ نَفْسِهِ عَلٰى لُزُوْمِ الْحَقِّ وَالصَّبْرِ عَلَيْهِ فِيْمَا خَفَّ عَلَيْهِ اَوْ ثَقُلَ ؛	123	اور حکمران اپنے اوپر عائد ہونے والے اللہ کے اُن سب حقوق اور فرائض کو اسی صورت میں ادا کرسکتا ہے جب کہ وہ پوری پوری کوشش کرے اور اللہ سے مدد طلب کرتا رہے اور خود کو حق پر برقرار رکھے اور پیش آنے والے حالات پر صبر سے ثابت قدم رہے۔ خواہ وہ حالات اس کے لئے آسان و خفیف ہوں یا دشوار ہوں؛
فَوَلِّ مِنْ جُنُوْدِكَ اَنْصَحَهُمْ فِىْ نَفْسِكَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاِمَامِكَ ؛	124	بہرحال فوج پر والی یا حاکم ایسے شخص کو بنایا جائے گا جو کہ اپنے اللہ کا اور اللہ کے رسولؐ کا اور تمہارے امامؑ کا تمہارے نزدیک سب سے زیادہ خیرخواہ ہو؛
وَاَنْقَاهُمْ جَيْبًا ؛	125	اور اُن سب سے زیادہ پاک دامن ہو؛
وَاَفْضَلَهُمْ حِلْمًا ؛	126	اور قوتِ برداشت میں سب سے افضل ہو؛
مِمَّنْ يُبْطِئُ عَنِ الْغَضَبِ ؛	127	اُسے اُن لوگوں میں سے ہونا چاہئے جو غیظ وغضب کو دبا سکتے ہوں؛

وَيَسْتَرِيحُ اِلَى الْعُذْرِ ؛	128	اور قصورواروں کے عذرات پر آرام سے توجہ دیتا ہو؛
وَيَرْاَفُ بِالضُّعَفَآءِ ؛	129	ضعیفوں اور کمزوروں سے نرمی برتتا ہو؛
وَيَنْبُوْ عَلَى الْاَقْوِيَآءِ ؛	130	اور طاقتوروں اور سر بلند لوگوں کے سامنے سنجیدہ اور بلندتر ہوجاتا ہو؛
وَمِمَّنْ لَايُثِيْرُهُ الْعُنْفُ ؛	131	اُسے اُن لوگوں میں سے ہونا چاہئے جنہیں نہ بدخوئی جوش دلاتی ہو،
وَلَا يَقْعُدُ بِهِ الضَّعْفُ ؛	132	اور نہ کمزوری کا اظہار اُنہیں کمزور کرتا ہو؛
ثُمَّ الْصَقْ بِذَوِى الْاِحْسَابِ ؛	133	پھر تم خود کو بزرگ خاندانوں سے،
وَاَهْلِ الْبُيُوْتَاتِ الصَّالِحَةِ وَسَوَابِقِ الْحَسَنَةِ ؛	134	اور شریف و نیک گھرانوں سے اور نیکیوں میں قدامت رکھنے والوں سے وابستگی اختیار کرو؛
ثُمَّ اَهْلِ النَّجْدَةِ وَالشُّجَاعَةِ وَالسَّخَاءِ وَالسَّمَاحَةِ ؛	135	پھر عمدہ ماضی رکھنے والوں، ہمت و شجاعت اور سخاوت اور اہل حلم و برداشت کے حامل لوگوں سے اپنا ربط و ضبط بڑھاؤ اور واقفیت حاصل کرتے رہو؛
فَاِنَّهُمْ جِمَاعٌ مِنَ الْكَرَمِ ؛	136	اس لئے کہ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو بزرگی کا سرمایہ،
وَشُعَبٌ مِنَ الْعُرْفِ ؛	137	اور نیکیوں کے شعبے اور سرچشمے ہوتے ہیں؛
ثُمَّ تَفَقَّدْ مِنْ اُمُوْرِهِمْ مَايَتَفَقَّدُ الْوَالِدَانِ مِنْ وَلَدِهِمَا ؛	138	پھر اُن کے حالات و معاملات اور ضروریات پر اسی طرح متوجہ رہنا جس طرح والدین اپنے بچوں پر توجہ دیتے ہیں؛
وَلَا يَتَفَا قَمَنَّ فِىْ نَفْسِکَ شَىْءٌ قَوَّيْتَهُمْ بِهٖ ؛	139	اور اُن کی تقویت کے سلسلے میں جو سلوک بھی کرو اُسے اپنے حساب میں بڑا سلوک نہ سمجھنا؛
وَلَا تَحْقِرَنَّ لُطْفًا تَعَاهَدْتَهُمْ بِهٖ وَاِنْ قَلَّ ؛	140	اور ساتھ ہی اپنے کسی ایسے سلوک کو جس کا تم نے معاہدہ کیا ہے حقیر نہ سمجھنا خواہ وہ تھوڑا ہی سا سلوک ہو؛
فَاِنَّهٗ دَاعِيَةٌ لَهُمْ اِلٰى بَذْلِ النَّصِيْحَةِ لَکَ ؛	141	کیونکہ اُس حُسن سلوک سے اُن کے اندر خیر خواہی کا جذبہ اُبھرے گا اور وہ تمہاری بھلائی پر متوجہ ہوں گے؛
وَحُسْنِ الظَّنِّ بِکَ ؛	142	اور تمہارے متعلق اُن کے اندر حُسن ظن اور عمدہ تصورات پیدا ہوں گے؛
وَلَا تَدَعْ تَفَقُّدَ لَطِيْفِ اُمُوْرِهِمْ اتِّكَالاً عَلٰى جَسِيْمِهَا ؛	143	اور یہ سوچ کر کہ تم نے اُن کی تمام بڑی بڑی اور اہم ضرورتوں کو پورا کردیا ہے چھوٹی اور غیر اہم ضرورتوں کو نظرانداز نہ کردینا؛
فَاِنَّ لِلْيَسِيْرِ مِنْ لُطْفِکَ مَوْضِعًا يَنْتَفِعُوْنَ ؛	144	اس لئے کہ آسان آسان اور چھوٹی چھوٹی مہربانیاں بھی ایک مقام رکھتی ہیں جن سے وہ موزوں استفادہ کرتے ہیں؛
وَلِلْجَسِيْمِ مَوْقِعًا لَّايَسْتَغْنُوْنَ عَنْهُ ؛	145	اور بڑی بڑی اہم ضرورتوں کا پورا کرنا بھی احسان عظیم ہے جس سے وہ مستغنی اور بے نیاز نہیں ہوسکتے؛

وَلْيَكُنْ اٰثَرُ رُؤُسِ جُنْدِكَ عِنْدَكَ مَنْ وَاسَاهُمْ فِيْ مَعُوْنَتِهٖ ؛	146	اورفوج کے سرداروں میں تمہارے یہاں اس سردار کو بزرگ سمجھا جانا چاہیئے جوخود کوفوجیوں کے مساوی رکھتا ہو؛
وَاَفْضَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ جِدَتِهٖ ؛	147	اور جو انہیں اپنے مال سے فضل وکرم فراہم کرتا ہو؛ اور
يَسَعُهُمْ وَيَسَعُ مَنْ وَرَآءَ هُمْ مِنْ خُلُوْفِ اَهْلِيْهِمْ ؛	148	انکے بال بچوں اور پیچھے رہ جانیوالے اہل وعیال کی گذر بسر میں کوشاں رہتا ہو
حَتّٰى يَكُوْنَ هَمُّهُمْ هَمًّا وَّاحِدًا فِيْ جِهَادِ الْعَدُوِّ ؛	149	یہاں تک کہ سردار اور ماتحت سپاہیوں کی تکلیف وضرورت ایک ہو کر رہ جائیں اور وہ یکسوئی کے ساتھ دشمنوں سے جہاد میں جان لڑا سکیں۔
فَاِنَّ عَطْفَكَ عَلَيْهِمْ يَعْطِفُ قُلُوْبَهُمْ عَلَيْكَ ؛	150	حقیقت یہ ہے کہ تمہارا اُن پر لطف وکرم کرنا اور اُن سے وابستہ رہنا اُن کے قلوب کو تمہارا گرویدہ بنادے گا
وَاِنَّ اَفْضَلَ قُرَّةِ عَيْنِ الْوُلَاةِ اسْتِقَامَةُ الْعَدْلِ فِي الْبِلَادِ ؛	151	اور حکمرانوں کے لئے سب سے بڑی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اطمینان اس میں ہے کہ شہروں میں عدل وانصاف برقرار رہے؛
وَظُهُوْرُ مَوَدَّةِ الرَّعِيَّةِ ؛	152	اور یہ کہ رعایا میں حکمران کی محبت واحترام ظہور میں آ رہا ہے؛
وَاِنَّهٗ لَاتَظْهَرُ مَوَدَّتُهُمْ اِلَّا بِسَلَامَةِ صُدُوْرِهِمْ ؛	153	اور رعایا کی محبت اسوقت تک ظاہر نہیں ہوتی جب تک اُنکے دل صاف نہ ہوں
وَلَا تَصِحُّ نَصِيْحَتُهُمْ اِلَّا بِحِيْطَتِهِمْ عَلٰى وُلَاةِ اُمُوْرِهِمْ ؛	154	اور اُن کی خیر خواہی اُسی صورت میں ثابت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے حکمرانوں کے گرد اُس کے تحفظ کے لئے گھیرا ڈالے رہتے ہوں؛
وَقِلَّةِ اسْتِثْقَالِ دُوَلِهِمْ ؛	155	اور اُس کی حکومت میں کم سے کم گرانی محسوس کریں؛
وَتَرْكِ اسْتِبْطَاءِ انْقِطَاعِ مُدَّتِهِمْ ؛	156	اور اُس کے اقتدار کے خاتمہ کے منتظر نہ رہتے ہوں؛
فَافْسَحْ فِيْ اٰمَالِهِمْ ؛	157	لہٰذا اُن کی اُمیدوں کے مطابق پورا اُترنے میں کوشاں رہو؛
وَوَاصِلْ فِيْ حُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِمْ وَتَعْدِيْدِ مَا اَبْلٰى ذَوُو الْبَلَاءِ مِنْهُمْ ؛	158	اور اُن کی ہمت افزائی کے لئے اچھے الفاظ کہتے رہنا، اور عمدہ کارکردگی پیش کرنے والوں کے کارناموں کا تذکرہ جاری رکھنا؛
فَاِنَّ كَثْرَةَ الذِّكْرِ لِحُسْنِ اَفْعَالِهِمْ تَهُزُّ الشُّجَاعَ ؛	159	چنانچہ اُن کے عمدہ کارناموں کا ذکر بہادروں میں جوش پیدا کرتا ہے؛
وَتُحَرِّضُ النَّاكِلَ ؛ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ؛	160	اور پست ہمتوں کو بھی اُبھارتا ہے؛ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔
ثُمَّ اعْرِفْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَّا اَبْلٰى ؛	161	پھر جو شخص جس کارنامے کو انجام دے اُسے پہچان لینا (یعنی ہر ایک کی عمدہ کارکردگی کا ریکارڈ تیار کراتے رہنا)؛
وَلَا تُضِيْفَنَّ بَلَاءَ امْرِئٍ اِلٰى غَيْرِهٖ ؛	162	اور ایک شخص کے کارنامہ کو دوسرے شخص کی طرف منسوب کرنے کی گنجائش نہ رکھنا؛ اور
وَلَا تُقَصِّرَنَّ بِهٖ دُوْنَ غَايَةِ بَلَائِهٖ؛	163	کارناموں کی جزا وصلہ دینے میں تقصیر نہ کرنا (یعنی انعامات کا ریکارڈ بھی رکھنا)؛

وَلَا يَدْعُوَنَّكَ شَرَفُ امْرِئٍ اِلٰى اَنْ تُعَظِّمَ مِنْ بَلَائِهٖ مَاكَانَ صَغِيْرًا ؛	164	یہ بھی نہ کرنا کہ کسی شخص کی نام آوری اور شہرت کی بنا پر اُس کے معمولی کام کو بڑا کارنامہ بناڈالو؛
وَ لَا ضَعَةُ امْرِئٍ اِلٰى اَنْ تَسْصْغِرَ مِنْ بَلَائِهٖ مَاكَانَ عَظِيْمًا ؛	165	اور کسی کی شخصیت کے پست ہونے کی وجہ سے اُس کے بڑے کارنامہ کو پست نہ سمجھ لینا؛
وَارْدُدْ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَايُضْلِعُكَ مِنَ الْخُطُوْبِ وَيَشْتَبِهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاُمُوْرِ ؛	166	اِن تمام مشکلات اور پیچیدہ حالات اور شبہ میں ڈالنے والے کاموں کو اللہ اور اُس کے رسوؐل کی مدد لے کر حل کیا کرو (یعنی ایسے معاملات و حالات و مشکلات کو اللہ ورسوؐل کے سامنے پیش کردیا کرو)؛
فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ لِقَوْمٍ اَحَبَّ اِرْشَادَهُمْ ؛ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِى الْاَمْرِمِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ (سورہ نساء 4/59) فَالرَّدُّ اِلَى اللّٰهِ : اَلْاَخْذُ بِمُحْكَمِ كِتَابِهٖ وَالرَّدُّ اِلَى الرَّسُوْلِ : اَلْاَخْذُ بِسُنَّتِهِ الْجَامِعَةِ غَيْرِ الْمُفَرِّقَةِ ؛	167	اس لئے کہ اللہ نے جس قوم کو ہدایت کرنا چاہی ہے اُنکے لئے فرمایا ہے کہ: ’’اَے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسوؐل کی اطاعت کرتے رہو اور اپنے میں سے صاحب الامر کی اطاعت کرو پھر اگر تم میں ایسا اختلاف پیدا ہو جائے جو تم کو تفرقہ پر مجبور کر دے تو اختلاف پیدا کرنے والی بات کو اللہ ورسوؐل کے سامنے پیش کردو اور انکے فیصلے پر عمل کرو‘‘(سورہ نساء4/59)۔ چنانچہ اللہ کے سامنے پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کتاب سے حکم لیا جائے اور رسوؐل کے سامنے پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رسولؐ کی اُس سنت سے حکم لیا جائے جس پر تمام مسلمان متفق ہوں‘‘
ثُمَّ اخْتَرْ لِلْحُكْمِ بَيْنَ النَّاسِ اَفْضَلَ رَعِيَّتِكَ فِىْ نَفْسِكَ مِمَّنْ لَّاتَضِيْقُ بِهِ الْاُمُوْرُ ؛	168	پھر تمہیں چاہئے کہ لوگوں کے مقدمات اور معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے ایسے دانشمند کو تعینات کرو جو تمہارے نزدیک تمہاری رعیت میں سب سے افضل ہو اور پیچیدہ صورت حال جسے اُلجھن میں نہ ڈالتی ہو؛
وَلَا تُمَحِّكُهُ الْخُصُوْمُ ؛	169	اور جسے جھگڑنے والوں کی بے تکی باتوں پر غصہ نہ آتا ہو؛
وَلَايَتَمَادىٰ فِى الزَّلَّةِ ؛	170	اور اپنے کسی غلط خیال پر ضد نہ کرتا ہو؛
وَ لَايَحْصَرُ مِنَ الْفَيْءِ اِلَى الْحَقِّ اِذَا عَرَفَهٗ ؛	171	اور صحیح بات سمجھ لینے کے بعد اُس کے اختیار کرنے میں اپنی توہین نہ سمجھتا ہو؛
وَلَا تُشْرِفُ نَفْسُهٗ عَلٰى طَمَعٍ ؛	172	اور وہ اپنی ذاتی خواہش وطمع کو کوئی مقام نہ دیتا ہو؛
وَلَايَكْتَفِىْ بِاَدْنٰى فَهْمٍ دُوْنَ اَقْصَاهُ ؛	173	اور پوری تحقیق وتفتیش کا عادی ہو سرسری طور پر فیصلے نہ کرلیتا ہو (یعنی تحقیقات کی دقتوں سے گھبرا نہ جاتا ہو)؛
وَاَوْقَفَهُمْ فِى الشُّبُهَاتِ ؛	174	اور شبہ پیدا ہوتے ہی رک جانا اور مزید غور کرنا اس کی عادت ہو؛
وَاٰخَذَهُمْ بِالْحُجَجِ؛	175	اور اہل معاملہ کو دلیل وحجت سے قائل کرسکنے والا ہو؛

وَاَقَلَّهُمْ تَبَرُّمًا بِمُرَاجَعَةِ الْخَصْمِ ؛	176	اور مدعی و مدعا علیہ کی بحثوں سے کم سے کم اُکتاتا و گھبراتا ہو؛
وَاَصْبَرَهُمْ عَلٰى تَكَشُّفِ الْاُمُوْرِ ؛	177	اور مقدمات و حالات کو کھول دینے میں سب سے زیادہ صبر پر عامل ہو؛
وَاَصْرَمَهُمْ عِنْدَ اتِّضَاحِ الْحُكْمِ ؛	178	اور حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد سب سے زیادہ بے خوفی کے ساتھ حکم نافذ کر دیتا ہو؛
مِمَّنْ لَايَزْدَهِيْهِ اِطْرَآءٌ وَلَايَسْتَمِيْلُهٗ اِغْرَآءٌ ؛	179	وہ ایسا شخص ہونا چاہے جسے داد دینا اور سراہنا خود پسند نہ بنا دے اور اُسے غرور کی طرف نہ جھکا دے؛
وَاُولٰئِكَ قَلِيْلٌ ثُمَّ اَكْثِرْ تَعَاهُدَ قَضَائِهٖ ؛	180	اور اُن صفات کے لوگ بہت کم ہوا کرتے ہیں۔ پھر بھی تم خود اُن کے فیصلوں کا جائزہ لیتے رہنا؛
وَافْسَحْ لَهٗ فِى الْبَذْلِ مَا يُزِيْلُ عِلَّتَهٗ ؛	181	اور اُن کیلئے اپنی بخششوں کو اتنی وسعت دینا کہ اُنکے پاس کوئی شکوہ نہ رہ جائے؛
وَتَقِلُّ مَعَهٗ حَاجَتُهٗ اِلَى النَّاسِ ؛	182	اور اُن کی وہ حاجتیں پوری ہوتی اور کم ہوتی چلی جائیں جن کی وجہ سے وہ لوگوں کی طرف مائل ہوتے ہوں؛
وَاَعْطِهٖ مِنَ الْمَنْزِلَةِ لَدَيْكَ مَالَا يَطْمَعُ فِيْهِ غَيْرُهٗ مِنْ خَاصَّتِكَ ؛	183	اور اُنہیں اپنی قربت میں ایسا مقام دیئے رکھنا کہ تم تک رسائی رکھنے والے خاص لوگوں کو بھی اُن کو نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہو سکے؛
لِيَاْمَنَ بِذٰلِكَ اغْتِيَالَ الرِّجَالِ لَهٗ عِنْدَكَ ؛	184	تا کہ تمہاری قربت میں ملا ہوا عزت کا مقام اُنہیں لوگوں کی سازشوں، شورشوں اور چغلیوں سے امن میں رکھے؛
فَانْظُرْ فِىْ ذٰلِكَ نَظَرًا بَلِيْغًا ؛	185	چنانچہ اُن کے تمام معاملات پر ایک دوررس نظر رکھنا ضروری ہے؛
فَاِنَّ هٰذَا الدِّيْنَ قَدْكَانَ اَسِيْرًا فِىْ اَيْدِى الْاَشْرَارِ ؛	186	حقیقت یہ ہے کہ یہ دین یقیناً بدمعاشوں اور شر و فساد کے دلدادہ افراد کے ہاتھوں میں قیدی کی صورت میں رہتا رہا ہے؛
يُعْمَلُ فِيْهِ بِالْهَوٰى وَ تُطْلَبُ بِهِ الدُّنْيَا ؛	187	جو اُس میں اپنی خواہشات اور مصلحتوں کے ماتحت کاروبار کرتے اور دین کے ذریعہ دُنیا بٹورتے رہے؛
ثُمَّ انْظُرْ فِىْ اُمُوْرِ عُمَّالِكَ فَاسْتَعْمِلْهُمْ اخْتِبَارًا ؛	188	پھر اپنے گورنروں، حکام اور عہدیداروں کے معاملات اور حالات پر بھی نظر رکھنا اُن کو امتحانات کے بعد عہدہ دینا؛
وَلَا تُوَلِّهِمْ مَحَابَاةً وَّاَثَرَةً ؛	189	اور کبھی اُن کو رعایتاً اور اثر و رسوخ کی بنا پر حاکم نہ بنانا؛
فَاِنَّهُمَا جِمَاعٌ مِنْ شُعَبِ الْجَوْرِ وَالْخِيَانَةِ ؛	190	اس معاملے میں رعایت اور جانبداری دونوں بے ایمانی اور خیانت کے شعبے ہوتے ہیں؛

وَتوَخَّ مِنهُمْ اَهْلَ التَّجْرِبَةِ وَالْحَيَآءِ مِنْ اَهْلِ الْبُيُوْتَاتِ الصَّالِحَةِ ؛	191	اور اُن کے انتخاب میں تجربہ رکھنے والوں، غیرت مندوں، نیک اور بلند مرتبہ گھرانے کے لوگوں کو ترجیح دینا؛ خصوصاً
وَالْقَدَمِ فِي الْاِسْلَامِ الْمُتَقَدِّمَةِ ؛	192	جن خاندانوں کی اسلامی خدمات ابتدا سے چلی آ رہی ہوں؛
فَاِنَّهُمْ اَكْرَمُ اَخْلَاقًا ؛ وَاَصَحُّ اَعْرَاضًا ؛ وَاَقَلُّ فِي الْمَطَامِعِ اِشْرَافًا ؛	193	یقیناً ایسے خاندان اخلاق میں بزرگی رکھتے ہیں۔ بے داغ عزت والے ہوتے ہیں اور حرص وطمع کی طرف کم ہی مائل ہوتے ہیں تا کہ اُن کی شرافت برقرار رہے؛
وَاَبْلَغُ فِي عَوَاقِبِ الْاُمُوْرِ نَظَرًا ؛	194	اور حالات و معاملات کے نشیب و فراز اور ابتدا و انتہا اور اچھے اور برے نتائج پر پوری طرح نظر بھی رکھتے ہیں؛
ثُمَّ اَسْبِغْ عَلَيْهِمُ الْاَرْزَاقَ ؛	195	پھر تم انہیں سامانِ حیات میں فراوانی عطا کرنا؛
فَاِنَّ ذٰلِکَ قُوَّةٌ لَّهُمْ عَلَى اسْتِصْلَاحِ اَنْفُسِهِمْ ؛	196	رزق کی فراوانی سے انہیں اپنی ذاتی اصلاح اور حالت سنوار کر رکھنے کی طاقت ملے گی؛
وَغِنًى لَهُمْ عَنْ تَنَاوُلِ مَاتَحْتَ اَيْدِيهِمْ ؛	197	اور اس طرح وہ مال واسباب جو اُن کے پاس جمع ہوا کرے گا وہ اس میں سے لینے سے بے نیاز رہیں گے؛
وَحُجَّةٌ عَلَيْهِمْ اِنْ خَالَفُوْا اَمْرَکَ ؛	198	اور یہ فراوانی تمہاری طرف سے اُن پر اُس وقت حجت ہو گی جب وہ تمہاری مخالفت کریں؛
اَوْثَلَمُوْا اَمَانَتَکَ ؛	199	یا کسی چیز میں خیانت کریں؛
ثُمَّ تَفَقَّدْ اَعْمَالَهُمْ ؛	200	پھر تم اُن کے اعمال کی تحقیق کرتے رہنا؛
وَابْعَثِ الْعُيُوْنَ مِنْ اَهْلِ الصِّدْقِ وَالْوَفَآءِ عَلَيْهِمْ ؛	201	اور اُن پر صادق القول اور وفا پرست نظر رکھنے والے مبعوث کرتے رہنا،
فَاِنَّ تَعَاهُدَکَ فِي السِّرِّ لِاُمُوْرِهِمْ حَدْوَةٌ لَهُمْ عَلَى اسْتِعْمَالِ الْاَمَانَةِ ؛	202	یقیناً خفیہ طور پر اُن کے معاملات کی نگرانی اور جانچ پڑتال انہیں امانت کو برقرار رکھنے میں مددگار بنے گی؛
وَالرِّفْقِ بِالرَّعِيَّةِ ؛	203	اور وہ رعایا کے ساتھ بھی نرم رویہ رکھیں گے؛
وَتَحَفَّظْ مِنَ الْاَعْوَانِ ؛	204	اور تم خود کو مصنوعی اور خیانت کار مددگاروں سے محفوظ رکھنا؛
فَاِنْ اَحَدٌ مِنْهُمْ بَسَطَ يَدَهُ اِلٰى خِيَانَةٍ اجْتَمَعَتْ بِهَا عَلَيْهِ عِنْدَکَ اَخْبَارُ عُيُوْنِکَ اكْتَفَيْتَ بِذٰلِکَ شَاهِدًا ؛	205	اگر اُن میں سے کوئی خیانت کیلئے ہاتھ پھیلائے گا تو تمہیں تمہارے مخبروں کے ذریعہ سے اطلاع ہو جائے گی اور جب سب طرف سے خیانت کی خبریں جمع ہو جائیں تو تمہارے لئے اس خیانت پر اسی قدر شہادت کافی ہونا چاہئے
فَبَسَطْتَ عَلَيْهِ الْعُقُوْبَةَ فِي بَدَنِهِ ؛	206	لہٰذا تم اُسے جسمانی طور پر اس غلط عمل کی سزا دینا۔

وَاَخَذْتَهُ بِمَا اَصَابَ مِنْ عَمَلِهِ ؛	207	اور جو کچھ اُس کے عمل سے ثابت ہوا ہے اُسے اُس سے واپس بھی لینا؛
ثُمَّ نَصَبْتَهُ بِمَقَامِ الْمَذَلَّةِ ؛	208	اور اُسے ذلت ورسوائی کے مقام پر رکھ دینا؛
وَسَمْتَهُ بِالْخِيَانَةِ ؛	209	اور خیانت کاری کے لقب سے اُسے موسوم کردینا؛
وَقَلَّدْتَهُ عَارَالتُّهْمَةِ ؛	210	اور ننگ ورسوائی اور تہمت کا پٹہ اُسے پہنا دینا؛
وَتفَقَّدْ اَمْرَ الْخَرَاجِ بِمَا يُصْلِحُ اَهْلَهُ ؛	211	اور خراج کی تحقیق وتفتیش میں خراج دینے والوں کا مفاد سامنے رکھنا؛
فَاِنَّ فِيْ صَلاحِهِ وَصَلاحِهِمْ صَلاحًا لِمَنْ سِوَاهُمْ ؛	212	یقیناً خراج سے اور خراج دینے والوں ہی سے دوسروں کے حالات درست رکھے جاسکتے ہیں (یعنی انکا مفاد ایک دوسرے سے لازم وملزوم ہے)؛
وَ لا صَلاحَ لِمَنْ سِوَاهُمْ اِلَّا بِهِمْ ؛	213	خراج سے فائدہ اُٹھانے والوں کی صلاح وفلاح برقرار نہیں رہ سکتی اگر خراج دینے والے خوشحال نہ رہیں؛
لِاَنَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ عِيَالٌ عَلَى الْخَرَاجِ وَ اَهْلِهِ ؛	214	یہ اس لئے کہ تمام انسان خراج دینے والوں کے سہارے جیتے ہیں اور وہ سب مل کر ایک ہی کنبہ بنتے ہیں؛
وَلْيَكُنْ نَظَرُكَ فِيْ عِمَارَةِ الْاَرْضِ اَبْلَغَ مِنْ نَظَرِكَ فِيْ اِسْتِجْلابِ الْخَرَاجِ ؛	215	اور تمہاری نظر صرف خراج کی وصولی اور مقدار پر نہ لگی رہے بلکہ زمین کی کاشت پر تمہاری پوری توجہ رہنا چاہئے؛
لِاَنَّ ذٰلِكَ لَايُدْرَكُ اِلَّابِالْعِمَارَةِ ؛	216	یہ اس لئے کہ خراج حاصل ہو ہی نہیں سکتا اگر کھیتی نہ اُگے اور کاشت ہی نہ کی جائے؛
وَمَنْ طَلَبَ الْخَرَاجَ بِغَيْرِ عِمَارَةٍ اَخْرَبَ الْبِلَادَ وَاَهْلَكَ الْعِبَادَ ؛	217	اور جو کوئی بلا زمین میں فصل پیدا ہوئے خراج حاصل کرتا ہے وہ نہ صرف شہروں کو ویران کردیگا۔ بلکہ وہاں کے باشندوں کو بھی ہلاک وتباہ کردے گا؛
وَلَمْ يَسْتَقِمْ اَمْرُهُ اِلَّاقَلِيْلاً ؛	218	اور اُس کی حکومت اور اُس کا کاروبار چند ہی روز قائم رہ سکتے ہیں؛
فَاِنْ شَكَوْا ثِقْلاً اَوْ عِلَّةً اَوِ انْقِطَاعَ شِرْبٍ اَوْ بَالَّةٍ اَوْاِحَالَةَ اَرْضٍ اغْتَمَرَهَا غَرَقٌ اَوْ اَجْحَفَ بِهَا عَطَشٌ خَفَّفْتَ عَنْهُمْ بِمَا تَرْجُوْااَنْ يَّصْلُحَ بِهِ اَمْرُهُمْ ؛	219	چنانچہ اگر کاشتکار یہ شکوہ کریں کہ خراج حد سے زیادہ ہے یا آفت ناگہانی کا عذر کریں یا سیرابی نہ ہوسکنا بتائیں یا زمین پر سیلاب آجانے یا آبپاشی کی کمی سے نقصان ہوجانے کی بات کریں تو تم خراج میں اتنی کمی کردو جس سے تمہیں اُن کے مالی حالات سنور جانے کا یقین ہوجائے اور وہ باقی خراج ادا کرسکیں؛
وَلا يَثْقُلَنَّ عَلَيْكَ شَيْءٌ خَفَّفْتَ بِهِ الْمَؤُوْنَةَ عَنْهُمْ ؛	220	اور اُن کی اصلاح حال کے لئے جو کمی تم نے کی ہے وہ کمی ہرگز تمہارے اوپر گراں نہ گذرنا چاہئے؛ اس لئے کہ،
فَاِنَّهُ ذُخْرٌ يَعُوْدُوْنَ بِهِ عَلَيْكَ فِيْ عِمَارَةِ بِلَادِكَ؛	221	کاشتکاروں اور خراج دینے والوں کو زیر باری سے بچالینا تو ایک ایسا ذخیرہ چھوڑ دینا ہے جسے وہ تمہیں لوٹائیں گے۔ تمہارے ملک کو آباد رکھ کر،

وَتَزْيِيْنِ وَلَايَتِکَ ؛ مَعَ اسْتِجْلَابِکَ حُسْنَ ثَنَائِهِمْ ؛	222	اور تمہاری مملکت کی زیب وزینت برقرار رکھنے کی صورت میں؛ ساتھ ہی وہ اچھے سلوک پر خراج تحسین وحمد وثنا بھی ادا کریں گے؛
وَتَبَجُّحِکَ بِاسْتِفَاضَةِ الْعَدْلِ فِيْهِمْ ؛	223	اور جو ذخیرہ تم نے اپنے حسن سلوک کی صورت میں اُن کے اندر جمع کر کے اپنے عدل سے اُنہیں فیض پہنچایا ہے اُس سے مسرت بھی حاصل کرو گے؛
مُعْتَمِدًا افْضَلَ قُوَّتِهِمْ بِمَا ذَخَرْتَ عِنْدَهُمْ مِنْ اِجْمَامِکَ لَهُمْ ؛	224	اپنے ذخیرے کے نتیجے میں تمہیں اُن کی قوت کا ذخیرہ بھی ملے گا جس پر تم آڑے وقت میں بھروسہ کر سکو گے؛
وَالثِّقَةَ مِنْهُمْ بِمَا عَوَّدْتَهُمْ مِنْ عَدْلِکَ عَلَيْهِمْ رِفْقِکَ بِهِمْ ؛	225	اور اپنے عادلانہ سلوک اور رحم پروری کے صلے میں تمہیں اُن پر پختہ یقین بھی فراہم ہو جائے گا؛
فَرُبَّمَا حَدَثَ مِنَ الْاُمُوْرِ مَا اِذَا عَوَّلْتَ فِيْهِ عَلَيْهِمْ مِنْ بَعْدُ احْتَمَلُوْهُ طِيْبَةً اَنْفُسِهِمْ بِهٖ ؛	226	پھر تمہیں ایسے حالات بھی پیش آسکتے ہیں جن کو برداشت کرانے کے لئے تمہیں اُن کی ضرورت پڑے تو ایسے موقع پر وہ خوشی سے مشکل حالات کو برداشت کر جائیں گے؛
فَاِنَّ الْعُمْرَانَ مُحْتَمِلٌ مَا حَمَّلْتَهُ ؛	227	اگر ملک آباد وخوشحال ہے تو اُس پر جتنا وزن ڈالو گے وہ برداشت کر لے گا؛
وَاِنَّمَا يُؤْتٰى خَرَابُ الْاَرْضِ مِنْ اِعْوَازِ اَهْلِهَا ؛	228	اور بلاشبہ زمین اور فصلوں کے تباہ ہونے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ کاشتکاروں کے ہاتھ تنگ ہو جائیں؛
وَاِنَّمَا يُعْوِزُ اَهْلُهَا لِاِشْرَافِ اَنْفُسِ الْوُلَاةِ عَلَى الْجَمْعِ؛	229	اور کاشتکاروں کو تنگ دست وہ حکمران کرتے ہیں جو مال ودولت کو خراج کے ذریعے جمع کرنے میں لگ جاتے ہیں؛
وَسُوْءِ ظَنِّهِمْ بِالْبَقَآءِ وَقِلَّةِ انْتِفَاعِهِمْ بِالْعِبَرِ ؛	230	اور اُنہیں اپنی حکومت کے برقرار رہنے میں شک وشبہ ہو جاتا ہے اور وہ نصیحتوں سے استفادہ کرنے میں قاصر رہ جاتے ہیں؛
ثُمَّ انْظُرْ فِيْ حَالِ کُتَّابِکَ فَوَلِّ عَلٰى اُمُوْرِکَ خَيْرَهُمْ	231	پھر تم اپنے کارتحریر وریکارڈ انجام دینے والوں پر توجہ دینا چنانچہ اس سلسلے کے کاموں پر اُسے حکمران بنانا جو اُن میں سب سے بہتر ہو؛
وَاخْصُصْ رَسَائِلَکَ الَّتِيْ تُدْخِلُ فِيْهَا مَکَائِدَکَ وَاَسْرَارَکَ بِاَجْمَعِهِمْ لِوُجُوْهِ صَالِحِ الْاَخْلَاقِ مِمَّنْ تُبْطِرُهُ الْکَرَامَةُ فَيَجْتَرِئَ بِهَا عَلَيْکَ فِيْ خِلَافٍ لَکَ بِحَضْرَةِ مَلَاءٍ ؛	232	اور خاص طور پر اُن فرمانات کے لکھنے پر جن میں تمہاری مخفی تدابیر اہل مکر کے ساتھ مکارانہ پالیسیاں اور راز ورموز درج ہوتے ہیں اُن کو مقرر کرنا جو اچھے خاندانوں سے ہوں۔ اور عمدہ اخلاق رکھتے ہوں جنہیں عزت اور بزرگی کا ملنا سرکش اور خود پسند نہ بنا دے کہ وہ بھری محفلوں میں تمہارے خلاف کوئی ایسی بات کہہ دیں جو قوم کے ملاؤں کے لئے مفید ہو؛

وَلَا تَقْصُرُ بِهِ الْغَفْلَةُ عَنْ اِيْرَادِ مُكَاتَبَاتِ عُمَّالِکَ عَلَيْکَ ؛	233	اور جنہیں غفلت ولا پرواہی ایسا نہ بنا دے کہ وہ تمہارے گورنروں کے خطوط پیش کرنے میں یا تمہارے خطوط اُن کو روانہ کرنے میں سستی کرنے لگیں؛
وَاِصْدَارِ جَوَابَاتِهَا عَلَى الصَّوَابِ عَنْکَ ؛	234	اور اُن کے نام تمہاری طرف سے صحیح اور موزوں ترین جواب دینے میں کوتاہی کرنے لگیں؛
وَ فِيْمَا يَاْخُذُ لَکَ وَ يُعْطِیْ مِنْکَ ؛	235	اور تم تک آنے والے ریکارڈ میں یا تمہاری طرف سے جانے والے ریکارڈ میں رخنہ ڈالیں؛
وَلَا يُضْعِفُ عَقْدًا اعْتَقَدَهُ لَکَ ؛	236	اور وہ تمہاری طرف سے جو معاہدہ کریں اس میں خامی نہ رکھیں؛
وَ لَا يَعْجِزُ عَنْ اِطْلَاقِ مَاعُقِدَ عَلَيْکَ ؛	237	اور نہ ہی وہ تمہارے خلاف ہونے والی کسی ساز باز کا توڑ کرنے میں کمزوری و لاپرواہی برتیں؛
وَ لَا يَجْهَلُ مَبْلَغَ قَدْرِ نَفْسِهٖ فِی الْاُمُوْرِ ؛	238	اور ساتھ ہی وہ محرّر اپنے مرتبہ اور مقام سے جاہل نہ ہوں تا کہ اپنی خدمات کو ٹھیک ٹھیک انجام دے سکیں؛
فَاِنَّ الْجَاهِلَ بِقَدْرِ نَفْسِهٖ يَكُوْنُ بِقَدْرِ غَيْرِهٖ اَجْهَلَ ؛	239	اس لئے کہ جو شخص خود اپنے مرتبہ اور مقام سے جاہل ہوگا تو وہ دوسروں کے مرتبہ اور مقام سے جاہل تر ہوگا؛
ثُمَّ لَايَكُنْ اِخْتِيَارُکَ اِيَّاهُمْ عَلٰى فِرَاسَتِکَ وَاسْتِنَامَتِکَ وَحُسْنِ الظَّنِّ مِنْکَ ؛	240	پھر یہ کہ اُن محرروں یا ریکارڈ کیپروں کو انتخاب کرنے میں تم اپنی فراست (عقلمندی) اور خوش اعتقادی اور حسن ظن پر بھروسہ نہ کر لینا؛
فَاِنَّ الرِّجَالَ يَتَعَرَّفُوْنَ لِفِرَاسَاتِ الْوُلَاةِ بِتَصَنُّعِهِمْ وَحُسْنِ خِدْمَتِهِمْ ؛	241	کیونکہ چالاک لوگ بناوٹی حالات اور خوشامدانہ خدمات کے ذریعہ سے حکمرانوں کی نظروں میں سما کر راہ ہموار کر لیا کرتے ہیں۔ اور حقیقت بعد میں کھلا کرتی ہے؛
وَلَيْسَ وَرَآءَ ذٰلِکَ مِنَ النَّصِيْحَةِ وَالْاَمَانَةِ شَیْءٌ ؛	242	اور ثابت ہو جاتا ہے کہ اُن میں خیر خواہی اور امانت داری کا کہیں ذرہ برابر بھی نام و نشان نہیں ہوتا؛
وَلٰكِنِ اخْتَبِرْهُمْ بِمَا وُلُّوْا لِلصَّالِحِيْنَ قَبْلَکَ ؛	243	**ولیکن تم اُنہیں اُن کی اُس حکمرانی سے آزماؤ جو تم سے پہلے اُنہوں نے نیک لوگوں کی خدمات پر کی ہے؛**
فَاعْمِدْ لِاَحْسَنِهِمْ كَانَ فِی الْعَامَّةِ اَثَرًا ؛	244	**چنانچہ جو لوگ عوام میں نیک نامی پیدا کر چکے ہوں؛**
وَاَعْرَفِهِمْ بِالْاَمَانَةِ وَجْهًا .	245	**اور عوام میں امانت داری کے لئے شہرت رکھتے ہوں ان پر توجہ دو۔**
فَاِنَّ ذٰلِکَ دَلِيْلٌ عَلٰى نَصِيْحَتِکَ لِلّٰهِ وَلِمَنْ وُلِّيْتَ اَمْرَهٗ؛	246	لہٰذا اس طریقہ کا انتخاب کرنا تمہارے لئے اس بات پر دلیل بنے گا کہ تم اللہ کے اور اپنے حکمراں بنانے والے امامؑ کے صحیح معنی میں خیر خواہ ہو۔

وَاجۡعَلۡ لِرَاسِ کُلِّ اَمۡرٍ مِنۡ اُمُوۡرِکَ رَأۡسًا مِنۡهُمۡ لَایَقۡهَرُهٗ کَبِیۡرُهَا ؛	247	اور تمہیں محکمہ تحریر کے ہر شعبہ پر ایک ایک ایسا افسر مقرر کرنا چاہئے جو اس شعبے کے بڑے بڑے اور مشکل کاموں پر قابو رکھتا ہو کسی کام سے عاجز نہ ہو
وَ لَا یَتَشَتَّتُ عَلَیۡهِ کَثِیۡرُهَا ؛	248	اور جسے کام کی کثرت پریشان خاطر نہ کر دیتی ہو؛
وَمَهۡمَا کَانَ فِیۡ کُتَّابِکَ مِنۡ عَیۡبٍ فَتَغَابَیۡتَ عَنۡهُ اُلۡزِمۡتَهٗ .	249	اور یہ سمجھ لو کہ تمہارے محرروں میں سے اگر کسی محرر کے اندر کوئی عیب ہو اور تم نے اس عیب سے نظریں ہٹائے رکھیں تو اُس کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔
ثُمَّ اسۡتَوۡصِ بِالتُّجَّارِ وَذَوِی الصَّنَاعَاتِ وَاَوۡصِ بِهِمۡ خَیۡرًا ؛	250	پھر تمہیں اپنے ملک کے تاجروں اور صنعت وحرفت والے لوگوں کے ساتھ اچھے سلوک کی اور اُن پر توجہ رکھنے کی تاکید کرتا ہوں ؛
اَلۡمُقِیۡمِ مِنۡهُمۡ وَالۡمُضۡطَرِبِ بِمَالِهٖ ؛	251	خواہ وہ لوگ ایک مقام پر قائم رہ کر تجارت کرنے والے ہوں یا پھیری لگا کر بیوپار کرنے والے ہوں؛
وَالۡمُتَرَفِّقِ بِبَدَنِهٖ ؛	252	اور یا جسمانی محنت ومزدوری اور یا دستکاری سے کمانے والے ہوں؛
فَاِنَّهُمۡ مَوَادُّ الۡمَنَافِعِ ؛	253	حقیقتاً یہی لوگ منافع کا سرچشمہ،
وَاَسۡبَابُ الۡمَرَافِقِ ؛	254	اور ضروریات کی چیزیں فراہم کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں؛
وَجُلَّابُهَا مِنَ الۡمَبَاعِدِ وَالۡمَطَارِحِ فِیۡ بَرِّکَ وَبَحۡرِکَ ؛	255	اور وہی لوگ ہیں جو دور دراز علاقوں سے خشکیوں سے اور سمندری راستوں سے گذر کر،
وَسَهۡلِکَ وَجَبَلِکَ ؛	256	اور تمہارے میدانوں اور پہاڑوں کو عبور کر کے،
وَحَیۡثُ لَایَلۡتَئِمُ النَّاسُ لِمَوَاضِعِهَا ؛	257	اور ایسے ایسے مقامات سے سامانِ ضرورت لاتے ہیں جہاں عام انسانوں کا پہنچنا ممکن نہیں ہوتا ہے؛
وَلَایَجۡتَرِؤُوۡنَ عَلَیۡهَا ؛	258	اور نہ عام لوگ وہاں پہنچنے کی جرات کر سکتے ہیں؛
فَاِنَّهُمۡ سِلۡمٌ لَا تُخَافُ بَائِقَتُهٗ ؛	259	بہرحال تاجر اور صناع اَمن پسند ہوتے ہیں اُن سے کسی آفت اور بلا سے تجھے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے؛
وَصُلۡحٌ لَّاتُخۡشٰی غَائِلَتُهٗ ؛	260	اور صلح پسند ہوتے ہیں اُن سے کسی شر اور فساد کی توقع نہیں ہوتی ہے؛
وَتَفَقَّدۡ اُمُوۡرَهُمۡ بِحَضۡرَتِکَ وَفِیۡ حَوَاشِیۡ بِلَادِکَ ؛	261	تم اُن کے حالات ومعاملات کی جانچ پڑتال کرتے رہنا خواہ وہ تمہارے سامنے ہوں یا تمہارے شہروں میں پھیلے ہوئے ہوں؛
وَاعۡلَمۡ مَعَ ذٰلِکَ اَنَّ فِیۡ کَثِیۡرٍ مِّنۡهُمۡ ضِیۡقًا فَاحِشًا ؛	262	اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لو کہ اُن میں کثرت کھلی کھلی تنگ نظر ہوتی ہے؛
وَشُحًّا قَبِیۡحًا ؛	263	اور کچھ سخت بخیل اور کنجوس بھی ہوتے ہیں؛
وَاحۡتِکَارًا لِلۡمَنَافِعِ ؛	264	اور زیادہ منافع خوری کے لئے مال واسباب کو روک لیتے ہیں؛

وَتَحَكُّمًا فِي الْبِيَاعَاتِ ؛	265	اورخود ہی زبردستی فروخت کے لئے مہنگے بھاؤ طے کر لیتے ہیں؛
وَذٰلِکَ بَابُ مَضَرَّةٍ لِلْعَامَّةِ ؛	266	اورعوام الناس کے لئے مہنگے بھاؤ نقصان کا دروازہ ہوتا ہے؛
وَعَيْبٌ عَلَى الْوُلَاةِ ؛	267	اورحکمرانوں کی بدنامی کا ایک سبب بنتا ہے؛
فَامْنَعْ مِنَ الِاحْتِكَارِ ؛	268	لہٰذا تم ذخیرہ اندوزی اور مہنگے بھاؤ کو منع کر دینا؛
فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وآلِهٖ . مَنَعَ مِنْهُ وَلْيَكُنِ الْبَيْعُ بَيْعًا سَمْحًا ؛	269	یقیناً رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس سے منع فرمایا ہے لہٰذا خرید و فروخت کے لئے آسان اور سُلجھا ہوا طریقہ ہونا چاہئے؛
بِمَوَازِيْنِ عَدْلٍ ؛	270	انصاف کے ساتھ ناپ تول اختیار کیا جانا چاہئے؛
وَاَسْعَارٍ لَّاتُجْحِفُ بِالْفَرِيْقَيْنِ مِنَ الْبَائِعِ وَالْمُبْتَاعِ ؛	271	اور بھاؤ (نرخ) ایسے ہونے چاہئیں کہ دونوں میں سے نہ بیچنے والے کو نقصان ہو اور نہ خریدار گھاٹے میں رہے؛
فَمَنْ قَارَفَ حُكْرَةً بَعْدَ نَهْيِکَ اِيَّاهُ فَنَكِّلْ بِهٖ ؛	272	اگر تمہاری ممانعت کے بعد بھی کوئی ذخیرہ اندوزی کرے تو اُسے رسوا کن مناسب حد تک سزا دینا؛
وَعَاقِبْهُ فِيْ غَيْرِ اِسْرَافٍ ؛	273	اور سزا دینے میں حد سے نہ بڑھ جانا؛
ثُمَّ اللّٰهَ اللّٰهَ فِى الطَّبَقَةِ السُّفْلٰى مِنَ الَّذِيْنَ لَاحِيْلَةَ لَهُمْ مِنَ الْمَسَاكِيْنَ وَالْمُحْتَاجِيْنَ وَاَهْلِ الْبُؤْسٰى وَالزَّمْنٰى ؛	274	پھر سب سے نچلے طبقہ کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہنا یہ پس ماندہ اور ایسا طبقہ ہے جن کا نہ کوئی سہارا ہوتا ہے نہ ان کے پاس کمائی کرنے کا کوئی حیلہ بہانہ یا ذریعہ ہوتا ہے اور وہ ہیں مساکین اور محتاج لوگ، اور مشکلات و رنج و الم میں مبتلا لوگ ہوتے ہیں؛
فَاِنَّ فِيْ هٰذِهِ الطَّبَقَةِ قَانِعًا وَمُعْتَرًّا ؛	275	اس طبقہ میں کچھ تو قناعت پسند لوگ ہوتے ہیں اور کچھ بے دھڑک ہاتھ پھیلا کر مانگنے والے لوگ ہوتے ہیں؛
وَاحْفَظْ لِلّٰهِ مَا اسْتَحْفَظَکَ مِنْ حَقِّهٖ فِيْهِمْ ؛	276	اُن بے کسوں کے سلسلے میں تم اللہ کے اُس حق کی ادائیگی کا خیال رکھنا جس کا اُس نے تمہیں ذمہ دار بنایا ہے؛
وَاجْعَلْ لَهُمْ قِسْمًا مِنْ بَيْتِ مَالِکَ ؛	277	اُن لوگوں کو دینے کیلئے ایک حصہ تو اپنے بیت المال میں سے مقرر کر دینا؛
وَقِسْمًا مِّنْ غَلَّاتِ صَوَافِى الْاِسْلَامِ فِيْ كُلِّ بَلَدٍ؛	278	اور ایک حصہ ہر شہر کے اس غلہ میں سے دینا جو اسلامی غنیمت میں آئی ہو یا زمینوں سے وصول ہو کر تمہارے پاس آنا چاہئے؛
فَاِنَّ لِلْاَقْصٰى مِنْهُمْ مِثْلَ الَّذِىْ لِلْاَدْنٰى ؛	279	اس لئے کہ اُس غلے میں دور رہنے والوں کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا نزدیک رہنے والوں کا حصہ ہے؛
وَكُلٌّ قَدِاسْتُرْعِيْتَ حَقَّهٗ ؛	280	اور تم اُن سب کے حقوق کے ذمہ دار بنائے گئے ہو؛

فَلَا یَشْغَلَنَّکَ عَنْهُمْ بَطَرٌ ؛	281	لہٰذا تمہیں فارغ البالی اُن کی طرف سے غافل نہ کرنے پائے؛
فَاِنَّکَ لَا تُعْذَرُ بِتَضْیِیْعِکَ التَّافِهَ لِاَحْکَامِکَ الْکَثِیْرَ الْمُهِمَّ ؛	282	کیونکہ اُن کے سلسلے میں کسی معمولی سے معمولی بات میں بھی یہ عذر قبول نہ ہوگا کہ تم نے بہت سے اہم احکامات اور مہمات کو پورا کرنے پر توجہ رکھی تھی؛
فَلَا تُشْخِصْ هَمَّکَ عَنْهُمْ ؛	283	چنانچہ اُن کی طرف سے کسی مہم کی وجہ سے تمہاری توجہ نہ ہٹے،
وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لَهُمْ ؛	284	اور اُن سے کبھی اپنے گال پھلا کر نہ رکھنا؛
وَتَفَقَّدْ اُمُوْرَ مَنْ لَّا یَصِلُ اِلَیْکَ مِنْهُمْ مِمَّنْ تَقْتَحِمُهُ الْعُیُوْنُ ؛	285	اور جو لوگ آسانی سے تم تک نہیں پہنچ سکتے اُن کے صحیح حالات جاننے کا انتظام کرو جن کو پھٹے حال کی بنا پر لوگوں کی آنکھیں دیکھنا پسند نہ کرتی ہوں؛
وَتَحْقِرُهُ الرِّجَالُ ؛	286	اور لوگ جن کو حقارت سے دیکھتے ہوں؛
فَفَرِّغْ لِاُولٰئِکَ ثِقَتَکَ مِنْ اَهْلِ الْخَشْیَةِ وَالتَّوَاضُعِ ؛	287	تم اُن کے لئے اپنے معتبر آدمیوں کی ڈیوٹی لگائے رکھو جو خوف خدا رکھتے ہوں اور عاجزی اور تواضع سے پیش آتے ہوں؛
فَلْیَرْفَعْ اِلَیْکَ اُمُوْرَهُمْ ؛	288	ایسے لوگوں کی ڈیوٹی لگاؤ جو تمہیں انکے حالات اور معاملات پر پورا مطلع رکھیں؛
ثُمَّ اعْمَلْ فِیْهِمْ بِالْاِعْذَارِ اِلَی اللّٰهِ یَوْمَ تَلْقَاهُ ؛	289	پھر اُن کے ساتھ وہ طرز عمل اختیار کرنا جسے اللہ سے ملاقات کے دن اپنی نجات کیلئے بطور دلیل وعذر و حجت پیش کر سکو؛
فَاِنَّ هٰؤُلَآءِ مِنْ بَیْنِ الرَّعِیَّةِ اَحْوَجُ اِلَی الْاِنْصَافِ مِنْ غَیْرِهِمْ ؛	290	کیونکہ وہ لوگ باقی رعیت میں سب سے زیادہ انصاف کے محتاج اور حقدار ہیں؛
وَکُلٌّ فَاَعْذِرْ اِلَی اللّٰهِ فِیْ تَادِیَةِ حَقِّهٖ اِلَیْهِ ؛	291	اور ویسے تو تمہیں ساری رعایا کے حقوق ادا کر کے اللہ کے روبرو سرخرو ہونا پڑیگا
وَتَعَهَّدْ اَهْلَ الْیُتْمِ وَذَوِی الرِّقَّةِ فِی السِّنِّ مِمَّنْ لَاحِیْلَةَ لَهٗ ؛	292	اور تمہیں چاہئے کہ تم یتیم بچوں اور نہایت بوڑھے اور ناطاقت لوگوں کا زیادہ خیال رکھو اسلئے کہ انکے پاس روزی کمانے کا کوئی حیلہ اور ذریعہ بھی نہیں ہے؛
وَلَا یَنْصِبُ لِلْمَسْاَلَةِ نَفْسَهٗ ؛	293	اور نہ مانگتے پھرنے ہی کی طاقت وفرصت اور سوجھ بوجھ رکھتے ہیں؛
وَذٰلِکَ عَلَی الْوُلَاةِ ثَقِیْلٌ وَالْحَقُّ کُلُّهٗ ثَقِیْلٌ ؛	294	اور اُنہی کے حالات ہوتے ہیں جو حکمرانوں پر گراں گزرتے ہیں اور حق تو سارا ہی گراں گزرتا ہے؛
وَقَدْ یُخَفِّفُهُ اللّٰهُ عَلٰی اَقْوَامٍ طَلَبُوا الْعَاقِبَةَ فَصَبَرُوْا اَنْفُسَهُمْ ؛	295	مگر جو اقوام عاقبت اور انجام کی کامیابی چاہتی ہیں اور صبر وہمت پر کاربند رہتی ہیں اللہ اُن کے لئے حق کی گرانی کو کم کرتا چلا جاتا ہے؛
وَ وَثِقُوْا بِصِدْقِ مَوْعُوْدِ اللّٰهِ لَهُمْ ؛	296	اور وہی اقوام ہوتی ہیں جو اپنے لئے کئے ہوئے اللہ کے وعدوں پر بھروسہ کرتی ہیں اور اللہ کے وعدوں کی توثیق کرتی ہیں؛
وَاجْعَلْ لِذَوِی الْحَاجَاتِ مِنْکَ قِسْمًا تُفَرِّغُ لَهُمْ	297	اور تم اپنے اوقات کا ایک حصہ حاجتمندوں کے لئے مقرر کر کے اور باقی

فِيهِ شَخْصَکَ ؛		تمام کاموں سے فارغ ہوکر تیار رہا کرنا؛
وَتَجلِسُ لَهُمْ مَجلِسًا عَامًا فَتَتَوَاضَعُ فِيهِ لِلّٰهِ الَّذِی خَلَقَکَ ؛	298	اور صرف حاجت مندوں کے لئے قائم کی ہوئی مجلس میں اُن کے لئے بیٹھنا اور اپنے خالق کی خاطر اُن کی نہایت آؤ بھگت اور خاطر مدارات کیا کرنا؛
وَتُقْعِدُ عَنْهُمْ جُنْدَکَ وَاَعْوَانَکَ مِنْ اَحْرَاسِکَ وَشُرَطِکَ حَتّٰی يُکَلِّمَکَ مُتَکَلِّمُهُمْ غَيْرَ مُتَتَعْتِعٍ ؛	299	اور اپنے فوجیوں، پہرہ داروں، پولیس والوں اور اپنے مشیروں کو بھی اُس مجلس میں نہ آنے دینا تاکہ ہر محتاج ومسکین ویتیم اور ضعیف شخص تم سے بے دھڑک بات کر سکے اور جو کچھ کہنا چاہتا ہو اور جس طرح کہنا چاہتا ہو بلا تکلف کہہ سکے؛
فَاِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ يَقُوْلُ فِیْ غَيْرِ مَوْطِنٍ :"**لَنْ تُقَدَّسَ اُمَّةٌ لَا يُؤْخَذُ لِلضَّعِيفِ فِيهَا حَقُّهُ مِنَ الْقَوِیِّ غَيْرَ مُتَتَعْتِعٍ** "	300	یقیناً میں نے رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے جو مختلف مواقع پر فرمایا کرتے تھے کہ:''**اُس اُمت میں پاکیزگی نہیں آسکتی جس میں کمزور لوگوں کا حق طاقتور لوگوں سے چھین کر نہیں دلایا جاتا ہے۔**''
ثُمَّ احْتَمِلِ الْخُرْقَ مِنْهُمْ وَالْعِیَّ ؛	301	پھر یہ بھی سمجھ لو کہ اگر ضرورت مندوں کی طرف سے تندی اور سختی کا رویہ پیش آئے اور وہ بات کہنے میں اُلجھیں تو اُسے برداشت کر لینا؛
وَنَحِّ عَنْهُمُ الْضِيْقَ وَالْاَنَفَ ؛	302	اور اُن کے جواب میں تنگدلی، غصہ اور ناک چڑھانے سے باز رہنا؛
يَبْسُطِ اللّٰهُ عَلَيْکَ بِذٰلِکَ اَکْنَافَ رَحْمَتِهٖ ؛	303	اِس برداشت اور بردباری کے صلے میں اللہ تم پر اپنی رحمتوں کا دامن پھیلا دیگا
وَيُوْجِبُ لَکَ ثَوَابَ طَاعَتِهٖ ؛	304	اور تمہیں اطاعت شعاری کا ثواب ضرور دے گا؛
وَاَعْطِ مَا اَعْطَيْتَ هَنِيْئًا ؛	305	اور ضرورت مندوں کو جو کچھ عطا کرو خوشی خوشی اور بڑے پیار سے دیا کرنا؛
وَامْنَعْ فِیْ اِجْمَالٍ وَّاِعْذَارٍ ؛	306	اور جو کچھ نہ دے سکو اُس کے لئے بھی بڑے حسین طریقے پر عذرات اور وجوہات بیان کرنا؛
ثُمَّ اُمُوْرٌ مِّنْ اُمُوْرِکَ لَابُدَّلَکَ مِنْ مُبَاشَرَتِهَا :	307	پھر کچھ کام ایسے بھی ہیں جن کو تمہیں ذاتی طور پر انجام دینا لازم ہے؛
مِنْهَا اِجَابَةُ عُمَّالِکَ بِمَايَعْيَا عَنْهُ کُتَّابُکَ ؛	308	مثلاً یہ کہ: حکام یا گورنروں کے اُن خطوط و مراسلات کا جواب دینا ہے جو محرروں کے قابو کے نہ ہوں (یا خفیہ ہوں)؛
وَمِنْهَا اِصْدَارُ حَاجَاتِ النَّاسِ عِنْدَوُرُوْدِهَا عَلَيْکَ بِمَا تَحْرَجُ بِهٖ صُدُوْرُ اَعْوَانِکَ ؛	309	اور یہ کہ جب تمہارے سامنے لوگوں کی حاجتیں پیش کی جائیں اور تمہارے متعلقہ عملہ کے لوگ اُن کو پوری کرنے میں حرج محسوس کریں؛
وَاَمْضِ لِکُلِّ يَوْمٍ عَمَلَهٗ ؛	310	اور چاہئے کہ ہر روز کا کام روزانہ مکمل کیا جاتا رہے؛
فَاِنَّ لِکُلِّ يَوْمٍ مَّافِيْهِ ؛	311	اس لئے کہ ہر دن اپنے ہی کام کے لئے مخصوص ہوتا ہے؛
وَاجْعَلْ لِنَفْسِکَ فِيمَا بَيْنَکَ وَبَيْنَ اللّٰهِ اَفْضَلَ تِلْکَ	312	اور اپنی ذات کے لئے اپنے اور اللہ کے درمیان تمام اوقات میں سے کچھ

الْمَوَاقِيْتِ ؛		بہترین وقت مقرر کرلینا؛
وَاَجْزَلَ تِلْكَ الْاَقْسَامِ وَاِنْ كَانَتْ كُلُّهَا لِلّٰهِ اِذَا صَلُحَتْ فِيْهَا النِّيَّةِ ؛	313	اور جو باقی اوقات میں پاکیزہ اور اطمینان کا وقت ہو، حالانکہ باقی تمام اوقات بھی اللہ ہی کے لئے اور اسی کی عبادت میں شمار ہوں گے بشرطیکہ نیت اصلاح کی رہے،
وَسَلِمَتْ مِنْهَا الرَّعِيَّةِ ؛	314	اور رعیت کی سلامتی کے لئے صرف کئے جائیں؛
وَلْيَكُنْ فِيْ خَاصَّةِ مَا تُخْلِصُ لِلّٰهِ بِهٖ دِيْنَكَ اِقَامَةُ فَرَائِضِهِ الَّتِيْ هِيَ لَهٗ خَاصَّةً ؛	315	اُس مشغولیت کے دوران جس میں تم خلوص کے ساتھ اللہ کے لئے اپنے دینی فرائض ادا کرتے ہو اللہ کے اُن فرائض کے لئے بھی وقت نکالنا چاہئے جو خصوصیت سے اللہ کی ذات سے متعلق ہیں؛
فَاَعْطِ اللّٰهَ مِنْ بَدَنِكَ فِيْ لَيْلِكَ وَنَهَارِكَ ؛	316	لہٰذا تم اپنی راتوں اور اپنے دنوں میں سے اپنے بدن کی طاقت کا کچھ حصہ اللہ کے لئے سپرد کردو؛
وَوَفِّ مَاتَقَرَّبْتَ بِهٖ اِلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ كَامِلاً غَيْرَ مَثْلُوْمٍ وَلَا مَنْقُوْصٍ ؛	317	اور تقرب خداوندی کے لئے تم جو بھی عبادت کرو وہ ایسی ہو کہ نہ تو اُس میں کوئی خلل اندازی ہو اور نہ ہی اس میں کوئی نقص ہو؛
بَالِغًا مِّنْ بَدَنِكَ مَابَلَغَ ؛	318	خواہ ایسی عبادت کے لئے تمہارے بدن کو کتنی ہی زحمت اُٹھانا پڑے؛
وَاِذَا قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ لِلنَّاسِ فَلَا تَكُوْنَنَّ مُنَفِّرًا وَلَا مُضَيِّعًا ؛	319	اور جب تم لوگوں کو نماز پڑھانے کیلئے کھڑے ہونا تو ایسی طویل نماز نہ پڑھانا کہ لوگوں کو نماز سے بیزار کردو اور نہ ہی اتنی مختصر کہ نماز ہی ضائع ہوجائے
فَاِنَّ فِي النَّاس مَنْ بِهِ الْعِلَّةُ وَلَهُ الْحَاجَةُ ؛	320	یقیناً نمازیوں میں بیمار لوگ بھی ہوں گے اور ایسے بھی جنہیں کوئی ضرورت درپیش ہوگی؛
وَقَدْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ حِيْنَ وَجَّهَنِيْ اِلَى الْيَمَنِ كَيْفَ اُصَلِّي بِهِمْ؟ فَقَالَ :	321	اور جب مجھے یمن بھیجا گیا تو تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے دریافت کیا تھا کہ لوگوں کو کیسی نماز پڑھاؤں؟ فرمایا تھا کہ:
صَلِّ بِهِمْ كَصَلَاةِ اَضْعَفِهِمْ ؛ وَكُنْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا .	322	لوگوں کیساتھ ایسی نماز پڑھنا جو اُن میں سے سب سے ضعیف آدمی پڑھ سکتا ہو اور مومنین کے ساتھ ہمیشہ رحم وکرم برقرار رکھنا؛
اَمَّا بَعْدُ هٰذَا فَلَا تُطَوِّلَنَّ احْتِجَابَكَ عَنْ رَعِيَّتِكَ ؛	323	اس کے بعد معلوم ہو کہ رعایا سے زیادہ عرصہ تک پردہ حجاب میں نہ رہنا؛
فَاِنَّ احْتِجَابُ الْوُلَاةِ عَنْ رَعِيَّةِ شُعْبَةٌ مِّنَ الضِّيْقِ ؛	324	حقیقت یہ ہے کہ حکمران کا رعیت کی نظروں سے زیادہ عرصہ تک اُوجھل رہنا دلوں میں تنگی اور اُلجھن پیدا کرنے والا ایک پہلو ہے؛
وَقِلَّةُ عِلْمٍ بِالْاُمُوْرِ ؛	325	اور حالات ومعاملات کے علم میں کمی کا سبب بنتا ہے؛
وَالْاِحْتِجَابُ مِنْهُمْ يَقْطَعُ عَنْهُمْ عِلْمَ مَا احْتَجَبُوْا دُوْنَهٗ ؛	326	اور اس روپوشی سے رعایا کو بھی اُن چیزوں کا اور معاملات کا علم نہیں ہونے

		پاتا جواُن کو معلوم ہونا چاہئیں؛
فَيَصْغُرُ عِنْدَهُمُ الْكَبِيْرُ ؛	327	چنانچہ رعایا کو بڑے بڑے معاملات چھوٹے معلوم ہونے لگتے ہیں؛
وَيَعْظُمُ الصَّغِيْرُ ؛	328	اور چھوٹی اور غیر اہم چیزیں بڑی اور اہم لگنے لگتی ہیں؛
وَيَقْبُحُ الْحَسَنُ ؛	329	اوراُن کی نگاہ میں اچھی چیزیں بُری،
وَيَحْسُنُ الْقَبِيْحُ ؛	330	اور بُری چیزیں اچھی معلوم ہونے لگتی ہیں؛
وَيُشَابُ الْحَقُّ بالْبَاطِلِ ؛	331	اور حق باطل سے مل جایا کرتا ہے؛
وَاِنَّمَا الْوَالِىْ بَشَرٌ لَايَعْرِفُ مَاتَوَارِىْ عَنْهُ النَّاسُ بِهِ مِنَ الْاُمُوْرِ ؛	332	**اور اسکے سوا اور کیا ہے کہ ایک حکمران بھی تو بشر ہی ہوتا ہے۔ وہ ان باتوں اور معاملات کا علم نہیں رکھتا جو باتیں اور کام رعیت کے لوگ اُس سے چھپالیں؛**
وَلَيْسَتْ عَلَى الْحَقِّ سِمَاتٌ تُعْرَفُ بِهَا ضُرُوْبُ الصِّدْقِ مِنَ لْكَذِبِ ؛	333	اور حق کے ماتھے پر کوئی نشانات نہیں ہوتے کہ جن کو دیکھ کر آدمی جھوٹ کے انبار میں سے حق کی قسموں کو الگ الگ کر کے پہچان لیا کرتا؛
وَاِنَّمَا اَنْتَ اَحَدُ رَجُلَيْنِ : اِمَّا امْرُؤٌ سَخَتْ نَفْسُكَ بِالْبَذْلِ فِى الْحَقِّ فَفِيْمَ احْتِجَابُكَ مِنْ وَاجِبِ حَقٍّ تُعْطِيْهِ اَوْ فِعْلٍ كَرِيْمٍ تُسْدِيْهِ ؟	334	اور یقیناً تم بھی دو (۲) ہی طرح کے بشر ہو سکتے ہو لہٰذا یا تو تم ایک ایسے شخص ہو کہ جو حق کو ادا کرنے میں کوشاں رہتا ہے ایسی صورت میں واجب حقوق کو ادا کرنے اور اچھے اچھے اور نیک کام کرنے والے کو رعیت سے چھپ کر رہنے کی کیا ضرورت ہے (یعنی پبلک کی نظر سے تمہیں غائب نہ رہنا چاہئے)
اَوْ مُبْتَلًى بِالْمَنْعِ فَمَا اَسْرَعَ كَفَّ النَّاسِ عَنْ مَسْاَلَتِكَ اِذَا اَيِسُوْا مِنْ بَذْلِكَ ؛	335	یا تم دوسری قسم کے وہ شخص ہو سکتے ہو جس سے رعیت کو صاف صاف انکار کے سوا اور کچھ نہ ملتا ہو لہٰذا جب رعیت کے لوگ تم سے مایوس ہو جائیں گے تو خود ہی بہت جلد تم سے مانگنا چھوڑ دیں گے؛
مَعَ اَنَّ اَكْثَرَ حَاجَاتِ النَّاسِ اِلَيْكَ مِمَّالَا مَؤُوْنَةَ فِيْهِ عَلَيْكَ :	336	ساتھ ہی رعیت کے لوگوں کی اکثر ضرورتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں کچھ لینا دینا نہیں ہوا کرتا لہٰذا تم پر کوئی بار نہیں پڑتا ہے؛
مِنْ شَكَاةِ مَظْلِمَةٍ اَوْطَلَبِ اِنْصَافٍ فِىْ مُعَامَلَةٍ ؛	337	جیسے کسی کی زیادتی یا ظلم کرنے کی شکایت یا کسی معاملے میں انصاف طلب کرنا (یعنی ایسا کنجوس حکمران بھی پبلک کی نظروں سے کیوں غائب رہے؟)
ثُمَّ اِنَّ لِلْوَالِىْ خَاصَّةً وَبِطَانَةً فِيْهِمُ اسْتِئْثَارٌ وَّتَطَاوُلٌ ؛	338	پھر یہ کہ حکام کے ساتھ کچھ لوگ مخصوص اور سر چڑھے بھی لگ جایا کرتے ہیں اُن میں خود غرضی اور دست درازی کی عادت ہوا کرتی ہے؛
وَقِلَّةُ اِنْصَافٍ فِىْ مُعَامَلَةٍ ؛	339	اور اُن میں بے انصافی اور بدمعاملگی کرانیوالے لوگ بھی ہوا کرتے ہیں؛
فَاحْسِمْ مَادَّةَ اُولٰئِكَ بِقَطْعِ اَسْبَابِ تِلْكَ الْاَحْوَالِ ؛	340	چنانچہ تمہیں اُن حالات کے پیدا کرنے والے اسباب کو ختم کر دینا چاہئے تاکہ یہ ناپسندیدہ ماحول قائم ہی نہ ہو؛

وَلَا تُقْطِعَنَّ لِاَحَدٍ مِنْ حَاشِيَتِکَ وَ حَامَّتِکَ قَطِيعَةً ؛	341	**اور ساتھ ہی اپنے مشیروں، مصاحبوں اور قرابت داروں کو کوئی جاگیر نہ دینا؛**
وَلَا يَطْمَعَنَّ مِنْکَ فِي اعْتِقَادِ عُقْدَةٍ تَضُرُّ بِمَنْ يَلِيهَا مِنَ النَّاسِ فِي شِرْبٍ اَوْ عَمَلٍ مُشْتَرَکٍ يَحْمِلُونَ مَؤُونَتَهُ عَلَى غَيْرِهِمْ ؛ فَيَکُونَ مَهْنَأُ ذٰلِکَ لَهُمْ دُونَکَ ؛	342	اور اُنہیں تم سے کسی ایسی زمین پر قبضہ کر لینے کی توقع ہی نہ ہونا چاہئے جو آبپاشی یا کسی اور مشترکہ معاملے میں اُس کے آس پاس کے کاشت کاروں کے لئے نقصان کا سبب بن سکے اور یوں وہ اس کا بار دوسروں پر ڈال دیں، لہٰذا زمین سے فائدہ تو تجھے نہ پہنچے گا اور تیری وجہ سے عیاشی تیرے حاشیہ نشین اور قرابت دار کریں گے؛
وَعَيْبُهُ عَلَيْکَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؛	343	اور اُس تمام برے عمل درآمد کی ذمہ داری اور برائی دنیا میں بھی تجھ پر ہوگی اور آخرت میں بھی (یعنی عیاشی اُنہوں نے کی اور باز پرس تم سے ہوگی)؛
وَاَلْزِمِ الْحَقَّ مَنْ لَزِمَهُ مِنَ الْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ ؛	344	اور جس پر جو ذمہ داری عائد کرنا لازم ہو اُس کے ساتھ کوئی رعایت نہ کرنا خواہ وہ اپنا ہو یا بیگانہ ہو؛
وَکُنْ فِي ذٰلِکَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا ؛	345	اور اپنی عادلانہ جدوجہد پر صابر رہنا اور جانچ پڑتال جاری رکھنا؛
وَاقِعًا ذٰلِکَ مِنْ قَرَابَتِکَ وَخَاصَّتِکَ حَيْثُ وَقَعَ ؛	346	اور اس کی پرواہ نہ کرنا کہ اس جانچ پڑتال کی زد تمہارے مخصوصین پر پڑتی ہے یا کسی قرابت دار پر؛
وَابْتَغِ عَاقِبَتَهُ بِمَا يَثْقُلُ عَلَيْکَ مِنْهُ؛	347	اور اس سخت عمل درآمد سے جو گرانی تمہیں محسوس ہو اس کو اپنی اچھی عاقبت کے خیال سے ہلکی کرتے رہنا؛
فَاِنَّ مَغَبَّةَ ذٰلِکَ مَحْمُودَةٌ ؛	348	اِس لئے کہ اُس کا انجام اور نتیجہ تمہارے حق میں قابل حمد وثنا ہوگا؛
وَاِنْ ظَنَّتِ الرَّعِيَّةُ بِکَ حَيْفًا فَاَصْحِرْ لَهُمْ بِعُذْرِکَ ؛	349	اور اگر کبھی تمہاری رعیت کو تم پر ظلم و زیادتی کرنے کا گمان ہو جائے تو تم اپنے عذرات کو واضح طور پر اُن کے سامنے پیش کر دینا؛
وَاعْدِلْ عَنْکَ ظُنُونَهُمْ بِاِصْحَارِکَ ؛	350	اور اپنی وضاحتوں اور معقول عذرات سے اُن کے پیدا شدہ وہم و گمان کو تبدیل کرتے رہو؛
فَاِنَّ فِي ذٰلِکَ رِيَاضَةً مِنْکَ لِنَفْسِکَ ؛	351	یقیناً ایسے طرز عمل میں تمہاری ذاتی محنت ہوگی اور تمہیں تربیت کا موقع ملے گا؛
وَرِفْقًا بِرَعِيَّتِکَ ؛	352	اور رعیت کے لئے یہ طریقہ نرمی اور محبت کو ثابت کرے گا؛
وَاِعْذَارًا تَبْلُغُ بِهِ حَاجَتَکَ مِنْ تَقْوِيمِهِمْ عَلَى الْحَقِّ ؛	353	اور اعتراضات کا جواب عذرات کے ساتھ پیش کرتے رہنے سے رعیت کو حق پر قائم کرنے کی تمہاری ضرورت بھی پوری ہو جائے گی؛
وَلَا تَدْفَعَنَّ صُلْحًا دَعَاکَ اِلَيْهِ عَدُوُّکَ لِلّٰهِ فِيهِ رِضًى ؛	354	اور **صلح کی اُس پیش کش کو ہرگز نہ ٹھکرانا جو تمہارا دشمن پیش کرے اور جس میں اللہ کی خوشنودی بھی حاصل ہوتی ہو؛**

فَاِنَّ فِی الصُّلۡحِ دَعَةً لِّجُنُوۡدِکَ ؛	355	اِس لئے کہ صلح کرنے میں تمہاری فوجوں کے لئے آرام وراحت پوشیدہ ہے؛
وَرَاحَةً مِنۡ هُمُوۡمِکَ ؛	356	اور خود تیرے لئے تیرے بہت سے فکروں و اندیشوں اور غموں سے راحت ملے گی؛
وَاَمۡنًا لِبِلَادِکَ ؛	357	اور تیرے شہروں کیلئے امن ملے گا؛
وَلٰکِنۡ اَلۡحَذَرَ کُلَّ الۡحَذَرِ مِنۡ عَدُوِّکَ بَعۡدَ صُلۡحِهٖ ؛	358	ولیکن صلح کے بعد دشمن کی نقل وحرکت پرنظر رکھو، اور پوری پوری احتیاط کرتے رہو
فَاِنَّ الۡعَدُوَّ رُبَّمَا قَارَبَ لِيَتَغَفَّلَ ؛	359	کیونکہ کبھی کبھی دشمن اس لئے تم سے قربت و اعتماد چاہتا ہے تاکہ وہ تمہاری غفلت سے فائدہ اُٹھائے؛
فَخُذۡ بِالۡحَزۡمِ وَاتَّهِمۡ فِیۡ ذٰلِکَ حُسۡنَ الظَّنِّ ؛	360	لہٰذا ہر وقت محتاط اور چوکنا رہو اور اس سلسلے میں حسن ظن پر عمل نہ کرو؛
وَاِنۡ عَقَدۡتَ بَيۡنَکَ وَبَيۡنَ عَدُوِّکَ عُقۡدَةً اَوۡ اَلۡبَسۡتَهٗ مِنۡکَ ذِمَّةً فَحُطۡ عَهۡدَکَ بِالۡوَفَآءِ ؛	361	اور اگر تم اپنے اور دشمن کے درمیان کوئی معاہدہ کرو یا اُسے اپنی تحویل وذمہ داری میں لے لو تو اپنے معاہدہ کو وفاداری سے بجالاؤ؛
وَارۡعَ ذِمَّتَکَ بِالۡاَمَانَةِ ؛	362	اور اپنی ذمہ داری کی امانت کے ساتھ پوری پوری رعایت کرو؛
وَاجۡعَلۡ نَفۡسَکَ جُنَّةً دُوۡنَ مَا اَعۡطَيۡتَ ؛	363	اور جو کچھ اس سلسلے میں دے چکے ہو اس کے علاوہ اپنی جان کو بھی معاہدوں اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے سپر بنادو؛
فَاِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ فَرَائِضِ اللّٰهِ شَیۡءٌ النَّاسُ اَشَدُّ عَلَيۡهِ اجۡتِمَاعًا مَعَ تَفَرُّقِ اَهۡوَائِهِمۡ وَتَشَتُّتِ آرَائِهِمۡ مِنۡ تَعۡظِيۡمِ الۡوَفَآءِ بِالۡعُهُوۡدِ ؛	364	اس لئے کہ ایفائے عہد اللہ کے فرائض میں سے ہے اور اللہ کے فرائض میں سے کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کی اہمیت پر سارے انسان، مختلف رائے اور متفرق نظریات اور مصلحتوں کے باوجود، ہم زبان اور متفق رہے ہوں جیسا کہ معاہدوں کی تعظیم اور وفا کرنے پر متفق چلے آرہے ہیں؛
وَقَدۡ لَزِمَ ذٰلِکَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ فِيۡمَا بَيۡنَهُمۡ دُوۡنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ لِمَا اسۡتَوۡبَلُوۡا مِنۡ عَوَاقِبِ الۡغَدۡرِ	365	مسلمانوں کے علاوہ مشرکوں تک نے اپنے درمیان معاہدوں کی پابندی کی ہے اسلئے کہ عہد شکنی کے نتیجے میں اُنہوں نے تباہیوں کا اندازہ اور تجربہ کر رکھا تھا؛
فَلَا تَغۡدِرَنَّ بِذِمَّتِکَ ؛	366	لہٰذا اپنے فیصلوں اور ذمہ داریوں میں غداری نہ کرنا؛
وَلَا تَخِيۡسَنَّ بِعَهۡدِکَ ؛	367	اور اپنے معاہدوں میں بدعہدی نہ کرنا؛
وَلَا تَخۡتِلَنَّ عَدُوَّکَ ؛	368	اور اپنے دشمن پر اچانک حملہ نہ کرنا؛
فَاِنَّهٗ لَا يَجۡتَرِئُ عَلَی اللّٰهِ اِلَّا جَاهِلٌ شَقِیٌّ ؛	369	کیونکہ کسی جاہل اور بدبخت کے سوا اور کوئی شخص اللہ کے خلاف جرأت نہیں کرسکتا ہے؛
وَقَدۡ جَعَلَ اللّٰهُ عَهۡدَهٗ وَذِمَّتَهٗ اَمۡنًا اَفۡضَاهُ بَيۡنَ الۡعِبَادِ بِرَحۡمَتِهٖ ؛	370	اور اللہ نے عہد و پیمان کی پابندی کو اَمن کا پیغام قرار دیا ہے اور جسے اپنی رحمت سے اپنے بندوں میں عام کردیا ہے؛

وَحَرِيْمًا يَّسْكُنُوْنَ اِلٰى مَنَعَتِهٖ ؛	371	اور ایسی پناہ گاہ بنایا ہے جس کی حفاظت میں وہ سکونت اختیار کرتے ہیں؛
وَيَسْتَفِيْضُوْنَ اِلٰى جَوَارِهٖ؛	372	اور جس کے پڑوس میں فیض یاب ہونے کے لئے رہتے ہیں؛
فَلَا اِدْغَالَ وَلَا مُدَالَسَةَ وَلَا خِدَاعَ فِيْهِ ؛	373	لہٰذا اس میں کوئی فریب کاری اور مکاری اور ہاتھ کی صفائی نہ ہونا چاہئے؛
وَلَا تَعْقِدْ عَقْدًا تُجَوِّزُ فِيْهِ الْعِلَلُ ؛	374	اور ایسا کوئی معاہدہ کرنا ہی نہیں چاہئے جس میں بات بدلنے کا امکان ہو؛
وَلَا تُعَوِّلَنَّ عَلٰى لَحْنِ قَوْلٍ بَعْدَ التَّاكِيْدِ وَالتَّوْثِقَةِ ؛	375	اور جب کوئی معاہدہ پختہ ہوکر توثیق کرالے تو تاکید اور توثیق کے بعد اُس کے الفاظ کے معنی کا رخ بدل کر استفادہ نہ کرو؛
وَلَا يَدْعُوَنَّکَ ضِيْقُ اَمْرٍ لَزِمَکَ فِيْهِ عَهْدُ اللّٰهِ اِلٰى طَلَبِ انْفِسَاخِهٖ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؛	376	اور اللہ کے عہد و پیمان میں کسی دشواری یا گرانی کے محسوس ہونے پر تمہیں یہ نہ چاہئے کہ تم باطل طریقوں سے اُسے منسوخ کرانے کی کوشش میں لگ جاؤ تاکہ اس سے جان چھڑا سکو؛
فَاِنَّ صَبْرَکَ عَلٰى ضِيْقِ اَمْرٍ تَرْجُوْا انْفِرَاجَهٗ وَفَضْلَ عَاقِبَتِهٖ خَيْرٌ مِّنْ غَدْرٍ تَخَافُ تَبِعَتَهٗ ؛	377	اس لئے کہ اُس گرانی یا دشواری کو صبر و ہمت سے برداشت کر جانا جس سے انجام بخیر ہونے اور سہولت ملنے کی اُمید ہو اُس بدعہدی اور غداری سے بہتر ہے جس میں تمہیں اللہ کے سامنے ماخوذ ہونے کا خوف ہو؛
وَاَنْ تُحِيْطَ بِکَ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ طِلْبَةٌ لَا تَسْتَقِيْلُ فِيْهَا دُنْيَاکَ وَلَا آخِرَتَکَ ؛	378	اور یہ کہ تجھے یہ اندیشہ ہو کہ اللہ اس بدعہدی پر تجھے اس طرح گھیر لے گا کہ تیری دنیا بھی تباہ ہوجائے گی اور آخرت میں بھی بخشش نہ ہوسکے گی؛
اِيَّاکَ وَالدِّمَآءَ وَسَفْکَهَا بِغَيْرِ حِلِّهَا ؛	379	خبردار ناحق کی خون ریزی سے بچتے رہنا؛
فَاِنَّهٗ لَيْسَ شَيْءٌ اَدْعٰى لِنَقْمَةٍ ؛	380	خون ریزی عذاب الٰہی کیلئے سب چیزوں سے زیادہ قریب کرنیوالی ہے؛
وَلَا اَعْظَمَ لِتَبِعَةٍ ؛	381	اور باز پرس میں سب سے بڑی ہے؛
وَلَا اَحْرٰى بِزَوَالِ نِعْمَةٍ ؛	382	اور نعمتوں کے زوال میں کارگر ہے؛
وَانْقِطَاعِ مُدَّةٍ مِنْ سَفْکِ الدِّمَآءِ بِغَيْرِ حَقِّهَا ؛	383	اور زندگی اور عمر کے خاتمے کا سبب ناحق کی خونریزی سے زیادہ اور کوئی نہیں ہے؛
وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مُبْتَدِئٌ بِالْحُکْمِ بَيْنَ الْعِبَادِ فِيْمَا تَسَافَکُوْا مِنَ الدِّمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛	384	اور یہ سمجھ لو کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ جو فیصلے سب سے پہلے شروع کرے گا وہ بندوں کے درمیان ناحق خون ریزی کے ہوں گے؛
فَلَا تُقَوِّيَنَّ سُلْطَانَکَ بِسَفْکِ دَمٍ حَرَامٍ ؛	385	لہٰذا ناحق خون ریزیوں سے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنیکی کوشش کبھی نہ کرنا؛
فَاِنَّ ذٰلِکَ مِمَّا يُضْعِفُهٗ وَيُوْهِنُهٗ بَلْ يُزِيْلُهٗ وَيَنْقُلُهٗ ؛	386	کیونکہ خون ریزی اقتدار کو کمزور اور ہلکا کر دیتی ہے، بلکہ اس کو زائل کرکے دوسروں کو منتقل کردینے والی ہے؛
وَلَا عُذْرَ لَکَ عِنْدَ اللّٰهِ وَلَا عِنْدِيْ فِيْ قَتْلِ الْعَمْدِ ؛	387	جان بوجھ کر ناحق قتل کا عذر نہ اللہ کو قبول ہے اور نہ میرے نزدیک قابل قبول ہے۔

لِاَنَّ فِيْهِ قَوَدَ الْبَدَنِ ؛	388	یہ اس لئے کہ قتل عمد میں قصاص لینا لازم ہے،
وَاِنِ ابْتُلِيْتَ بِخَطَاءٍ وَاَفْرَطَ عَلَيْكَ سَوْطُكَ اَوْسَيْفُكَ اَوْيَدُكَ بِالْعُقُوْبَةِ ؛	389	اور اگر تم غلطی سے قتل کر بیٹھو اور سزا دینے میں تمہارا کوڑا یا تلوار یا ہاتھ حد سے بڑھ جائے،
فَاِنَّ فِي الْوَكْزَةِ فَمَا فَوْقَهَا مَقْتَلَةً ؛	390	اِس لئے کہ کبھی کبھی گھونسا مارنا یا اس سے بھی چھوٹی ضرب ہلاکت کا سبب بن جایا کرتی ہے۔تب:
فَلا تَطْمَحَنَّ بِكَ نَخْوَةُ سُلْطَانِكَ عَنْ اَنْ تُؤَدِّيَ اِلٰى اَوْلِيَآءِ الْمَقْتُوْلِ حَقَّهُمْ ؛	391	ایسی صورت میں تمہیں مقتول کا خوں بہا اُس کے وارثوں کو پہنچانے میں تمہاری حکمرانی کا نخرہ روکنے نہ پائے؛
وَاِيَّاكَ وَالْاِعْجَابَ بِنَفْسِكَ ؛	392	اور خبر دار خود پسندی اور غرور سے بچتے رہنا؛
وَالثِّقَةَ بِمَا يُعْجِبُكَ مِنْهَا وَحُبَّ الْاِطْرَاءِ ؛	393	اور اپنی جو باتیں اچھی لگتی ہوں اُن پر پھول نہ جانا اور نہ لوگوں کے بڑھا چڑھا کر سراہنے کو پسند کرنا؛
فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ اَوْثَقِ فُرَصِ الشَّيْطَانِ فِيْ نَفْسِهٖ لِيَمْحَقَ مَا يَكُوْنُ مِنْ اِحْسَانِ الْمُحْسِنِيْنَ.	394	اس لئے کہ شیطان جن مواقع کی تلاش میں رہا کرتا ہے اُن مواقع میں سے یہ سب سے زیادہ بھروسے کا موقع ہے کہ وہ انسان کو گمراہ کرے اور نیکوکاروں کی تمام نیکیوں کو برباد کر کے رکھ دے؛
وَاِيَّاكَ وَالْمَنَّ عَلٰى رَعِيَّتِكَ بِاِحْسَانِكَ ؛	395	اور خبر دار رعیت کے ساتھ احسان کر کے کبھی نہ جتلانا؛
اَوِ التَّزَيُّدَ فِيْمَا كَانَ مِنْ فِعْلِكَ ؛	396	یا اپنے حسن سلوک کو کبھی زیادہ نہ سمجھ بیٹھنا؛
اَوْ اَنْ تَعِدَهُمْ فَتُتْبِعَ مَوْعِدَكَ بِخُلْفِكَ ؛	397	یا جب رعیت سے وعدہ کر لو تو وعدہ کرنے کے بعد اُن سے وعدہ خلافی نہ کرنا؛
فَاِنَّ الْمَنَّ يُبْطِلُ الْاِحْسَانَ ؛	398	لہٰذا احسان جتلانا احسان اور نیکی کو ضائع کر دیا کرتا ہے؛
وَالتَّزَيُّدُ يَذْهَبُ بِنُوْرِ الْحَقِّ ؛	399	اور اپنی بھلائی کو زیادہ سمجھ لینا حق کی روشنی سے محروم کر دیا کرتا ہے؛
وَالْخُلْفَ يُوْجِبُ الْمَقْتَ عِنْدَ اللّٰهِ وَالنَّاسِ ؛	400	اور وعدہ خلافی سے اللہ بھی خفا ہوتا ہے اور بندے بھی ناراض ہوتے ہیں؛
قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ (الصف 61/3)	401	اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:"خدا کے نزدیک زیادہ ناراضگی کی بات یہ ہے کہ تم جو کہو اُسے کرو نہیں"(61/3)
وَاِيَّاكَ وَالْعَجَلَةَ بِالْاُمُوْرِ قَبْلَ اَوَانِهَا ؛	402	اور خبر دار وقت سے پہلے کسی کام میں جلد بازی نہ کیا کرو؛
اَوِ التَّسَاقُطَ فِيْهَا عِنْدَ اِمْكَانِهَا ؛	403	یا یہ کہ جس کام کے کر سکنے کا امکان ہو اُسے خواہ مخواہ ساقط نہ کر دیا کرو؛
اَوِ اللَّجَاجَةَ فِيْهَا اِذَا تَنَكَّرَتْ ؛	404	یا یہ کہ جب کام مشکل و ناپسندیدہ ہو تو عاجزی نہ کیا کرو؛
اَوِ الْوَهْنَ عَنْهَا اِذَا اسْتَوْضَحَتْ ؛	405	اور جب بات واضح ہو تو سستی نہ کیا کرو؛

فَضَعْ كُلَّ اَمْرٍ مَوْضِعَهُ ؛	406	مطلب یہ ہے کہ ہر بات اور کام کو اُس کے ٹھیک مقام پر کیا کرو؛
وَاَوْقِعْ كُلَّ عَمَلٍ مَوْقِعَهُ ؛	407	اور ہر عمل کو اس کے صحیح موقع پر انجام دو؛
وَاِيَّاكَ وَالْاِسْتِئْثَارَ بِمَا النَّاسُ فِيْهِ اُسْوَةٌ ؛	408	اور خبردار جن چیزوں میں سب کا حق برابر ہوا کرے اُن کو اپنے لئے مخصوص نہ کر لینا؛
والتَّغَابِىَ عَمَّا يُعْنَىٰ بِهٖ مِمَّا قَدْوَضَحَ لِلْعُيُوْنِ ؛	409	وہ حقوق جو نظروں کے سامنے واضح طور پر موجود ہیں اُن کے ادا کرنے میں غفلت نہ برتنا؛
فَاِنَّهُ مَاخُوْذٌ مِّنْكَ لِغَيْرِكَ ؛	410	کیونکہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی ذمہ داری تم پر عائد ہوتی ہے نہ کہ اوروں پر؛
وَعَمَّا قَلِيْلٍ تَنْكَشِفُ ؛ عَنْكَ اَغْطِيَةُ الْاُمُوْرِ ؛	411	اور مستقبل قریب میں تمام معاملات پر سے پردہ ہٹا دیا جانے والا ہے؛
وَيُنْتَصَفُ مِنْكَ لِلْمَظْلُوْمِ ؛	412	اور تم سے مظلوم کے لئے باز پرس اور دادخواہی کی جائے گی؛
اَمْلِكْ حَمِيَّتَ اَنْفِكَ ؛	413	غیظ وغضب پر قابو حاصل کرو،
وَسَوْرَةَ حَدِّكَ .	414	اور سرکشی کے جوش کو دبا کر رکھو؛
وَسَطْوَةَ يَدِكَ ؛	415	ہاتھ کے اُٹھنے اور زیادتی کرنے کو روکو؛
وَغَرْبَ لِسَانِكَ ؛	416	اور زبان کی تیزی کو سنبھالو؛
وَاحْتَرِسْ مِنْ كُلِّ ذٰلِكَ بِكَفِّ الْبَادِرَةِ ؛	417	اور اُن تمام چیزوں پر تسلط کیلئے ضروری ہے کہ جلد بازی کے اقدام سے بچو؛
وَالتَّاخِيْرِ السَّطْوَةِ حَتّٰى يَسْكُنَ غَضَبُكَ فَتَمْلِكَ الْاِخْتِيَارَ ؛	418	سزا دینے کے لئے قوت کے استعمال کو اس وقت تک تاخیر دو جب تک تمہارا غصہ ٹھنڈا نہ ہو جائے اور تم اپنے اوپر اختیار حاصل نہ کرلو؛
وَلَنْ تَحْكُمَ ذٰلِكَ مِنْ نَّفْسِكَ حَتّٰى تُكْثِرَ هُمُوْمَكَ بِذِكْرِ الْمَعَادِ اِلٰى رَبِّكَ ؛	419	اور تم اپنی ذات پر اُس وقت تک حکمرانی نہیں کر سکتے جب تک تم کثرت سے اپنے پروردگار کا ذکر اور قیامت میں باز پرس کے خوف کا تصور نہ کرتے رہو؛
وَالْوَاجِبُ عَلَيْكَ اَنْ تَتَذَكَّرَ مَامَضٰى لِمَنْ تَقَدَّمَكَ مِنْ حُكُوْمَةٍ عَادِلَةٍ ؛	420	اور تم پر واجب ہے کہ تم گذشتہ چیزوں کو یاد رکھو جو تم سے پہلے عادل حکومت کی صورت میں گزر چکی ہیں؛
اَوْسُنَّةٍ فَاضِلَةٍ ؛	421	یا کوئی فاضل سنت اور طریقہ جاری رہا ہے؛
اَوْ اَثَرٍ عَنْ نَبِيِّنَا .صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ ؛	422	یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے آثار سامنے رکھو؛
اَوْ فَرِيْضَةٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ ؛	423	یا کتاب اللہ میں لکھا ہوا کوئی فریضہ پیش نظر رکھو؛
فَتَقْتَدِىَ بِمَا شَاهَدْتَ مِمَّا عَمِلْنَا بِهٖ فِيْهَا ؛	424	چنانچہ تم اُن چیزوں کی پیروی کرتے رہو جن پر عمل کرتے ہوئے تم نے ہمیں دیکھا ہے؛

وَتَجۡتَهِدَ لِنَفۡسِکَ فِی اتِّبَاعِ مَاعَهِدۡتُ اِلَیۡکَ فِیۡ عَهۡدِیۡ هٰذَا؛	425	اور ان ہدایات پر عمل کرتے رہنا جو میں نے اپنے اس عہدنامے میں تمہارے لئے لکھ دی ہیں؛
وَاسۡتَوۡثَقۡتُ بِهٖ مِنَ الۡحُجَّةِ لِنَفۡسِیۡ عَلَیۡکَ لِکَیۡلَا تَکُوۡنَ لَکَ عِلَّةٌ عِنۡدَ تَسَرُّعِ نَفۡسِکَ اِلٰی هَوَاهَا ؛	426	اور جن ھدایات کے ذریعہ سے میں نے تم پر اپنی حجت قائم کردی ہے تاکہ جب تمہارا نفس اپنی خواہشات کی طرف بڑھے تو تمہارے پاس کوئی عذر اور روک موجود ہو؛
فَلَنۡ یَّعۡصِمَ مِنَ السُّوۡءِ وَلَا یُوَفِّقُ لِلۡخَیۡرِ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰی؛	427	اللہ تعالی کی مدد کے بغیر نہ کوئی شخص برائی سے معصوم ہوسکتا ہے اور نہ اسے عمل خیر کی توفیق مل سکتی ہے؛
وَقَدۡ کَانَ فِیۡمَا عَهِدَ اِلَیَّ رَسُوۡلُ اللّٰهِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَآلِهٖ . فِیۡ وَصَایَاهُ تَحۡضِیۡضٌ عَلَی الصَّلَاةِ وَالزَّکَاةِ وَمَا مَلَکَتۡهُ اَیۡمَانُکُمۡ ؛	428	اور یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنی وصیتوں میں جو عہد مجھ سے لیا تھا اُس میں مجھے نماز اور زکوٰۃ اور دو داہنے ہاتھوں کے معاہدہ والوں سے مہربانی کرتے رہنے کی ترغیب اور سفارش فرمائی تھی؛
فَبِذٰلِکَ اخۡتِمُ لَکَ بِمَا عَهِدۡتُ، وَلَا حَوۡلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ ؛	429	چنانچہ میں بھی اپنے عہد نامہ کو حضورؐ کی اُن ہی ہدایات اور تاکیدات پر ختم کرتا ہوں۔ بڑے بزرگ علی اللہ کے سوا نہ کسی اور کو قابو میں رکھنے کی قدرت حاصل ہے نہ قوت حاصل ہے؛ (یعنی پوری کائنات پر احاطہ رکھنے کی اور کائنات کی ہر مخلوق کو قوت وقدرت دینے کی اللہ کے سوا کسی میں گنجائش نہیں ہے)
وَاَنَا اَسۡأَلُ اللّٰهَ بِسَعَةِ رَحۡمَتِهٖ وَعَظِیۡمِ قُدۡرَتِهٖ عَلٰی اِعۡطَآءِ کُلِّ رَغۡبَةٍ اَنۡ یُّوَفِّقَنِیۡ وَاِیَّاکَ لِمَافِیۡهِ رِضَاهُ مِنَ الۡاِقَامَةِ عَلَی الۡعُذۡرِ الۡوَاضِحِ اِلَیۡهِ وَاِلٰی خَلۡقِهٖ ؛	430	اور میں اللہ سے اس کی وسیع رحمت اور ہر حاجت کے پورا کرنے پر عظیم قدرت کا واسطہ دے کر اُس سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمہیں اس کی توفیق بخشے جس میں اُس کی رضامندی ہے کہ ہم اللہ کے سامنے اور اُس کے بندوں کے سامنے ایک کھلا ہوا عذر قائم کر کے سرخرو ہوں؛ اور
مَعَ حُسۡنِ الثَّنَآءِ فِی الۡعِبَادِ ؛	431	ساتھ ہی بندوں میں نیک نامی حاصل کرسکیں؛
وَجَمِیۡلِ الۡاَثَرِ فِی الۡبِلَادِ ؛ وَتَمَامِ النِّعۡمَةِ وَتَضۡعِیۡفِ الۡکَرَامَةِ ؛	432	اور ملک کے شہروں میں اچھے تاثرات قائم کرسکیں۔ اور اللہ کی نعمتوں میں فراوانی ملتی رہے اور روز افزوں عزت کو قائم کرسکیں؛
وَاَنۡ یَّخۡتِمَ لِیۡ وَلَکَ بِالسَّعَادَةِ وَالشَّهَادَةِ ؛	433	اور یہ کہ میرے اور تمہارے لئے اللہ کی طرف سے سعادت اور شہادت پر خاتمہ فراہم ہوجائے؛
اِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ .	434	یقیناً ہم اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔
وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَآلِهٖ الطَّیِّبِیۡنَ الطَّاهِرِیۡنَ ۔	435	اور سلام پیش کرتا ہوں رسولؐ اللہ پر، اللہ اُن پر اور اُن کی پاک وپاکیزہ آلؑ پر درود بھیجتا رہے۔ (والسلام)

انقلابی تشریح:۔ ''**شانِ نزول**'' کا مطلب یہ بتایا گیا ہے اور یہی آج تک سمجھا جا تا رہا ہے کہ ''**وہ حالات کیا تھے جن میں قرآن کریم کی کوئی آیت نازل ہوتی تھی؟**'' شانِ نزول سے اُس ماحول کا پتہ لگانا مقصود تھا جن کی وجہ سے قرآن نازل ہوتا رہا تھا اگر یہ کام دیانت کے ساتھ کیا جاتا تو پورے قرآن کا ماحول سامنے آسکتا تھا اور ہر آیت کے نازل ہونے کی وجہ یا اسباب معلوم ہو سکتے تھے۔لیکن مکی سرداروں نے **شانِ نزول** کی آڑ میں قرآن کریم کو مہجور کرنے (25/30) کی پالیسی اور قرآن کے جھٹلانے (6/66) کے منصوبے کو چھپا دیا۔یعنی قرآن کے غلط استعمال کو مکمل کر لیا۔اور قرآنی تعلیمات کو اپنی حکومت کی پالیسیوں اور بدکرداریوں پر فٹ کر کے ایک نیا اسلام جاری کر دیا جو آج تک جاری چلا آرہا ہے۔

شانِ نزول کی ذیل میں غلط بیانی اور افسانوں سے تعلیماتِ قرآن کو بدلا گیا پرویز کی ایک مثال

ہوا یہ کہ ایک واقعہ یا افسانہ تیار کیا گیا اور آیت یا آیات کو اس پر چسپاں یا فٹ کر دیا گیا۔لہٰذا وہ واقعہ یا افسانہ اُس آیت یا اُن آیات کا ''**شانِ نزول**'' بن گیا۔پھر اس واقعہ یا افسانے کو کتابوں میں جگہ جگہ لکھ دیا گیا یوں قرآن کا مفہوم وہی ماننا پڑا جو مذکورہ واقعہ یا افسانے میں گھڑا گیا تھا۔

علامہ پرویز سے شانِ نزول کی شکایت سن لینا چاہئے

بہرحال جب تک قریش اور قریشی حکومتوں کے تیار کردہ شانِ نزول کو غلط ثابت نہ کر دیا جائے قرآن کی صحیح اور فطری پوزیشن سامنے نہیں آسکتی۔بہرحال اس شانِ نزول کی کرامات کو سمجھنے کے لئے علامہ پرویز کی کتاب مقام حدیث جلد دوم سے اُن کا بیان سنئے فرماتے ہیں کہ:۔

ابوبکر و علیؑ شانِ نزول کا سبب بنے

''(۴) بدقسمتی سے مسلمانوں میں عہد صحابہ ہی سے ابوبکر و علیؑ کے جھگڑے پیدا ہوگئے تھے جس کی وجہ سے اشخاص کے مناقب قرآنی آیات سے بھی نکالنے کی کوشش ہونے لگی تھی۔چنانچہ بہت سی آیتوں کی تفسیر ایسی روایتوں کے ذریعہ سے کی گئی ہے جن سے **معتقد علیہ شخصیتوں** کے فضائل ثابت ہوں۔سورہ حج میں ہے:۔اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسۡجُدُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ وَالشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ وَالنُّجُوۡمُ وَالۡجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيۡرٌ مِّنَ النَّاسِ‌ وَكَثِيۡرٌ حَقَّ عَلَيۡهِ الۡعَذَابُ‌ وَمَنۡ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ مُّكۡرِمٍ‌ اِنَّ اللّٰهَ يَفۡعَلُ مَا يَشَآءُ ۔ هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِىۡ رَبِّهِمۡ (22/18-19)

علامہ پرویز کا ترجمہ:۔

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں وہ اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جاندار اور بہت سے آدمی (بھی سجدہ کرتے ہیں مگر اس کے باوجود) اور بہت سے لوگوں پر عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے۔اور جس کو اللہ ذلیل کرے اُس کو کوئی عزت دینے والا نہیں ہے۔اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔یہ دو فریق ہیں (سجدہ کرنے والے اور نہ کرنیوالے) جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا ہے۔'' (صفحہ 18-17)

''آیت میں ''**ھٰذان**'' کا مشارٌ الیہ (جن کی طرف اشارہ ہوا ہے) موجود ہے کہ بنی نوع انسان میں بہت سے ایسے ہیں جو اپنے رب کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے نہیں کرتے۔یہ دو فریق ہیں کہ اُن میں باہمی نزاع رب کے بارے میں ہے مگر (تفسیری) روایت یہ کہتی ہے کہ:۔

''یہ آیت جنگ بدر میں حضرت علیؑ اور حمزہؓ اور عبیدہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جو شیبہ اور عتبہ اور ولید کے مقابلے کے لئے گئے تھے۔''

مشکل یہ ہے کہ سورہ حج مکی ہے اور جنگ بدر مدینہ میں ہوئی تھی۔ اس لئے (روایت میں مذکور) یہ شان نزول کیسے ہوسکتا ہے؟ لیکن چونکہ یہ (مذکورہ بالا) روایت بخاری میں ہے اس وجہ سے علامہ جلال الدین سیوطی کو ''**ھٰـــذٰان**'' سے تین آیتوں کو اور کتاب جامع البیان میں چھ آیتوں کو مدنی قرار دینا پڑا۔ اور متاخرین نے پورے سورہ حج کو مدنی کہہ دیا چنانچہ سورہ حج کو مدنی ہی لکھا جاتا ہے۔ بالفرض اگر یہ آیات مدنی بھی ہوں تو قرآن سے عدول کرنا (مخالفت کرنا) کس طرح جائز ہوسکتا ہے جب کہ وہاں **ھٰذٰان** کا مشارٌ الیہ خود مذکور ہے۔'' (مقام حدیث جلد 2 صفحہ 17 تا 19)

ہم پرویز سے متفق ہیں کہ مذکورہ شان نزول غلط اور گھڑا ہوا ہے۔ ہم یہ نہیں مانتے کہ سورہ حج مکی ہے مدنی نہیں ہے اس لئے کہ یہ کہنا خود شان نزول ہی میں داخل ہوتا ہے اور ہم قرآن کریم کا 23 سال میں نازل ہونا قرآنی دلائل سے بھی نہیں مانتے بلکہ پوری کتاب کا ہر وقت موجود ہونا مانتے ہیں۔ تلاوت کرنا، سنانا اور بات ہے اور نازل ہونا دوسری بات ہے۔ بہر حال یہاں **شانِ نزول** واضح ہوگیا۔ اسی طرح افسانے اور قصے لکھ کر اور معتبر کتابوں میں درج کر کے قرآن کا رخ موڑا گیا ہے۔ ہم قرآن کی اُسی تفسیر کو صحیح مانتے ہیں جو قرآن کے الفاظ میں یا معصومین علیھم السلام کے الفاظ میں ہو۔

علامہ پرویز کے قلم سے ایک اور شان نزول

ضرورت تو نہیں ہے مگر پرویز کے قلم سے ایک اور شان نزول دیکھ لیں۔ جس سے ایک حق واضح ہوگا۔ گو ہم نہ نزول کو اور نہ شان نزول کو مانتے ہیں۔ بہر حال مسلسل نمبر دے کر لکھتے ہیں کہ:۔

''(۵) كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ کے تحت میں صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری اُمت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے جن کو فرشتے بائیں جانب لے جائیں گے (یعنی جہنم میں) میں کہوں گا کہ اَے میرے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ جواب ملے گا تم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد اُنہوں نے کیا کچھ کیا، تب میں وہی وہی کہوں گا جو نیک بندے (عیسیٰؑ) نے کہا تھا کہ میں جب تک اِن میں رہا اُن کا نگران تھا۔ جواب ملے گا کہ جب سے تم نے اُن کو چھوڑا یہ برابر مرتد رہے۔'' (صفحہ 19)

چونکہ بخاری شریف کی اس روایت سے ان کے تمام مسلمہ بزرگ مرتد اور جہنمی ثابت ہوتے ہیں اس لئے کوئی ثبوت ہو یا نہ ہو پرویز اس روایت اور **شانِ نزول** کو نہیں مانتے حالانکہ اہل سنت کی مقدس ترین اور معتبر ترین کتاب میں لکھا ہوا ہے جو قرآن کے برابر کی کتاب مانی جاتی ہے۔ بہر حال یہ تھا شانِ نزول اور اس کا اثر جس سے جنتی اور جہنمی بنادئے جاتے ہیں۔

شانِ نزول گھڑ گھڑ کر قرآن ہی کو تباہ نہیں کیا گیا بلکہ یہ حربہ اور ہتھیار نہج البلاغہ پر بھی استعمال ہوا ہے

یہی طریقہ نہج البلاغہ پر بھی استعمال کیا گیا ہے اور ہم نے نہج البلاغہ کے ترجمے سے پہلے اس کے ابتدائیہ میں قارئین کو شانِ نزول سے متعارف کرایا ہے اور اُس کی مثالیں دی ہیں اور شانِ نزول ماننے کی بھرپور مذمت کی اور دکھایا کہ خطبات کے ساتھ ایک جملہ لکھ دینے سے حضرت علی علیہ السلام کی پانچ سالہ حکومت میں سے ایک دم دو سال کم ہوجاتے ہیں جسے کوئی بھی نہ مانے گا۔ شان نزول والا وہ جملہ یہ تھا کہ **''یہ خطبہ جنگِ صفین سے واپسی کے بعد دیا گیا''** اور خطبہ میں فرمایا گیا ہے کہ: **''ابھی ابھی اسی وقت (اَلْاٰن) خطبہ نمبر 2 جملہ نمبر 76 حق اپنے حقیقی حقدار کے پاس پلٹا ہے۔''** یعنی 37ھ میں حضرت علی علیہ السلام کو خلافت ملی تھی۔ جو واقعات کے سراسر خلاف ہے۔ بہر حال اس زیر قلم خط یا معاہدے کے ساتھ بھی چند جملے بطور شانِ نزول لکھے

ہوئے ملتے ہیں جن سے مندرجہ ذیل باتیں اس معاہدے کے ساتھ ماننا پڑتی ہیں اوّل یہ کہ:۔

1۔یہ معاہدہ اُس زمانے میں لکھا گیا تھا جب محمد بن ابی بکر مصر کے گورنر تھے اور مصر کے سیاسی حالات محمد بن ابی بکر کے لئے قابو سے باہر ہو گئے تھے۔اور

2۔مصر کے سیاسی حالات کو قابو میں لانے کے لئے مالک اَشتر کو محمد بن ابی بکر کی جگہ گورنر بنا کر مصر بھیجا جا رہا تھا۔جس کا مطلب خود بخود یہ ہو جاتا ہے کہ:۔

3۔یہ معاہدہ مصر کے سیاسی حالات کو قابو میں لانے کی ہدایات پر مشتمل ہے اور

4۔یہ کہ معاہدہ میں مذکورہ ہدایات صرف ایک صوبے کے لئے ہیں اور یہ کہ:۔

5۔مذکورہ ہدایات ایک ماتحت گورنر کو دی گئی ہیں جو مملکت کے سربراہ کی عام پالیسی اور قوانین کی بجا آوری کا بھی پابند ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ:۔

1۔مالک اشتر مصر پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دئے گئے تھے۔

2۔اور یہ معاہدہ بے کار اور فضول ثابت ہو گیا تھا۔

3۔معاہدہ کی تمام ہدایات محض ذہنی اور خیالی حیثیت رکھتی ہیں جن پر نہ لکھے جانے سے پہلے کبھی عمل ہوا نہ بعد میں اِن سے مملکت کو کوئی فائدہ پہنچا۔یعنی پورا معاہدہ بیکار ہو کر کاغذ پر لکھا رہ گیا ہے۔

یہ نتیجہ نکلتا ہے قریش کے شانِ نزول کو مان لینے کے بعد۔لیکن اگر اس مکارانہ شان نزول کو ساقط کر دیا جائے تو یہ معاہدہ پوری مملکت کا عملی قانون ثابت ہوتا ہے۔یہ کسی ایک صوبے یا کسی ایک گورنر سے تعلق نہیں رکھتا نہ کسی ایک گورنر کے لئے لکھا ہے۔یہ تو ایک مملکت کے سربراہ یا حکمران کو مخاطب کرتا ہے جس کے ماتحت بہت سے گورنر یا عمالِ حکومت ہیں۔جو معاہدہ میں مذکورہ ہدایات کو ساری مملکت میں نافذ کرنے کا ذمہ دار ہے اور پورے ملک کی ہر خرابی کا ذمہ دار ہے جو ملک کے ہر شخص اور ہر گورنر کو جسمانی سزا دینے کا مختار ہے اور جو معاہدہ میں مذکور ہدایات اور ذمہ داریوں اور اختیارات میں کسی سے مشورہ لینے یا اجازت حاصل کرنے کا پابند نہیں ہے۔سو فیصد مالک و مختار ہے۔یعنی ایسا کہ اگر مالک اشتر کی جگہ خود حضرت علی علیہ السلام کا نام لکھ دیا جائے تو بھی صحیح ہے۔اور اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اللہ و رسوؐل نے حضرت علی علیہ السلام کو یہ معاہدہ لکھ کر دیا تھا تاکہ وہ خلافت الٰہیّہ کو ان ہدایات کے ماتحت قائم کر کے چلائیں تو بھی صحیح ہے۔مترجمین اور مولف نے اپنی طرف سے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ:۔

''وَهُوَ اَطْوَلُ عَهْدٍ وَ اَجْمَعُ كُتُبِهٖ لِلْمُحَاسِنِ'' (بقول مفتی جعفر)

''یہ سب سے طویل عہد نامہ اور امیر المومنین کے توقیعات میں سب سے زیادہ محاسن پر مشتمل ہے۔'' (جلد نمبر 3 صفحہ 113)

اور بقول علی نقی طہرانی ''یہ سب سے طویل معاہدہ ہے جس میں انصاف بہم پہنچانے کا دستور ہے۔رعیت کی پرورش کے تمام رموز ہیں مملکت کو چلانے کے تمام آداب ہیں۔فوج کشی کے تمام طریقے ہیں۔نصائح اور تنبیہات ہیں جو یہاں جمع کر دئے گئے ہیں۔'' (جلد 2 صفحہ 979)

اِن ریمارکس کو ہم نے اس لئے فاضل کہا کہ انہوں نے اس معاہدے کو ایک گورنر اور ایک صوبے تک محدود کر کے ہوا میں اڑا دینے والے شانِ نزول کو بھی مانا اور لکھا ہے۔اور ریمارکس میں **دستورِ مملکت** بھی مانا ہے اور **آدابِ مملکت داری** بھی لکھا ہے۔ہم نہیں جانتے کہ یہ علما کونسا معجون کھاتے تھے کہ اُن کے سروں میں اتنی متضاد باتیں سہولت سے سما جاتی تھیں۔اور ہر جھل مرکب ھضم ہو جاتا تھا؟ اور یہ ہیں بدقسمتی سے شیعوں کے مفتی اور فیض الاسلام

وغیرہ سرکردہ علما۔ وہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ اس معاہدہ کے لکھنے والی ہستی ایک معصومؑ امام ہے۔ علوم خداوندی کا خزینہ دار ہے۔ **علم ما کان و ما یکون** اور **ما ھو کائن** کا ماسٹر ہے اور وہ اتنا طویل وبیش قیمت دستور لکھ کر ایک ایسے شخص کو دے رہا ہے جو مصر پہنچنے سے پہلے ہی موت کی نیند سو جانے والا ہے جو اس ہمہ گیر دستور کو ایک دفعہ کھول کر پڑھ بھی نہ سکے گا۔ یعنی حضرت علی علیہ السلام کو اپنے ایسا ایک شخص بلا تکلف مان لیتے ہیں جسے کل تک کی خبر نہیں ہے جو یہ ہمہ گیر دستور اس وقت لکھتا ہے جب حکومت ختم ہونے والی ہے جب کسی دستور کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ اگر شیعوں کے علما ایسے نہ ہوتے تو اُن پر وہ حالات نہ گذرے ہوتے جس سے وہ ہمیشہ ذلیل وخوار رہے اور آج شیعہ اُن بھکاریوں کے سامنے بھکاری نہ بنے ہوتے جو ہندوؤں، عیسائیوں اور یہودیوں اور کمیونسٹوں اور بے دینوں سے **<u>بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم پڑھ کر بھیک مانگتے ہوئے ریڈیو اور ٹی وی پر دکھائے جاتے ہیں اور ذرہ برابر نہیں شرماتے</u>**۔ اور ہمیں کل ہی (13-6-1985 کو) عزیز الرحمٰن خانصاحب نے قومی اسمبلی کا حال سناتے ہوئے بتایا ہے کہ اُن کے سامنے عمامہ پوش شیعہ علماء سب کے ساتھ روزہ افطار کرتے رہے یعنی وہ شیعہ علما اپنے ہاتھوں اپنے منہ اور پیٹ کے لئے قومی تشخص کو پاکستان کے سارے نمائندگانِ قومی اسمبلی کے سامنے پامال کرتے رہے۔ ہم کیا کہیں اُن علمائے شیعہ کے لئے جو دنیاوی مال و دولت اور اقتدار کے لئے اپنا دین اور اپنے مستقل اور معلوم عقائد کو فروخت کررہے ہیں جو محض لفظ امن کے لئے **خلیفتہ بلافصل** کے اعلان کو چھوڑ دیں اور دوسروں کو بھی تاکید کریں کہ باطل حکمرانوں کو مان لو تاکہ اُن کی باطل ومغضوب حکومت برقرار رہے۔ خدا اُن سب پر دن رات لعنت کرتا رہے۔ آمین

<u>وہ ہستی کیا مقام رکھتی ہے جسے معاہدہ میں مذکور ہدایات کا ذمہ دار بنایا ہے</u>

قارئین کرام کو سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ معاہدے کا مخاطب معاہدے کے الفاظ میں کس درجے کا شخص ہے لہٰذا عہدے کے تعین کے لئے معاہدے کا جملہ نمبر 33 سامنے لایئے فرمایا گیا ہے کہ:۔ ''**<u>فَاِنَّکَ فَوۡقَھُمۡ</u> وَ<u>وَالِیَ الۡاَمۡرِ</u> عَلَیۡکَ <u>فَوۡقَکَ وَاللّٰہُ فَوۡقَ مَنۡ وَلَّاکَ</u>** (33)
''یقیناً تم اُن سب سے بلند مرتبہ ہو۔ اور **<u>والی امر</u>** تم سے بھی بلند مرتبہ ہے اور اللہ اس سے بھی بلند مرتبہ ہے۔ جس نے تمہیں حکمران بنایا ہے۔''

معلوم ہوا کہ مرتبہ میں سب سے بڑا اللہ ہے۔ اس سے چھوٹا **<u>والی امر</u>** ہے۔ اور پھر باقی حکمرانوں کا مقام ہے جنہیں **<u>والی امر</u>** نے حکومت کے اختیارات دئے ہیں۔ یہیں اسی جملے میں یہ بات نوٹ کرلیں کہ اللہ کے بعد کے درجے والے کو **<u>والی</u>** فرمایا گیا ہے۔

<u>والی کا مقام اور ذمہ داریاں دیکھ کر معاہدہ کے مخاطب کو سمجھیں</u>

ایک اور جملہ پڑھیں جس میں معاہدے کے مخاطب کا مقام اور ذمہ داریاں بیان فرمائی ہیں یعنی فرمایا کہ:۔ ''**<u>وَلِکُلٍّ عَلَی الۡوَالِیۡ حَقٌّ بِقَدۡرِ مَا یُصۡلِحُہٗ</u>** (جملہ نمبر 122) ''اور اُن تمام طبقات کے حقوق کا ادا کرنا **<u>اَلۡوَالِی</u>** کی ذمہ داری ہے تاکہ اُن سب کی اصلاح اور بہبودی جاری رہے۔''

پہلی بات یہ واضح ہوگئی کہ اس معاہدہ کا مخاطب کوئی گورنر نہیں ہے بلکہ **<u>پوری مملکت کا سربراہ۔ حکمران یا علیؑ کی طرح کا والی ہے</u>** اور یہ کہ اس والی یا حکمران یا سربراہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ پوری مملکت کے تمام طبقات کے تمام حقوق ادا کرتا رہے۔ اور اگلے جملے (123) میں فرمایا ہے کہ:۔

''اور مملکت کا یہ سربراہ یا والی یا حکمران اپنے اوپر عائد ہونے والے اللہ کے اُن سب حقوق اور فرائض کو اُسی صورت میں ادا کرسکتا ہے جب کہ وہ والی پوری پوری کوشش کرے اور اللہ سے مدد طلب کرتا رہے اور خود کو حق پر برقرار رکھے اور پیش آنے والے حالات پر صبر سے ثابت قدم رہے خواہ پیش آنے والے حالات اس کے لئے خفیف ہوں یا مشکل ودشوار ہوں۔'' (جملہ نمبر 123)

قارئین کرام یہاں رک جائیں اوران جملوں (123-122) کو بار بار پڑھیں اور جملہ نمبر 33 سے مقابلہ کر کے سمجھیں کہ یہ عہد نامہ جس کولکھ کر دیا جارہا ہے اور جس کو اس عہد نامہ کا ذمہ دار بنایا گیا ہے وہ شخص کسی ایک صوبے کا گورنر یا عامل نہیں ہے بلکہ وہ **والی الامر ہے۔ پوری مملکت کا حکمران یا سربراہ ہے اور ساری رعیت کے ہر طبقہ کا ذمہ دار ہے** اور یہی وہ فرق ہے جو قریشی شان نزول نے پیدا کر کے اس عہد نامہ کو ہوا میں اُڑا دیا ہے اور یہ سمجھ لینے کے بعد جملہ نمبر 124 اور اس کے آگے معاہدہ کو مسلسل پڑھیں اور تصدیق کرتے چلیں کہ معاہدہ کا مخاطب پوری مملکت کا سربراہ ہے نہ کہ کسی ایک صوبے کا صوبیدار یا گورنر۔

کسی ایک گورنر کی بات ہے ہی نہیں بلکہ ایسی شاندار ہستی مخاطب ہے جس کے ماتحت سینکڑوں گورنر ہوں

پھر چلتے چلتے اور پڑھتے پڑھتے یہ جملہ پڑھو گے کہ:۔**ثُمَّ انظُرْ فِيْ اُمُوْرِ عُمَّالِکَ فَاسْتَعْمِلْهُمْ اخْتِبَارًا**'' (جملہ نمبر 188)

پھر تم اپنے گورنروں، حکام اور عہدیداروں کے معاملات اور حالات پر نظر رکھنا اُن کو امتحانات کے بعد عہدہ دینا۔'' (188)

یہ امتحان لینا اور گورنروں کا تعینات کرنا سربراہ مملکت کا کام ہے نہ کہ کسی گورنر کا۔ اسکے بعد مسلسل جملہ نمبر 199 تک پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ کیا اس معاہدے کا مخاطب کوئی کسی صوبے کا گورنر ہوسکتا ہے؟ پھر آپ جملہ نمبر 200 ملاحظہ فرمائیں جہاں اس عہد نامے کے مخاطب کو یہ اختیارات دئے گئے کہ وہ تمام گورنروں کی جانچ پڑتال کیساتھ ہی اُن پر اپنے جاسوس تعینات کردے جو ساری مملکت میں سربراہ مملکت کی آنکھیں بن کر تمام حالات واخراجات و نقل وحرکت پر نظر رکھیں۔ کیا یہ اختیارات کسی صوبے کے گورنر کو دئے جاسکتے ہیں یا کبھی کسی سربراہ مملکت نے ایسے اختیارات کسی گورنر کو دئے ہیں؟

سابقہ قریشی حکمرانوں کو شر پسند اور اسلام کو قید میں رکھنے والا فرمایا ہے

یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اسلام کو اپنا قیدی بنا کر رکھنے والی حکومتیں کسی ایک صوبے میں نہ گزری تھیں بلکہ جس مملکت پر حضرت علی علیہ السلام حکومت کر رہے ہیں یہ پوری مملکت اُن شر پسند حکمرانوں کے دست تصرف میں تھی اور پوری مملکت میں اسلام اُن شریر حکمرانوں کا قیدی تھا۔ معاہدے میں اس کا ذکر کرنے کی ہرگز ضرورت نہ ہوتی اگر معاہدہ کسی ایک صوبے کے گورنر سے ہوتا۔ (جملہ نمبر 186)

خیانت کار گورنروں کو جسمانی وروحانی سزا دینے کے اختیارات کسی گورنر کو نہیں ہوتے

خیانت کرنے والوں کو ہر قسم کی رسوا کن سزا دینے کے اختیارات کسی گورنر کو نہیں ہوتے (211-206)۔ الغرض اس معاہدہ کو غور سے پڑھنے والے ہرگز معاہدے کے مخاطب کو ایک صوبے کا گورنر نہ مانیں گے۔ بلکہ اُسے ایک عظیم الشان مملکت کا خودمختار حکمران ماننا پڑے گا۔ جسے پورے معاہدے میں اس کا پابند نہیں کیا گیا ہے کہ فلاں کام ہم سے اجازت لینے کے بعد کرنا۔ یا فلاں فلاں کاموں کی ہمیں اطلاع دینا۔ یا فلاں فلاں کام تمہارے اختیارات سے باہر ہیں۔ بلکہ معاہدے کے مخاطب کو پالیسی کے معاملات میں بالکل آزاد رکھا ہے اور مکاروں کے مقابلے میں مکارانہ چال چلنے میں مختار رکھا ہے (233-232)۔ سینکڑوں گورنروں کا اس کے ماتحت ہونا پھر دکھایا ہے (جملہ نمبر 233)۔ محکمہ سراغرسانی اور ریکارڈ تیار کرنے والوں کو جو ہدایات دی ہیں وہ سب سربراہ مملکت کے لئے ہیں۔ اُسے اختیار ہے کہ وہ اپنے بعض گورنروں کو معاہدے کرنے کا اختیار دے دے (جملہ نمبر 236)۔ بہرحال اس معاہدہ کو پڑھنے والے سو فیصد اسی نتیجے پر پہنچیں گے جو ہم نے لکھ دیا ہے اور یہ نتیجہ معاہدے میں مذکور الفاظ سے برآمد ہوتا ہے۔ قیاسات یا حسن ظن سے نہیں اور ہم ظنی اور قیاسی نتائج کو سراسر حرام اور اپنی دینی بصیرت کا مخالف سمجھتے ہیں۔

دینی ضرورت اور علوی بصیرت اور حکومت کا تقاضہ یہ ہے

کہ اس معاہدہ میں مذکور تمام ہدایات وقوانین حکومت علویہ میں روز اوّل سے نافذ ہوں اور تمام مملکت میں ہر شخص تک پہنچائے جائیں۔لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ اس مقصد کے لئے جناب مالک اشتر رضی اللہ عنہ کو حکومت کے اوّلین زمانہ میں اپنا نائب اور مختار مقرر کر کے اپنی ساری مملکت میں دورے پر بھیجا تھا۔اور صرف خونِ ناحق پر ماخوذ کرنے کا اختیار اپنے پاس رکھا تھا اور خونریزی پر بہت سی ہدایات لکھنے کے بعد فرمایا تھا کہ:۔

''وَلَا عُذْرَ لَکَ عِنْدَ اللّٰہِ وَلَا عِنْدِیْ فِیْ قَتْلِ الْعَمْدِ (جملہ نمبر 387)۔لِاَنَّ فِیْہِ قَوَدَ الْبَدَن. (جملہ نمبر 388)۔''

جان بوجھ کر ناحق قتل کا عذر نہ اللہ قبول کرے گا اور نہ میرے نزدیک قابل قبول ہوگا اس لئے کہ قتل عمد پر قصاص لیا جانا لازم ہے (388-387)۔

''لہٰذا ناحق کی خونریزی سے اپنے اقتدار اور سلطانی کو مضبوط کرنے کی کوشش کبھی نہ کرنا کیونکہ ناحق خونریزی اقتدار کو کمزور اور ہلکا کر دیتی ہے بلکہ اقتدار کو زائل کر کے دوسروں کی طرف منتقل کر دیتی ہے۔'' (جملہ نمبر 386-385)

اس معاہدے کی دیگر خصوصیات کی تشریح کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم تمام عنوانات کو سامنے لائیں اور اُن میں سے وہ پہلو واضح کریں جو ہمارے قارئین کے لئے کہیں اُلجھن پیدا کرتے ہوں۔

پہلی اُلجھن جو پہلے پانچ جملوں میں ہے

اس معاہدے کو بے اثر کر دینے کے لئے اِس کے ساتھ **شانِ نزول** لگانے والوں نے پہلے پانچ جملوں کے الفاظ میں ردوبدل کی ہے۔چنانچہ پہلے جملے کے آخر میں حضرت مالک اشترؒ کے نام کے بعد یہ جملہ فٹ کیا گیا ہے کہ **حِیْنَ وَلَّاہُ مِصْرَ** ''**جب مصر کا گورنر بنایا**'' اور پھر مصر کو پختہ کرنے کے لئے چار جملوں کے آخر میں ضمیر **ھَا** بڑھا یا یعنی:۔

خَرَاجِھَا اور **عَدُوَّھَا** اور **اَھْلِھَا** اور **بِلَادِھَا** یہ چاروں ''**ھَا**'' مصر کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

یہ چوری اس طرح پکڑی گئی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے اٹھارویں جملے میں فرماتے ہیں کہ:۔

''**ثُمَّ اعْلَمْ یَا مَالِکُ اَنِّیْ قَدْ وَجَّھْتُکَ اِلٰی بِلَادٍ قَدْ جَرَتْ عَلَیْھَا دُوَلٌ قَبْلَکَ مِنْ عَدْلٍ وَّجَوْرٍ (جملہ نمبر 18)**'' پھر اے مالک یہ سمجھ لو میں تجھے ایسے شہروں پر روانہ کر رہا ہوں جہاں تم سے پہلے ایسی حکومتیں گذر چکی ہیں جن میں عدل پرور اور جور وظلم کرنے والی حکومتیں بھی رہ چکی ہیں۔'' (18)

قارئین سوچیں اگر واقعی پہلے پانچ جملوں میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ حضور علیہ السلام ہی نے فرمایا تھا تو اس اٹھارویں جملے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ پھر پہلے جملوں میں مصر کو مخصوص اور محدود کر دیا تھا لیکن اس اٹھارویں جملے نے نہ مصر کا نام لیا نہ اُس تک مالک اشتر کی حکومت کو مصر تک محدود کیا بلکہ اُنہیں اُن سابقہ حکومتوں تک وسیع کر دیا جو ماضی میں گذری تھیں اور اُن میں ظالم حکومتیں بھی رہی تھیں اور عادل حکومتیں بھی گزری ہیں۔اور اس جملے کو قریش سے متعلق نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اُن کے زمانہ میں تو مصر ایک صوبہ تھا اور وہ مدینہ والی حکومت کے ماتحت تھا۔لہٰذا مصر کو حکومت نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ حکومت وہ کہلائے گی جس کا دار الخلافہ خود مصر ہوتا۔

بہر حال علی علیہ السلام نے لفظ ''**دُوَلٌ**'' فرمایا ہے اور اسکے معنی ہیں ''**حکومتیں**'' اِس لفظ میں صوبوں کی حکومتوں کو داخل نہیں کیا جا سکتا۔حکومت تمام صوبوں کی مرکزی حکومت کو کہا جائیگا جیسے **دولت عثمانی یا دولت عثمانیہ سلطنت ترکی تھی**۔لہٰذا فیروز اللغات (صفحہ 479) پر یہ بیان واضح کرتا ہے کہ:۔

''شاہان ٹرکی سلطان عثمان اوّل کی اولاد سے ہوا کرتے تھے جن کا خاندان کم وبیش چھ سو سال تک حکمران رہا۔ان کے وقت ٹرکی کا دارالخلافہ قسطنطنیہ رہا۔ 1914ءوالی جنگ عظیم کے کچھ عرصہ بعد جمہوریت ہوگئی اور شہنشاہیت ختم کر دی گئی اور آخری دو سلاطین وحید الدین خان اور سلطان عبدالمجید خان یکے بعد دیگرے ملک بدر کئے گئے۔اس جمہوریت کا پہلا صدر بطل اعظم مصطفیٰ کمال پاشا قرار پایا اور دارالسلطنت قسطنطنیہ کی بجائے انگورہ مقرر کیا۔''(صفحہ 479 فیروز اللغات فارسی) چند الفاظ کے بعد لکھا ہے کہ:۔ ''**دُوَل خارجہ** = غیر سلطنتیں''

عربی اردو لغت۔**اَلْمُعْجَمُ الْاَعْظَمُ** ''مرتبہ جناب علامہ محمد حسن اعظم گڑھ کے باشندے اور کراچی کے عربی کالج کے موسس اور مصر کے علما میں سے ہیں۔جلد دوم صفحہ 990 پر لکھتے ہیں:۔

وُجُوْهُ الدَّوْلَه	:	ریاست کے بڑے آدمی۔اراکینِ سلطنت۔
الدّولة العثمانيه	:	ٹرکی سلطنت جس کا بانی عثمان غازی تھا۔
الدولة السَّمَاوِيَّة	:	چین کی سلطنت
الدولة العَلِيَّة	:	دولت عثمانیہ کا شیعی نام
اَلسِّيَاسَةُ الدَّوْلِيَّة	:	بین الاقوامی پالیٹکس۔ (جلد2 صفحہ 990 پہلا اور دوسرا کالم)

مسٹر پرویز نے قرآن میں لفظ **دُوْلَه** کے معنی بیان کرتے ہوئے اپنی لغات القرآن کی جلد دوم میں لکھا ہے کہ:۔

''جس کے معنی یہ ہیں کہ حکومت کے روپیے کو بھی اوپر کے طبقہ (یعنی ارباب حلّ وعقد) کے اندر صَرف نہیں ہوتے رہنا چاہئے۔''(صفحہ 678)

اِن لغات اور علی علیہ السلام کے لفظ **دُوَلْ** سے ثابت ہوگیا کہ حضرت مالک اشترؓ کو اُن تمام شہروں اور متعلقات پر والی بنایا گیا تھا جن پر دولت ایران، دولت یونان، دولت روم، دولت فراعنہ اور دولت نماریدوغیرہ حکومتیں حکمرانی کرتی رہی تھیں۔لہٰذا یہ بات اور شانِ نزول پھر غلط ثابت ہوگیا کہ مالک اشترؓ کو مصر کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تھا اور یہ حقیقت خود معاہدے کے الفاظ سے سامنے آگئی کہ مالک اشتر ایک ہمہ گیر مملکت میں سربراہ مملکت بنا کر روانہ کئے گئے تھے۔اور اُنہوں نے دورے میں رہتے ہوئے معاہدہ میں مذکور قوانین وہدایات کو اس وقت تک نافذ کیا جب تک شہید نہ ہوگئے۔

؎ جسے بجا کہے عالم اُسے بجا سمجھو زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

یہ ایک آزمودہ اور مسلمہ حقیقت ہے جسے کسی شاعر نے اس شعر میں سمو دیا ہے اور اس کے وہی معنی ہیں جو دین کے ایک قانون میں واجب کر دیا گیا ہے اور وہ واجب مستقل قانون یہ ہے:۔

''۔**اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ**۔''یعنی''**عالمی اچھائیوں کا حکم دینا اور عالمی برائیوں سے روکنا**''

حضرت علی علیہ السلام نے جناب مالک اشتر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم نہیں دیا کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرنا بلکہ یہ بتایا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا صحیح صحیح پتہ کیسے لگانا؟اور یہ ترکیب بتائی ہے کہ تم یہ دیکھنا کہ پہلے اچھے یا برے حکمرانوں کا اور اچھائیوں اور برائیوں کا پتہ اُن باتوں سے لگا لینا جو پبلک کی زبانوں پر جاری ہوتی ہوں۔یہ نصیحت حضور علیہ السلام نے اپنے جملے 19,20,21 میں اپنے انداز میں بیان فرمائی ہے۔اور ہماری زبان میں بات یوں ہے کہ:۔

''اے مالکؓ تمہارے اعمال واقوال اور نقل وحرکت پبلک کی زبانوں پر جاری ہو جائیں گے۔اچھے ہوں گے تو تمہاری اچھائیاں چاروں

طرف گھر گھر پھیل جائیں گی جس طرح سابقہ حکمرانوں کی اچھائیاں اور برائیاں تمہیں لوگوں کی زبانوں سے سننے کو ملیں گی۔لہٰذا تمہیں پبلک سے ملتے رہنے اور رابطہ رکھنے سے یہ معلوم ہوتا رہے گا کہ پبلک کن اعمال واقوال واقدامات کو مفید اور اچھا سمجھتی ہے اور کن بنیادوں پر سابقہ حکمرانوں کی اچھائیاں یا برائیاں بیان کرتی ہے۔لہٰذا تمہارے لئے پبلک کی زبان راہنما بن جائے گی اور تم عملی اور فوری نتیجہ خیز اچھائیوں کو نمبروار نافذ کرسکو گے اور پبلک سے گہرا رابطہ رکھو گے اور یہ رابطہ تمہارے لئے اور پبلک کے واسطے طرح طرح مفید ہوگا اور تمہیں بہت مدد دے گا اور یہیں رابطہ عامہ کے لئے اپنے وزیراعظم محمد خان جونیجو (جون 1985) کی کل کی کچہری کا ذکر کردیں جو سانگھڑ میں کھلی کچہری کے نام سے قائم کی گئی تھی یعنی چودہ سو سال بعد بھی اُس رابطہ عامہ پر عمل کیا جارہا ہے جس کی ضرورت پر اِن تین جملوں (19,20,21) میں زور دیا گیا ہے۔قریش نے اس رابطہ عامہ کے قانون کو اُلٹ کر مسلمانوں تک محدود کردیا تھا اور یہ قانون جاری کیا تھا کہ: ''**مَارَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَا للّٰهِ حَسَنًا**۔''

یعنی: ''جو بات مسلمانوں کے نزدیک اچھی ہے وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔''

''**جو بھی بات مسلمانوں کے نزدیک بُری ہے وہ اللہ کے نزدیک بھی بُری ہے**'' (فلسفۃ التشریع فی الاسلام کا ترجمہ فلسفہ شریعت اسلام صفحہ 301)

یعنی ساری نوع انسان اور مختلف المذاہب کے لوگوں کی پسندیدہ عالمی شہرت کو قریش نے سمیٹ کر مسلمانوں کی پسند اور ناپسند میں محدود کردیا اور اس طرح مسلمانوں کی ہر پسند کو جائز کا اور ناپسند کو ناجائز کا معیار بنادیا اور اللہ کو اُن کی پسند وناپسند کا پابند کردیا۔لہٰذا کربلا میں جو کچھ مسلمانوں نے پسند کیا وہ اللہ کو بھی پسند کرنا پڑے گا اور یزید وابن زیاد وشمر ایسے ملاعین کو شاباش وثواب دینا پڑے گا۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْن۔

شاندار وباوقار وطرح دار وضع دار وعزت مآب وغیور گھرانوں اور بہادر وشجاع اور دیانت دار خاندانوں کا علم

یہ رابطۂ عامہ حضرت مالکؒ پر فرض کردیا گیا تھا۔یہی تو وہ ذریعہ تھا جس سے اُن لوگوں کو انتخاب کیا جاسکتا تھا جو اچھے گورنر، دیانت دار سرداران فوج، امانت واحتیاط کے پابند تحریری ریکارڈ مرتب کرنے والے موقع جنگ پر جان لڑادینے والے سپاہی ثابت ہوتے۔جن کی تفصیلات معاہدہ میں بھری پڑی ہیں اور یہی وہ طریقہ تھا جس سے دنیا پرست، کمینہ خصلت، بددیانت وبدکار لوگوں کو کلیدی مقامات سے الگ رکھا جاسکتا تھا۔اس کے ساتھ ہی یہ اصول ثابت ہوجاتا ہے کہ جن خاندانوں میں بدکاری وبددیانتی اور بے غیرتی نسلی طور پر پشت در پشت چلی آئی ہو اُن خاندانوں میں پیدا ہو کر پلنے والی نسل سے نیک عملی اور عمدہ کردار کی اُمید رکھنا غلط ہے۔اتنا ہی غلط ہے جتنا غلط بیج سے اچھا درخت پیدا ہونے اور عمدہ پھل دینے کی اُمید کرنا غلط ہے۔

بخل اور کنجوسی بھی انصاف بن جاتی ہے

نفس سے کنجوسی اور بخل کرنے کا مطلب ہے نفس امارہ سے بخل اور کنجوسی کرنا ہے۔اس لئے کہ اگر نفس کو برے کاموں کی اجازت دی دے جائے تو گناہوں کی سزائیں اور عذاب سارے جسم اور نفس کو سہنا اور برداشت کرنا لازم ہوگا۔لیکن کنجوسی اور بخل کرنے سے نفس کو عذاب سے محفوظ کرنا ہوگا جو درحقیقت نفس کے ساتھ انصاف وعدل کا سلوک ہوگا۔اس پر قرآن کریم سے حضرت یوسف علیہ السلام کی بات سنئے اور برائی سے بچنے کی تفصیل دیکھئے۔قرآن کریم حضرت یوسف علیہ السلام کی قید والے حادثہ کے ختم ہونے کی بات یوں سناتا ہے کہ:۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَابَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕاِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ o قَالَ مَاخَطْبُكُنَّ اِذْرَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ

الْـحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهُ عَنْ نَفْسِهٖ وَاِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ o ذٰلِکَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ کَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ o وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o (سورہ یوسفؑ 53-12/50)

''بادشاہِ مصر نے کہا کہ یہ بات ہے تو یوسفؑ کو میرے پاس لے کر آؤ چنانچہ حضرت یوسفؑ کو جیل سے لانے کے لئے جب بادشاہ کا بھیجا ہوا شخص حضرت یوسفؑ کے پاس آیا اور بتایا کہ آپ کو بادشاہ نے ملاقات کے لئے یاد فرمایا ہے تو یوسف نہ خوش ہوئے نہ جلدی سے جیل خانے سے نکلے بلکہ قاصد کو اتمام حجت کے لئے واپس کر دیا کہ تم جا کر اپنے رب یا بادشاہ سے کہو کہ وہ اُن عورتوں سے وہ قصہ معلوم کرے جب اُنہوں نے مجھے دیکھا اور اپنے ہوش وحواس گم کر دیئے اور پھلوں کو کاٹنے میں اپنے ہاتھوں کو بھی کاٹ لیا تھا؟ یقیناً میرا پالنے والا اُن کی چال پر اُس وقت بھی مطلع تھا اب تم بھی حقیقی پوزیشن معلوم کر کے یقین اور اقرار کر لو کہ مجھے بے قصور جیل میں قید کیا گیا تھا اس اعلان کے بعد امید کرو کہ میں ملاقات کو آسکوں گا۔ اُن عورتوں نے تفتیش پر کہا کہ بخدا ہم نے تو یوسفؑ میں برائی کا کوئی پہلو نہیں دیکھا تھا۔ اور ملکہ نے کہا کہ جب حقیقت کھل ہی گئی ہے تو میں بتاتی ہوں کہ میں نے ہی یوسفؑ کو پھانسنے کے لئے ساری چالیں چلی تھیں وہ اپنے قول وعمل میں سچا ہے۔ یوسفؑ نے بتایا کہ تفتیش کرانے سے میرا مطلب یہ تھا بادشاہ کو بھی معلوم ہو جائے کہ یوسفؑ نے بادشاہ کی غیبت میں اس کی خیانت نہیں کی تھی۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ حق پرستوں کے مقابلے میں اللہ خیانت کاروں کی چالاکیوں کو ناکام کر دیا کرتا ہے۔ **<u>مجھے اس تفتیش سے بڑائی مارنا اور اپنی ذاتی پاکبازی کا ڈھنڈورا پیٹنا مقصود نہ تھا۔ اور نفس امارہ تو جس میں بھی ہو وہ برائی ہی کا حکم دیتا ہے۔ اور برائی سے وہ محفوظ رہتا ہے جس پر اللہ نے اپنا رحم مسلط کر رکھا ہو۔ اور یہ کہ میں نے اس اتمام حجت میں بھی ملکہ کا ذکر نہیں کیا ہے چونکہ وہ میرے محسن کا ناموس ہے۔</u>**'' لہٰذا جن خواہشات اور تمناؤں کو پورا کرنے کا تقاضہ اندر سے اُبھرتا ہے اُن سب کو فطری اور زندگی کے لئے ضروری نہ سمجھ لینا چاہئے۔ بلکہ حلال وحرام مفید ومضر کا خیال بھی رکھنا چاہئے۔

<u>ساری نوع انسان لطف ومحبت اور رحم وکرم کی حقدار ہے کیونکہ؟</u>

علی علیہ السلام نے پوری نوع انسان کو دو حصوں میں تقسیم فرما دیا **<u>ایک دینی بھائی</u>** اور **<u>دوسرے تمہارے جیسے لوگ</u>** (جملہ نمبر 28)۔ بتائیے کہ نوع انسان میں ان دو کے علاوہ کوئی تیسری قسم ہے ہی نہیں تو لطف ومحبت اور رحم وکرم تمام انسانوں پر لازم ہو گیا۔ تمہیں یہ عذر وبہانہ کرنے سے بھی روک دیا کہ فلاں شخص نے عمداً یا سہواً غلط کام کیا ہے لہٰذا لطف ومحبت اور رحم وکرم کا حقدار نہیں ہے (29,30,31)۔ بلکہ تمہاری اپنی ضرورت کو تمہارے سامنے روک بنا دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جس طرح تمہیں اللہ کی معافی اور نظر اندازی کے ذخیرہ میں سے حصہ درکار ہے اسی طرح تمہاری رعایا کو تمہاری معافی اور نظر اندازی کے ذخیرہ میں سے ملنے کی امید ہے (32)۔ مطلب یہ ہے کہ تم بھی معافی اور نظر اندازی کے محتاج ہو اور وہ تمہاری ہی مثل ومانند محتاج ہیں۔ تمہیں اللہ نے معاف کر دینے اور نظر اندازی کے اختیارات دیئے ہیں انہیں استعمال کرو تاکہ اللہ تمہارے اوپر اپنے اختیارات استعمال کرے۔ یہاں رعیت اور نوع انسان کا مقام نظر آتا ہے کہ اگر تم رعایا کی خطائیں اور گناہ معاف کر دو تو تمہیں خود اللہ کے یہاں معافی ملنے کا استحقاق ملتا ہے۔ کیسے ملعون ومردود ہیں ایسے حکمران جنہوں نے ہزاروں رعیت کے انسانوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا صرف اس لئے کہ انہوں نے خمینی کے لئے توہین آمیز الفاظ کہے تھے۔ اور خمینی نے اپنے خلاف بغاوت کو اللہ کے خلاف بغاوت قرار دیا۔ حضور علیہ السلام نے رعایا کو معافی دینے پر اتنی جرات دلائی ہے کہ فرما دیا کہ تمہیں کسی کو معاف کر کے پچھتانا نہیں چاہئے اور سزا دے کر فخر نہیں کرنا چاہئے (جملہ 38-37)۔ مطلب یہ ہے کہ اگر سزا دے کر پچھتاؤ تو بہتر بات ہے۔

عوام الناس کے حقوق اور اونچے طبقہ کے حقوق

معاہدے میں بڑے غور وخوض سے پڑھنے کا مقام وہ ہے (60-55) جہاں عوام اور غربا اور مخصوصین اور امرا کے حالات وعادات اور سلوک کا ذکر فرمایا ہے وہاں عوام کو دین کا ستون، دین کا سہارا اور مسلمانوں کی حقیقی قوت اور سامان دفاع فرمایا ہے (جملہ نمبر 59) اور یہ کہ اُن کو رضامند اور خوش رکھنا لازم قرار دیا ہے اور اُن کی رضامندی کے سامنے امرا کی نارضامندی کو بے اثر فرمایا ہے۔ (جملہ نمبر۔ 56,57)

عیب جوئی کو قطعاً منع فرمایا ہے اور عیب پوشی کو لازم قرار دیا ہے

سب سے بدترین اور خطرناک آدمی عیب جو اور چغلخور کو قرار دیا ہے (جملہ 61) اور بتایا ہے کہ لوگوں میں طرح طرح کے عیب تو ہوتے ہی ہیں مگر والی پر عیب پوشی واجب ہے (جملہ 62) اور جو عیوب پوشیدہ ہوں اُن کو کھولنا منع فرمایا ہے اور ظاہر اور معلوم عیوب کی تطہیر کو لازم کیا ہے (64-63) یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ عیوب کسی نہ کسی مجبوری سے پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا لازم ہے کہ رعایا کی مجبوریوں کا پتہ لگا کر انہیں دور کر دیا جائے تو عیوب کی تطہیر شروع ہو جائے گی۔ تنگی اور تنگ دستی چوری اور خیانت کے عیوب پیدا کرتی ہے۔ نکاح اور جنسی تعلق پر مولویانہ اور متکبرانہ پابندیاں لگانے سے لوگ مجبور ہو جاتے ہیں کہ کوئی سہل طریقہ اختیار کر لیں۔ لہٰذا مجبوروں کا حرام کام کرنا مولویوں اور مغرور لوگوں کے ذمہ عائد کیا جائے گا (نور 24/33) مگر چوری خیانت اور حرام سے براہ راست حکومت پر بُرا اثر پڑے گا۔ لہٰذا تنگی وتنگ دستی اور جبر کرنے والی قوتوں کے خلاف اقدام کرو عیوب کی تطہیر خود بخود ہو جائے گی۔ یہاں یہ بھی نوٹ کرنے کی بات ہے کہ علی علیہ السلام نے جس قدر رز ور خطاؤں کی معافی پر دیا ہے اتنا ہی عیب پوشی اور ستاری پر دیا ہے اور یہاں بھی یہ فرمایا ہے کہ ستاری کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ بھی تمہارے عیوب کو چھپا دے گا۔

رعایا کے تمام طبقات اور تمام طبقات کے حقوق اور متعلقات کتاب اللہ اور سنت میں مقرر شدہ موجود ہیں

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے معاہدے میں جس شان اور تفصیل سے اُمور مملکت اور قوانین کو بیان فرمایا ہے وہ تو معاہدے میں موجود ہیں۔ مگر آپ کا یہ فرمانا کہ معاہدے میں مذکور اور مزید تمام متعلقہ تفصیلات قرآن میں اور سنت رسولؐ میں موجود ہیں اور وہ سارا ریکارڈ اہل بیتؑ کے پاس موجود ہے۔ ہر قاری کو یہ سوچنے اور دیکھنے پر متوجہ کرتا ہے کہ اس قرآن میں مملکت کا مکمل قانون کہاں ہے اور احادیث کی کتابیں اس سے کیوں خالی پڑی ہیں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ قریش نے بقولِ قرآن روز اوّل ہی سے قرآنی تعلیمات میں ہیرا پھیری، معنوی تحریف اور غلط شان نزول کے ذریعہ اُلٹ پلٹ کر دی تھی (4/46,5/41,5/13,6/66,25/30 وغیرہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنی زندگی ہی میں اللہ سے اُن کی شکایت کر دی تھی (25/30) اور اللہ نے قریش کو دشمن رسولؐ ہونے کا لقب دے دیا تھا (25/31)۔ لہٰذا حضرت علی علیہ السلام نے معاہدہ میں (جملہ 111) قریش کو جبراً اور باطل طریقہ پر حکومت اسلام پر قبضہ کر لینے والا اور اپنے غلط اور اجتہادی احکامات سے حکومت کا کاروبار چلانے والا ثابت کیا ہے اور اسی لئے اُن کو لفظ **اشرار** (جملہ 75) سے ظاہر کیا ہے اور **اشرار** کے ساتھ ہی انہیں **دین کو قید رکھنے کا مجرم** بھی فرمایا ہے (جملہ 186)۔ لہٰذا نہ اُن اشرار کے پاس دینی قوانین ودستور ہو سکتا تھا نہ وہ دینی قوانین اور دستور کو محفوظ رکھنے والے ہو سکتے تھے۔ اس لئے کہ قریشی حکومتوں نے تو دنیا کمانے کے لئے رسولؐ کی حکومت ہڑپ کی تھی۔ تاکہ دین کو قیدی بنا کر دنیا کمائیں (جملہ 187)۔ حضور علیہ السلام نے اُن وزیروں کو وزیر بنانے اور رازداری سونپنے سے بھی روکا ہے اور انہیں حرامخور اور خطرناک بتایا ہے (جملہ نمبر 75,76,77)۔ اسی لئے گورنروں اور عہدیداروں وغیرہ کے انتخاب پر تفصیلی ہدایات دی ہیں۔

(نمبر54)خط اِلٰی طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ مَعَ عِمْرَانَ ابْنِ الْحَصِيْنِ الْخُزَاعِيِ

یہ خط عمران ابن حصین کے ہاتھ طلحہ اور زبیر کو بھیجا گیا تھا

(1) سارے قریش نے اجتماعی طور پر بڑھ چڑھ کر علی علیہ السلام کی بیعت کی تھی

(2) طلحہ وزبیر نے بیعت کے بعد عہد شکنی کی تھی (3) اُن کو دنیا میں ذلت وخواری اور آخرت میں جہنم کی اطلاع دی گئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ عَلِمْتُمَا وَاِنْ كَتَمْتُمَا اَنِّیْ لَمْ اُرِدِالنَّاسَ حَتّٰی اَرَادُوْنِیْ ؛	1	حمد وثنائے خدا اور رسولؐ کے بعد حقیقت یہ ہے کہ تمہارے چھپاتے رہنے کے باوجود بھی تمہیں علم ہے کہ میں لوگوں کیطرف نہیں بڑھا تھا بلکہ لوگ بڑھ کر میرے پاس آئے تھے
وَلَمْ اُبَايِعْهُمْ حَتّٰی بَايَعُوْنِیْ ؛	2	اور نہ میں نے اپنا ہاتھ بیعت کے لئے بڑھایا تھا بلکہ لوگوں نے میری بیعت خود کی تھی؛
وَاِنَّكُمَا مِمَّنْ اَرَادَنِیْ وَبَايَعَنِیْ؛	3	اور تم دونوں بھی اُن ہی بڑھ کر آنے اور بیعت کرنے والوں میں سے ہو؛
وَاِنَّ الْعَامَّةَ لَمْ تُبَايِعْنِیْ لِسُلْطَانٍ غَالِبٍ وَّلَا لِعَرَضٍ حَاضِرٍ	4	اورعوام الناس نے میرے ہاتھ پر نہ تو تسلط اور اقتدار کے دباؤ سے بیعت کی تھی نہ کسی دنیاوی لالچ کے ماتحت بیعت کی تھی؛
فَاِنْ كُنْتُمَابَايَعْتُمَانِیْ طَائِعَيْنِ فَارْجِعَا وَتُوْبَا اِلَی اللّٰهِ مِنْ قَرِيْبٍ ؛	5	چنانچہ اگر تم دونوں نے اپنی رضامندی سے بیعت کی تھی تو اس عہد شکنی سے پلٹو اور جلدی سے اللہ کے حضور میں توبہ کرو؛
وَاِنْ كُنْتُمَابَايَعْتُمَانِیْ كَارِهَيْنِ فَقَدْ جَعَلْتُمَالِیْ عَلَيْكُمَا السَّبِيْلَ بِاِظْهَارِكُمَا الطَّاعَةَ وَاِسْرَارِكُمَا الْمَعْصِيَةَ ؛	6	اور اگر تم دونوں نے ناگواری کے ماتحت بیعت کی تھی تو اطاعت کا اعلان کر کے اور نافرمانی کو چھپا کر تم نے اپنے خلاف میرے لئے حجت قائم کر دی ہے۔(یعنی تمہیں سزا دینے کے لئے مجھے ہر جائز حق حاصل ہے)
وَلَعَمْرِیْ مَاكُنْتُمَا بِاَحَقِّ الْمُهَاجِرِيْنَ بِالتَّقِيَّةِ وَالْكِتْمَانِ	7	اور میں اپنی زندگی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم اپنی قلبی کیفیت پر تقیہ کرنے اور اپنے منصوبے کو چھپانے میں باقی مہاجرین سے زیادہ حقدار نہ تھے۔
وَاِنَّ دَفْعَكُمَا هٰذَا الْاَمْرَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَدْ خُلَافِيْهِ كَانَ اَوْسَعَ عَلَيْكُمَا مِنْ خُرُوْجِكُمَا مِنْهُ بَعْدَ اِقْرَارِكُمَا بِهٖ ؛	8	اور میری بیعت کرنے سے پہلے پہلے تمہارے لئے میری بیعت کا انکار کر دینے کی اِس سے زیادہ گنجائش تھی جتنی کہ اب تمہارے بیعت اور اقرار کے بعد اس سے نکلنے کی رہ گئی ہے۔
وَقَدْ زَعَمْتُمَا اَنِّیْ قَتَلْتُ عُثْمَانَ ؛ فَبَيْنِیْ وَبَيْنَكُمَا مَنْ تَخَلَّفَ عَنِّیْ وَعَنْكُمَا مَنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ؛	9	اور تمہارا یہ خیال کہ میں نے عثمان کو قتل کیا ہے اس کے لئے مدینہ کے وہ لوگ گواہ کافی ہیں جو تم سے بھی اور مجھ سے بھی کنارہ کش اور مخالف ہیں۔
ثُمَّ يُلْزَمُ كُلُّ امْرِیءٍ بِقَدْرِ مَا احْتَمَلَ ؛	10	اِسکے بعد ہر شخص پر اسی قدر ذمہ داری ہے جتنا کسی نے قتل عثمان میں حصہ لیا ہو۔

فَارۡجِعَا اَیُّهَا الشَّیۡخَانِ عَنۡ رَاۡیِکُمَا ؛	11	لہٰذا اے دونوں شیخو تم اپنی غلط رائے سے رجوع کرلو۔
فَاِنَّ الۡاٰنَ اَعۡظَمُ اَمۡرِکُمَا الۡعَارُ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّجۡتَمِعَ الۡعَارُ وَالنَّارُ .وَالسَّلَامُ۔	12	اِس لئے کہ اِس وقت تو تمہارے سامنے صرف رسوائی ہے اور قبل اِس کے توبہ کرلو کہ تمہاری رسوائی کے ساتھ جہنم بھی شامل ہوجائے۔ والسلام

تشریح:۔ یہ خط وہ بہانے سامنے لاتا ہے جو طلحہ اور زبیر بیعت کو توڑنے اور مخالفت کرنے کے لئے کررہے تھے۔ اِن بہانوں سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ یہ دونوں بیعت کرچکے تھے اور یہ دونوں باتیں یعنی بیعت کرنا اور مخالفت کرنا ثابت ہوتے ہی طلحہ اور زبیر کا جہنمی ہونا ثابت ہوجاتا ہے اور حضرت علی علیہ السلام نے خود بھی اسی خط میں اُن کے جہنمی ہونے پر مہر لگادی ہے لہٰذا مزید کسی بھی بحث اور عذر کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ چونکہ طلحہ اور زبیر کے لئے اور اُن کے علاوہ بہت سے جہنمیوں کے لئے قریش نے اپنی کہانیوں میں جنتی ہونے کی پیشینگویاں لکھ رکھی ہیں۔ اُس سے بھی اُن سب کا جہنمی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یعنی یہ لوگ قریش کے بڑے عظیم الشان لیڈر تھے اور ضروری تھا کہ قریشی حکومتیں اُن کو جہنم سے بچانے کی روایات یا افسانے تیار کریں اور اُن روایات اور افسانوں کو صحیح ثابت کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگادیں۔ یہ زور لگانا بھی اسی کو ثابت کرتا ہے کہ وہ لوگ جہنمی تھے۔ مجرم کی وہ باتیں جو اُس نے اپنے جرم یا مجرم کو بچانے کے لئے تیار کی ہوں عدالت میں قابل قبول نہیں ہوا کرتیں۔ اُن تمام لوگوں کا قریشی لیڈر رہنا اور چھ سات صدیوں تک قریش کی اپنی حکومت قائم رہنا اور تمام کتابیں قریشی حکومتوں کا تیار کرنا ایسی حقیقتیں ہیں جن کا اور تو اور خود قریش اور قریشی علما بھی انکار نہیں کرسکتے۔ لہٰذا قریشی لیڈروں کے حق میں قریشی تاریخ کو قبول کرلینا خود مجرموں میں شامل ہوجانے کے مترادف ہے۔ لہٰذا قریش اپنی تیار کردہ تاریخ اور کتب احادیث وتفاسیر وغیرہ کی رو سے مجرم ثابت ہوتے ہیں۔

(نمبر 55) خط اِلٰی مُعَاوِیَۃَ : معاویہ کے نام

(1) معاویہ کی لگام شیطان کے ہاتھ میں (2) دنیا کے وجود کا مقصد؟ (3) معاویہ کے اہل دانش نے نادانوں کو اُکسا کر جنگی تیاری کی (4) علیؑ کا قسمیہ بیان میدان جنگ کو نہ چھوڑنا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

اَمَّابَعۡدُ فَاِنَّ اللّٰهَ سُبۡحَانَهٗ قَدۡ جَعَلَ الدُّنۡیَا لِمَا بَعۡدَهَا؛	1	حمد وصلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ اللہ نے یقیناً اس دنیا کو بعد میں آنیوالے زمانہ کیلئے پیدا کیا ہے؛
وَابۡتَلٰی فِیۡهَا اَهۡلَهَا ؛	2	اور اس دنیا میں اہل دنیا کی آزمائش مقصود ہے؛
لِیَعۡلَمَ اَیُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؛	3	تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ اہل دنیا میں کس کس کے اعمال بہترین ہیں؛
وَلَسۡنَا لِلدُّنۡیَا خُلِقۡنَا ؛	4	اور ہمیں دنیا کے لئے پیدا نہیں کیا ہے؛
وَلَا بِالسَّعۡیِ فِیۡهَا اُمِرۡنَا ؛	5	اور نہ ہمیں دنیا کے لئے دنیا میں کوشاں رہنے کا حکم دیا ہے؛
وَاِنَّمَا وُضِعۡنَا فِیۡهَا لِنُبۡتَلٰی بِهَا ؛	6	اور حقیقت یہی ہے کہ ہمیں یہاں آزمائش کے لئے رکھا ہوا ہے؛

وَقَدِ ابْتَلانِی اللّٰهُ بِکَ وَابْتَلاکَ بِیْ ؛	7	اور درست یہ ہے کہ اللہ نے تیرے ذریعہ سے میری اور میرے ذریعہ سے تیری آزمائش کی ہے؛
فَجَعَلَ اَحَدَنَا حُجَّةً عَلَی الْاٰخَرِ ؛	8	چنانچہ ہم دونوں کوایک دوسرے پر حجت قرار دیا ہے؛
فَعَدَوْتَ عَلٰی طَلَبِ الدُّنْیَا بِتَاوِیْلِ الْقُرْآنِ ؛	9	چنانچہ تونے قرآن کی غلط تفہیم کے ذریعہ سے دنیا حاصل کرنا شروع کردی؛
وَطَلَبْتَنِیْ بِمَالَمْ تَجْنِ یَدِیْ وَلَالِسَانِیْ ؛	10	اور مجھ سے وہ کچھ طلب کرنا شروع کردیا جس میں میرے ہاتھ اور میری زبان دونوں ملوث نہیں ہوئے؛
وَعَصَبْتَهُ اَنْتَ وَاَهْلُ الشَّامِ بِیْ ؛	11	مگر تم نے اوراہل شام نے ملکراُسے میرے ذمہ لگادیا؛
وَاَلَبَّ عَالِمُکُمْ جَاهِلَکُمْ وَقَائِمُکُمْ قَاعِدَکُمْ ؛	12	تمہارے علمانے لاعلم لوگوں کواور لیڈروں نے بیٹھے ہوئے لوگوں کو جنگ کے لئے آمادہ کردیا ہے؛
فَاتَّقِ اللّٰهَ فِیْ نَفْسِکَ ؛	13	تم اَے معاویہ اپنی جان کے متعلق خوف خدا سے کام لو؛
وَنَازِعِ الشَّیْطَانَ قِیَادَکَ ؛	14	اور شیطان سے اپنی لگام چھڑالو؛
وَاصْرِفْ اِلَی الْاٰخِرَةِ وَجْهَکَ؛	15	اور دنیا سے مڑکر آخرت کی طرف اپنا منہ گھمالو؛
فَهِیَ طَرِیْقُنَا وَطَرِیْقُکَ ؛	16	کیونکہ آخرت ہی ہمارے اور تمہارے طریقوں کے مطابق ہے؛
وَاحْذَرْ اَنْ یُّصِیْبَکَ اللّٰهُ مِنْهُ بِعَاجِلِ قَارِعَةٍ تَمَسُّ الْاَصْلَ ؛	17	اوراس بات سے ڈروکہ کہیں اللہ تمہیں کسی ناگہانی آفت میں نہ جکڑ لے جس سے تمہاری جڑ ہی اُکھڑ جائے؛
وَتَقْطَعُ الدَّابِرَ ؛	18	اور تمہاری نسل ہی منقطع ہوکررہ جائے؛
فَاِنِّیْ اُوْلِیْ لَکَ بِاللّٰهِ اَلِیَّةً غَیْرَ فَاجِرَةً ؛	19	لہٰذا میں تمہارے معاملے میں اللہ کے نام کا حلف اُٹھاتا ہوں ایسا حلف جس کے ٹوٹنے کی گنجائش نہیں ہے کہ:
لَئِنْ جَمَعَتْنِیْ وَاِیَّاکَ جَوَامِعُ الْاَقْدَارِ لَااَزَال بِبَاحَتِکَ . حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا وَهُوَ خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ (اعراف 7/87)	20	اگر مجھے اورتمہیں تقدیر کے جمع کرنیوالے نے ایک جگہ اکٹھا کردیا تواس وقت تک تمہارے مقابلے میں میدان نہ چھوڑونگا جب تک اللہ ہمارے درمیان فیصلہ نہ کردے اوروہ تمام فیصلہ کرنیوالوں سے اچھا فیصلہ کرنیوالا ہے۔

تشریح: خط کے آخری دونوں جملے بتاتے ہیں کہ یہ خط صفین کی جنگ کے بعد کسی زمانے میں لکھا گیا ہے اور یقیناً اس خط کے بعد ہی معاویہ نے سازشوں کے ذریعہ سے حضرت علی علیہ السلام کواپنے سے دور دور رکھنے کے انتظامات کئے۔ تاکہ حضوؑر کے اس حلف سے بچنے کا موقع ملے اور آخری سازش کے ذریعہ سے بچ ہی گیا اور حضوؑر شہید ہوگئے۔

(نمبر56)خط

" وَصّٰی بِهٖ شُرَیْحَ ابْنَ هَانِیْءٍ لَمَّا جَعَلَهٗ عَلٰی مُقَدِّمَتِهٖ اِلَی الشَّامِ "

اس تحریر کے ذریعہ سے شُریح ابن ھانی کو وصیت کے طور پر ہدایات دیں جب ملک شام کو جانے والی فوج کے مقدمہ کا انہیں سردار بنایا تھا"

اپنی نگرانی کرنے اور خود پر قابو رکھنے کیلیئے چند ہدایات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

اِتَّقِ اللّٰهَ فِیْ كُلِّ صَبَاحٍ وَّمَسَآءٍ ؛	1	صبح ہو یا شام ہو ہر وقت اللہ کے سامنے ذمہ دار رہنا؛
وَخَفْ عَلٰی نَفْسِكَ الدُّنْیَا الْغَرُوْرَ ؛	2	اور اپنی ذات کے لئے اس فریبی دنیا سے ڈرتے رہنا؛
وَلَا تَاْمَنْهَا عَلٰی حَالٍ ؛	3	اور کسی حال میں بھی دنیا سے بےفکر نہ ہو جانا؛
وَاعْلَمْ اَنَّكَ اِنْ لَّمْ تَرْدَعْ نَفْسَكَ عَنْ كَثِیْرٍ مِّمَّا تُحِبُّ فَخَافَةَ مَكْرُوْهٍ سَمَتْ بِكَ الْاَهْوَآءُ اِلٰی كَثِیْرٍ مِّنَ الضَّرَرِ ؛	4	اور یہ سمجھ رکھو کہ اگر تم نے کسی ناگواری کے ڈر سے اپنے نفس کو اُن بہت سی باتوں سے نہ روکا جو تمہیں محبوب ہیں تو پھر تمہاری نفسانی خواہشیں تمہیں بہت سی نقصان والی باتوں پر رضامند کرلیں گی؛
فَكُنْ لِنَفْسِكَ مَانِعًا رَادِعًا ؛	5	لہٰذا تم اپنے نفس کو روکنے اور ٹوکنے کا عادی بنائے رکھو؛
وَلِنَزْوَتِكَ عِنْدَ الْحَفِیْظَةِ وَاقِمًا قَامِعًا ؛	6	اور غصہ کے عالم میں اپنی تگ ودو کودباتے اور کچلتے رہنا۔

تشریح:۔ یہاں یہ یاد دلانا ہے کہ گیارہویں خط کی تشریح میں تفصیلات آچکی ہیں۔ جو ایڈوانس گارڈ جنگ صفین کے لئے روانہ کیا گیا تھا اُس میں کُل بارہ ہزار سوار تھے اور دو سردار مقرر کئے گئے تھے اُن میں سے ایک زیاد ابن نضر حارثی تھا جو آٹھ ہزار جوانوں کا سردار تھا اور دوسرا یہی شریح ابن ھانی تھا۔ جسے چار ہزار جوان دیئے گئے۔ اپنی پیاری چیزوں کو اختیار کرلینے اور دنیا کی فریب کاریوں سے بےخوف ہو جانے ہی کا نتیجہ تھا جو نہ صرف حضرت مالک اشتر رضی اللہ تعالیٰ کو بھگتنا پڑا بلکہ جناب محمد بن ابی بکر بھی دشمن کے ہتھے چڑھ گئے اور حکومت مصر اور ملک مصر ہاتھ سے جاتا رہا اور حضرت علی علیہ السلام کو بھی حد بھر صدمہ ہوا۔ لہٰذا دیکھنے میں یہ ہدایات سادہ اور معمولی معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر مسلسل اور ہر حال میں انہیں سامنے رکھا جائے اور اُن پر عمل کیا جائے تو ہر میدان میں کامیابی لازم ہوگی۔ ہمیں حلال چیزوں کے استعمال میں خوف وخطرہ محسوس کرتے رہنا چاہئے۔ زیادہ تر حلال چیزوں کی طرف سے بےفکر و لاپرواہ ہو جانا ہی آدمی کو نقصان پہنچاتا رہا ہے۔ **حرام میں مضرت واضح ہوتی ہے اور حلال میں یہ تہہ در تہہ پوشیدہ ہوتی ہے۔**

(نمبر57)خط اِلٰی اَھْلِ الْکُوْفَۃِ عِنْدَ مَصِیْرِہٖ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ اِلَی الْبَصْرَۃِ

اہل کوفہ کے نام مدینہ سے بصرہ جاتے ہوئے لکھا۔ جس کے بعد جنگ جمل واقع ہوئی تھی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ خَرَجْتُ مِنْ حَیِّی ھٰذَا؛	1	حمدوثنائے خدااور رسولؐ کے بعد سنو کہ میں اس رٹھان (عارضی بستی) سے نکل کھڑا ہوا ہوں؛
اِمَّاظَالِمًا وَّاِمَّا مَظْلُوْمًا ؛	2	یا تو میں ظالم کی حیثیت میں نکلا ہوں یا مظلوم کی حیثیت سے؛
وَاِمَّا بَاغِیًا وَّاِمَّا مُبْغِیًّا عَلَیْہِ ؛	3	اور یا میں باغی کی حیثیت میں نکلا ہوں یا مجھے باغیوں نے نکالا ہے؛
وَاَنَا اُذَکِّرُ اللّٰہَ مَنْ بَلَغَہٗ کِتَابِیْ ھٰذَالَمَّا نَفَرَاِلَیَّ ؛	4	بہرحال جن لوگوں تک میرا یہ خط پہنچے اُنہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ فوراً آئیں؛
فَاِنْ کُنْتُ مُحْسِنًا اَعَانَنِیْ وَاِنْ کُنْتُ مُسِیْئًا اسْتَعْتَبَنِیْ	5	اگر میں برسرِحق ہوں تو میری مدد کریں اور اگر میں برسرِناحق ہوں تو، مجھے حق کی طرف موڑیں۔

تشریح:۔ اسی سلسلے کا ایک خط گذر چکا ہے یہاں خاص بات یہ ہے کہ آپؑ نے مدینہ کی وہ پوزیشن بیان فرمائی ہے جو محمدؐ وعلیؑ اور اُن کے خاندان علیہم السلام کی نظر میں رہتی رہی ہے اور جو ہم اس شہر کو دیتے ہیں۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو زہر سے قتل کرنے اور حضرت فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا کو میراث رسولؐ سے محروم کرنے اور حکومت رسولؐ پر مستقل قبضہ کرنے کے تمام واقعات اسی شہر میں ظہور پذیر ہوئے۔اس خط میں حضور علیہ السلام نے بات یہاں سے شروع کی ہے کہ:۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ خَرَجْتُ مِنْ حَیِّی ھٰذَا ۔(نمبر57خط، جملہ نمبر1)

''حمدوثنائے خدااور رسولؐ کے بعد معلوم ہو کہ میں **اِس رٹھان** سے نکل کھڑا ہوا ہوں۔''

علی نقی طہرانی کا ترجمہ:۔ ''**من از جائے قبیلۂ خود** (از مدینہ) بیرون آمدم'' (ترجمہ نہج البلاغہ جلد دوم صفحہ 1032)

مفتی کا ترجمہ:۔''دو ہی صورتیں ہیں یا تو میں ''**اپنے قوم وقبیلے کے شہر سے**'' باہر نکلا ہوں۔'' (جلد3 صفحہ 146)

قارئین حضور علیہ السلام کے پہلے جملے کو دیکھیں وہاں نہ قوم کا لفظ ہے نہ قبیلہ کا لفظ ہے اور نہ شہر کی بات ہے لیکن ان دونوں مترجمین کے اپنے ترجمہ میں اپنے پاس سے وہ الفاظ خود لکھ دئے ہیں جن کو حضورؑ نے ترک کر دیا تھا۔حضورؑ کو لفظ قوم بھی معلوم تھا وہ لفظ قبیلہ بھی کہنا جانتے تھے لفظ بلد ومدینہ سے بھی واقف تھے۔مگر مدینہ کو یا اپنی ترک کی ہوئی چھوڑی ہوئی جگہ اِن میں کسی لفظ سے یاد کرنا پسند نہ کرتے تھے۔مگر اِن مترجمین نے اپنی جیب سے وہ تمام الفاظ لکھ دیئے جن کا مدینہ حق دار نہ تھا۔یعنی یہ مترجمین درحقیقت ترجمہ نہیں کرتے بلکہ حضرت علی علیہ السلام کی اصلاح کرتے ہیں اور انہیں تعلیم دیتے ہیں کہ یوں کہنا غلط ہے یوں کہا ہوتا۔

لفظ ''حَیِّ'' کا ترجمہ:۔

جناب علامہ الشیخ محمد عبدہ اَعلَی اللّٰہ مقامہ مفتی دیار مصر نے لفظ ''**حَیِّی**'' کا ترجمہ کیا ہے:۔

موطن القبیلہ اَوْمنزلھا (نہج البلاغہ صفحہ 114)

ڈکشنریوں لغات کے تراجم: 1۔ کسی شہر کا محلّہ 2۔ قوم وقبیلہ 3۔ کسی قبیلہ کا پڑاوَ 4۔ کھلا راستہ۔ (معجم اعظم جلد 2 صفحہ 717)

یہ تمام معنی یا ترجمے اُس وقت تک غلط رہیں گے جب تک ان میں سے الفاظ قوم۔ قبیلہ۔ وطن اور شہر نہ نکال دیئے جائیں۔ لہٰذا اس حیثیت سے لفظ ''پڑاوَ'' اور ''منزل'' کو صحیح ترجمہ کہا جاسکتا ہے۔ ہم نے لفظ ''حَـيّ'' کا ترجمہ ''رِٹھان'' کہا ہے جو ہندی کا لفظ ہے لیکن سو فیصد صحیح ترجمہ ہے۔ ''حَيّ یا رِٹھان'' کو سمجھنے کیلئے یہ سنیں کہ شہر کے بسنے والے کاشتکار روزانہ اپنے گھروں سے ہل۔ بیل اور کاشت کے دیگر اوزار وآلات کھیتوں پر لے جانے کے بجائے کھیتوں ہی میں عارضی تعمیر کرلیتے ہیں جہاں کام سے فارغ ہوکر گھوڑوں، اونٹوں یا بیلوں کو باندھتے ہیں۔ وہیں انہیں چارہ اور گھاس دانہ کھلاتے ہیں اور خود بھی گھر، شہر سے آیا ہوا کھانا وہیں کھاتے ہیں اور آرام کرتے ہیں ضروری کاموں کیلئے شہر میں گھر پر بھی آتے جاتے رہتے ہیں اِس کو رِٹھان یا حَيّ کہا جاتا ہے۔ حَيّ اسلئے کہ وہاں زندگی اور ضروریات زندگی موجود ملتی ہیں۔ آنے جانے والے پاس سے گزرنے والے لوگ اور مسافر بھی وہاں آرام کرلیتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ مدینے میں محمد وعلی علیہم السلام کے قبیلہ کے لوگ اوس وخزرج نابتی خاندان سے تھے۔ مگر قریشی لوگوں کی موجودگی سے اِن قبائل کی نفی کی گئی ہے۔ کربلا میں شہید ہونیوالوں میں کوئی مدنی یا مکی شخص نہ تھا یعنی ان مقدس کہلانے والے شہروں میں کوئی بھی خاندانِ رسوؐل کا حمایتی یا فدا کار نہ تھا۔ اور اسی کی سزا میں اللہ نے اُن پر مسلم کو مسلط کیا تھا جس نے تین دن اور راتیں وہاں بارہ ہزار فوجیوں کو قتل وغارت اور عصمت دری کی اجازت دی اور مدینہ میں لاتعداد حرامی بچے پیدا ہوئے۔ 12 ہزار کی تعداد غلط ہے بارہ ہزار فوجی تو عصمت دری کرنیوالوں کی تعداد ہے وہاں کسی عورت کا حرام سے بچ جانا ناممکن تھا اور اسی لئے خاندان رسوؐل کو یزید نے باہر خیموں میں رکھا تھا۔ اور یہیں سے حرام نسلیں پھیلتی اور دشمنان محمدؐ وعلیؑ کی تعداد میں اضافہ کرتی رہیں۔ اور انہی نسلوں کے افراد اہل بیت علیہم السلام کے خلاف جتنا زہر اُگل سکتے تھے اُگلتے اور کتابوں میں جمع کرتے رہے جو آج ہمارے پاس موجود ہے۔ کہیں کہیں شاذ ونادر کسی حلالی کا بیان بھی ملتا ہے جس میں سچی باتیں اور مدحِ اہل بیتؑ بھی مل جاتی ہے۔ یہ تھا ایک لفظ ''حَيّ'' میں سمویا ہوا مطلب۔

خط (نمبر 58) كَتَبَهٗ اِلٰى اَهْلِ الْاَمْصَارِ يَقْتَصُّ فِيْهِ مَاجَرٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَهْلِ صِفِّيْنَ

جنگ صفین کی تفصیل سے مطلع کرنے کیلئے مختلف شہروں اور بستیوں کے لوگوں کو لکھ کر آگاہ کیا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

وَكَانَ بَدْءُ اَمْرِنَا اَنَّا الْتَقَيْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ اَهْلِ الشَّام ؛	1	ابتدائی صورتِ حال یوں تھی کہ ہم اور ملک شام کی ایک خاص قوم آمنے سامنے آئے؛
وَالظَّاهِرُ اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ ؛	2	اور ظاہری حالت یہ تھی کہ ہمارا پروردگار ایک تھا؛
وَنَبِيَّنَا وَاحِدٌ؛	3	اور ہمارا نبیؐ ایک تھا؛
وَدَعْوَتَنَا فِى الْاِسْلَامِ وَاحِدَةٌ ؛	4	اور ہماری اسلامی دعوت بھی ایک ہی تھی؛
وَلَانَسْتَزِيْدُهُمْ فِى الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَالتَّصْدِيْقِ بِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَسْتَزِيْدُوْنَنَا ؛	5	اور نہ ہم نے اُن سے یہ چاہا کہ وہ ایمان باللہ میں یا تصدیق رسوؐل میں کچھ اضافہ کرلیں اور نہ وہ ہم سے زیادہ چاہتے تھے؛
وَالْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ ؛	6	اور ہماری مملکتی ضروریات بھی ایک تھیں سوائے اس اختلاف کے جو ہم میں عثمان

		کے خون کے بارے میں ہو گیا تھا؛
وَنَحْنُ مِنْهُ بُرَآءٌ ؛	7	اور حقیقت میں ہم خونِ عثمان سے بالکل بری الذمہ تھے؛
فَقُلْنَا : تَعَالَوْا نُدَاوِیْ مَالَا یُدْرَکُ الْیَوْمَ بِاِطْفَآءِ النَّائِرَةِ وَ تَسْکِیْنِ الْعَامَّةِ ؛ حَتّٰی یَشْتَدَّ الْاَمْرُ وَ یَسْتَجْمِعَ ؛	8	چنانچہ ہم نے اُن سے کہا تھا کہ آؤ فتنہ کی آگ بجھا کر اور عوام کا جوش ٹھنڈا کر کے اس کا مداوی کریں یہاں تک کہ صورتحال اطمینان بخش ہو جائے اور اتحاد پیدا ہو جائے؛
فَنَقْوٰی عَلٰی وَضْعِ الْحَقِّ فِیْ مَوَاضِعِهٖ ؛	9	پھر ہمیں یہ قوت حاصل ہو جائیگی کہ ہم حق کو اُس کی صحیح جگہ پر قائم کر سکیں؛
فَقَالُوْا : بَلْ نُدَاوِیْهِ بِالْمُکَابَرَةِ ؛	10	لیکن ان لوگوں نے کہا کہ ہم اس کا مداویٰ جنگ آزمائی سے کریں گے؛
فَاَبَوْا حَتّٰی جَنَحَتِ الْحَرْبُ وَرَکَدَتْ ؛	11	اور جب اُنہوں نے ہماری تجویز کا انکار کر دیا تو جنگ نے پیر پھیلا دئے اور جم کر کھڑی ہو گئی؛
وَوَقَدَتْ نِیْرَانُهَا وَحَمِسَتْ ؛	12	جنگ کے شعلے بلند ہو گئے اور شدت بڑھ گئی؛
فَلَمَّا ضَرَّسَتْنَا وَاِیَّاهُمْ ؛	13	اور جب جنگ نے ہم دونوں کو دانتوں سے کاٹا؛
وَوَضَعَتْ مَخَالِبَهَا فِیْنَا وَفِیْهِمْ ؛	14	اور دونوں کو اپنے پنجوں میں دبوچ لیا؛
اَجَابُوْا عِنْدَ ذٰلِکَ اِلَی الَّذِیْ دَعَوْنَا هُمْ اِلَیْهِ ؛	15	تب وہ اُس بات پر رضامند ہو گئے جو ہم نے تجویز کی تھی؛
فَاَجَبْنَا هُمْ اِلٰی مَادَعَوْا ؛	16	چنانچہ ہم نے اپنی اس دعوت کو اُن کی زبانی قبول کر لیا؛
وَسَارَعْنَا هُمْ اِلٰی مَاطَلَبُوْا ؛	17	اور اُن کی مانگ کو جلدی سے مان لیا؛
حَتّٰی اسْتَبَانَتْ عَلَیْهِمُ الْحُجَّةُ ؛	18	یوں اُن کے اوپر حجت قائم ہو گئی؛
وَانْقَطَعَتْ مِنْهُمُ الْمَعْذِرَةُ ؛	19	اور اب اُن کے لئے کسی بھی عذر کی گنجائش باقی نہ رہی؛
فَمَنْ تَمَّ عَلٰی ذٰلِکَ مِنْهُمْ فَهُوَ الَّذِیْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنَ الْهَلَکَةِ ؛	20	اب اُن میں سے جو اپنے عہد کو پورا کرے گا وہ ہی ایسا شخص ہوگا جسے اللہ ہلاکت سے بچالے گا؛
وَمَنْ لَجَّ وَتَمَادٰی فَهُوَ الرَّاکِسُ الَّذِیْ رَانَ اللّٰهُ عَلٰی قَلْبِهٖ ؛	21	اور جو شخص ہٹ دھرمی کرتے ہوئے گمراہی میں دھنستا جائے گا تو وہ عہد شکن ہوگا جس کے دل پر اللہ نے مہر لگا دی ہوگی؛
وَصَارَتْ دَائِرَةُ السُّوْءِ عَلٰی رَاْسِهٖ .	22	اور حادثاتِ زمانہ اس کے سر پر منڈلاتے رہیں گے۔

تشریح:۔ پہلی بات تو یہ نوٹ کریں کہ حضرت علی علیہ السلام ساری مملکت کو حالات و واقعات سے آگاہ کرنے کے لئے یہ خط یعنی ملک بھر میں گشت کرنے والا گشتی خط (Circular) ارسال فرماتے ہیں تو یہ کیسے اور کونسی عقل سے باور کیا جائے گا کہ آپ قوانین و قواعد اور ضوابط سے مملکت کو مطلع نہ رکھتے ہوں گے۔ بالکل اسی طرح قارئین سمجھ لیں کہ جناب مالک اشترؒ پوری مملکت میں دورہ یا گشت کرنے والے حکمران بنائے گئے تھے جن کو بعینہ وہ اختیارات دئے گئے تھے جو خود حضرت علی علیہ السلام کو حاصل اور معاہدہ میں مذکور تھے۔ دوسری بات یہ نوٹ کریں کہ حضور علیہ السلام نے معاویہ کو شکست و ریخت کے مضحکہ خیز حالات یا قرآن کو نیزوں پر اُٹھانا اور فریاد و فغاں کرنا اس سرکلر میں نہیں لکھے ہیں۔ یعنی اُن کی صحیح تو ہین بھی نہیں کی ہے اور قابل مذاق

لوگوں کا بھی مذاق نہیں اُڑایا ہے۔ یہ بھی نہیں فرمایا کہ معاویہ نے ہم پر پانی بند کر دیا تھا اور ہم نے اُن پر پانی کو کھلا رکھا تھا۔ یعنی یہ گشتی خط نہ پبلک کی خوشامد کرتا ہے نہ معاویہ کی بے عزتی کرتا ہے۔ نہایت سنجیدگی سے معاویہ کو ہم پلہ اور برابر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور صرف اشد ضروری حالات اور واقعات نوٹ کرائے گئے ہیں اور غپ شپ کے جذبے کو پاس نہیں آنے دیا گیا۔ یہ کہنے میں بھی حضورؑ کی کسر شان تھی کہ معاویہ نائلہ کی انگلیوں اور حضرت عثمان کے کُرتے سے اشتعال پھیلاتا رہا ہے۔

(نمبر59) خط — اِلٰی الْاَسْوَدِ ابْنِ قَطِیْبَۃَ صَاحِبِ جُنْدِ حُلْوَانِ

اسود بن قطیبہ حلوان کی فوج کے سردار کے نام

انسانی حقوق کی برابری پر زور دیا ہے۔ اپنی ذات کی حفاظت کی تاکید فرمائی ہے۔ بیکار رہنے کی مذمت کی ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْوَالِیَ اِذَا اخْتَلَفَ هَوَاهُ مَنَعَهُ ذٰلِکَ کَثِیْرًا مِّنَ الْعَدْلِ ؛	1	حمد خدا اور رسولؐ کے بعد معلوم ہو کہ اگر حکمراں کے ذاتی خیالات میں ہم آہنگی کے بجائے اختلاف و تضاد ہوگا تو وہ اُسے اکثر عدل کرنے سے مانع ہوگا؛
فَلْیَکُنْ اَمْرُ النَّاسِ عِنْدَکَ فِی الْحَقِّ سَوَاءً ؛	2	لہٰذا حقوق کے سلسلے میں تمام انسان تیرے نزدیک برابر ہونا چاہئیں؛
فَاِنَّهُ لَیْسَ فِی الْجَوْرِ عِوَضٌ مِّنَ الْعَدْلِ ؛	3	یہ اس لئے کہ ظلم و زیادتی کبھی بھی عدل کے قائم مقام نہیں ہو سکتے؛
فَاجْتَنِبْ مَاتُنْکِرُ اَمْثَالَهُ ؛	4	اس سلسلے کی مانند و مثل جو کام تمہیں برے لگتے ہیں اُن سے خود بھی بچ کر رہا کرو؛
وَابْتَذِلْ نَفْسَکَ فِیْمَا افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَیْکَ رَاجِیًا ثَوَابَهُ وَمُتَخَوِّفًا عِقَابَهُ ؛	5	اور جو کچھ اللہ نے تم پر فرض کیا ہے اُسے پورا کرنے میں کشادہ دلی اور سخاوت سے کام لیا کرو اور اچھے اعمال پر ثواب کی اُمید اور برے اعمال پر عذاب کا خوف رکھا کرو؛
وَاعْلَمْ اَنَّ الدُّنْیَا دَارُ بَلِیَّةٍ لَّمْ یَفْرُغْ صَاحِبُهَا فِیْهَا قَطُّ سَاعَةً اِلَّاکَانَتْ فَرْغَتُهُ عَلَیْهِ حَسْرَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؛	6	اور یہ جان لو کہ یہ دُنیا آزمائشوں کا گھر ہے یہاں جو شخص ایک گھڑی بھی بیکار رہ کر گزارے گا تو قیامت کے دن وہ بیکار گھڑی اسکے لئے حسرتوں کا سبب بن جائیگی؛ (یعنی انسان کو جب بھی فرصت ملے تو اُسے نئی متوقع آزمائشوں اور اعمال کے نتائج سے تحفظ کرنا چاہئے)؛
وَاَنَّهُ لَنْ یُّغْنِیَکَ عَنِ الْحَقِّ شَیْءٌ اَبَدًا ؛	7	اور یہ بھی سمجھ لو کہ کوئی چیز بھی تم کو حق سے بے نیاز نہیں کر سکتی ہے؛
وَمِنَ الْحَقِّ عَلَیْکَ حِفْظُ نَفْسِکَ ؛	8	اور تم پر حقوق خداوندی میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ تم اپنے نفس کی حفاظت کرتے رہو؛
وَالْاِحْتِسَابُ عَلَی الرَّعِیَّةِ بِجُهْدِکَ ؛	9	اور اپنی کوشش اور وسعتوں کے مطابق رعیت کی نگرانی کرتے رہو؛
فَاِنَّ الَّذِیْ یَصِلُ اِلَیْکَ مِنْ ذٰلِکَ اَفْضَلُ مِنَ الَّذِیْ یَصِلُ بِکَ . والسلام ـ	10	اس طریقے سے جو فائدہ تمہیں ہوگا وہ اُس فائدہ سے زیادہ ہوگا جو تم سے رعیت کو پہنچے گا۔ والسلام۔

تشریح:۔ یہاں اس بات پر توجہ دیں کہ اکثر حضرت علی علیہ السلام یہ لکھتے رہے کہ:۔ **''جو خدا نے تم پر فرض کیا ہے'' یا جو کچھ اللہ نے اپنی کتاب میں ایک حاکم پر فرض کیا ہے۔** '' ایسے جملے لکھنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جسے لکھا جا رہا ہے وہ شخص فرائض خداوندی پر مطلع ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اِن لوگوں کو

فرائض خداوندی کی تعلیم دے دی گئی ہے۔یعنی یا خود فرائض کے قوانین کی فہرست انہیں بھیجی جا چکی ہے۔یا فرائض وغیرہ سے متعلق اُن کا امتحان لیا جا چکا ہے اور اُن پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ فرائض خداوندی پر عمل کریں گے۔

یہ شہر حُلوان بغداد سے اُس زمانہ میں پانچ دن کی پانچ منزل کی مسافت پر تھا۔ہم نے سردار فوج کا نام اسود بن قطبیہ لکھا ہے مگر اکثر علماء اُسے اسود بن قطبہ لکھتے رہے ہیں۔اس خط میں فراغت سے بیٹھنے کو منع فرمایا ہے (جملہ نمبر 6)۔یعنی بیکاری قیامت میں تکلیف پہنچانے والی چیز ہے اور بے کاری پر نوٹس لیا جائے گا۔اسی سے روکنے کے لئے حضور علیہ السلام نے اپنی اسلام کی تعریف (نظام ہدایت وتقلید صفحہ نمبر 3) میں فرمایا ہے:۔

"**اَلْعَمَلُ وَالْعَمَلُ فَالْعَمَلُ**۔" یعنی کام، کام اور کام ہی کام۔اور کام اس حالت کو قرار دیا جاتا ہے جس حالت میں کوئی ثمرہ یا قیمت یا منافع پیدا ہو یعنی پیداوار ہو۔ورنہ بے کاری شمار ہوگی خواہ انسان محنت ہی کیوں نہ کرتا رہا ہو۔ایسی حالت کو تضیع اوقات قرار دیا جائے گا اسی لئے فرمایا ہے کہ:۔"**ہر کام کے بدلے یا ثواب کی اُمید رکھو**" (جملہ نمبر 5)۔جس کا بدلہ نہیں وہ بیکاری ہے۔

(نمبر 60) خط

اِلَی الْعُمَّالِ الَّذِیْنَ یَطَأُ الْجَیْشُ عَمَلَهُمْ

اُن گورنروں کے نام جن کا علاقہ گزرتی ہوئی فوجوں کے راستہ میں پڑتا ہو

گزرنے والی فوج اور علاقہ کے لوگوں میں تصادم کو روکنے کے لئے ہدایات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى مَنْ مَرَّبِهِ الْجَيْشُ مِنْ جُبَاةِ الْخَرَاجِ وَعُمَّالِ الْبِلَادِ .	1	خدا کے بندے علیؑ امیر المومنین کی طرف سے اُن خراج جمع کرنے والوں اور شہروں کے گورنروں کے نام جن کے علاقے سے فوج گزرنے والی ہے۔
اَمَّابَعْدُ فَاِنِّيْ قَدْ سَيَّرْتُ جُنُوْدًاهِيَ مَارَّةٌ بِكُمْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ ؛	2	بعد از حمد وثنائے خدا اور سوؐل معلوم ہو کہ میں نے کچھ افواج روانہ کی ہیں جو اگر اللہ نے چاہا تو عنقریب تمہارے علاقوں سے گزریں گی؛
وَقَدْ اَوْصَيْتُهُمْ بِمَا يَجِبُ لِلّٰهِ عَلَيْهِمْ مِنْ كَفِّ الْاَذٰى وَصَرْفِ الشَّذٰى ؛	3	اور بلا شبہ میں نے انہیں ہدایت کردی ہے اُس طرز عمل کی جو اللہ کی طرف سے اُن پر لازم ہے کہ وہ کسی کو نہ ستائیں اور کسی کو تکلیف نہ دیں؛
وَاَنَا اَبْرَاءُ اِلَيْكُمْ وَاِلٰى ذِمَّتِكُمْ مِنْ مَعَرَّةِ الْجَيْشِ اِلَّا مِنْ جَوْعَةِ الْمُضْطَرِّ لَايَجِدُ عَنْهَا مَذْهَبًا اِلٰى شِبَعِهٖ ؛	4	اور میں تمہیں اور تمہارے اہل ذِمّہ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر فوج والے کوئی دست درازی کریں تو میں اُس دست درازی کا ذمہ دار نہیں ہوں۔سوائے اس کے کہ کوئی شخص بھوک کی وجہ سے بے قابو ہو جائے اور اُسے پیٹ بھرنے کی اور کوئی صورت نظر ہی نہ آئے۔
فَنَكِّلُوْا مَنْ تَنَاوَلَ مِنْهُمْ ظُلْمًا عَنْ ظُلْمِهِمْ ؛	5	بھوک کی اس شدت کے بغیر اگر کوئی اُن میں سے کسی قسم کی زیادتی کرے یا کوئی ظلم کرے تو تم اُسے سزا دینا؛
وَكُفُّوْا اَيْدِيَ سُفَهَائِكُمْ عَنْ مُّضَارَّتِهِمْ وَالتَّعَرُّضِ لَهُمْ فِيْمَا	6	اور ساتھ ہی تم جذبات سے عقل کھو بیٹھنے والے جوانوں کو روک کر رکھنا تاکہ

اِسْتَشْنَیْنَاہُ مِنْھُمْ ؛		وہ فوجیوں سے نہ اُلجھیں اور جن چیزوں کے لئے فوجیوں کو مختار بنا دیا گیا ہے اُن میں فوجیوں سے جھگڑا نہ کریں؛
وَاَنَا بَیْنَ اَظْھُرِ الْجَیْشِ فَارْفَعُوْا اِلَیَّ مَظَالِمَکُمْ وَمَاعَرَاکُمْ مِمَّا یَغْلِبُکُمْ مِنْ اَمْرِھِمْ ؛	7	اور میں خود بھی فوج کیساتھ ساتھ اور نزدیک موجود ملوں گا۔لہٰذا جو بھی گڑ بڑ ہو یا کوئی ایسی زیادتی ہو جائے جس میں تم تدارک کرنے سے مغلوب ہو جاؤ؛
وَلَا تُطِیْقُوْنَ دَفْعَہُ اِلَّا بِاللّٰہِ وَبِیْ ؛	8	اور اُسکے دفعیہ کی تم میں طاقت ہی نہ ہو اور تمہیں میری اور اللہ کی قوت درکار ہو تو مجھے مطلع کرنا
فَاَنَا اُغَیِّرُہُ بِمَعُوْنَۃِ اللّٰہِ اِنْشَاءَ اللّٰہُ ۔	9	چنانچہ میں اللہ کی مدد سے انشاء اللہ اس کا تدارک کروں گا۔

تشریح:۔ آپ نے کم از کم ہماری لکھی ہوئی تمام تفصیلات پڑھی ہیں اُن میں اور باقی قریش ساختہ تواریخ میں کہیں بھی یہ نہ ملے گا کہ حضرات ابوبکر وعمرو عثمان نے کہیں پبلک اور گورنروں کو ایسی ہدایات گشتی حکم نامہ میں بھیجی ہوں جیسی اِس گشتی مراسلے میں بھیجی گئی ہیں جن سے فوج اور پبلک میں تصادم اور زیادتی رک جائے۔اِس سرکلر میں فصلوں اور فوجی سواریوں کا کہیں ذکر نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کے چارے اور دانے کا اطمینان بخش انتظام موجود ہوتا تھا اور فصلوں کے اُجڑنے کا کوئی خطرہ پیش نہ آیا تھا۔اس کے برعکس لیڈرانِ قریش کا قتل وغارت کرنا اور فصلوں کو تباہ کرنے کا قرآن میں تذکرہ فرما دیا گیا ہے (البقرۃ۔2/205)۔یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں تنخواہ دار مستقل فوجوں کی طرح سے راشن سپلائی کا انتظام نہ ہوتا تھا۔مجاہدین اپنا اپنا بندوبست کرتے تھے ورنہ بھوک سے مضطرب ہو جانے کا سوال ہی نہ ہوتا (جملہ نمبر 4)۔اس مراسلہ میں جوشیلے جوانوں کا بھی خیال رکھا گیا اور فوجیوں کے ضبطِ نفس کا یقین ثابت ہوتا ہے ورنہ جنسیات پر بھی ہدایات ہوتیں۔

خط (نمبر 61)

"اِلٰی کُمَیْلِ ابْنِ زِیَادِالنَّخْعِیِّ وَھُوَ عَامِلُہُ عَلٰی ھِیْتٍ یُنْکِرُعَلَیْہِ تَرْکَہُ دَفْعَ مَنْ یَجْتَازُ بِہٖ مِنَ الْعَدُوِّ طَالِبًا لِلْغَارَۃِ"

کمیل ابن زیاد نخعی کے نام جو اُس وقت صوبۂ ھیت کے گورنر تھے۔اس خط میں کمیل پر اپنی ناراضگی اور ملامت واضح کی ہے اس لئے کہ کمیل نے دشمن کی فوجوں کو اپنے صوبہ میں لوٹ مار وقتل وغارت سے نہیں روکا تھا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ تَضْیِیْعَ الْمَرْءِ مَاوُلِّیَ ؛	1	حمد وثنائے خدا اور رسولؐ کے بعد واضح ہو کہ کسی شخص کا اس مقصد کو ضائع کر دینا جس کے لئے اُسے حاکم بنایا گیا ہے؛
وَتَکَلُّفَہُ مَاکُفِیَ ؛	2	اور اُس کام میں گھس جانا جو اُس سے تعلق نہیں رکھتا ہے؛
لَعَجْزٌ حَاضِرٌ وَرَأْیٌ مُتَبَّرٌ ؛	3	اُس کے عقل وفہم کی واضح کمزوری اور ایک تباہ کن رائے اور فیصلہ ہے؛
وَاِنَّ تَعَاطِیَکَ الْغَارَۃَ عَلٰی اَھْلِ قِرْقِیْسِیَا ؛	4	تمہارا اَھلِ قِر قیسیا پر لوٹ مار اور قتل وغارت کے لئے دھاوا بول دینا؛
وَتَعْطِیْلَکَ مَسَالِحَکَ الَّتِیْ وَلَّیْنَکَ ؛	5	اور اُن سرحدوں اور آبادیوں کو غیر محفوظ چھوڑ دینا جن کے تحفظ کیلئے تمہیں حاکم بنایا گیا تھا؛
لَیْسَ بِھَا مَنْ یَّمْنَعُھَا وَلَایَرُدُّ الْجَیْشَ عَنْھَا ؛	6	جب کہ اُن بستیوں کو دشمن کی افواج سے محفوظ رکھنے والا اور قتل وغارت سے بچانے والا بھی کوئی نہ تھا؛

لَرَأْیٌ شَعَاعٌ ؛	7	تمہارا یہ فیصلہ اور عملدرآمد تمہاری منتشر خیالی کا ثبوت ہے؛
فَقَدْ صِرْتَ جِسْرًا لِمَنْ اَرَادَ الْغَارَةَ مِنْ اَعْدَآئِکَ عَلٰی اَوْلِیَائِکَ غَیْرَ شَدِیْدِ الْمَنْکِبِ ؛	8	یقیناً اَے کمیل تو اپنے اُن دشمنوں کیلئے پل بن گیا جو تمہارے اولیا پر لوٹ مار اور قتل وغارت کیلئے حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں وہ بھی ایسی حالت میں جب کہ نہ تمہارے بازوؤں میں طاقت ہے؛
وَلَا مَهِیْبِ الْجَانِبِ ؛	9	اور نہ ہی تمہارا اُن پر کچھ دبدبہ اور ہیبت ہی ہے؛
وَلَاسَادٍّ ثُغْرَةً ؛	10	اور نہ تم دشمن کا راستہ روکنے کے قابل تھے؛
وَ لَا کَاسِرٍ لِعَدُوٍّ شَوْکَةً ؛	11	اور نہ ہی دشمن کا زور توڑ سکنے والے تھے؛
وَ لَا مُغْنٍ عَنْ اَهْلِ مِصْرِهٖ ؛	12	اور نہ ہی تم اپنے شہروں کو مستغنی ومحفوظ کر سکنے والے تھے؛
وَ لَا مُجْزٍ عَنْ اَمِیْرِهٖ ؛	13	اور نہ ہی اپنے حاکم اعلیٰ کا کوئی کام انجام دے سکنے والے تھے۔

تشریح:۔ اِس کا کردار خط میں واضح ہے کہ یہ شخص نہتے لوگوں کو لوٹنے اور قتل وغارت کرنے کا عقیدہ رکھتا تھا۔ اور وہ بھی اُن حالات میں جن کو تفصیل سے حضور علیہ السلام نے بیان فرما دیا ہے۔ اور نوٹ کرو کہ دشمنانِ علیؑ اور خاندان علی علیھم السلام نے اس کے بہت سے فضائل خود حضرت علیؑ کی زبانی بیان کئے ہیں اور وہ آج تک کمیل کی دعائیں پڑھ رہے ہیں اور کیوں نہ ہو جب کہ وہ عبداللہ ابن عباس کو بھی اپنا بزرگ مانتے چلے آرہے ہیں۔

خط (نمبر 62) اِلٰی اَهْلِ مِصْرَ مَعَ مَالِکٍ الْاَشْتَرِ لَمَّا وَلَّاهُ اِمَارَتَهَا

"اہل مصر کو مالکؓ اشتر کے ہاتھ جب اُن کو مصر کا گورنر بنا کر بھیجا تھا"

(1) قریش کا خلافت پر قبضہ کرنا سارے عرب کے خلاف تھا (2)۔ حضرت علی علیہ السلام کی خاموشی اور پھر احتجاج دونوں اسلام کے تحفظ کے لئے تھے (3)۔ قریشی منصوبے پر کھل کر عمل کرنے والے (4)۔ اسلام کو مارشلزم میں تبدیل کرنے کی قائم شدہ بنیادوں کو بلند کرنے کا کام ہو رہا تھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ ؛ نَذِیْرًا لِلْعَالَمِیْنَ ؛	1	بعد از حمدِ خدا و رسوؐل واضح ہو کہ اللہ پاک نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو تمام عالمین کے لئے برے نتائج سے ڈرانے والا بنا کر مبعوث کیا تھا؛
وَمُهَیْمِنًا عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ؛	2	اور تمام رسوؐلوں پر "محافظ، نگران، شاہد، امین، حامی اور تائید کرنے والا (تفہیم جلد اوّل صفحہ 477 حاشیہ نمبر 79) بنایا تھا؛"
فَلَمَّا مَضٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ تَنَازَعَ الْمُسْلِمُوْنَ الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ ؛	3	پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ چلے گئے۔ تو اُن کے بعد حکومت کے لئے مسلمان اسلام سے الگ ہو گئے؛
فَوَاللّٰهِ مَا کَانَ یُلْقٰی فِیْ رُوْعِیْ وَلَا یَخْطُرُ بِبَالِیْ اَنَّ الْعَرَبَ تُزْعِجُ هٰذَا الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ ؛ عَنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ	4	قسم بخدا میرے دل میں کبھی اسکی نہ گنجائش پیدا ہوئی تھی نہ مجھے یہ خیال آیا تھا کہ سارا عرب میرے حاکم ہونے میں خلافت کو اہل بیتؑ سے نکال لے گا؛

وَلا اَنَّهُمْ مُنَحُّوْهُ عَنِّیْ مِنْ بَعْدِهٖ ؛	5	اور نہ مجھے یہ تصور ہوا تھا کہ آنحضرتؐ کے بعد ملک عرب حکومت کو مجھ سے لے لینے پر متفق ہوسکیں گے؛
فَمَا رَاعَنِیْ اِلَّا انْثِیَالُ النَّاسِ عَلٰی فُلَانٍ تُبَایِعُوْنَهٗ ؛	6	مگر میں نے یہ بھی دیکھا کہ لوگ فلاں شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے جولانیاں دکھا رہے ہیں؛
فَاَمْسَکْتُ یَدِیْ حَتّٰی رَاَیْتُ رَاجِعَةَ النَّاسِ قَدْرَجَعَتْ عَنِ الْاِسْلَامِ یَدْعُوْنَ اِلٰی مَحْقِ دِیْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ ؛	7	چنانچہ میں نے اپنے ہاتھ کو تلوار کے قبضہ پر جانے سے اُس وقت تک روکے رکھا جب تک میں نے یہ نہ دیکھ لیا کہ لوگ اسلام کو چھوڑ کر اپنے سابقہ مذہب کی طرف پلٹ رہے ہیں اور دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو مٹانے کی دعوت دینے لگے ہیں؛
فَخَشِیْتُ اِنْ لَمْ اَنْصُرِ الْاِسْلَامَ وَاَهْلَهٗ اَنْ اَرٰی فِیْهِ ثَلْمًا اَوْهَدْمًا تَکُوْنُ الْمُصِیْبَةُ بِهٖ عَلَیَّ اَعْظَمَ مِنْ فَوْتِ وِلَایَتِکُمُ الَّتِیْ اِنَّمَا هِیَ مَتَاعُ اَیَّامٍ قَلَائِلَ یَزُوْلُ مِنْهَا مَاکَانَ کَمَایَزُوْلُ السَّرَابُ	8	یہ صورت حال دیکھ کر مجھے اللہ کی باز پرس سے خوف معلوم ہوا کہ اسلام میں ٹوٹ پھوٹ اور رخنہ دیکھتے رہنے اور اسلام اور اہل اسلام کی نصرت نہ کرنے سے تو مجھ پر اُس سے بڑی مصیبت آئیگی جو تمہاری حکومت میرے ہاتھ سے نکل جانے میں آنا ہے جو کہ تھوڑی سی مدت کا اثاثہ وسرمایہ ہوگی۔ دُنیا کی ہر چیز تو اُسی طرح زائل ہو جائیگی جیسے کہ دیکھتے دیکھتے سراب غائب ہوجایا کرتا ہے؛
اَوْکَمَا یَتَقَشَّعُ السَّحَابُ ؛	9	یا جیسے کہ ایک بادل چھٹ جاتا ہے؛
فَنَهَضْتُ فِیْ تِلْکَ الْاَحْدَاثِ حَتّٰی زَاحَ الْبَاطِلُ وَزَهَقَ ؛	10	چنانچہ میں نے دینی ایجادات کا ہجوم دیکھا تو روکا ہوا ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھ دیا یہاں تک کہ باطل دب کر فنا ہوگیا؛
وَاطْمَاَنَّ الدِّیْنُ وَتَنَهْنَهَ ؛	11	اور دین نے اطمینان حاصل کیا اور تباہی سے محفوظ ہوگیا؛
اِنِّیْ وَاللّٰهِ لَوْلَقِیْتُهُمْ وَاحِدًا وَّهُمْ طِلَاعُ الْاَرْضِ کُلِّهَا مَابَالَیْتُ وَلَا اسْتَوْحَشْتُ ؛	12	قسم بخدا یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر میں تنِ تنہا اُن سے جنگ کرنے کو نکلوں اور اس زمین کی ساری وسعتیں اُنکی تعداد سے چھلک رہی ہوں تب بھی میں پریشان نہ ہوں گا اور نہ مجھے وحشت ہوگی؛
وَاِنِّیْ مِنْ ضَلَالِهِمُ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ وَالْهُدَی الَّذِیْ اَنَا عَلَیْهِ لَعَلٰی بَصِیْرَةٍ مِنْ نَفْسِیْ وَیَقِیْنٍ مِّنْ رَبِّیْ ؛	13	اور جس گمراہی میں وہ مبتلا ہیں اور جس ہدایت پر میں فائز ہوں میں اسکے متعلق پوری بصیرت رکھتا ہوں اور اپنے پروردگار کیطرف سے ملا ہوا پورا یقین رکھتا ہوں؛
وَاِنِّیْ اِلٰی لِقَاءِ اللّٰهِ لَمُشْتَاقٌ ؛	14	**اور میں یقیناً اللہ سے ملاقات کرنے کے لئے مشتاق ہوں؛**
وَلِحُسْنِ ثَوَابِهٖ لَمُنْتَظِرٌ رَاجٍ ؛	15	**اور اللہ سے عمدہ قسم کے ثواب ملنے کا منتظر اور اُمیدوار ہوں؛**
وَلٰکِنَّنِیْ آسٰی اَنْ یَّلِیَ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سُفَهَاؤُهَا وَفُجَّارُهَا فَیَتَّخِذُوْا مَالَ اللّٰهِ دُوَلاً ؛	16	اور اصل حقیقت یہ ہے کہ مجھے جس کا ملال ہے وہ یہ ہے کہ اِس اُمت کی حکمرانی اور کارفرمائی امت کے بےعقلوں اور بدکاروں کے ہاتھ میں چلی جائے گی اور وہ اللہ کے اموال کو اپنی ملکیت بنالیں گے؛

وَعِبَادَهُ خَوَلًا ؛	17	اور اللہ کے بندوں کو غلام بنالیں گے؛
وَالصَّالِحِينَ حَرْبًا ؛	18	اور نیکوں کو جنگ کا نشانہ بنائے رکھیں گے؛
وَالْفَاسِقِينَ حِزْبًا ؛	19	اور بدکاروں کو اپنے گروہ میں شامل کرلیں گے؛
فَاِنَّ مِنْهُمُ الَّذِیْ شَرِبَ فِيْكُمُ الْحَرَامَ وَجُلِدَ حَدًّافِی الْاِسْلَامِ ؛	20	چنانچہ اُن ہی لوگوں میں سے یقیناً وہ بھی ہے جس نے حرام شراب پی تھی اور اُسے اسلام میں کوڑوں کی سزا دی گئی تھی؛
وَاِنَّ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ يُسْلِمْ حَتّٰى رُضِخَتْ لَهٗ عَلَى الْاِسْلَامِ الرَّضَائِخُ ؛	21	اور اُن ہی میں سے وہ شخص بھی موجود ہے جو اُس وقت تک مسلمان نہ ہوا جب تک اُسے اسلام لانے پر رشوت ملنا اور آمدنی شروع نہ ہوگئی؛
فَلَوْلَا ذٰلِكَ مَاكْثَرْتُ تَاْلِيْبَكُمْ وَتَاْنِيْبَكُمْ ؛	22	چنانچہ اگر مجھے اِس کی فکر نہ ہوتی تو میں نے تمہیں نہ یہ تاکیدیں کی ہوتیں نہ ملامت کی ہوتی؛
وَجَمْعُكُمْ وَتَحْرِيْضَكُمْ ؛	23	اور نہ جہاد کے لئے جمع کیا ہوتا اور نہ تمہیں شوق دلایا ہوتا؛
وَلَتَرَكْتُكُمْ اِذَاَبَيْتُمْ وَوَنَيْتُمْ ؛	24	اور تمہیں تمہاری سرتابیوں کی بنا پر تمہارے حال پر چھوڑ دیا ہوتا؛
اَلَا تَرَوْنَ اِلٰى اَطْرَافِكُمْ قَدِانْتَقَصَتْ ؛	25	کیا تمہیں یہ نظر نہیں آتا کہ تمہاری حدود اور سرحدیں گھٹتی جارہی ہیں؟
وَاِلٰى اَمْصَارِكُمْ قَدِ افْتُتِحَتْ ؛	26	اور نہ تمہیں یہ نظر آرہا ہے کہ تمہارے شہروں کو فتح کیا جارہا ہے؟
وَاِلٰى مَمَالِكِكُمْ تُزْوٰى ؛	27	اور تم یہ بھی نہیں دیکھتے ہو کہ تمہارے ممالک اور ملکیتیں چھینی جارہی ہیں؟
وَاِلٰى بِلَادِكُمْ تُغْزٰى ؟	28	اور یہ کہ تمہاری بستیوں پر حملے کئے جارہے ہیں؟
اِنْفِرُوْا . رَحِمَكُمُ اللّٰهُ . اِلٰى قِتَالِ عَدُوِّكُمْ ؛	29	خدا تم پر رحم کرے دشمن سے جنگ اور دفاع کے لئے نکل پڑو؛
وَلَا تَثَّاقَلُوْا اِلَى الْاَرْضِ فَتُقِرُّوْا بِالْخَسْفِ ؛	30	اور اپنے قدموں کو بھاری کر کے زمین سے چمٹے نہ رہو ورنہ تمہیں مستقل طور پر زمین میں دھنستے چلے جانا پڑے گا؛
وَتَبُوْءُوْا بِالذُّلِّ ؛	31	اور تم کو برابر ذلت و رسوائی میں آباد رہنا ہوگا؛
وَيَكُوْنَ نَصِيْبُكُمُ الْاَخَسَّ ؛	32	اور تمہارا نصیب سب سے گھٹیا ہو کر رہ جائے گا؛
وَاِنَّ اَخَاالْحَرْبِ الْاَرِقِ ؛	33	اور جنگ و جہاد کا بھائی تو بالکل بیدار و آمادہ ہے؛
وَمَنْ نَامَ لَمْ يُنَمْ عَنْهُ .وَالسَّلَامُ ـ	34	اور جو کوئی سوتا رہتا ہے دشمن اس سے غافل ہو کر سوتا نہیں ہے۔ والسلام

تشریح:۔ یہاں پہلی بات تو یہ واضح ہو جانا چاہئے کہ اھل مصر کے نام اِس خط کو وہ خط نہیں سمجھ لینا چاہئے جو محمد بن ابی بکر کو معزول کرنے کے وقت لکھا گیا تھا۔ اور نہ مالکؓ اشتر کی اس تقرری کو وہ تقرری سمجھنا چاہئے جس کے بعد وہ مصر کے راستے ہی میں قتل ہو گئے تھے۔ (خط 38)

حضرت علیؑ کے صبر وضبط کو قریش نے وحدتِ اسلامی پر قربان کر دیا ہے

دوسری اہم ترین بات حضرت علی علیہ السلام کا خلافت کے معاملہ پر تلوار نہ اُٹھانا اور قریشی خلافت سے تعاون کرنا ہے (62/7)۔ قریش نے جو

کہانی تلوار نہ اُٹھانے اور حضرات ابوبکر وعمر وعثمان سے تعاون پر گھڑی ہے وہ شیعوں کے علمانے بھی پسند کی اور اپنی کتابوں میں اُنہوں نے اُسے حضرت علی علیہ السلام کا ایک کارنامہ لکھا اور اُس پر فخر کیا ہے۔ یہاں ہم مفتی ومجتہد جعفر حسین کا وہ بیان لکھتے ہیں جو اُس نے اس زیرِ تشریح خط کے آخر میں بطور تشریح لکھ مارا ہے لکھتا ہے کہ:۔

''آپ نے جنگ پر وقتی سکوت کو ترجیح دی اور وحدت اسلامی کو برقرار رکھنے کے لئے تلوار کا سہارا لینے کے بجائے خاموشی کے ساتھ احتجاج کافی سمجھا کیونکہ آپؑ کو ظاہری اقتدار اتنا عزیز نہ تھا جتنی ملت کی فلاح و بہبود عزیز تھی اور منافقین کی ریشہ دوانیوں کے سدباب اور فتنہ پردازوں کے عزائم کو ناکام بنانے کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ آپؑ اپنے حق سے دستبردار ہوکر جنگ کو ہوا نہ دیں اور یہ بقائے ملت واسلام کے سلسلے میں اتنا بڑا کارنامہ ہے جس کا تمام فِرَقِ اسلامیہ کو اعتراف ہے۔'' (ترجمہ نہج البلاغہ جلد 3 صفحہ 153)

یہ ہے وہ کہانی جو قریشی دانشوروں نے گھڑی اور تمام قریشی کتابوں میں لکھی اور ساری اُمت میں پھیلائی اور شیعوں کے نام نہاد علما مفتیوں مجتہدوں اور دانشوروں نے بطور فخر اختیار کرلی اور یہ نہ سمجھا کہ یہ کہانی ایک فریب ہے جس کے پیچھے بہت سے حقائق کو مستقل طور پر چھپا دینے کا مستحکم انتظام کیا گیا ہے۔ لیکن ہم قریش کو فریب ساز اور علمائے شیعہ کو فریب خوردہ یا فریب سازی میں مددگار سمجھتے رہے ہیں۔

ہمارے قارئین نے نہج البلاغہ اور بیان الامامت کے دس ہزار صفحات میں ہمارے وہ بیانات پڑھے ہیں جن میں خطبہ نمبر 3 سے لیکر آخر تک بار بار تفصیل سے یہ دکھایا گیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے قوت وطاقت وافرادی جمعیت اور افواج اور حکومت موجود ہوتے ہوئے کیوں بالجبر خلافت حاصل نہ کی؟ کیوں اس مکڑی کے جالے سے بھی کمزور تانے بانے کو قائم رہنے دیا اور کیوں اُن سے تعاون کیا؟ ہم علمائے شیعہ کی طرح تنکوں کا سہارا نہیں لیتے ہم ٹھوس دلائل وبراہین اور آنکھوں سے نظر آنیوالے پہاڑوں سے زیادہ بلند ومستحکم ثبوت پیش کرتے چلے آرہے ہیں اور خطبات نہج البلاغہ کے ترجمہ اور تشریح میں یعنی منہاج الرسالۃ اور بیان الامامۃ کے دس ہزار صفحات میں وہ کچھ لکھ دیا ہے کہ جسکا ایک شوشہ بھی مخالفین محمدؐ وآل محمدؐ اور قریشی موالفین غلط ثابت نہیں کرسکتے۔ کسی دلیل میں نقص یا کسی ثبوت میں کمزوری نہیں دکھا سکتے۔ رہ گئے شیعہ بن کر مال ودولت کمانے اور پبلک کو لوٹنے والے یہ علمائے شیعہ جن کی مذمت سے نہج البلاغہ بھری پڑی ہے یہ حضرت علی علیہ السلام کے مصنوعی کارناموں کے سوا حقیقی کارنامہ ایک بھی نہیں جانتے۔ یہ تو دین فروش لوگ ہیں۔ یہ خبیث لوگ تو یہ کہتے اور لکھتے رہے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت علی علیہ السلام بے یار ومددگار یکہ وتنہا تھے اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کو گدھے پر بٹھا کر گھر گھر مدد مانگتے پھرتے تھے۔ اور یہ کہ عمر نے اُنکے گلے میں رسی باندھ کر حضرت ابوبکر کے سامنے گھسیٹ کر پیش کیا تھا۔ یہ ملاعین تو یہ مان گئے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اُن لوگوں کی بیعت کرلی تھی۔ اور یہ بھی کہ حضرت امام حسن علیہ السلام معاویہ کے اور حضرت علی علیہ السلام قریشی لیڈروں کے وظیفہ خوار تھے۔ ان ملاعین کی کتابوں میں رسولؐ کی چار بیٹیاں مانا گیا ہے یہ خبیث لوگ حضرت عمر کو حضرت علی علیہ السلام کا داماد لکھتے اور مانتے رہے ہیں۔ اِنکے عقائد میں آئمہ علیھم السلام اور خود رسوؐل اللہ بھی (معاذ اللہ) مجتہد تھے۔ خدا اُن پر دشمنانِ محمدؐ وآل محمدؐ سے زیادہ اور بڑھ کر لعنت کرے آمین۔ یہی ملاعین ہیں جو خود امام اُمت بنتے اور رہتے چلے آئے ہیں اور امن امان کی آڑ میں **<u>خلیفتہ بلافصل کے منکر اور قریشی حکومت کو بالواسطہ جائز حکومتیں مانتے رہے ہیں وغیرہ وغیرہ</u>**۔ اور شیعوں کی کثرت انکی پجاری ہونیکی وجہ سے جہنمی ہو چکی ہے۔ اور ایک ہزار سال سے حضرت حجۃؑ امام زمانہ قائم قیامتؑ علیہ السلام کی طرف سے مردود قرار پا چکی ہے اور اپنے تمام رشتے امام زمانہؑ سے توڑ چکی ہے۔ یہ اور اِنکے نام نہاد علما اپنے شیعہ ہونے پر کوئی دلیل پیش نہیں کرسکتے۔

ہمارے اعلانات اور تحریروں میں تمام شیعہ مجتہدین اور اُن کے مقلدین اہلسنت والجماعت ہیں بلکہ اُن سے بھی بدتر اور دشمن تر ہیں۔ البتہ ہم

عزادارانِ حسین علیھم السلام کوعزاداری کی وجہ سے عزت واحترام دیتے ہیں مگرعنقریب خمینی وغیرہ ان سے ماتم وعزاداری چھڑادیں گے پھروہ خمینی کے ساتھی شمار ہوں گے۔ہم بہاء اللہ،علی محمد باب، خالصی،ڈھکواور کرمانی شیخوں اورشیخیوں اورتمام مثبت اورمنفی مجتہدین سے تبرا کرتے ہیں۔اس لئے کہ یہ سب کسی نہ کسی طرح اور کسی نہ کسی مقدار میں محمدؐ وآل محمدؐ کے دشمن ہیں۔دشمنانِ محمدؐ وآل محمدؐ پرلعنت۔

حضرت علی علیہ السلام ہی نہیں بلکہ تمام آئمہؑ اور محمدؐ وفاطمہؑ قریش کے سارے کردار پر مطلع تھے

ہمارے قارئین اپنی سادگی کی بنا پرحضرت علی علیہ السلام کے جملےنمبر 5-4 کوپڑھ کرگھبرا جائیں گے اس لئے یہ بھی عرض کردیں کہ یہ جملے اپنے الفاظ اور معانی میں سوفیصد صحیح ہیں۔اوروہ یوں کہ خیالات وگمان وظن وخطرات اورتخمین وقیاسات اُن لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں جومحدود عقل وحواس رکھتے ہیں جن کا علم غیب اوروحی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔یعنی یہ خاطی انسانوں کا سامان ہے جواس سامان کے بغیر کچھ نہیں کرسکتے اورنہ اس سامان سے بلند ہو سکتے ہیں یعنی ان جملوں میں حضرت علی علیہ السلام نے عام انسان ہونے کی واضح نفی کی ہےاوربس۔

یعنی مجھے عام انسانوں کی طرح قریش اورعربوں کے غصب ونہب اورسازش کرنے کے متعلق خیالات اور وہم وگمان نہیں ہوا تھا بلکہ علم خداوندی کے مطابق اُن کی تمام حرکات اور سازش کا علم تھا اوراسی طرح علم تھا جس طرح یہ معلوم تھا کہ قریشی حکومت:۔

1) بدکاروں کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔(جملہ نمبر 16) 2) مال خدا کوذاتی مال بنالیں گے۔(جملہ نمبر 16)

3) اللہ کے بندوں کوغلام بنالیں گے۔(جملہ نمبر 17) 4) نیکوکاروں کے خلاف جنگ کریں گے۔(جملہ 18)

5) فاسقوں کواپنی پارٹی میں داخل کریں گے۔(جملہ نمبر 19)

حضرت علیؑ اوّل سے آخرتک قریشی حکومت کی اورقریش کی نقل وحرکت اورسازش کا علم رکھتے تھے

مودودی کی کتاب سے سنئے لکھا ہے کہ:۔''حضرت علیؑ نے کوفہ پہنچ کرشام پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کردیں۔اس زمانہ میں انہوں نے جو تقریریں کیں اُن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ **اُمت پرملوکیت کے مسلط ہوجانےکاخطرہ کس شدت کے ساتھ محسوس کررہے تھے۔اورخلافت راشدہ کے نظام کوبچانے کیلئے کس طرح ہاتھ پاؤں ماررہے تھے**۔ایک تقریرمیں وہ فرماتے ہیں۔''**خدا کی قسم اگریہ لوگ تمہارے حاکم بن گئےتوتمہارے درمیان کسریٰ اورھرقل کی طرح کام کریں گے**۔''ایک دوسری تقریرمیں انہوں نےفرمایا:''**چلوان لوگوں کے مقابلے میں جوتم سےاس لئےلڑرہے ہیں کہ ملوک جبابرہ بن جائیں اوراللہ کے بندوں کواپناغلام بنالیں**۔''اس کے بعد جوحالات پیش آئے انہیں دیکھ کربہت سے وہ لوگ بھی جو پہلےحضرت علیؑ اوراُن کے مخالفین کی لڑائیوں کومحض فتنہ سمجھ کر غیرجانبداررہے تھے **یہ اچھی طرح جان گئےتھے کہ حضرت علیؑ کس چیزکوقائم رکھنےاورامت کوکس انجام سے بچنے کے لئے اپنی جان کھپارہے تھے**۔حضرت عبداللہ بن عمرنےاپنے آخری زمانہ میں کہا''**مجھے کسی چیزپراتناافسوس نہیں ہے جتنااس بات پرہے کہ میں نےعلی رضی اللہ عنہ کاساتھ کیوں نہ دیا**''۔مسروق بن اجدع حضرت علیؑ کا ساتھ نہ دینے پرتوبہ واستغفار کیا کرتے تھے۔حضرت عبداللہ بن عمروبن العاص کوعمربھر اس بات پرسخت ندامت رہی کہ وہ **حضرت علیؑ کے خلاف جنگ میں معاویہ کے ساتھ کیوں شریک ہوئے تھے**؟''(خلافت وملوکیت صفحہ 144-145)

لہٰذاحضرت علی علیہ السلام کے چوتھے اورپانچویں جملے میں اُن کے اس علم حقیقی کا اظہارہوتا ہے جواللہ اوررسوؐل سے اُنہیں حاصل تھا۔وہ قیامت تک کے اُن تمام حالات کا بھی علم رکھتے تھے جوقریش سے سرزد ہونے والے تھے یاانہیں پیش آنے والے تھے۔یہ منصبی ذمہ داری تھی کہ وہ اپنےعلم غیب پرعام طورسے وضاحت نہ کرتے تھے۔ایسے یقین سے دشمنانِ علیؑ اپنے مظالم میں احتیاط برتنے لگتے۔

خط (نمبر63)

"اِلٰی اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیْ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَی الْكُوْفَةِ،وَقَدْ بَلَغَهُ عَنْهُ تَثْبِيْطُهُ النَّاسَ عَنِ الْخُرُوْجِ اِلَيْهِ لَمَّا نَدَبَهُمْ لِحَرْبِ اَصْحَابِ الْجَمَلِ "

ابوموسیٰ اشعری کے نام جب کہ وہ حضرت علیؑ کی طرف سے کوفہ کا گورنر (عثمان کا بنایا ہوا) چلا آرہا تھا۔علیؑ کو معلوم ہوا کہ وہ طلحہ اور زبیر سے جنگ کو ناجائز کہہ کر لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کی مدد کو جانے سے روک رہا ہے حالانکہ علیؑ نے اُن کو مدد کے لئے دعوت دی تھی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

مِنْ عَبْدِاللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ قَيْسٍ	1	اللہ کے بندے علیؑ امیر المومنین کی طرف سے عبداللہ ابن قیس کے نام۔
اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِیْ عَنْکَ قَوْلٌ هُوَلَکَ وَعَلَيْکَ ؛	2	حمد وثنائے خدا اور رسولؐ کے بعد معلوم ہو کہ مجھے تمہارے متعلق تمہاری ایک ایسی بات معلوم ہوئی ہے جس کا نفع اور نقصان جو بھی ہو تم ہی کو پہنچنا ہے؛
فَاِذَا قَدِمَ عَلَيْکَ رَسُوْلِیْ فَارْفَعْ ذَيْلَکَ ؛	3	چنانچہ جیسے ہی تمہارے پاس میرا قاصد پہنچے تو تم جہاد کے لئے دامن لپیٹ لو؛
وَاشْدُدْ مِئْزَرَکَ ؛	4	اور اپنی کمر کس کر باندھ لو؛
وَاخْرُجْ مِنْ حُجْرِکَ ؛	5	اور اپنے سوراخ میں سے باہر نکل آؤ؛
وَانْدُبْ مَنْ مَّعَکَ ؛	6	اور جو تمہارے ہم خیال ساتھی ہوں اُن کو بھی آمادہ کرلو؛
فَاِنْ حَقَّقْتَ فَانْفُذْ ؛	7	اور اگر تو نے حق کو حق مان لیا ہے تو فوراً حق کی حمایت کے لئے اُٹھو؛
وَاِنْ تَفَشَّلْتَ فَابْعُدْ ؛	8	اور اگر تم نے بزدلی دکھائی ہے تو کہیں بہت دور چلے جاؤ؛
وَايْمُ اللّٰهِ لَتُؤْتَيَنَّ حَيْثُ اَنْتَ ؛	9	اور اللہ کی قسم ہے کہ تم کہیں بھی ہوگے وہیں سے گھیر کر لائے جاؤ گے؛
وَلَاتُتْرَکُ حَتّٰی يُخْلَطَ زُبْدُکَ بِخَاثِرِکَ ؛	10	تمہیں چھوڑا نہیں جائیگا یہاں تک کہ تم اپنے دوھرے عقیدہ سے گھبرا اُٹھو گے
وَذَائِبُکَ بِجَامِدِکَ ؛	11	اور تمہارا سارا خود ساختہ تانا بانا بکھر جائے گا؛
وَحَتّٰی تُعْجَلَ عَنْ قِعْدَتِکَ ؛	12	یہاں تک کہ تمہیں چین سے بیٹھنا بھی نہ ملے گا؛
وَتَحْذَرَ مِنْ اَمَامِکَ کَحَذْرِکَ مِنْ خَلْفِکَ ؛	13	اور تم اپنے سامنے سے بھی اُسی طرح محتاط رہو گے جس طرح اپنے پیچھے سے خوفزدہ رہتے ہو؛
وَمَاهِیَ بِالْهُوَيْنَا الَّتِیْ تَرْجُوْ ؛	14	اور یہ صورتحال آسان سی نہیں ہے جیسا کہ تمہاری توقعات ہیں؛
وَلٰکِنَّهَا الدَّاهِيَةُ الْکُبْرٰی يُرْکَبُ جَمَلُهَا ؛ وَيُذَلُّ صَعْبُهَا؛ وَيُسَهَّلُ جَبَلُهَا ؛	15	ولیکن اصحابِ جمل والا فتنہ تو ایک بہت بڑی مصیبت ہے جسکے اونٹ پر چڑھنا ہی پڑے گا؛ اور اس کی دشواریوں کو ذلیل کرنا ہی ہوگا؛ اور اسکی دشواریوں کو ذلیل کرنا اور اسکے بنائے ہوئے پہاڑوں کو میدان بنانا ہوگا؛
فَاعْقِلْ عَقْلَکَ وَامْلِکْ اَمْرَکَ ؛	16	چنانچہ تم اپنی عقل کو اسکے صحیح ٹھکانے پر لاؤ اور اپنی حالت پر قابو حاصل کرو؛

وَ خُذْ نَصِیْبَکَ وَ حَظَّکَ ؛	17	اور اپنا لطف ونصیب حاصل کرنے میں لگ جاؤ؛
فَاِنْ کَرِهْتَ فَتَنَحَّ اِلٰی غَیْرِ رُحْبٍ وَّلاَ فِیْ نَجَاةٍ ؛	18	اور اگر تمہیں ایسا کرنا ناپسند ہوتو تم وہاں دفع ہو جاؤ جہاں تمہارے لئے نہ خاطر وتواضع ہوگی اور نہ تمہیں نجات میسر آئے گی؛
فَبِالْحَرِیِّ لَتُکْفَیَنَّ وَ اَنْتَ نَائِمٌ حَتّٰی لَایُقَالَ اَیْنَ فُلَانٌ وَاللّٰهِ اِنَّهُ لَحَقٌّ مَعَ مُحِقٍّ وَّلَایُبَالِیْ مَاصَنَعَ الْمُلْحِدُوْنَ . وَالسَّلَامُ.	19	اب مناسب یہی ہے کہ تمہیں ایک فضول و بیکار آدمی سمجھ کر نظرانداز کر دیا جائے لہٰذا غفلت کی نیند سوتے رہو کوئی یہ بھی معلوم نہ کرے گا کہ ابوموسیٰ کہاں ہے؟ قسم بخدا کہ تمہیں نظرانداز کر دینا بھی ایک حق پرست کا صحیح فیصلہ ہے اور جو دین کی مخالفت کرنے والوں کی پرواہ نہیں کرتا ہے۔ والسلام

تشریح:۔ اس خط کے شروع میں رضی صاحب اور دیگر مترجمین نے ابوموسیٰ اشعری کو حضرت علیؑ کی طرف سے کوفہ کا گورنر لکھ رکھا ہے حالانکہ وہ عثمان کی طرف سے گورنر چلا آرہا تھا۔ اسی قسم کی لاپرواہیوں سے مطالب کو الٹتے رہے ہیں۔ ہم نے خطبات کی تشریح میں ابوموسیٰ اشعری کا حال تفصیل سے لکھ دیا ہے یہاں یہ یاد دلا دیں کہ حضرت علیؑ کے اس مندرجہ بالا خط کے بعد بھی ابوموسیٰ نے اپنا مخالفانہ رویہ تبدیل نہ کیا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت امام حسنؑ ایک وفد کیساتھ کوفہ پہنچے اور اپنے بیان میں اُن تمام پہلوؤں کو واضح کر دیا جن کی آڑ میں ابوموسیٰ لوگوں کو جنگ سے روکتا تھا۔ خطبہ سن کر لوگوں کی رائے بدل گئی اور ابوموسیٰ سے بحث اور جھگڑا شروع ہو گیا۔ اسی عالم میں ابوموسیٰ کے نوکر چاکر پہنچے اور بتایا کہ ایک ایسا ایسا گھر پر شخص آیا اور اُسکی بڑی تعظیم کی جارہی ہے اُس نے ہمیں مار کر بھگا دیا اور مکان کا سارا سامان سڑک پر پھنکوانا شروع کر دیا جلد چلئے ایسا نہ ہو کہ آپ کا مکان لوٹ لیا جائے۔ ابوموسیٰ پہنچا تو وہ جناب مالک اشترؓ تھے انہوں نے ابوموسیٰ کو بھی آڑے ہاتھوں لیا اور فوراً دفع ہو جانیکا حکم دیا۔ منت سماجت اور سفارش کے بعد ایک دن کی اجازت ملی اور ابوموسیٰ کسی اور گھر میں منتقل ہو گیا اور اگلے روز کوفہ سے چلا گیا۔ اسکے بعد جناب مالک اشترؓ، امام حسن علیہ السلام اور کوفے سے فوجیں تیار ہو کر روانہ ہونا شروع ہو گئیں اور حضرت علی علیہ السلام کے پاس افواج کا سمندر موجیں مارنے لگا۔ طلحہ وزبیر پر اتمام حجت کیا گیا مگر وہ اور حضرت عائشہ جنگ پر مُصر رہے اور یوں جنگ جمل وقوع میں آئی اور طلحہ وزبیر میدان جنگ میں کام آئے حضرت عائشہ کو شہر میں عارضی قیام کی اجازت دی گئی اور پھر مدینہ بھیجا گیا۔

(نمبر 64) خط   اِلٰی مُعَاوِیَةَ جَوَابًا کِتَابِهِ : معاویہ کے جواب میں

1) معاویہ کے سیاسی سوالات کا جواب دیتے ہوئے اس کا توڑ کیا گیا 2) اگر معاویہ علیؑ کے خط کو مجمع عام میں پڑھے تو پبلک معاویہ کو مجرم سمجھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّا کُنَّا نَحْنُ وَ اَنْتُمْ عَلٰی مَاذَکَرْتَ مِنَ الْاُلْفَةِ وَالْجَمَاعَةِ ؛	1	حمد وثنائے خدا ورسولؐ کے بعد سنو کہ تمہارا یہ لکھنا کہ ''پہلے ہم میں اور تم میں الفت اور اتحاد تھا'' مطلب یہ کہ علیؑ نے تفرقہ اور دشمنی پیدا کر دی ہے۔ ایسا نہیں بلکہ یوں کہوں کہ:
فَفَرَّقَ بَیْنَنَاوَبَیْنَکُمْ اَمْسِ اَنَّا اٰمَنَّا وَ کَفَرْتُمْ ؛	2	اسلام سے پہلے تم میں اور ہم میں اتحاد و الفت تھی تفرقہ اور دشمنی یوں پیدا ہوئی کہ ہم ایمان لے آئے اور تم نے کفر اختیار کر لیا؛
وَالْیَوْمَ اَنَّا اسْتَقَمْنَا وَفُتِنْتُمْ ؛	3	اور آج تفرقہ اور دشمنی اسلئے ہے کہ ہم ایمان پر قائم ہیں اور تم نے فتنہ پیدا کر دیا ہے؛

عربی	نمبر	اردو
وَمَا اَسۡلَمَ مُسۡلِمُكُمۡ اِلَّا كُرۡهًا ؛	4	اور تمہارے مسلمان کہلانے والے لوگ تو اسلام لائے ہی نہ تھے مگر مجبوراً؛
وَبَعۡدَ اَنۡ كَانَ اَنۡفُ الۡاِسۡلَامِ كُلُّهُ لِرَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَآلِهٖ حِزۡبًا ؛	5	اور وہ یوں کہ جب تم نے دیکھا کہ سارا عرب مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے گروہ میں داخل ہو چکا ہے؛
وَذَكَرۡتَ اَنِّيۡ قَتَلۡتُ طَلۡحَةَ وَالزُّبَيۡرَ ؛	6	تم نے یہ تذکرہ بھی کیا ہے کہ میں نے طلحہ اور زبیر کو قتل کیا ہے؛
وَشَرَّدۡتُ بِعَائِشَةَ ؛	7	اور عائشہ کو اس کے گھر سے نکالا ہے؛
وَنَزَلۡتُ بَيۡنَ الۡمِصۡرَيۡنِ ؛	8	اور مدینہ چھوڑ کر کوفہ اور بصرہ کے درمیان پڑاؤ ڈالا ہے؛
وَذٰلِكَ اَمۡرٌ غِبۡتَ عَنۡهُ فَلَاعَلَيۡكَ وَلَاالۡعُذۡرُ فِيۡهِ اِلَيۡكَ ؛	9	مگر یہ تینوں باتیں ایسی ہیں جن کا نہ تجھ سے کوئی تعلق ہے اور نہ تجھے ان سے کوئی نقصان ہوا ہے اور نہ تجھے ان کی وجوہات بتانے کی ضرورت ہی ہے؛
وَذَكَرۡتَ اَنَّكَ زَائِرِيۡ فِي الۡمُهَاجِرِيۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ ؛	10	اور تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ تو مہاجرین اور انصار کے ساتھ مجھ سے جنگ کرنے کے لئے میری زیارت کو آرہا ہے؛
وَقَدِانۡقَطَعَتِ الۡهِجۡرَةُ يَوۡمَ اُسِرَاَخُوۡكَ ؛	11	اور واقعہ یہ ہے کہ ہجرت کا درجہ ملنا تو اس روز سے بند ہے جس دن تیرا بھائی گرفتار ہوا تھا؛
فَاِنۡ كَانَ فِيۡكَ عَجَلٌ فَاسۡتَرۡفِهۡ ؛	12	اور اگر تمہیں جنگ کرنے کی اتنی ہی جلدی ہے تو ذرا دم لے کہ:۔
فَاِنِّيۡ اِنۡ اَزُرۡكَ فَذٰلِكَ جَدِيۡرٌ اَنۡ يَكُوۡنَ اللّٰهُ اِنَّمَابَعَثَنِيۡ اِلَيۡكَ لِلنِّقۡمَةِ مِنۡكَ ؛	13	میں خود تمہاری زیارت کرنے کے لئے آجاؤں اور یہ بہت مناسب ہوگا اس لئے کہ اس صورت میں اللہ نے تمہیں سزا دینے کیلئے مجھے مبعوث کیا ہوگا۔
فَاِنۡ تَزُرۡنِيۡ فَكَمَا قَالَ اَخُوۡبَنِيۡ اَسَدٍ : مُسۡتَقۡبِلِيۡنَ رِيَاحَ ؛	14	اور اگر تم مجھ سے ملاقات کے لئے پہلے پہنچ گئے تو اس کا مطلب وہی ہوگا جو بنی اسد کے شاعر نے کہا تھا کہ:
الصَّيۡفِ تَضۡرِبُهُمۡ ؛ بِحَاصِبٍ بَيۡنَ اَغۡوَارٍ وَّجُلۡمُوۡدِ ؛	15	''وہ موسم گرما کی ایسی ہواؤں کا سامنا کر رہے ہیں جو انہیں چٹانوں اور نشیبوں میں سنگ ریزوں کی مار دے رہی ہیں۔''
وَعِنۡدِيۡ السَّيۡفُ الَّذِيۡ اَعۡضَضۡتُهُ بِجَدِّكَ وَخَالِكَ وَاَخِيۡكَ فِيۡ مَقَامٍ وَّاحِدٍ ؛	16	اور میرے پاس وہی تلوار ہے جس سے میں تیرے نانا کو اور تیرے ماموں اور تیرے بھائی کو موت کے گھاٹ اتار کر ایک ہی جگہ پہنچا چکا ہوں؛
وَاِنَّكَ وَاللّٰهِ .مَاعَلِمۡتُ اَلۡاَغۡلَفُ الۡقَلۡبِ ؛	17	اور بخدا تجھے میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ تمہارے دل پر راہ راست سے بچنے کے لئے غلاف چڑھا ہوا ہے؛ اور
اَلۡمُقَارِبُ الۡعَقۡلِ ؛	18	جس کی عقل بہت محدود ہے؛
وَالۡاَ وۡلٰى اَنۡ يُّقَالَ لَكَ ؛	19	اور تمہارے لئے تو یہ کہنا بہت ہی مناسب ہے؛
اِنَّكَ رَقِيۡتَ سُلَّمًا اَطۡلَعَكَ مَطۡلَعَ سُوۡءٍ	20	کہ تم ایک ایسی سیڑھی پر چڑھ گئے ہو جہاں سے تمہیں ایک ایسا منظر پیش آنا ہے جس

عَلَيۡکَ لَا لَکَ ؛		میں تیرے لئے برا ہی برا ہونا ہے اور اچھائی ہرگز نہیں ہے؛
لِاَنَّکَ نَشَدۡتَ غَيۡرَ ضَآلَّتِکَ ؛	21	اس لئے کہ تم غیروں کی گمشدہ چیز کی تاک میں ہو؛
وَرَعَيۡتَ غَيۡرَ سَائِمَتِکَ ؛	22	اور دوسروں کے مویشی چرانا چاہتے ہو؛
وَطَلَبۡتَ اَمۡرًالَّسۡتَ مِنۡ اَهۡلِهٖ وَلَا فِیۡ مَعۡدِنِهٖ؛	23	اور ایسی چیز کو حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہو جس کی نہ تم اہلیت رکھتے ہو اور نہ ہی تم اس کی بنیاد سے تعلق رکھتے ہو؛
فَمَا اَبۡعَدَ قَوۡلَکَ مِنۡ فِعۡلِکَ ؛	24	اور تمہارے قول وفعل میں کتنی بے ربطی اور تضاد ہے؛
وَقَرِيۡبٌ مَّا اَشۡبَهۡتَ مِنۡ اَعۡمَامٍ وَّاَخۡوَالٍ حَمَلَتۡهُمُ الشَّقَاوَةُ ؛	25	تمہیں اپنے چچاؤں اور ماموؤں سے کتنی مشابہت ہے جنہیں اُن کے بغض وحسد اور ازلی بدبختی نے؛
وَتَمَنِّی الۡبَاطِلِ عَلٰی الۡجُحُوۡدِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وآلِهٖ ؛	26	اور باطل تمناؤں نے انہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے خلاف ہٹ دھرمی اور مخالفت پر کھڑا کر دیا تھا؛
فَصُرِعُوۡا مَصَارِعَهُمۡ حَيۡثُ عَلِمۡتَ لَمۡ يَدۡفَعُوۡا عَظِيۡمًا ؛	27	چنانچہ وہ قتل ہو ہو کر اپنے گرنے کی جگہوں پر گرے تھے اور تمہیں خوب معلوم ہے کہ نہ وہ اس عظیم قوت سے دفاع کر سکے؛
وَلَمۡ يَمۡنَعُوۡا حَرِيۡمًا بِوَقۡعِ سُيُوۡفٍ مَاخَلَا مِنۡهَا الۡوَغٰی ؛	28	اور نہ ہی وہ اپنے حرم کو اُن تلواروں سے بچا سکے، جو کبھی میدان جنگ کو خالی نہیں چھوڑتی ہیں؛
وَلَمۡ تُمَاشِهَا الۡهُوَيۡنَا ؛	29	اور نہ باطل کو مٹانے میں سستی وکمی کرتی ہیں؛
وَقَدۡ اَکۡثَرۡتَ فِیۡ قَتَلَةِ عُثۡمَانَ ؛	30	اور تم نے عثمان کے قاتلوں کے متعلق بہت لکھا ہے اسکا جواب اتنا سا ہے کہ:
فَادۡخُلۡ فِيۡمَا دَخَلَ فِيۡهِ النَّاسُ ؛	31	تو بھی اطاعت کے اس زمرہ میں داخل ہو جا جس میں تمام لوگ داخل ہو چکے ہیں؛
ثُمَّ حَاکِمِ الۡقَوۡمَ اِلَیَّ اَحۡمِلۡکَ وَاِيَّاهُمۡ عَلٰی کِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی ؛	32	پھر تم اور تمہاری قوم میرے سامنے مقدمہ لاؤ تو میں تمہیں اور تمہاری قوم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے سامنے رکھ دوں گا؛
وَاَمَّا تِلۡکَ الَّتِیۡ تُرِيۡدُ فَاِنَّهَا خُدۡعَةُ الصَّبِيِّ عَنِ اللَّبَنِ فِیۡ اَوَّلِ الۡفِصَالِ ؛	33	اور رہ گیا تمہارا یہ منصوبہ اس کی حیثیت میرے نزدیک بچوں والا وہ فریب ہے جو بچوں کا دودھ چھڑاتے وقت دیا جایا کرتا ہے؛
وَالسَّلَامُ لِاَهۡلِهٖ ۔		اور سلام اس پر جو اس کا اہل ہے۔

تشریح:۔ یہ خط معاویہ نے ضرور اپنے اہل دربار کو سنا کر بھیجا ہوگا اور انہیں یہ تاثر دیا ہوگا کہ مسلمانوں کی یکجہتی اور محبت واتحاد کو حضرت علی علیہ السلام نے خراب کیا ہے اور اُمت میں دو محارب گروہ بنائے ہیں جو ایک دوسرے کے دشمن اور خون کے پیاسے ہیں۔اس اعتراض کا جواب قابل غور ہے اور اُن لوگوں کو اس جواب پر غور کرنا ہے جو عہد رسولؐ میں، عہد حضرت ابوبکر وعمر میں مسلمانوں کو متحد جماعت سمجھتے رہے ہیں جیسا کہ سنی وشیعہ علماء نے لکھا ہے کہ: __حضرت علیؑ نے مسلمانوں کا اتحاد برقرار رکھنے کے لئے تلوار نہ اٹھائی تھی۔'__ وہ نوٹ کریں کہ حضرت علی علیہ السلام معاویہ کو بتا رہے ہیں کہ اسلام کا اعلان

ہوتے ہی اتحاد پارہ پارہ ہوگیا تھا۔اس لئے کہ:**اَنَّـا اٰمَنَّـا وَ كَفَرْتُمْ**. ''ہم ایمان لے آئے اور تم نے کفر اختیار کیا'' مطلب صاف ہے کہ اعلان اسلام سے پہلے اتحاد اور الفت موجود تھی۔اسلام نے اتحاد والفت کو خراب کیا اور پھوٹ ڈال دی۔یعنی اسلام کا اعلان نہ ہوتا تو لوگوں میں اتحاد والفت برقرار رہتی۔یہاں معاویہ اگر یہ مانتا کہ واقعی حضرت علیؑ نے تفرقہ نہیں ڈالا بلکہ اسلام نے اتحاد والفت کو تباہ کیا تو معاویہ اسلام کا دشمن ثابت ہو جاتا ہے۔اب پہلے جملے کو غور سے دیکھئے جس میں فرمایا گیا کہ ہم ایمان لے آئے۔یعنی پہلے کافر تھے۔پھر دوسرے جملے کو دیکھئے فرمایا گیا کہ ''تم نے کفر کیا۔یعنی تم پہلے مومن تھے۔اب کافر ہو گئے۔یہ قریشی معانی کرنے کا طریقہ تھا جس سے ایمان لانے والے ایمان لانے سے پہلے کافر بن جاتے ہیں اور کفر کرنے والے کفر کرنے سے پہلے مومن قرار پا جاتے ہیں۔ہم نے جان بوجھ کر معنی کو اس طرح لکھا ہے کہ یہ اُلجھن سامنے آئے اور قارئین ذرا چوکنا رہ کر تراجم پڑھا کیں۔لہٰذا ہمارے طریقہ پر کفر کے معنی حق پوشی ہیں اور ایمان کے معنی مان لینا ہیں۔لہٰذا حضوؐر کے جملے کو پھر سامنے لائیں اور ہماری طرح معنی کریں ''**اٰمَنَّـا وَ كَـفَرْتُمْ** ''**ہم نے مان لیا اور تم نے حق پوشی کی**''لہٰذا ماننے والے اور حق پوشی کرنے والے دومختلف گروہ ہو گئے۔پہلے نہ اعلان ہوا تھا نہ ماننے اور حق پوشی کا سوال تھا۔لہٰذا جو جس حال میں تھا وہ تھا اور اُسی حالت میں اتحاد ومحبت تھی۔یہ اعلان اسلام کرنے والی ہستی علیہ الصلوٰۃ والسلام خاندان بنی ہاشم علیہم السلام سے تھی اُس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ایک گروہ نے اُنہیں نبیؐ مان لیا دوسرے نے حق پوشی کی۔یعنی نبیؐ کا نبی ہونا ماننے سے بنی ہاشم کا اقتدار ماننے کا سوال رکاوٹ بن گیا اور اُنہوں نے کہہ دیا کہ تم نبیؐ نہیں محمد بن عبداللہ اور ہمارے جیسے اور ہم ہی میں سے ایک بشر ہو۔بہرحال اتحاد و الفت تفرقہ اور نفرت میں بدل گئی۔جنگیں ہوئیں تصادم ہوئے بائیکاٹ اور قطع تعلقات رہے۔لوگ مسلمان ہوتے رہے اور فتح مکہ برپا کچھ بعد سب مسلمان ہو گئے۔اب ہمیں کوئی یہ بتائے اور آیت یا حدیث دکھائے کہ وہ اتحاد والفت پھر کب پیدا ہوئی تھی۔ہم قرآن کریم سے اُنہیں مسلمانوں میں فرقہ واریت دکھاتے ہیں اور ایسا فرقہ بھی مومنین میں ملتا ہے جو رسوؐل کے فیصلے پر رضامند نہ ہوتا ہے اور جانتے بوجھتے حق کے خلاف نبیؐ سے جھگڑا بلکہ مجادلہ کرتا تھا۔مودودی سے اُن کا محتاط ترجمہ سنئے۔وہ صورت حال کو سنبھالنے کے لئے آیت کے ترجمہ سے پہلے ایک بریکٹ لگاتے ہیں:۔

''(**اس مال غنیمت کے معاملے میں بھی ویسی ہی صورت پیش آ رہی ہے جیسی اُس وقت پیش آئی تھی جب کہ**) تیرا رب تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے نکال لایا تھا اور مومنوں میں سے ایک گروہ (آیت کا لفظ ہے **فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ**) کو یہ سخت ناگوار تھا وہ اس حق کے معاملے میں تجھ سے جھگڑ رہے تھے درآں حالیکہ وہ حق صاف صاف نمایاں ہو چکا تھا اِن کا حال یہ تھا کہ گویا کہ وہ آنکھوں دیکھے موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں۔(سورہ انفال 8/5-6)(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 131-130)

یہاں اتحاد ومحبت کا کسی طرح ثبوت نہیں ملتا **فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ** اور خود رسوؐل کے خلاف فرقہ اور جھگڑا ثابت ہے۔

مودودی کی چوتھی تشریح بھی دیکھ لیں:۔''یعنی جس طرح اس وقت یہ (گروہ یا فرقہ) لوگ خطرے کا سامنا کرنے سے گھبرا رہے تھے حالانکہ حق کا مطالبہ اس وقت یہی تھا کہ خطرے کے منہ میں چلے جائیں،اسی طرح آج انہیں مال غنیمت ہاتھ سے چھوڑنا ناگوار ہو رہا ہے حالانکہ حق کا مطالبہ یہی ہے کہ وہ اسے چھوڑ دیں اور حکم کا انتظار کریں۔''(تفہیم جلد 2 صفحہ 131)

ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اسلام لانے یا مسلمان ہو جانے کے بعد کبھی بھی سارے مسلمانوں میں الفت واتحاد نہیں رہا ہے۔لہٰذا اُدھر معاویہ اپنے اعتراض میں جھوٹا ہے ادھر وہ لوگ بھی جھوٹے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ:''**حضرت علی علیہ السلام نے خلافت کیلئے تلوار نہ اُٹھا کر مسلمانوں کا اتحاد برقرار رکھا**'' مسلمانوں میں اتحاد تھا ہی نہیں تو برقرار رکھنا بے معنی ہے اور سارے مسلمانوں میں الفت ہوتی تو اللہ کو تالیف کی ضرورت نہ ہوتی۔(3/103 اور 8/63)

سارا عرب مسلمان تھا اور علیؑ کے مخالفین سارے عرب کے بعد مجبوراً اسلام لائے تھے

یہاں جملہ نمبر 5 - 4 کی رُو سے معاویہ اوراس کے ساتھی اور پسندیدہ لوگ مجبوراً اسلام لائے تھے یعنی سارے عرب کو مسلمان دیکھ کراورخطرہ سمجھ کر مسلمان ہوئے تھے۔لہٰذا یہ کہنا کہ عرب میں منافق اور مرتد لوگ موجود تھے غلط ہے۔چنانچہ خلافت حاصل کرنے والے بھی مسلمان تھے مخالفت کرنے والے بھی مسلمان تھے۔حضرت ابوبکر کے خلاف بغاوت کرنے والے اور زکاۃ روکنے والے بھی مسلمان ماننا پڑیں گے۔یہاں بھی طے ہوجانا چاہئے کہ معاویہ ایک بے عقل اور فریب کار آدمی تھا ہر پہلو سے اُس کی حماقتیں واضح کردی گئی ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ خط جنگ صفین سے کہیں پہلے لکھا گیا ورنہ معاویہ ملاقات کرنے اور فوجوں کو لانے کی بات نہ کرتا۔

(نمبر65) خط — اَلَیۡہِ اَیۡضًا: پھر معاویہ کے نام

1)**معاویہ کے بزرگوں نے بھی اللہ کی ممنوعہ چیزوں کو غصب کیا تھا** 2)**معاویہ اوراس کے بزرگ مقام امامت وخلافت سے بہت پست تھے**

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

اَمَّا بَعۡدُ فَقَدۡ اٰنَ لَکَ اَنۡ تَنۡتَفِعُ بِاللَّمۡحِ الۡبَاصِرِ مِنۡ عِیَانِ الۡاُمُوۡرِ ؛	1	حمد وثنائے خدا اور رسولؐ کے بعد اے معاویہ سنو کہ تیرے لئے وہ وقت آپہنچا ہے کہ تو سامنے پھیلے ہوئے حالات کو غور سے دیکھے اور اُن سے فائدہ اُٹھائے؛ مگر تُو نے
فَلَقَدۡ سَلَکۡتَ مَدَارِجَ اَسۡلَافِکَ بِادِّعَائِکَ الۡاَبَاطِیۡلَ ؛	2	تو خود کو اپنے بزرگوں کے درجات اور طرزِ عمل سے وابستہ کردیا ہے اس لئے کہ تو نے بھی باطل دعویٰ کیا ہے؛
وَاقۡتِحَامِکَ غُرُوۡرَ الۡمَیۡنِ وَالۡاَ کَاذِیۡبِ ؛	3	اور نہایت بے فکری سے خود کو جھوٹ کے ڈھیر میں دبایا ہوا ہے؛
وَبِانۡتِحَالِکَ مَاقَدۡ عَلَاعَنۡکَ ؛	4	اور خود کو اپنے سے بلند وبالا مقام کے حصول میں جھونک دیا ہے؛
وَابۡتِزَازِکَ لِمَا اخۡتُزِنَ دُوۡنَکَ ؛	5	اور یہ جانتے ہوئے کہ وہ مقام دوسروں کو سپرد شدہ ہے اُسے غصب کرنے میں اپنے بزرگوں کے راستہ پر چل رہے ہو؛
فِرَارًا مِنَ الۡحَقِّ ؛	6	تاکہ تم حق سے بچ کر فرار کرسکو؛
وَجُحُوۡدًا لِمَاهُوَاَلۡزَمُ لَکَ مِنۡ لَّحۡمِکَ وَدَمِکَ ؛	7	اور اُس حقیقت کی مخالفت کررہے ہو جو تم پر تمہارے خون اور گوشت سے بھی زیادہ لازم تر ہے؛
مِمَّا قَدۡ وَعَاهُ سَمۡعُکَ ؛	8	اور وہ وہی ہے جسے تمہارے کانوں نے سنا ہے اور محفوظ رکھا ہوا ہے؛
وَمُلِئَ بِهٖ صَدۡرُکَ ؛	9	اور وہ وہی ہے جس سے تمہارا سینہ لبریز ہے؛
فَمَاذا بَعۡدَ الۡحَقِّ اِلَّاَ الضَّلَالُ الۡمُبِیۡنُ ؟	10	بتاؤ کہ حق کے بعد کھلے ہوئے باطل کے سوا اور کیا رہ جاتا ہے؟
وَبَعۡدَ الۡبَیَانِ اِلَّا اللُّبۡسُ ؟	11	اور واضح بیان کے بعد اور کچھ نہیں بچتا سوائے حرّافی اور فریب کاری کے؛
فَاحۡذَرِ الشُّبۡهَةَ وَاشۡتِمَا لِهَاعَلٰی لُبۡسَتِهَا ؛	12	لہٰذا تم شبہات سے اور شبہات کی مُلمّع کاری اور فریب نگاری سے بچ کر رہا کرو؛

فَاِنَّ الْفِتْنَةَ طَالِمَا اَغْدَفَتْ جَلاَ بِيْبَهَا ؛	13	اس لئے کہ فتنوں نے مدت ہوئی کہ اپنے دامن لٹکا دئے تھے اور اپنی نقاب منہ پر ڈال رکھی ہے؛
وَاَغْشَتِ الْاَبْصَارَ ظُلْمَتُهَا ؛	14	اور اُن کے گہرے اندھیروں نے آنکھوں کو دیکھنے سے بے بس کر رکھا ہے؛
وَقَدْ اَتَانِیْ كِتَابٌ مِنْكَ ذُوْا اَفَانِيْنَ مِنَ الْقَوْلِ ضَعُفَتْ قُوَاهَا عَنِ السِّلْمِ ؛	15	بلا شبہ تمہارا ایک ایسا خط مجھے ملا ہے جس میں طرح طرح کی بے تکی باتیں ہیں اور جن سے صلح اور امن کے مقصد میں کمزوری پیدا ہوتی ہے؛
وَاَسَاطِيْرَ لَمْ يَحُكْهَا مِنْكَ عِلْمٌ وَّلَا حِلْمٌ ؛	16	اور اُس میں سطروں کی سطریں بکواس سے لبریز ہیں جن کو تو نے علم اور بردباری سے نہیں لکھا ہے؛
اَصْبَحْتَ مِنْهَا كَالْخَائِضِ فِى الدَّهَاسِ وَالْخَابِطِ فِى الدِّيْمَاسِ ؛	17	اُن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو دلدل میں دھنستا جا رہا ہے اور اندھے کنویں میں ہاتھ پیر مار رہا ہے یا جیسے ایک خبطی بکواس کرتا جا رہا ہے؛
وَتَرَقَّيْتَ اِلٰى مَرْقَبَةٍ بَعِيْدَةِ الْمَرَامِ ؛	18	اور تو نے (ولی عہد اور جانشین بننے کی درخواست کر کے) خود کو اتنا بلند کرنا چاہا ہے جہاں تک پہنچنا ممکن نہیں ہے؛
نَازِحَةِ الْاَعْلَامِ ؛	19	وہ تو تمام بلند نشانات سے بھی بہت دور اور اونچا مقام ہے؛
تَقْصُرُ دُوْنَهَا الْاَنُوْق ؛	20	وہاں تک پہنچنا تو عقاب کے لئے بھی ممکن نہیں ہے؛
وَيُحَاذٰى بِهَا الْعَيُّوْقُ ؛	21	**اور اُس کے محاذ میں تو عیُّوق ستارہ آتا ہے؛**
وَحَاشَ لِلّٰهِ اَنْ تَلِىَ لِلْمُسْلِمِيْنَ بَعْدِىْ صَدَرًا اَوْ وِرْدًا ؛	22	میں اللہ سے پناہ مانگتے ہوئے کہتا ہوں کہ میں تمہیں اپنے بعد کے لئے مسلمانوں کا حاکم اور فیصلے کرنے والا ہرگز نہ بناؤں گا؛
اَوْ اُجْرِىَ لَكَ عَلٰى اَحَدٍ مِنْهُمْ عَقْدًا اَوْعَهْدًا ؛	23	یا تمہیں کسی ایک مسلمان پر بھی اُس کے معاملات میں حاکم نہ بناؤں گا (نکاح و طلاق اور معاہدہ کرنے کا اختیار بھی نہ دوں گا)؛
فَمِنَ الْاٰنِ فَتَدَارَكْ نَفْسَكَ وَانْظُرْلَهَا ؛	24	بہرحال تو اِس گھڑی سے اپنی ذہنیت اور حالت پر غور کرنا شروع کر دے اور اس کا تدارک کر لے؛
فَاِنَّكَ اِنْ فَرَّطْتَ حَتّٰى يَنْهَدَا اِلَيْكَ عِبَادُاللّٰهِ ؛	25	25۔اِس لئے کہ اگر تم نے اپنی اصلاح میں اُس وقت تک کوتاہی کی کہ جب اللہ کے بندے مقابلے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں گے؛
اُرْتِجَتْ عَلَيْكَ الْاُمُوْرُ ؛	26	تو تمہارے لئے تمام راہیں بند ہو جائیں گی؛
وَمُنِعْتَ اَمْرًا هُوَ مِنْكَ الْيَوْمَ مَقْبُوْلٌ .وَالسَّلَامُ ـ	27	اور جو کچھ آج تجھ سے قبول کیا جا سکتا ہے وہ حملہ کے بعد قبول نہ ہوگا۔ والسلام

تشریح:۔ یہ معاویہ کے ایک مخصوص خط کا جواب ہے جس میں اُس نے چاہا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام اسے اپنے بعد کے لئے ولی عہد بنا کر مصر پر حاکم رہنے دیں اور گورنری سے معزول کرنے کے حکم کو نظر انداز فرما دیں۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ حضور علیہ السلام نے پہلے ہی دن تمام عثمانی گورنروں کو معزول

کرنے کے احکام جاری کئے تھے جن میں معاویہ کو بھی معزول ہو کر آنے کے لئے حکم نامہ بھیجا تھا۔ اگر حضرت علی علیہ السلام نے خود کو حضرات ابو بکر وعمر و عثمان والی قریشی حکومت کا جانشین سمجھا ہوتا اور خود کو قریشی قوانین کے ماتحت بننے والا ویسا ہی خلیفہ سمجھا ہوتا تو معاویہ کی یہ درخواست قبول کی جاسکتی تھی اور معاویہ نے حضورؐ کو حضرات ابو بکر وعمر وعثمان ہی جیسا ایک خلیفہ سمجھ کر یہ خط لکھا تھا اور اپنی درخواست کے منظور ہونے کی پوری اُمید کی تھی۔ اس لئے کہ ایک قریشی مسلمہ خلیفہ اپنے بیٹوں کے علاوہ کسی کو بھی اپنا جانشین اور ولی عہد بنا سکتا تھا۔ لیکن اس جواب نے معاویہ کی تمام اُمیدوں پر پانی پھرا دیا اور اُسے اب معلوم ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام خود کو **خلیفة اللّٰه** سمجھتے ہیں اور یہ کہ **خلیفة اللّٰه** کا تقرر اللہ کے سوا کوئی اور نہیں کرسکتا۔ اور یہ کہ خلیفۃ اللہ کا مقام اللہ تک بلند ہوتا ہے وہ جانشینِ خداوندی ہوتا ہے اور اُس کے اختیارات اور قدرت وہی ہوتی ہے جو اللہ کے اختیارات وقدرت ہوتی ہے۔ تاکہ وہ اللہ کی ہر ممکن نمائندگی کر سکے۔ اور جس کا ہر کام وخیال وارادہ اللہ سے منسوب ہو سکے۔ اور اسی جواب سے معاویہ کو رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا مقام معلوم ہوا تھا۔ اس جواب میں حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ اینڈ کمپنی کو اپنا اور خلفائے ثلاثہ کا فرق سمجھایا ہے اور بتایا ہے کہ یہ بزرگوار تو غاصب تھے اور یہ کہ معاویہ بھی غصب کرنے کی پالیسی پر گامزن ہے۔ اِسی خط میں حضرت علی علیہ السلام نے اُسے موقع دیا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر کے اطاعت کرلے۔ اگر معاویہ نے بیعت واطاعت اختیار کی ہوتی اور صحیح عقیدے کا برملا اعلان کیا ہوتا تو ممکن تھا کہ حضور علیہ السلام اُسے قوانین اسلام کے ماتحت کچھ فائدہ پہنچا دیتے۔ یعنی اُسے نبطیوں کی طرح معصومؑ حکومت کے ماتحت حکمران قرار دے دیتے اور یہ بہت بڑا اعزاز ہوتا اور نجات کی اُمید کی جاسکتی تھی اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بلندی بھی عیوق ستارہ سے کچھ کم نہ ہوتی۔

عیوق ستارہ کے متعلق معلومات

عیوق ایک سرخ رنگ کا ستارہ ہے جو ہماری کہکشاں کے داہنے کنارے پر نظر آتا ہے اور ستارۂ ثُریّا کے بعد نکلتا ہے اور ثُریّا سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ ثریا کے آگے پیچھے رہنے والا ایک اور ستارہ ہے عَوُق کہتے ہیں اور یہ ثریا کا محافظ کہلاتا ہے اسی کے نام سے لفظ عیوق بنایا گیا ہے اور یہ ہر سال 8 فروری کو رات کے 9 بجے نصف النہار (خط استوا) پر سے گذرتا ہے۔

وہ واضح بیان جسے تمام قریش نے سنا اور محفوظ رکھا اور سینوں میں رہتا چلا آیا ہے

جملہ نمبر 8 تا 11 میں جس واضح بیان کا ذکر فرمایا ہے وہ دعوتِ ذوی العشیرہ **وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ** o (26/214) ہے۔ جہاں حضرت علی علیہ السلام کو **خلیفة اللّٰه**، وزیر اور بھائی بنانے کا اعلان کیا گیا تھا اور قریش نے خلافت ووزارت واخوت حاصل کرنے کا موقع ٹھکرا دیا تھا۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام قریش اینڈ کمپنی کو حضرت علی علیہ السلام کی بے چوں وچرا اطاعت کا حکم دیا گیا تھا۔ اور جب بعد میں سکھوں کی طرح حقیقت سمجھ میں آئی تو خلافت حاصل کرنے اور قومی حکومت بنانے کی اسکیم شروع کی گئی تھی۔

(نمبر66)خط اِلٰی عَبۡدِاللّٰهِ ابۡنِ الۡعَبَّاسِ : عبداللہ ابن عباس کے نام

ایسی نصیحت کی گئی ہے جوایک عام اورادنیٰ آدمی کوکی جاتی ہےاوراُس کے کردار کی نفی ہوتی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ O

اَمَّا بَعۡدُ فَاِنَّ الۡعَبۡدَ لَيَفۡرَحُ بِالشَّیۡءِ الَّذِیۡ لَمۡ يَكُنۡ لِّيَفُوۡتَهُ ؛	1	حمد وثنائے خدااور رسوؐل کے بعدواضح ہوکہ بندہ کبھی ایسی چیز کو پا کرخوشی منانے لگتا ہے جوکبھی اُس کے ہاتھ سے جانے والی نہیں ہوتی ہے؛
وَيَحۡزَنُ عَلَی الشَّیۡءِ الَّذِیۡ لَمۡ يَكُنۡ لِّيُصِيۡبَهُ ؛	2	اورایسی چیز پرغمگین ہوجاتا ہے جواُس کوکبھی ملنےوالی نہیں ہوتی؛
فَلا يَكُنۡ اَفۡضَلُ مَا نِلۡتَ فِیۡ نَفۡسِكَ مِنۡ دُنۡيَاكَ بُلُوۡغَ لَذَّةٍ اَوۡشِفَآءَ غَيۡظٍ ؛	3	لہٰذا اے ابن عباس لذتوں کو جیسے بھی ملیں حاصل کرنا اور جذبۂ انتقام کو جیسے بھی ہو پورا کر کے چھوڑ نا تمہاری نظروں میں دنیا کی سب سے افضل نعمت نہ ہونا چاہئے؛
وَلٰكِنۡ اِطۡفَآءَ بَاطِلٍ وَاِحۡيَآءَ حَقٍّ ؛	4	بلکہ باطل کومٹانااورحق کوزندہ اورنافذرکھنا بہترین نعمت ہونا چاہئے؛
وَلۡيَكُنۡ سُرُوۡرُكَ بِمَا قَدَّمۡتَ ؛	5	اورتمہاری خوشی اُس ذخیرہ پرمنحصر ہونا چاہئے جوتم نے آخرت کے لئے آگے بھیجاہے؛
وَاَسَفُكَ عَلٰی مَاخَلَّفۡتَ ؛	6	اورتمہارا رنج وافسوس اُس سامان پر ہونا چاہئے جوجمع کر کے ضائع ہونے کے لئے پیچھے چھوڑاہے؛
وَهَمُّكَ فِيۡمَا بَعۡدَ الۡمَوۡتِ ۔	7	اورتمہاری فکروبصیرت اورہمت موت کے بعدکے لئے صرف ہونا چاہئے۔

تشریح:۔ اس کے بارے میں خطوط اور کردار کو پیش کیا جا چکا ہے ۔یہ وہ شخص ہے جوقریشی سازش کی وجہ سے خود کوعلیؑ ومحمدؐ کا چچازاد بھائی سمجھتا رہا ہے۔تعلیماتِ قرآن اور رسوؐل اور حضرت علی علیہ السلام کی تعلیم سے جس نے ذرہ برابراثر نہ لیا اور حضرت علی علیہ السلام اور مومنین کے ساتھ ہرغدروغبن جائز سمجھا۔یہی نہیں اس کی اولا د نے بھی خاندان مرتضوی علیہم السلام پرصدیوں تک مظالم کئے۔ اِنہوں نے آئمہ علیہم السلام کےاوراسلام کے خلاف باقاعدہ محاذ جاری رکھا۔اسلامی عقائداورتصورات کومٹانے کے لئے غیرمسلم اقوام کےفلاسفروں کی پرورش کی تنخواہیں اوروظائف دئے۔فلسفہ ومنطق کی کتابوں کے تراجم کرائے اور مسلمانوں کوبے دین کرنے میں استعمال کیا۔اگرحضرت امام جعفرصادق علیہ السلام نے جواب میں حقیقی منطق اور فلسفی تیار نہ کئے ہوتے توان لوگوں نے دین اور دینداروں کومسمار کر دیا ہوتا۔بہرحال عبداللہ اوراس کا باپ علیؑ ومحمدؐ کے دشمن تھےاوردشمن رہےاوردشمن نسل چھوڑ کر چلے گئے۔

(نمبر67)خط اِلٰی قُثَمَ ابْنِ الْعَبَّاسِ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلٰی مَكَّةَ

عباس کے بیٹے قثم کے نام جو مکہ میں آپؑ کا گورنر تھا

1۔ قریش، مکہ میں آنے والوں سے قرآن کے خلاف کرایہ لیا کرتے تھے اس سے منع کیا ہے

2۔ حکم وپیغام گورنر خود زبانی دے گا 3۔ کوئی دربان نہ رکھے گا 4۔ کسی کو ملاقات سے محروم نہ کرے گا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

اَمَّا بَعْدُ فَاَقِمْ لِلنَّاسِ الْحَجَّ ؛	1	حمد وثنائے خدا اور سوؑل کے بعد معلوم ہو کہ لوگوں کے ساتھ حج کو قائم کرو؛
وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ ؛	2	اور اُنہیں اللہ کے یادگار دنوں کی یاد دلاتے رہو؛
وَاجْلِسْ لَهُمُ الْعَصْرَيْنِ فَاَفْتِ الْمُسْتَفْتِيَ	3	اور دن میں دو مرتبہ لوگوں کی مجلس قائم کر کے موجود رہا کرو اور فتویٰ مانگنے والوں کو فتویٰ دیا کرو؛
وَعَلِّمِ الْجَاهِلَ ؛	4	جاہلوں کو تعلیم دیا کرو؛
وَذَاكِرِ الْعَالِمَ ؛	5	اور عالموں سے تبادلہ خیال کیا کرو؛
وَلَايَكُنْ اِلَى النَّاسِ سَفِيْرٌ اِلَّا لِسَانُكَ ؛	6	اور تمہارا پیغام پہنچانے والی تمہاری اپنی زبان ہونا چاہئے نہ کہ پیغامبر اور سفیر؛
وَلَا حَاجِبٌ اِلَّا وَجْهُكَ ؛	7	اور تمہارے چہرے کے علاوہ کوئی تمہارا دربان نہ ہونا چاہئے؛ اور
وَلَا تَحْجُبَنَّ ذَاحَاجَةٍ عَنْ لِقَائِكَ بِهَا ؛	8	ضرورت مند کو اپنی ملاقات سے محروم نہ کرنا؛ یعنی ضرورت کی چیزیں لئے ہوئے ملاقات کرو؛
فَاِنَّهَا اِنْ ذِيْدَتْ عَنْ اَبْوَابِكَ فِيْ اَوَّلِ وِرْدِهَا لَمْ تُحْمَدْ فِيْمَا بَعْدُ عَلٰى قَضَائِهَا ؛	9	اس لئے کہ اگر پہلی مرتبہ تمہارے دروازوں سے حاجت مند کو خالی موڑ دیا گیا تو پھر وہ حاجت روائی کے بعد بھی تمہیں قابل تعریف نہ سمجھے گا؛
وَانْظُرْ اِلٰى مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ فَاصْرِفْهُ اِلٰى مَنْ قِبَلَكَ مِنْ ذَوِى الْعِيَالِ وَالْمَجَاعَةِ ؛	10	اور اِس پر نظر رکھو کہ تمہارے پاس اللہ کا کچھ مال جمع ہو گیا ہے لہٰذا اسے اپنے آس پاس کے اور سامنے کے عیالداروں اور بھوکوں ننگوں میں تقسیم کرو؛
مُصِيْبًابِهٖ مَوَاضِعَ الْفَاقَةِ وَالْخَلَّاتِ ؛	11	خیال یہ رکھو کہ مال صحیح حقداروں کے مرکز تک پہنچ جائے فاقہ کش محروم نہ رہیں؛
وَمَا فَضَلَ عَنْ ذٰلِكَ فَاحْمِلْهُ اِلَيْنَا لِنَقْسِمَهُ فِيْمَنْ قِبَلَنَا ؛	12	اور جو وہاں کی ضرورت سے فاضل ہوا کرے اُسے ہمارے پاس روانہ کر دیا کرو تاکہ ہم یہاں کے حقداروں میں تقسیم کیا کریں؛
وَمُرْاَهْلَ مَكَّةَ اَنْ لَا يَاْخُذُوْا مِنْ سَاكِنٍ اَجْرًا ؛	13	اور مکہ کے باشندوں کو حکم دو کہ وہ باہر سے آکر ٹھہرنے والوں سے کرایہ نہ لیا کریں؛
فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يَقُوْلُ: سَوَآءَ نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ (حج 22/25)؛	14	اس لئے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ”مکہ میں عاکف اور بادی دونوں یکساں اور برابر ہیں (22/25)
فَالْعَاكِفُ : اَلْمُقِيْمُ بِهٖ ؛	15	عاکف وہ شخص ہے جو مکہ میں مقیم وآباد ہو؛

وَالْبَادِیْ : اَلَّذِیْ یَحُجُّ اِلَیہِ مِنْ غَیرِاَھْلِہٖ وَفَّقْنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ لِمَحَابِّہٖ .والسلام ۔	16	اور بادی وہ ہے جو باہر سے حج کو آیا ہو وہاں کا باشندہ نہ ہو۔ اللہ ہمیں اور تمہیں پسندیدہ کاموں کی توفیق دے۔ والسلام

تشریح:۔ یہ قثم عبداللہ کا برادر حقیقی ہے۔ عبداللہ ابن عباس نے باغی ہو جانے اور بیت المال کو لوٹنے کے بعد مکہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور حضرت علی علیہ السلام کے تقاضوں کے بعد بھی باغی رہنا پسند کیا تھا۔ مگر قثم نے گورنر ہوتے ہوئے نہ عبداللہ کے آنے کی اطلاع دی نہ اس کے خلاف کوئی قدم اُٹھایا اور اپنے امام وخلیفہ کے خلاف اپنے بھائی کی حمایت اور مدد کرتا رہا اور ایک خط میں پہلے بھی قثم کی مذمت ہو چکی ہے۔

(نمبر68)خط اِلٰی سَلْمَانَؓ الْفَارِسِیّ قَبْلَ اَیَّامِ خِلَافَتِہٖ

اپنی ظاہری خلافت سے پہلے سلمانؓ فارسی کے نام لکھا تھا

دنیا کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیئے؟ اور فریب سے بچنے کیلئے خود پر کس طرح نظر رکھنا چاہیئے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّمَا مَثَلُ الدُّنْیَامَثَلُ الْحَیَّۃِ ؛	1	حمدِ خدا اور رسولؐ کے بعد واضح ہو کہ یہ دنیا اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس کی مثال سانپ جیسی ہے؛
لَیِّنٌ مَسُّھَا قَاتِلٌ سَمُّھَا ؛	2	جو کہ چھونے میں چکنا، نرم اور خوشگوار ہوتا ہے مگر اُس کا زہر قاتل ہوتا ہے؛
فَاَعْرِضْ عَمَّا یُعْجِبُکَ فِیْھَا لِقِلَّۃِ مَا یَصْحَبُکَ مِنْھَا ؛	3	چنانچہ اس دنیا کی جو جو چیزیں تمہیں اچھی لگیں اور پسند آئیں اُن سے دل چسپی نہ لینا کیونکہ تمہارے ساتھ جانے والی چیزیں اُن میں بہت کم ہیں؛
وَضَعْ عَنْکَ ھُمُوْمَھَا لِمَا اَیْقَنْتَ بِہٖ مِنْ فِرَاقِھَا ؛	4	دنیا کی فکروں کو جھٹک دو اس لئے کہ تمہیں دنیا سے جدائی کا یقین ہے؛
وَتَصَرُّفِ حَالَاتِھَا ؛	5	اور تمہیں دنیا کے حالات کے بدلتے رہنے کا تجربہ بھی ہے؛
وَکُنْ اَنَسَ مَاتَکُوْنُ بِھَا اَحْذَرَ مَاتَکُوْنُ مِنْھَا ؛	6	اور جس وقت یہ دنیا تمہیں زیادہ محبوب معلوم ہونے لگے وہی وقت ہوتا ہے جو اس سے زیادہ بچ کر رہنے کا ہوتا ہے؛
فَاِنَّ صَاحِبَھَا کُلَّمَا اَطْمَاَنَّ فِیْھَا اِلٰی سُرُوْرٍ اَشْخَصَتْہُ عَنْہُ اِلٰی مَحْذُوْرٍ ؛	7	یہ اس لئے کہ جب بھی دنیا دار دنیا کی فراہم کی ہوئی مسرتوں پر مطمئن ہو جاتا ہے تو دنیا اُس کو سختیوں میں دھکیل دیتی ہے؛
اَوْ اِلٰی اِیْنَاسٍ اَزَالَتْہُ عَنْہُ اِلٰی اِیْحَاشٍ، وَالسَّلَامُ۔	8	یا دنیا کی اُنسیت ومحبت پر بھروسہ کر لیتا ہے تو دنیا اُس سے اپنے اُنس ومحبت کو ہٹا کر وحشت وہراس میں بدل دیتی ہے۔ والسلام

تشریح:۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے سب سے بہترین صحابی تھے سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھے ایک بے باک دوستدارِ اہلبیتؑ تھے۔ حضرت علی علیہ السلام کے مخلص صحابی اور شاگرد تھے۔ اُن کا پہلا نام روز بہ ابن خشنو دان تھا۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمان نام رکھا تھا۔ ایک زمانہ میں آپ کو قریشی حکومت نے ایران کا گورنر بھی بنایا تھا۔ حضرت سلمان ہی نے جنگ احزاب میں خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ انہوں

نے بھی ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی۔ ان کا انتقال مدائن ہی میں ہوا تھا اور حضرت علی علیہ السلام نے مدائن جا کر اُن کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ باقی مورخین نے لکھا ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ بہر حال یہ حضرت علی علیہ السلام کے مخصوص صحابہ میں سے تھے جن میں کسی قسم کا نقص بیان نہیں کیا گیا ہے۔

(نمبر69)خط اِلٰى الْحَارِثِ الْهَمْدَانِي : حارث ہمدانی رضی اللہ کے نام

1)قرآن سے وابستہ رہنے کی تاکید (2)ساتھیوں اور دوستوں کے اچھے یا برے ہونے سے تمہیں اچھا یا برا سمجھا جائیگا (3)بازاری اڈوں میں اُٹھنا بیٹھنا (4)جمعہ کے روز سفر کی پوزیشن (5)اپنے ساتھ سلوک پر ہدایات (6) بڑے شہروں میں آباد ہونے یا اسلامی مرکز سے قریب رہنے کی تاکید(7)روزمرہ کام آنے والی ہدایات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ O

وَتَمَسَّکْ بِحَبْلِ الْقُرْاٰنِ وَاسْتَنْصِحْهُ ؛	1	قرآن کے سلسلے سے وابستہ رہو اور وہیں سے نصیحت حاصل کیا کرو؛
وَاَحِلَّ حَلَالَهٗ ؛ وَ حَرِّمْ حَرَامَهٗ ؛	2	اور صرف قرآن اور سلسلۂ قرآن کے حلال کو حلال اور اُن ہی کے حرام کو حرام سمجھو؛
وَصَدِّقْ بِمَا سَلَفَ مِنَ الْحَقِّ ؛	3	اور ماضی میں جو حق کی باتیں گذری ہیں اُن سب کی تصدیق کرو؛
وَاعْتَبِرْ بِمَا مَضٰى مِنَ الدُّنْيَا مَابَقِيَ مِنْهَا ؛	4	اور دنیا میں سے جو کچھ گزر گیا ہے اس سے باقی رہی ہوئی دنیا کے متعلق عبرت وسبق حاصل کرو؛
فَاِنَّ بَعْضَهَا يُشْبِهُ بَعْضًا ؛	5	یقیناً دنیا کی بعض چیزیں اس کی بعض سے مشابہ ہیں؛
وَاٰخِرَهَا لَاحِقٌ بِاَوَّلِهَا ؛	6	اور اس کا آخر بھی اپنے اوّل سے ملحق ہونے والا ہے؛
وَ كُلُّهَا حَائِلٌ مُّفَارِقٌ ؛	7	اور یہ دنیا ساری کی ساری بچھڑنے اور فنا ہونے والی ہے؛
وَعَظِّمِ اسْمَ اللّٰهِ اَنْ تَذْكُرَهٗ اِلَّا عَلٰى حَقٍّ ؛	8	اللہ کے نام کی عظمت کو سامنے رکھو اور سو فیصد حق کے علاوہ کسی اور معاملے میں اُس کی قسم نہ کھایا کرو؛
وَاَكْثِرْ ذِكْرَالْمَوْتِ وَ مَابَعْدَ الْمَوْتِ ؛	9	اور موت کو اکثر یاد کرتے رہو اور موت کے بعد جو کچھ ہونا ہے اُسکا ذکر کرتے رہو؛
وَلَا تَتَمَنَّ الْمَوْتَ اِلَّا بِشَرْطٍ وَّثِيْقٍ ؛	10	اور موت کے آجانے کی تمنا کبھی نہ کرنا سوائے اِسکے کہ کوئی یقینی شرط لگا کر؛
وَاحْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ يَّرْضَاهُ صَاحِبُهٗ لِنَفْسِهٖ وَيَكْرَهُ لِعَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ ؛	11	اور اُن تمام اعمال سے بچو جن کو اپنے لئے پسند کیا جاتا ہو اور عوام الناس کے لئے وہی کام کرنا پسند نہ آتا ہو(یعنی دوسروں کے ساتھ وہی کرو جو اپنے ساتھ کیا جانا پسند آتا ہو اور وہ نہ کرو جسے اپنے لئے ناپسند کرتے ہو)؛
وَاحْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ يُعْمَلُ بِهٖ فِي السِّرِّ وَيُسْتَحٰى مِنْهُ فِي الْعَلَانِيَةِ ؛	12	ان تمام اعمال سے بچ کر رہو جو چھپا کر تو کئے جا سکتے ہوں مگر سب کے سامنے اعلانیہ کرنے میں شرم آتی ہو؛

وَاحْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ اِذَا سُئِلَ عَنْهُ صَاحِبُهُ اَنْكَرَهُ اَوِ اعْتَذَرَ مِنْهُ ؛	13	اور اُن تمام کاموں سے بھی باز رہو جن کو کرنے والے سے پوچھا جائے تو وہ خود بھی اُن کو برے کام کہے گا یا اُن پر شرمندہ ہوگا اور معذرت خواہی ضروری سمجھتا ہو؛
وَلَا تَجْعَلْ عِرْضَكَ غَرَضًا لِّنِبَالِ الْقَوْلِ ؛	14	اور ایسی باتیں نہ کرو جن پر چہ میگوئیاں ہوں اور اعتراضات کے تیر برسیں؛
وَلَا تُحَدِّثِ النَّاسَ بِكُلِّ مَاسَمِعْتَ بِهٖ فَكَفٰى بِذٰلِكَ كَذِبًا ؛	15	اور سنی سنائی باتیں واقعات کی طرح بیان نہ کرتے پھرو ورنہ وہی تمہیں جھوٹا قرار دینے کے لئے کافی ہو جائیں گی؛
وَلَا تَرُدَّ عَلَى النَّاسِ كُلَّ مَاحَدَّثُوْكَ بِهٖ فَكَفٰى بِذٰلِكَ جَهْلاً ؛	16	اور لوگوں کی ہر بات کو جھٹلانے سے باز رہو ورنہ وہی تمہاری جہالت کے لئے کافی ہو جائیں گی؛
وَاكْظِمِ الْغَيْظَ وَتَجَاوَزْ عِنْدَ الْمَقْدِرَةِ ؛	17	اور غصہ کو پی جایا کرو اور سزا دینے کی قدرت ہوتے ہوئے لوگوں کو معاف کر دیا کرو؛
وَاحْلُمْ عِنْدَ الْغَضَبِ ؛	18	اور غصہ وغضب کے عالم میں بردباری وحلیمی اختیار کرو؛
وَاصْفَحْ مَعَ الدَّوْلَةِ تَكُنْ لَكَ الْعَاقِبَةُ ؛	19	دولت مند ہوتے ہوئے بھی کشادہ روئی اور کشادہ دستی استعمال کرو گے تو تم عاقبت میں کامیاب ہو گے؛
وَاسْتَصْلِحْ كُلَّ نِعْمَةٍ اَنْعَمَهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ ؛	20	اُن تمام نعمتوں سے اصلاح حالات کا کام لو جو اللہ نے تمہیں دی ہیں؛
وَلَا تُضَيِّعَنَّ نِعْمَةً مِّنْ نِّعَمِ اللّٰهِ عِنْدَكَ ؛	21	اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے کسی نعمت کو ضائع نہ کرو؛
وَلْيُرَ عَلَيْكَ اَثَرُمَا اَنْعَمَ اللّٰهُ بِهٖ عَلَيْكَ ؛	22	اور اللہ نے جو جو انعامات تمہیں دیئے ہیں اُن سے پیدا ہونے والے نتیجہ کو تمہاری حالت سے ظاہر ہونا چاہئے؛
وَاعْلَمْ اَنَّ اَفْضَلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَفْضَلُهُمْ تَقْدِمَةً مِّنْ نَّفْسِهٖ وَاَهْلِهٖ وَمَالِهٖ ؛	23	اور یہ جان رکھو کہ ایمان والوں میں سب سے افضل وہ شخص ہوتا ہے جو سب سے زیادہ نیک ہو اور جو اپنی طرف سے بھی اور اپنے متعلقین کی طرف سے ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرتا رہے؛
وَاَنَّكَ مَاتُقَدِّمْ مِّنْ خَيْرٍ يَبْقَ لَكَ ذُخْرُهُ ؛	24	اور یہ کہ جو کچھ تم آخرت کیلئے بھیجو گے وہ تمہارے لئے ذخیرہ کی طرح موجود رہے گا؛
وَمَا تُؤَخِّرْهُ يَكُنْ لِغَيْرِكَ خَيْرُهُ ؛	25	اور جو کچھ تم پیچھے چھوڑو گے اُس کی اچھائی تمہارے لئے نہیں تمہارے غیر کیلئے ہوگی؛
وَاحْذَرْ صَحَابَةَ مَنْ يَّفِيْلُ رَاْيُهُ وَيُنْكَرُ عَمَلُهُ،	26	اور ایسے صحابہ کی صحبت سے پرہیز کرو جن کی رائے کمزور اور اعمال برے ہوں؛
فَاِنَّ الصَّاحِبَ مُعْتَبَرٌ بِصَاحِبِهٖ ؛	27	یہ سمجھ لو کہ ہر شخص کو اس کے ساتھیوں کے ساتھ ویسا ہی سمجھا جاتا ہے جیسے ساتھی ہوں؛
وَاسْكُنِ الْاَمْصَارَ الْعِظَامَ فَاِنَّهَا جِمَاعُ الْمُسْلِمِيْنَ ؛	28	اور تمہیں بڑے بڑے شہروں میں بسنا چاہئے اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے اجتماعی مرکز ہوتے ہیں (یقیناً وہاں مسلمانوں کی کثرت ہوگی)؛
وَاحْذَرْ مَنَازِلَ الْغَفْلَةِ وَالْجَفَآءِ وَقِلَّةِ الْاَعْوَانِ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ ؛	29	اور اُن مقامات سے دور رہو جہاں غفلت اور جفا کاری جنم لیتی ہو اور جہاں اللہ کی اطاعت میں مددگاروں کی قلت رہتی ہو؛

وَاقۡصُرۡ رَاۡیَکَ عَلٰی مَا یَعۡنِیۡکَ ؛	30	اور اپنی رائے اور مشوروں کو مفید کاموں تک محدود رکھا کرو؛
وَاِیَّاکَ وَمَقَاعِدَ الۡاَسۡوَاقِ فَاِنَّهَا مَحَاضِرُ الشَّیۡطَانِ وَمَعَارِیۡضُ الۡفِتَنِ ؛	31	اور بازاروں کے اڈّوں میں اُٹھنے بیٹھنے سے خبردار رہنا وہ شیطان کے حاضر رہنے اور فتنوں کے پیدا ہونے کی جگہیں ہوتی ہیں؛
وَاَکۡثِرۡ اَنۡ تَنۡظُرَ اِلٰی مَنۡ فُضِّلۡتَ عَلَیۡهِ فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنۡ اَبۡوَابِ الشُّکۡرِ ؛	32	اور تم اپنی نظر اور توجہ زیادہ تر اُن لوگوں پر رکھا کرو جو تم سے پست درجہ کے لوگ ہوں یقیناً اُن کی دیکھ بھال کرنا تمہارے لئے شکرِ نعمت کا ایک طریقہ ہے؛
وَلَا تُسَافِرۡ فِیۡ یَوۡمِ جُمُعَةٍ حَتّٰی تَشۡهَدَ الصَّلَاةَ اِلَّا فَاصِلًا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ؛	33	جمعہ کے دن جمعہ کی نماز میں حاضری دیئے بغیر سفر نہ کرنا سوائے اِس کے کہ تمہیں اللہ ہی کی راہ میں جدائی اختیار کرنا ضروری ہو جائے؛
اَوۡ فِیۡ اَمۡرٍ تُعۡذَرُ بِهٖ ؛	34	یا کوئی اور کام ہو جس کے لئے تم معذور ہو؛
وَاَطِعِ اللّٰهَ فِیۡ جُمَلِ اُمُوۡرِکَ ؛	35	اور اپنے تمام کاموں میں اللہ کی اطاعت کرتے رہو؛
فَاِنَّ طَاعَةَ اللّٰهِ فَاضِلَةٌ عَلٰی مَاسِوَاهَا ؛	36	یقیناً اللہ کی اطاعت باقی چیزوں پر مقدم ہے؛
وَخَادِعۡ نَفۡسَکَ فِی الۡعِبَادَةِ ؛	37	عبادت میں لگانے کے لئے اپنے نفس اور خواہشات کو فریب دے دیا کرو؛
وَارۡفُقۡ بِهَا وَلَا تَقۡهَرۡهَا ؛	38	اور اپنے نفس سے مہربانی کا سلوک کیا کرو اس پر جبر و قہر نہ کیا کرو؛
وَخُذۡ عَفۡوَهَا وَنَشَاطَهَا اِلَّا مَا کَانَ مَکۡتُوۡبًا عَلَیۡکَ مِنَ الۡفَرِیۡضَةِ ؛	39	اور جب وہ دوسری خواہشات سے فارغ اور خوش ہو اُس وقت اُس سے عبادت کا کام لیا کرو البتہ واجب لکھی ہوئی عبادت میں اُس سے رعایت نہ کرنا؛
فَاِنَّهٗ لَابُدَّ مِنۡ قَضَائِهَا وَتَعَاهُدِهَا عِنۡدَ مَحَلِّهَا ؛	40	ان فرائض کو تو بہر حال پورا کرنا ہے اور اُنکے عہد کے مطابق وقت پر بجالانا ہے؛
وَاِیَّاکَ اَنۡ یَنۡزِلَ بِکَ الۡمَوۡتُ وَاَنۡتَ اٰبِقٌ مِّنۡ رَّبِّکَ فِیۡ طَلَبِ الدُّنۡیَا ؛	41	خبردار ایسا نہ ہو کہ موت تم پر آپڑے اور تم اپنے پروردگار سے بھاگے ہوئے اور دنیاوی سامان کی فراہمی میں لگے ہوئے ہو؛
وَاِیَّاکَ وَمُصَاحَبَةَ الۡفُسَّاقِ فَاِنَّ الشَّرَّ بِالشَّرِّ مُلۡحَقٌ ؛	42	اور خبردار بے لگاموں (فاسقوں) کی صحبت اختیار نہ کرنا کیونکہ شر شر ہی کی طرف بڑھتا اور بلاتا ہے؛
وَوَقِّرِ اللّٰهَ اَحۡبِبۡ اَحِبَّآئَهٗ ؛	43	اور اللہ کی عظمت اور توقیر ہمیشہ مدنظر رکھا کرو اور اسکے دوستوں سے ہی دوستی رکھا کرو؛
وَاحۡذَرِ الۡغَضَبَ فَاِنَّهٗ جُنۡدٌ عَظِیۡمٌ مِنۡ جُنُوۡدِ اِبۡلِیۡسَ . وَالسَّلَامُ۔	44	اور غیظ وغضب سے بچ کر رہا کرو اس لئے کہ غصہ شیطان کی فوجوں میں سے ایک فوج ہے۔ والسلام

تشریح:۔ ہمارے قارئین جانتے ہوں گے کہ عربی زبان میں حبل رسی کو کہتے ہیں اور اللہ نے اس لفظ کو قرآن کریم میں چار مقامات پر استعمال فرمایا ہے۔ ایک جگہ وہ رسی جو ابولھب کی زوجہ کے گلے میں بتائی گئی جس سے لکڑیوں کا گٹھہ باندھنے والی تھی (111/6)۔ایک جگہ **حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ** فرمایا ہے جس سے رگ گردن سے بھی قریب ہونا معلوم ہوتا ہے (50/16)۔ایک جگہ اہل کتاب کے بدمعاشوں کے لئے فرمایا گیا ہے کہ:۔ ضُرِبَتۡ عَلَیۡهِمُ الذِّلَّةُ اَیۡنَ مَاثُقِفُوۡا اِلَّا **بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ** (3/112)۔

مودودی ترجمہ:۔ ''یہ جہاں بھی پائے گئے اِن پر ذلت ہی کی مار پڑی، **کہیں اللہ کے ذمہ یا انسانوں کے ذمہ پناہ مل گئی**'' (تفہیم جلد اوّل صفحہ 280)

یہاں علامہ مودودی نے حبل کے معنی **ذمہ** کر دئے ہیں ۔ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ:۔وَاعۡتَصِمُوۡا **بِحَبۡلِ اللّٰہِ** جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا (3/103)

علامہ مودودی کا ترجمہ:۔ ''سب مل کر اللہ کی **رسی** کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقے میں نہ پڑو۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 276)

یہ ہیں قرآن کے چاروں مقامات بہرحال قرآن سے معلوم ہوا کہ ایک **حبل** انسانوں کی بھی ہوتی ہے۔لہٰذا تمام مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ اللہ کی حبل کو پکڑیں اور تفرقہ نہ ڈالیں۔قرآن میں مذکور اسی حبل سے تمسک رکھنے یا وابستہ رہنے کا حکم حضرت علی علیہ السلام نے دیا ہے اور فرمایا ہے کہ تمام نصیحتیں اُسی حبل سے اختیار کرو اور حرام وحلال کے احکام بھی اُسی سے لیا کرو۔(جملہ نمبر 2-1)

لہٰذا قرآن میں اور اس خط میں مذکور **حبل** اُس سلسلہ کو فرمایا گیا ہے جو قرآن سے متعلق ہے۔اور ظاہر ہے کہ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ حبل اللہ کی دوسری لڑی ہیں۔مطلب واضح ہے کہ حبل اللہ میں بولنے والے اور قرآن کی تعلیم دینے والے اور قرآن مل کر حبل اللہ ہیں۔اور قیامت تک یہ حبل اللہ موجود رہنا ہے اور تمام مسلمانوں کو مل کر بلا اختلاف وافتراق وانتشار حبل اللہ سے تمسک رکھنا ہے۔لہٰذا لازم ہے کہ قرآن کے ساتھ ساتھ قیامت تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ایسی ہستی موجود رہے جو قرآن کریم کے معیار (12/111) پر قرآن اور کائنات کی ہر ہر چیز کا تفصیلی علم رکھتی ہے۔اور وہ اُس وقت خود حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

جملہ نمبر 12 اور 13 کے اعمال میں کچھ روزانہ کے جائز اعمال بھی ہیں اُن میں کمی مقصود ہے

جائز جنسی تعلق بھی اعلانیہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔لہٰذا قابل شرم جائز عمل در آمد میں بھی کمی مطلوب ہے۔جس سے نہ صرف شرم وحیا کا تحفظ مقصود ہے بلکہ نسل انسانی کا کنٹرول اور حفاظت بھی مدنظر ہے۔

جملہ نمبر 22 سے عیاشی، تزئین اور لباس فاخرہ مقصود نہیں

بائیسویں جملے کا مفہوم کئی ایک احادیث میں بھی بیان ہوا ہے اور خود غرض لوگوں نے اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ جس کو اللہ نے فراوانی عطا کی ہے وہ بہترین پوشاک پہنے۔ پھٹے پرانے کپڑوں میں نہ رہے یہ باطل پرست لوگ اظہار شکر کی آڑ میں عیاشی کو جائز قرار دیتے ہیں۔لیکن حضور علیہ السلام ایسے غلط مطلب کی نفی میں فرما چکے ہیں کہ:۔''**اُن تمام نعمتوں سے اصلاح حالات کا کام لو جو اللہ نے تمہیں دی ہیں۔**'' (جملہ نمبر 20)
یعنی کسی کو بھوکا ننگا نہ رہنے دو، غربت کو دور کرو نہ کہ خود اصراف کرنے لگو۔

بڑے شہروں میں سکونت تہذیب وتمدن اور علم وحکمت اور انصار میں ترقی کا سبب ہوگا

قارئین حضرت علی علیہ السلام چاہتے ہیں کہ اُن کے پیرو حضرات ترقی وتمدن کے اعلیٰ مقام پر فائز رہیں اور بڑے بڑے شہروں میں عجائب خانے اور کتب خانے اور مختلف قسم کے ایسے ادارے ہوتے ہیں۔ جہاں چھٹی کے دنوں میں یا فرصت کے اوقات میں بچوں اور مستورات کو سیر کے لئے لیجانا ہی اُنہیں بلا دماغی محنت کے ترقی کی راہوں پر ڈال دے گا۔اُنہیں تاریخی مناظر اور مجسمے دیکھ کر ملک کے ماضی کا علم حاصل ہوگا۔دیہات کے بچوں کو بہت سے آلات وایجادات کا علم نہیں ہوتا۔بڑے شہروں میں زندگی کی سہولتوں سے بچوں کو روزانہ واسطہ پڑے گا۔بجلی کے آلات اور مشینیں روزمرہ کے استعمال میں رہیں گی۔حضور علیہ السلام کے یہ جملے 29-28 تو ہر زمانہ کے لئے مفید ہیں۔شہروں ہی میں حکومت اور سیاسیات اور مختلف قسم کے لیڈروں اور راہنماؤں سے واقفیت ہوگی۔

عبادت پرتا کید فرمائی ہے لیکن حالات اور نظام کا ذکر نہیں فرمایا ہے

عبادت پرتا کیدات فرمائی گئی ہیں۔لیکن ان تا کیدوں سے یہ مطلب اخذ کرنا کہ قریش کی پیروی اور وہی عبادت کرو اور عبادت کا وہی مطلب و مقصد سمجھو جو قریش کرتے اور سمجھتے ہیں بالکل مقصود نہیں ہوسکتی۔یہ تا کیدات اپنے نظام کے ماتحت کی گئی ہیں۔نظام باطل کو تباہ کرنا حقیقی نماز وعبادت کا مقصد نہ ہوتو وہ عبادت باطل ہے۔

(نمبر70)خط

اِلٰی سَھْلِ ابْنِ حُنَیْفِ الْاَنْصَارِیِّ

مدینہ کے گورنر سہل ابن حنیف انصاری کے نام

جس نے مدینہ کی ایک قوم کے معاویہ کے ساتھ جا ملنے کی شکایت کی تھی

لوگوں کو آزاد رکھا گیا تھا خواہ وہ معاویہ سے ملحق ہو جائیں یا علیؑ سے وابستہ رہیں یا دونوں سے الگ رہیں۔لہٰذا گورنروں کو بے فکر رہنا چاہیئے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّ رِجَالًا مِمَّنْ قِبَلَکَ یَتَسَلَّلُوْنَ اِلٰی مُعَاوِیَةَ ؛	1	حمد وثنائے خدا اور رسولؐ کے بعد واضح ہو کہ مجھے یہ خبر مل چکی ہے کہ تمہارے آس پاس کے لوگ مدینہ چھوڑ کر معاویہ سے وابستہ ہونے کیلئے چھپ چھپ کر ملک شام جا رہے ہیں؛
فَلا تَاْسَفْ عَلٰی مَایَفُوْتُکَ مِنْ عَدَدِھِمْ ؛	2	تمہیں نہ تو جانے والوں کی تعداد کے کم ہونے پر افسوس ہونا چاہیئے ،
وَیَذْھَبُ عَنْکَ مِنْ مَّدَدِھِمْ ؛	3	اور نہ ہی اس مدد کی فکر کرنا چاہیئے جو جانے والوں سے مل سکتی تھی ؛تم شکر کرو کہ
فَکَفٰی لَھُمْ غَیًّا وَّلَکَ مِنْھُمْ شَافِیًا ؛	4	تمہیں اس صورت حال میں اُن لوگوں سے نجات مل رہی ہے جنہیں گمراہ ہونا تھا؛
فِرَارُھُمْ مِنَ الْھُدٰی وَالْحَقِّ ؛	5	اور جو ہدایات اور حق سے فرار کر رہے ہیں؛
وَاِیْضَاعُھُمْ اِلَی الْعَمٰی وَالْجَھْلِ ؛	6	اور وہ جہالت اور اندھے پن کی طرف حق سے فرار کر رہے ہیں؛
وَاِنَّمَاھُمْ اَھْلُ دُنْیَا مُقْبِلُوْنَ عَلَیْھَا ؛	7	افسوس اس لئے بھی نہ کرو کہ وہ تو دنیا پرست لوگ تھے ہی اور وہ دنیا ہی کو قبول کر رہے ہیں؛
وَمُھْطِعُوْنَ اِلَیْھَا ؛	8	اور اُسی کی طرف لپک لپک کر چلے جا رہے ہیں؛
قَدْ عَرَفُوا الْعَدْلَ وَرَاَوْہُ وَسَمِعُوْہُ وَوَعَوْہُ ؛	9	تمہارے اطمینان کی یہ بھی ایک بات ہے کہ انہوں نے عدل وانصاف سے واقفیت حاصل کر لی تھی اور اُسے دیکھ بھی لیا تھا،سن بھی لیا تھا اور اُسے محفوظ بھی کر لیا تھا؛
وَعَلِمُوْا اَنَّ النَّاسَ عِنْدَنَا فِی الْحَقِّ اُسْوَةٌ ؛	10	اور اُنہیں یہ علم ہو چکا تھا کہ ہماری مملکت میں لوگوں کو حق کے سلسلے میں برابر رکھا جاتا ہے؛
فَھَرَبُوْا اِلَی الْاَثَرَةِ	11	یہ سب کچھ جاننے ، دیکھنے اور سمجھنے کے بعد بھی وہ اُدھر بھاگ رہے ہیں جہاں اُن کو خصوصیت ملے گی اور دوسروں کو محروم کیا جاسکے گا؛
فَبُعْدًا لَّھُمْ وَسُحْقًا ؛	12	خدا اُنہیں اپنی رحمت سے دور رکھے؛

اِنَّهُمْ .واللّٰهِ.لَمْ يَفِرُّوْا مِنْ جَوْرٍ ؛	13	خدا کی قسم وہ لوگ نہ تو ظلم و جبر سے بچ کر بھاگے؛
وَلَمْ يَلْحَقُوْا بِعَدْلٍ ؛	14	اور نہ ہی وہ عدل سے وابستہ ہونے کے لئے بھاگے ہیں؛
وَاِنَّا لَنَطْمَعُ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِاَنْ يُّذَلِّلَ اللّٰهُ لَنَاصَعْبَهُ ؛	15	اور ہمیں اس صورت حال میں اللہ سے طمع کی حدتک اُمید ہے کہ وہ ہمارے لئے اس مشکل صورت حال کو ذلیل وحقیر کردے گا؛
وَيُسَهِّلَ لَنَاحَزْنَهُ ؛	16	اور اس پتھریلے اور سنگین معاملے کو آسان کردے گا؛
اِنْشَاءَ اللّٰهُ ؛وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ۔	17	انشاءاللہ۔اور تم پر میرا سلام ہو۔

تشریح:۔ خط کا نچوڑ یہ ہے کہ آنجناب علیہ السلام کی طرف سے ہر انسان کو مکمل آزادی دی گئی تھی اور اس آزادی کو ہر حال میں برقرار رکھا گیا تھا۔اور اس عمل درآمد کو علما نے برابر لکھا اور مدح وثنا کی ہے۔ڈاکٹر طٰہٰ لکھتے ہیں کہ:۔''پس حضرت علیؑ جانتے تھے کہ گنجائش کے آخری حدود تک لوگوں کو آزادی کا حق ہے اور اسی لئے لوگوں کو اُن کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کرتے تھے اور نہ اطاعت کے لئے اُن پر جبر فرماتے تھے۔دوسری بات جس پر حضرت علیؑ کسی کو مجبور نہ کرتے تھے وہ لڑائی ہے۔لیکن یہ فرض آپ نے لوگوں پر جبراً لا دا نہیں اور نہ اقتدار سے کام لے کر اس پر زبردستی کی۔''(علی صفحہ 303)

اس سے پہلے (صفحہ 302) زیرنظر خط کا حال بھی مدح میں لکھا ہے۔یہی وہ مقام ہے جس کو برقرار رکھنے کے لئے اسلام میں جنگ کی اجازت دی ہے تاکہ نوع انسان کی آزادی برقرار رکھی جائے اور جابروظالم کو بزور بازو جبر وظلم سے روک دیا جائے اس کے برعکس بنی اُمیہ جبر وظلم کو اللہ کے نام پر جائز رکھتی چلی گئی اور <u>جس کسی نے بنی اُمیہ کے حکم ومصلحت کے خلاف آواز بلند کی اُسے اللہ کے نام پر تہہ تیغ کرنے کو ثواب سمجھا خواہ وہ مسلمان تھا یا نمازی وپرہیزگار تھا،کربلا کو یاد فرمائیں</u>۔

خط (نمبر 71) <u>اِلٰى الْمُنْذِرِ ابْنِ الْجَارُوْدِ الْعَبْدِي</u>

<u>**منذر ابن جارود عبدی کو اس وقت لکھا گیا جب کہ اُس نے اُن بعض چیزوں میں خیانت کرلی تھی جن پر اُسے حاکم بنایا تھا**</u>

1) <u>باپ کا دیانتدار ہونا لازم نہیں کرتا کہ اُس کا بیٹا بھی دیانتدار ہو</u> (2) <u>رشتہ داروں اور دوستوں سے حسن سلوک پرائے مال پر نہیں کیا جاسکتا</u>

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ صَلَاحَ اَبِيْكَ غَرَّنِّي مِنْكَ ؛	1	حمدِ خداوندی اور پیغمبرؐ پر درود کے بعد سنو کہ تمہارے باپ کی سلامت روی سے میں نے تمہارے متعلق مغالطہ کھایا ہے؛
وَظَنَنْتُ اَنَّكَ تَتَّبِعُ هَدْيَهُ ؛	2	اور یہ گمان کرلیا تھا کہ تم اپنے باپ کی پیروی میں اُن ہی کی راہ پر چلو گے؛
وَتَسْلُكُ سَبِيْلَهُ ؛	3	اور اُن ہی کے طریقے سے تم بھی منسلک رہو گے؛
فَاِذَا اَنْتَ فِيْمَا رُقِّيَ اِلَيَّ عَنْكَ لَاتَدَعُ لِهَوَاكَ انْقِيَادًا ؛	4	لیکن مجھے تمہارے متعلق جو اطلاعات ملی ہیں وہ بتاتی ہیں کہ تم تو اپنی ذاتی

		خواہشات کی پیروی سے باز رہتے ہی نہیں ہو؛
وَلَا تُبْقِیْ لِاٰخِرَتِکَ عَتَادًا؛	5	اور اپنی آخرت کے لئے کوئی سامان بچاتے ہی نہیں ہو؛
تَعْمُرُ دُنْیَاکَ بِخَرَابِ اٰخِرَتِکَ ؛	6	اور یہ کہ تم اپنی آخرت کو تباہ کر کے اپنی دنیا کی تعمیر میں لگے رہتے ہو؛
وَتَصِلُ عَشِیْرَتَکَ بِقَطِیْعَةِ دِیْنِکَ ؛	7	اور تم دینی قطع برید کے ساتھ اپنے پنچوں اور سربرآوردہ لوگوں سے حسن سلوک کر رہے ہو؛
وَلَئِنْ کَانَ مَابَلَغَنِیْ عَنْکَ حَقًّا لَجَمَلُ اَهْلِکَ وَشِسْعُ نَعْلِکَ خَیْرٌ مِنْکَ ؛	8	اور تمہارے متعلق جو کچھ مجھے معلوم ہوا ہے اگر وہ صحیح ہے تو تمہارے متعلقین کا ہر اُونٹ اور تمہاری جوتیوں کا ہر تسمہ بھی تم سے قدر و قیمت میں بڑھ کر ہے؛
وَمَنْ کَانَ بِصِفَتِکَ فَلَیْسَ بِاَهْلٍ اَنْ یُسَدَّ بِهٖ ثَغْرٌ ؛	9	اور تیری ایسی صفات و عادات رکھنے والا کوئی شخص اس قابل نہیں ہوسکتا کہ اُس کی مدد سے کوئی رکاوٹ دور کی جا سکے؛
	10	یا کوئی کام انجام تک پہنچایا جا سکے؛
اَوْیُنْفَذَ بِهٖ اَمْرٌ ؛	11	یا ایسے شخص کا مرتبہ بلند کیا جائے؛
اَوْ یُعْلٰی لَهٗ قَدْرٌ ؛	12	یا اُسے کسی امانت میں شریک کار بنایا جائے؛
اَوْیُشْرَکَ فِی اَمَانَةٍ ؛	13	یا خیانت کی روک تھام پر اُسے تعینات کر کے مطمئن رہا جائے؛
اَوْ یُؤْمَنَ عَلٰی خِیَانَةٍ ؛	14	چنانچہ تم میرے اس خط کے ملتے ہی فوراً میرے پاس پہنچو۔ انشاءاللہ۔
فَاَقْبِلْ اِلَیَّ حِیْنَ یَصِلُ اِلَیْکَ کِتَابِیْ هٰذَا ۔ اِنْشَاءَ اللّٰهُ		

تشریح:۔ عبداللہ ابن عباس کے بعد یہ دوسرا شخص ہے جو خیانت کے جرم میں ان خطوط میں مذکور ہوا ہے۔ پانچ سال کی ایسی عدل پرور حکومت میں صرف دو گورنروں کا خائین نکلنا بھی کامیاب حکومت کی ایک دلیل ہے۔ چونکہ محمد و علی علیہم السلام عام لوگوں کی طرح حکومت کرنا سکھاتے تھے اور اپنے علم غیب سے کام نہ لیتے تھے۔ لہٰذا یہاں یہ سبق دیا ہے کہ عہدیداروں اور افسروں کے انتخاب میں خاندانی عظمت و دیانت ضرور مدنظر رکھنا چاہئے ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ سچے اور دیانت دار کا بیٹا جھوٹا اور خیانت کار نکل آئے۔ پھر یہ خیانت اپنے پیٹ اور اپنی جان کے لئے نہ تھی بلکہ پنچوں اور سربرآوردہ لوگوں کے لئے حسن سلوک کے لئے تھی اور اِس میں غلطی اور غلط فہمی ممکن تھی۔ لہٰذا یہ جرم ویسا سنگین جرم نہیں ہے جیسا عبداللہ ابن عباس نے کیا تھا۔ یہی سبب ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے خط میں نہ ویسی مذمت کی جیسی عبداللہ ابن عباس کی کی تھی اور نہ کوئی ایسی دھمکی دی جیسی عبداللہ ابن عباس کو دی گئی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اُسے صرف حکومت سے معزول کر کے بلایا گیا ہے۔ بہرحال سوجھ بوجھ کی غلطی سے یہ نتیجہ نکلنا ممکن تھا اور ممکن ہے کہ جب وہ حاضر ہو کر واقعات کی تفصیل بیان کرے تو حضور علیہ السلام اُسے معاف فرما دیں اور دوبارہ گورنری پر بحال فرما دیں۔ یہاں امامؑ کی مخالفت نظر نہیں آتی ہے۔ بشری غلطی ہے نیت بخیر ہونا ممکن ہے۔

(نمبر72)خط اِلٰی عَبدِاللّٰہِ ابْنِ الْعَبَّاسِ : عبداللہ ابن عباس کے نام لکھا گیا تھا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

اَمَّابَعْدُ فَاِنَّکَ لَسْتَ بِسَابِقٍ اَجَلَکَ ؛	1	بعداز حمد خدا اور رسولؐ واضح ہو کہ تو اپنی زندگی کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا؛
وَلَامَرْزُوْقٍ مَالَیْسَ لَکَ ؛	2	اور نہ تمہیں وہ رزق مل سکتا ہے جو تمہارے لئے نہیں ہے؛
وَاعْلَمْ بِاَنَّ الدَّھْرَ یَوْمَانِ؛	3	اور یہ بھی نوٹ کرلو کہ اس زمانہ کے صرف دو دن ہیں؛
یَوْمٌ لَکَ وَیَوْمٌ عَلَیْکَ ؛	4	ایک دن تمہارے لئے اور ایک دن تمہاری مخالفت کے لئے ہے؛
وَاَنَّ الدُّنْیَا دَارُ دُوَلٍ ؛	5	اور یہ کہ یہ دنیا حکومتوں کے انقلاب اور بدلتے رہنے کی جگہ ہے؛
فَمَا کَانَ مِنْھَا لَکَ اَتَاکَ عَلٰی ضَعْفِکَ ؛	6	لہٰذا جو چیز یہاں تمہارے لئے ہے وہ تمہاری کمزوری کے باوجود مل کررہے گی؛
وَمَا کَانَ مِنْھَا عَلَیْکَ لَمْ تَدْ فَعْہُ بِقُوَّتِکَ ۔	7	اور جو چیز تمہارے خلاف ہوگی اُسے تم اپنی قوت سے بھی ٹال نہیں سکتے۔

تشریح:۔ اس خط میں حضور علیہ السلام نے قوانین مشیت کی طرف متوجہ کیا ہے اور عبداللہ کو اُس کے اختیارات کے دونوں پہلو دکھائے ہیں اور اُس کی مجبوری کا مقام بھی دکھایا ہے۔ مجبوری کے لئے زندگی اور عمر کی بات فرمائی ہے کہ **''تم اپنی اجل پر سبقت نہیں لے جاسکتے۔** (جملہ نمبر 1) یعنی تمہارے لئے اللہ نے جو وقت مقرر کردیا ہے اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔'' سادہ الفاظ میں سادہ لوگوں کے لئے اسی جملے کو یوں کہا جاسکتا ہے کہ:۔ **''تم اپنی مقررہ موت سے پہلے نہیں مرسکتے۔''** اسی لئے سادہ زبان میں سادہ لوگوں کے لئے موت کو **اجل** کہہ دیا جاتا ہے لیکن موت ایک الگ اور مستقل لفظ ہے اور اجل ایک الگ اور مستقل لفظ ہے نہ موت کے معنی اجل ہوتے ہیں نہ ہوسکتے ہیں۔ اسی طرح نہ اجل کے معنی موت ہیں نہ موت ہوسکتے ہیں۔ اَجَل کے معنی صرف **گھڑی** ہیں۔ ایک خاص **وقت** ہیں۔ سیدھے سادے لوگوں کے لئے موت کو اجل کہہ دیا جاتا ہے۔

لفظ اجل قرآن میں: اللہ فرماتا ہے کہ: یٰاَ یُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَا یَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی **اَجَلٍ مُّسَمًّی** فَاکْتُبُوْہُ۔ الخ (البقرۃ۔2/282)

مودودی ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب کسی مقررہ مدت کے لئے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اُسے لکھ لیا کرو۔ یہاں مودودی صاحب نے **''اَجَلٍ مُّسَمًّی''** کے معنی **مقررہ مدت** کئے ہیں اصل میں **''وقت کا نام مقرر کرنے سے''** مدت کی بات ہوگئی ہے اور یہ بھی کہ یہاں لفظ **اجل** کے معنی موت نہیں کئے جاسکتے۔ ایک اور مقام پر فرمایا گیا ہے کہ:۔ رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓی **اَجَلٍ قَرِیْبٍ** (النسآء ۔ 4/77)

مودودی ترجمہ: خدایا یہ ہم پر لڑائی کا حکم کیوں لکھ دیا کیوں نہ ہمیں ابھی کچھ **اور مہلت دی۔''**

یہاں لفظ وہی اَجل ہے اور معنی ہونا چاہئیں تھے۔ **''زمانہ قریب تک یا وقت قریب تک۔''**

بس ایک مثال اور دیکھ لیں فرمایا گیا کہ: ھُوَالَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰٓی اَجَلًا وَ اَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَہٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ٥ (الانعام 6/2)

مودودی ترجمہ: ''وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تمہارے لئے زندگی کی ایک مدت مقرر کردی اور ایک دوسری مدت اور بھی ہے جو اس کے ہاں طے شدہ ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ۔523)

یہاں پیدا کرنے کی بات کی تھی اس لئے سب نے یہاں **''اَجَل''** کے معنی **''زندگی کی مدت'' یا عمر یا موت کا دن سمجھ لئے ہیں** لیکن سمجھنے سے

لفظ ''**اجل**'' کے معنی نہیں بدل جاتے۔ **اَجَــلْ** کے معنی وہی ''**وقت**''، ''**گھڑی**''، ''**زمانہ**'' ہی رہتے ہیں۔یعنی اللہ کا مقرر کردہ وقت۔اللہ کا مقرر کردہ زمانہ۔اللہ کی مقرر کردہ گھڑی۔لہٰذا حضرت علی علیہ السلام کا جملہ ہے ''**فَاِنَّکَ لَسْتَ بِسَابِقٍ اَجَلَکَ**'' اس کے وسیع ترین معنی ہوئے کہ ''یقیناً تو اللہ کے مقرر کردہ اپنے وقت پر سبقت نہیں کرسکتا۔''

اب اگر ''**مقرر کردہ وقت**'' سے موت مراد لی جائے یہ مطلب ہوگا کہ تو اپنی موت کے وقت پر سبقت نہیں لے جاسکتا۔یعنی موت کے مقررہ وقت سے پہلے نہیں مرسکتا۔لہٰذا اس جملے سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ نے صرف عبداللہ ابن عباس ہی کے لئے نہیں اور صرف موت ہی کے لئے نہیں بلکہ ہر کام کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔یعنی کائنات میں جو کچھ ہوا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہوگا وہ سب کچھ اللہ کے مقرر کردہ پروگرام کے مطابق ہوا ہے اور ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا اور اسی پروگرام کو قانون مشیت کہتے ہیں اسی کو تقدیر کہہ دیا جاتا ہے، یعنی ہر کام ہر حرکت ہر حادثہ اور ہر واقعہ اور ہر نتیجہ قوانین مشیت یا قوانین تقدیر کے ماتحت ہوتا ہے۔حلال کام ہوں یا حرام، مفید کام ہوں یا مضر، جائز کام ہوں یا ناجائز، سب کو کرنے کے لئے قانون مشیت یا قانون تقدیر موجود ہے۔اس قانون کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا پتہ تک نہیں ہل سکتا۔اللہ نے ہر مخلوق کو کچھ خصوصیات دی ہیں۔شکل وصورت دی ہے خاصیت دی ہے۔جو کچھ تمام مخلوقات کو دیا ہے وہ سب کچھ انسان میں جمع کر دیا ہے اور اُسے سب چیزوں پر مختار بنایا ہے۔علم وارادہ اور عقل دی ہے تاکہ وہ تمام مخلوقات کو استعمال کرسکے۔وہ ایسا مختار ہے کہ خودکشی بھی کرسکتا ہے۔قوانین کو غلط جگہ پر بھی استعمال کرسکتا ہے۔اپنا بھی اور دوسروں کا بھی نقصان کرسکتا ہے۔فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔قوانین کے جاننے اور عقل وارادہ اور اختیار ہونے کی وجہ سے غلط کام بھی اس کے اختیار میں ہیں اور صحیح اور مفید کام بھی اس کے اختیار میں ہیں۔اِسی لئے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے دوسرے جملے میں فرمایا ہے کہ: **وَلَا مَرْزُوْقٌ مَا لَيْسَ لَکَ**؛ (جملہ نمبر 2)

یعنی ''**تمہیں وہ چیز مل ہی نہیں سکتی جو تمہارے اختیار سے باہر ہے**'' یہاں حلال وحرام اور جائز وناجائز کی بات نہیں ہو رہی ہے۔یعنی یہ نہیں ہے کہ جو کچھ بھی تم کھاتے ہو یا پہنتے ہو وہ تمہارے لئے اللہ نے پہلے سے حلال اور جائز کر رکھا تھا۔تمہارے کھانے پینے اور پہننے میں آنے والی چیزیں حلال بھی ہوسکتی ہیں حرام بھی ہوسکتی ہیں۔یعنی تمہارے اختیار میں حلال بھی ہے حرام بھی ہے۔یہ سمجھنا غلط ہے کہ اگر فلاں چیز اللہ نے ہمارے لئے جائز اور حلال نہ کی ہوتی تو ہمیں اس پر دسترس نہ ہوتی۔یہی غلط عقیدہ قریش نے رکھا تھا۔یعنی اپنی سازشوں اور کوششوں سے خلافت وحکومت پر قبضہ کرلیا اور کہہ دیا کہ اگر اللہ کی خلافت وحکومت ہمارے لئے نہ ہوتی تو ہم کیسے خلیفہ اور حکمران بن سکتے تھے؟ تم نے پرائے مال کو اپنے ذاتی مال کی طرح کھانا اور استعمال کرنا شروع کیا اور یہ سمجھا کہ اگر وہ مال تمہارے لئے جائز نہ ہوتا تو تمہارے قبضے میں نہ دیا جاتا۔یاد رکھیں کہ حضور علیہ السلام نے دوسرے جملے میں قانون مشیت بیان فرمایا ہے۔جائز اور حلال ہونے کی بات نہیں کی ہے۔لہٰذا تیسرے جملے میں بات واضح فرما دی ہے کہ ایک دن تمہارے اختیارات کا دن ہے خواہ اختیارات کو غلط استعمال کرو یا صحیح تمہیں آزادی ہے اور دوسرے دن تمہارا حساب لیا جائے گا۔تمہارے اختیارات اور قدرت چھین لی جائے گی اور اپنی دی ہوئی آزادی اور قدرت اور اختیارات کو غلط استعمال کرنے پر سزا دی جائے گی اور آزادی اور قدرت اور اختیارات ہوتے ہوئے غلط استعمال سے بچنے اور احکاماتِ خداوندی کی تعمیل کرنے پر اجر دیا جائے گا۔یہ ہے تیسرے جملے کا مطلب جو چوتھے جملے میں واضح ہے۔پانچواں جملہ عملاً بتاتا ہے کہ کل، پرسوں اور آج حکومتیں نئے ہاتھوں میں رہی ہیں۔جہاں اور چیزوں میں تبدیلیاں آتی ہیں وہیں حکومتوں میں بھی انقلاب آتے ہیں۔چھٹے اور ساتویں جملے بھی قانون مشیت ہی سے متعلق ہیں۔اِن میں انسانی آزادی، اختیار اور قدرت پر توجہ مبذول کرائی ہے۔یعنی تم کمزور ہو یا قوی ہو قوانین کا نتیجہ تمہاری کمزوری اور طاقت پر منحصر نہیں ہے بلکہ اللہ کی مقرر کردہ تقدیر پر منحصر ہے۔لہٰذا جس قانون کا جو نتیجہ اللہ نے مقرر کر دیا ہے وہ ضرور برآمد ہوگا خواہ قانون پر

کمزور عمل کرے یا طاقت ور عمل کرے۔اسی کا نام تقدیر اور قسمت ہے۔تم کسی کی ٹانگ کاٹنے کے لئے اپنی ٹانگ پر تلوار مارو تو اُس کی ٹانگ نہ کٹے گی بلکہ تمہاری اپنی ٹانگ کٹ جائے گی۔لہٰذا پہلے یہ معلوم کرو کہ فلاں نتیجہ حاصل کرنے کا قانون کیا ہے؟ پھر اس قانون کو استعمال کرو گے تو وہ نتیجہ سامنے آ جائے گا۔تلوار کی جگہ لڈو مارنے سے تلوار والا نتیجہ نہ نکلے گا۔

(نمبر73)خط اِلٰی مُعَاوِیَۃَ : معاویہ کے نام

دشمنانہ اور ہٹ دھرمی کی ذہنیت رکھنے والوں کے خطوط کو توجہ سے پڑھنا اور انہیں اصلاحی جواب لکھنا ایک غلطی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

اَمَّا بَعۡدُ فَاِنِّیۡ عَلَی التَّرَدُّدِ فِیۡ جَوَابِکَ ؛	1	حمد وثنائے خدا اور سوؔل کے بعد واضح ہو کہ مجھے یہ فکر وتر دد ہو رہا ہے کہ میں تیرے خطوط کا جواب دینے میں بھی،
وَالۡاِسۡتِمَاعِ اِلٰی کِتَابِکَ لَمُوۡھِنٌ رَاۡئِیۡ وَمُخَطِّیٌٔ فِرَاسَتِیۡ ؛	2	اور تیرے خطوط کو سننے میں بھی برابر اپنی رائے کی کمزوری اور اپنی دانش کی غلطی کا مظاہرہ کئے چلا جارہا ہوں۔
وَاِنَّکَ اِذۡ تُحَاوِلُنِیۡ الۡاُمُوۡرَ ؛	3	اور اُدھر تم مجھ سے کچھ باتیں منوانے میں حیلہ سازی کررہے ہو؛
وَتُرَاجِعُنِیۡ السُّطُوۡرَ کَالۡمُسۡتَثۡقَلُ النَّائِمِ تَکۡذِبُہٗ اَحۡلَامُہٗ ؛	4	اور مجھ سے پے در پے خط و کتابت جاری کئے ہوئے ہو اور خود کو اس گہری نیند والے شخص کی طرح پیش کر رہے ہو جو خود اپنے خوابوں کو جھٹلا تا رہا ہو؛
وَلۡمُتَحَیِّرِ الۡقَائِمِ یَبۡھَظُہٗ مَقَامُہٗ لَایَدۡرِیۡ اَلَہٗ مَا یَاۡتِیۡ اَمۡ عَلَیۡہِ؛	5	اور اُس حیران وسرگردان شخص کی مانند ہو گئے ہو جو کھڑے کھڑے بیچارہ اور ناکارہ ہو گیا ہو اور یہ بھی نہ جانتا ہو کہ سامنے آنے والی صورت حال اس کے لئے مفید ہو گی یا مضر ہو گی؛
وَلَسۡتَ بِہٖ غَیۡرَ اَنَّہٗ بِکَ شَبِیۡہٌ ؛	6	اور حقیقت یہ ہے کہ تم وہ شخص ہو نہیں بلکہ فریب دینے کے لئے اس کی مانند بنے ہوئے ہو؛
وَاُقۡسِمُ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ لَوۡلَا بَعۡضُ الۡاِسۡتِبۡقَآءِ لَوَصَلَتۡ اِلَیۡکَ مِنِّیۡ قَوَارِعُ ؛	7	اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہیں ڈھیل دینا اگر میری پالیسی کا تقاضہ نہ ہوتا تو میری طرف سے تم پر ایسی تباہیاں ٹوٹ پڑتیں،
تَقۡرَعُ الۡعَظۡمَ وَتَھۡلِسُ اللَّحۡمَ ؛	8	جو ہڈیوں کا چورا چورا کر ڈالتیں اور جسم پر گوشت کا نشان تک نہ چھوڑتیں؛
وَاعۡلَمۡ اَنَّ الشَّیۡطَانَ قَدۡ ثَبَّطَکَ عَنۡ اَنۡ تُرَاجِعَ اَحۡسَنَ اُمُوۡرِکَ ؛	9	اور تم یہ جان رکھو کہ شیطان نے تمہیں بہترین کام کرنے سے اور اچھی باتوں کی طرف رجوع ہونے سے روکا ہوا ہے؛
وَتَاۡذَنَ لِمَقَالِ نَصِیۡحِکَ. وَالسَّلَامُ لِاَھۡلِہٖ ۔	10	اور اُسی نے تمہیں نصیحت تک کے سننے سے باز رکھا ہوا ہے اور سلام اس پر جو سلام کے قابل ہو'

تشریح:۔ سب سے پہلی بات تو یہ نوٹ کرنا ہے کہ معاویہ اینڈ کمپنی کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کا رویہ اُسے ڈھیل دے کر اُس نتیجے تک پہنچانے کے لئے تھا جو مشیتِ خداوندی نے طے کر رکھا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضور علیہ السلام آن کی آن میں اُن لوگوں کو مسل کر پھینک دینے کی طاقت اور انتظام رکھتے تھے۔ لہٰذا حضرت علی علیہ السلام کی کسی بات یا عمل کو کمزوری یا کم فہمی قرار دینا خود اپنی کم فہمی اور عقیدہ کی کمزوری کا اعلان کرنا ہے۔

غلط کاروں کو تباہ کرنے سے پہلے مہلت دینا اپنی قوت وقدرت اور اختیار کا ثبوت دینا ہے

سوچنے کی بات ہے کہ کمزور شخص کسی کو مہلت کیوں دے گا؟ موقع سے فوراً فائدہ اُٹھانا اور موقع کی تاک میں رہنا اور مواقع پیدا کرنا تو کمزوری کی پہچان ہے۔ جو ڈھیل دیتا ہے اور سنبھلنے کے لئے موقع دیتا ہے وہ تو اپنی قدرت اور علم کا ثبوت دیتا ہے۔ اُسے یقین ہوتا ہے کہ جب چاہوں گا تباہ کر کے رکھ دوں گا۔ چنانچہ اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے کہ:۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا o وَاصْبِرْ عَلٰى مَايَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا o وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَ مَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا o (المزمّل۔ 73/9-12)

''اللہ مشرقوں اور مغربوں کا پالنے والا ہے اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے لہٰذا اے نبیؐ تم اسی کو اپنا وکیل بنائے رکھو اور یہ قریش جو باتیں بنا رہے ہیں اُن پر صبر کرو اور نہایت خوبصورت طریقے سے اُن سے ھجرت کر لو۔ اور اِن جھٹلانے والے خوشحال لوگوں کو ذرا سی اور مہلت دے کر میرے حوالے کر دو۔ یقیناً ہمارے پاس اُن لوگوں کے لئے بھاری بھاری بیڑیاں اور آگ سے بھرے ہوئے گڑھے تیار ہیں۔ (73/9-12)

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ جن کے پاس لامحدود علم وقدرت ہوا کرتی ہے اُنہیں جلد بازی کی ضرورت نہیں ہوتی وہ مہلت پر مہلت دیتے ہیں صبر کرتے ہیں۔ ماضی و مستقبل پر اُن کی نظر ہوتی ہے اور جب چاہیں تباہی کا اعلان کر سکتے ہیں۔ حقیقی جاہلوں اور قریشی عقیدے کے لوگوں کی شناخت یہ ہے کہ وہ موقع پرستوں اور موقع کی تلاش میں رہنے والوں اور موقع سے فائدہ اُٹھانے والوں کو عقل مند اور بابصیرت کہتے ہیں۔ سازشیں کرنے والوں کو کامیاب قرار دیتے ہیں۔ جوڑ توڑ کرنے والوں کو سیاست میں ماہر کہتے ہیں۔ چونکہ وہ درحقیقت بے دین ہوتے ہیں اور بے دینوں کے ہمدرد اور بہی خواہ ہوتے ہیں اس لئے نہ انہیں دین کا خیال آتا ہے نہ وہ دین کی عائد کردہ پابندیوں کو کوئی مقام دیتے ہیں۔ وہ کبھی نہیں سوچتے کہ فلاں معاملے میں یا فلاں مسئلے میں اللہ نے کیا فرمایا ہے۔ اُن کے سامنے ہمیشہ اُن کی اپنی ضرورتیں اور مصلحتیں رہتی ہیں اور اُنہیں پورا کر لینا ہی اُن کے یہاں کامیابی کہلاتی ہے۔ اور یہی اور اتنا ہی قریشی دین و مذہب ہے۔ جو چیز مل گئی، جیسے بھی مل گئی، وہ اُسے عطیہ خداوندی سمجھ لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ اگر خدا نے ہمیں فلاں چیز نہ دینا ہوتی تو ہمیں سازش میں، فریب میں کامیاب ہی نہ ہونے دیا جاتا۔ لہٰذا فریب سے اور دھوکے سے یا سازش سے حاصل کی ہوئی چیز یقیناً عطیہ خداوندی ہے اور عطیہ خداوندی ہے اسی لئے جائز اور حلال ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والوں پر ہم اور ملائکہ اور اللہ لعنت کرتے ہیں۔

(نمبر74)معاهده كَتَبَهُ بَيْنَ رَبِيْعَةَ وَالْيَمَنِ،وَنُقِلَ مِنْ خَطِّ هِشَامِ ابْنِ الْكَلْبِيِّ

یہ وہ معاہدہ ہے جو علی علیہ السلام نے قبیلہ ربیعہ اور اہل یمن کے مابین طے فرمایا تھا اور اُسے ابوالمنذ رھشام ابن سائب کلبی کی تصنیفات سے نقل کیا گیا اور جو 206ھ میں فوت ہوئے اور علمائے شیعہ میں بڑا مقام رکھتے تھے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ O

هٰذَا مَااجۡتَمَعَ عَلَيۡهِ اَهۡلُ الۡيَمَنِ حَاضِرُهَا وَبَادِيۡهَا ؛ وَرَبِيۡعَةُ حَاضِرُهَا وَبَادِيۡهَا اَنَّهُمۡ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ :	1	یہ ہے وہ عہد نامہ جس پر اہل یمن کے شہری اور دیہاتی دونوں نے اور قبیلہ ربیعہ کے شہریوں اور دیہاتیوں نے اتفاق کیا ہے کہ وہ سب کے سب کتاب اللہ پر ثابت قدم رہیں گے؛
يَدۡعُوۡنَ اِلَيۡهِ وَ يَاۡمُرُوۡنَ بِهٖ ؛	2	اُسی کی طرف دعوت دیں گے اور اُسی کے احکامات نافذ کریں گے؛
وَيُجِيۡبُوۡنَ مَنۡ دَعَا اِلَيۡهِ وَاَمَرَبِهٖ ؛	3	اور جو کتاب اللہ کی طرف دعوت دے گا اور اُسی کی رو سے احکام نافذ کرے گا اُس کی آواز پر لبیک کہیں گے؛
لَايَشۡتَرُوۡنَ بِهٖ ثَمَنًا ؛	4	اور نہ اس کے عوض قیمت یا کوئی فائدہ حاصل کریں گے؛
وَلَا يَرۡضَوۡنَ بِهٖ بَدَلاً ؛	5	اور اس معاملہ میں کسی بدلہ پر راضی نہ ہوں گے؛
وَاَنَّهُمۡ يَدٌوَّاحِدَةٌ عَلٰى مَنۡ خَالَفَ ذٰلِكَ وَتَرَكَهٗ ؛	6	اور جو کوئی اس معاہدے کو ترک کرے گا یا اس کی مخالفت کرے گا یہ سب مل کر ایک ہاتھ کی طرح اس سے جنگ کریں گے؛
اَنۡصَارٌ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ؛	7	یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے مددگار و ناصر رہیں گے؛
دَعۡوَتُهُمۡ وَاحِدَةٌ ؛	8	اُن کی دعوت اور آواز ایک ہوگی؛
لَايَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ هُمۡ لِمَعۡتَبَةِ عَاتِبٍ ؛	9	اور وہ کسی دھمکی دینے والے کی دھمکیوں سے اس معاہدہ کو نہ توڑیں گے؛
وَلَا لِغَضَبِ غَاضِبٍ ؛	10	اور نہ کسی کے غصہ کی وجہ سے عہد شکنی کریں گے؛
وَلَا لِاِسۡتِذۡلَالِ قَوۡمٍ قَوۡمًا ؛	11	اور نہ کسی ایک قوم کے دوسری قوم کو ذلیل کرنے پر معاہدہ کی خلاف ورزی کرینگے۔
وَّلَا لِمَسَبَّةِ قَوۡمٍ قَوۡمًا ؛	12	اور نہ کسی قوم کے دوسری قوم کو گالی دینے سے چھوڑیں گے؛
عَلٰى ذٰلِكَ شَاهِدُهُمۡ وَغَائِبُهُمۡ ؛	13	اُسی معاہدہ پر ان کے حاضر و غائب دونوں عمل کریں گے؛
وَسَفِيۡهُهُمۡ وَعَالِمُهُمۡ ؛	14	اور اُن کے جاہل بھی اور عالم بھی،
وَحَلِيۡمُهُمۡ وَجَاهِلُهُمۡ ؛	15	اُن کے بردبار اور عقلمند بھی، اس پر قائم رہیں گے؛
ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡهِمۡ بِذٰلِكَ عَهۡدَ اللّٰهِ وَمِيۡثَاقَهٗ اِنَّ عَهۡدَ اللّٰهِ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا ؛(الاحزاب33/15)	16	پھر اُن سب کے اوپر اللہ کا عہد و پیمان اور اُس کی توثیق لازم ہو گئے ہیں۔ یقیناً اللہ کے عہد پر باز پرس ضرور ہونا ہے؛(الاحزاب33/15)
وَكَتَبَ عَلِيٌّ ابۡنُ اَبِىۡ طَالِبٍ۔	17	اور اس عہدنامہ کو علیؑ ابن ابی طالبؑ نے بقلم خود لکھا ہے۔

تشریح:۔ اس معاہدے میں یہ دیکھنا ہے کہ فریقین کو قرآن کریم سے وابستہ اور قرآن کے ماتحت کر دیا گیا ہے اور قومی دباؤ کی تمام صورتوں کو یک سر بے اثر کر

دیا گیا ہے۔کہیں شخصی یا قومی مصلحتوں کودلیل نہیں بننے دیا گیا ہے۔ ہر حال اور ہر صورت میں فریقین کوقرآن کے ماتحت رہنے پر مہر لگا دی ہے۔ یہیں یہ نوٹ کرلیں کہ قریشی حکمرانوں نے اپنے معاہدوں میں کہیں قرآن کا نہ ذکر کیا نہ خود کوقرآن کے ماتحت رکھا۔ ہر معاہدے میں قومی حالات اور مصلحت وقت کوراہنما بنایا گیا ہے۔اور دنیاوی فوائد اور نقصانات کو مدنظر رکھا گیا ہے اور یہ شرط تو کبھی لگائی ہی نہیں گئی کہ تمام احکامات قرآن کریم سے دیے جائیں گے اور یہ صرف اسلئے کہ نہ یہ خلافت وحکومت قرآن کے احکام پر مبنی تھی اور نہ اسے قرآنی قوانین سے وابستہ رکھا گیا تھا یہ خالص قومی معاملہ تھا۔قومی مصلحت اور قومی ضرورت تھی۔اور قومی تحفظ ہی کے لئے اس حکومت کوقائم کیا گیا تھا۔اور قومی ضرورت کیلئے احکامات قرآن کوچھوڑ دیا۔

(نمبر75)خط اِلٰى مُعَاوِيَةَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ فِىْ اَوَّلِ مَا بُوْيِعَ لَهُ بِالْخِلَافَةِ ذَكَرَهُ الْوَاقِدِىُّ فِىْ كِتَابِ الْجَمَلِ

اپنی ظاہری خلافت کے اوّلین ایام میں اپنی بیعت کے بعد معاویہ کولکھا گیا علامہ واقدی نے اپنی کتاب الجمل میں نقل کیا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

مِنْ عَبْدِاللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيْرِالْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى مُعَاوِيَةَ ابْنِ اَبِى سُفْيَانَ ؛	1	اللہ کے بندے علیؑ امیر المومنین کی طرف سے ابوسفیان کے بیٹے معاویہ کے نام:
اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ عَلِمْتَ اِعْذَارِىْ فِيْكُمْ وَاِعْرَاضِىْ عَنْكُمْ ؛	2	حمد وثنائے خدا ورسوؐل کے بعد واضح ہو کہ تمہیں میری اس بیعت سے پہلے میرے وہ عذرات اور تم لوگوں سے کنارہ کشی کے وجوہات معلوم ہیں؛
حَتّٰى كَانَ مَالَابُدَّمِنْهُ وَلَا دَفْعَ لَهُ ؛	3	یہاں تک کہ میری یہ حکومت قائم ہوکر ہی رہی جسے لازماً قائم ہونا ہی تھا جسے کوئی قوت روک نہ سکتی تھی؛
وَالْحَدِيْثُ طَوِيْلٌ وَالْكَلَامُ كَثِيْرٌ ؛	4	یہ ایک طویل بات ہے اوراس میں کثیر گفتگو کی ضرورت ہے؛
وَقَدْ اَدْبَرَمَا اَدْبَرَ ؛	5	اور جوگذرنا تھا وہ گذر چکا ہے؛
وَاَقْبَلَ مَا اَقْبَلَ ؛	6	اور جوسامنے آنا تھا وہ آچکا ہے؛
فَبَايِعْ مَنْ قِبَلَكَ وَ اَقْبِلْ اِلَىَّ فِىْ وَفْدٍ مِّنْ اَصْحَابِكَ ؛ والسلام ؛	7	لہٰذا تم اپنے آس پاس کے لوگوں سے میری خلافت پر بیعت لے لواور اپنے ساتھیوں کے وفد کے ساتھ میرے پاس چلے آؤ۔ والسلام

تشریح:۔ حضرت علی علیہ السلام اس خط میں اپنے دوزمانوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ایک اعراض کا زمانہ اور دوسرا خلافت قبول کرلینے کا زمانہ۔لہٰذا وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے خلافت کوقبول کرلیا تھا یا خلافت سے وابستہ رہتے چلے آئے تھے اُن کا کاذب ہونا ثابت کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ معاویہ اُن تمام عذرات اور اسباب پر مطلع ہے جن کی بنا پر حضورؐ مسلسل خلفاء اور خلافت سے اعراض (روگردانی) کرتے چلے آئے تھے اور اب خلافت قبول کرلی ہے۔ساتھ ہی یہ بھی بتاتے ہیں کہ وہ عذرات اور اسباب بیان کرنے میں بہت سی طویل اور کثیر باتیں بتانا لازم ہیں۔لہٰذا اُن کی فی الحال ضرورت نہیں ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ تم بھی میری اطاعت کا اعلان کرولوگوں سے میری اطاعت کی بیعت لو اور تم اور تمہارے اہل دربار یہاں آکر بیعت کرو۔دوسری غور طلب بات یہ فرمائی ہے کہ میری خلافت کا قائم ہوکر رہنا لابدی ولازمی تھا جسے کوئی روک نہ سکتا تھا۔یعنی آپ جن جن

قوانین پرعمل فرما رہے تھے اُن کا تقدیری ومشیئتی نتیجہ یہی تھا کہ میری حکومت قائم ہوکر رہے گی جس کی پیشگوئی حضور علیہ السلام نے اپنے تیسرے خطبہ میں کردی تھی۔ جہاں اپنے کٹے ہوئے ہاتھ سے قریش کی جڑیں نکالنے کا ذکر فرمایا ہے (ملاحظہ ہو جملہ 7,8 منھاج الرسالة)۔ بہر حال یہ خط حضورؑ کے اوّلین خطوط میں سے ہے مگر رضی صاحب نے ماشاءاللہ نہ خطبوں میں کوئی ترتیب رکھی نہ خطوط میں۔

(نمبر76)وصیت لِعَبُدِ اللّٰہِ ابُنَ الُعَبَّاسِ عِنُدَ اِسُتِخُلَافِہٖ اِیَّاہُ عَلَی الُبَصُرَۃِ

جب عبداللہ ابن عباس کو اپنی طرف سے بصرہ پر خلیفہ مقرر کیا تو اُسے وصیت فرمائی تھی

(یہاں لفظ اِسُتِخُلَاف غلط ہے یہ اِسُتَعُمَلَہٗ ہے یعنی جب اُسے بصرہ کا عامل (گورنر) بنایا تھا)

بِسُمِ اللّٰہِ الرَّحُمٰنِ الرَّحِیُمِ O

سَعِ النَّاسَ بِوَجُھِکَ وَمَجُلِسِکَ وَحُکُمِکَ	1	لوگوں کیساتھ خندہ پیشانی سے رہو انہیں ہمنشین بناؤ اور درست احکام دو؛
وَاِیَّاکَ وَالُغَضَبَ فَاِنَّہٗ طَیُرَۃٌ مِنَ الشَّیُطَانِ ؛	2	خبردار غصہ سے بچنا اسلئے کہ غصہ شیطان کی طرف سے اظہار حماقت کے لئے ہوتا ہے؛
وَاعُلَمُ اَنَّ مَاقَرَّبَکَ مِنَ اللّٰہِ یُبَاعِدُکَ مِنَ النَّار وَمَا بَاعَدَکَ مِنَ اللّٰہِ یُقَرِّبُکَ مِنَ النَّارِ .	3	اور یہ جان لو کہ جو کام اللہ سے قریب کرتے ہیں وہ جہنم سے دور لے جاتے ہیں اور جو کام اللہ سے دور کرتے ہیں وہ جہنم سے قریب کرتے ہیں۔

تشریح:۔ اس وصیت سے اس کی عاقبت کا بھی پتہ چلتا ہے اور عقل وعقائد کا بھی۔ یہ بات ہزاروں سال پہلے کے لوگ بھی جانتے تھے جو اس کو بتائی گئی ہے کہ قربت خداوندی دلانے والے کام جہنم سے دور کردیں گے اور اللہ سے دور کرنے والے کام جہنم سے قریب کردیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس نے نہ قرآن پڑھا تھا نہ اسکو سمجھا تھا۔ ورنہ یہ سب کچھ اُسے بتانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

(نمبر77)خط وصیت لِعَبُدِ اللّٰہِ ابُنِ الُعَبَّاسِ لَمَّا بَعَثَہٗ لِلُاِحُتِجَاجِ عَلَی الُخَوَارِجِ

''پھر عبداللہ ابن عباس کو وصیت فرمائی ہے جب اُسے خارجیوں پر حجت قائم کرنے بھیجا'' عبداللہ کو مفسر قرآن اور حضرت علی علیہ السلام کا شاگرد کہنے والے لوگ دیکھیں عبداللہ خارجیوں کے مقابلے میں قرآن سے جاہل تھا اسے منع فرمایا ہے کہ خارجیوں سے قرآن سے بات نہ کرنا

بِسُمِ اللّٰہِ الرَّحُمٰنِ الرَّحِیُمِ O

لَاتُخَاصِمُھُمُ بِالُقُرُاٰنِ فَاِنَّ الُقُرُاٰنَ حَمَّالٌ ذُوُ وُجُوُہٌ تَقُوُلُ وَیَقُوُلُوُنَ ؛	1	تم اُن سے قرآن کی رو سے حجت پیش نہ کرنا۔ یقیناً قرآن کئی وجوہات کا حامل ہے (اورتم اُن وجوہات سے جاہل ہو) تم اپنی کہتے رہوگے اور وہ بھی کہتے رہیں گے؛
وَلٰکِنُ حَاجِجُھُمُ بِالسُّنَّۃِ فَاِنَّھُمُ لَنُ یَّجِدُوُ اعَنُھَا مَحِیُصًا ؛	2	ولیکن اُن کے سامنے سنت کے ساتھ حجت پیش کرنا اس لئے کہ وہ سنت سے گریز کا راستہ نہ پاسکیں گے۔

تشریح:۔ وہ لوگ غور فرمائیں جو عبداللہ کو قرآن کا مفسر اور حضرت علیؑ کا شاگرد بنائے ہوئے ہیں۔اس کی لاعلمی ثابت کرنے کے لئے اُسے خارجیوں میں بھیجا گیا تھا۔جنہوں نے جاتے ہی اُسے اُلجھا لیا تھا۔اور اگر فوراً ہی حضور علیہ السلام نہ پہنچ جاتے تو خارجی اُس کی مٹی پلید کر کے چھوڑتے۔تفصیلات لکھی جا چکی ہیں۔نہ عبداللہ حضرت علی علیہ السلام کا شاگرد تھا نہ وہ اس قابل تھا کہ اُسے شاگرد بنایا جاتا۔

خط (نمبر78)

اَجَابَ بِهِ اَبَا مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ عَنْ كِتَابٍ كَتَبَهُ اِلَيْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِيْ اُقْعِدُوْا فِيْهِ لِحَكُوْمَةِ وَذَكَرَ هٰذَاالْكِتَابَ سَعِيْدُ ابْنُ يَحْيٰى الْاَمْوِيُّ فِيْ كِتَابِ الْمُغَازِيْ

ابوموسیٰ اشعری کے جواب میں لکھا گیا، جو اُس نے دُوْمَةُ الْجَنْدَل سے لکھا تھا جہاں ابوموسیٰ کو فیصلہ کے لئے رکھا گیا تھا

(اس خط کو سعید ابن یحییٰ نے اپنی کتاب مغازی میں محفوظ کیا تھا)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

فَاِنَّ النَّاسَ قَدْتَغَيَّرَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ عَنْ كَثِيْرٍ مِّنْ حَظِّهِمْ ؛	1	یقیناً بہت سے انسان ہیں جو دنیا اور آخرت کی سعادتوں اور اپنے حصہ سے محروم ہو چکے ہیں؛
فَمَالُوْامَعَ الدُّنْيَا ؛	2	اِس لئے کہ وہ دنیا کی طرف مائل ہو چکے ہیں؛
وَنَطَقُوْا بِالْهَوٰى ؛	3	اور بات بات میں اور ہر معاملہ میں اپنی ذاتی خواہشات پر چلنے لگے؛
وَاِنِّيْ نَزَلْتُ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ مَنْزِلاً مُعْجِبًا اجْتَمَعَ بِهِ اَقْوَامٌ اَعْجَبَتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ ؛	4	اور میں تو یہ دیکھ دیکھ کر ایک حیرانی کے مقام پر کھڑا ہوں جہاں میرے چاروں طرف ایسی قوموں کا جھمگٹا لگا ہوا ہے جو خود پسندی اور اپنے اپنے اغراض میں اُلجھے ہوئے ہیں؛
فَاِنِّيْ اُدَاوِيْ مِنْهُمْ قَرْحًا اَخَافُ اَنْ يَّعُوْدَ عَلَقًا ؛	5	چنانچہ میں اُن کے زخموں کا مداویٰ اور علاج تو کر رہا ہوں مگر ساتھ ہی ساتھ ڈرتا جا رہا ہوں کہ کہیں وہ جمے ہوئے خون کی طرح ہو کر لاعلاج نہ ہو جائیں؛
وَلَيْسَ رَجُلٌ ۔فَاعْلَمْ ۔اَحْرَصَ عَلٰى جَمَاعَةِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَاُلْفَتِهَا مِنِّيْ ؛	6	تم یہ بات ذہن نشین رکھ کر عمل کرنا کہ اس دنیا کے تمام انسانوں میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی اُمت کی محبت اور یکجہتی میں مجھ سے زیادہ لالچی ہو؛
اَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ حُسْنَ الثَّوَابِ وَكَرَمَ الْمَآبِ ؛	7	اور اس سے میرا مطلب صرف یہ ہے کہ میں عمدہ قسم کا ثواب اور آخرت کی سرفرازی حاصل کرلوں؛
وَسَاَفِيْ بِالَّذِيْ وَاَيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ وَاِنْ تَغَيَّرْتَ عَنْ صَالِحِ مَا فَارَقْتَنِيْ عَلَيْهِ ؛	8	اور میں تو اُس عہد کو وفا کر کے رہوں گا جو میں نے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے خواہ تم اپنے اُس نیک خیال میں تبدیلی کیوں نہ کر لو جس پر تم مجھ سے جدا ہونے کے وقت قائم تھے؛

فَاِنَّ الشَّقِیَّ مَنْ حُرِمَ نَفْعَ مَا اُوْتِیَ مِنَ الْعَقْلِ وَالتَّجْرِبَةِ	9	بلا شبہ وہ شخص ازلی بدبخت ہے جو عقل وتجربہ رکھتے ہوئے اپنے اوپر اُن فوائد کو حرام کرلے جو اُسے عقل وتجربہ سے پہنچتے ؛
وَاِنِّیْ لَاَعْبَدُ اَنْ یَّقُوْلَ قَائِلٌ بِبَاطِلٍ ؛	10	میں تو اس بات کو بھی برداشت نہیں کرتا کہ کوئی بات بنانے والا غلط بات کہے ؛
وَاَنْ اُفْسِدَ اَمْرًا قَدْ اَصْلَحَهُ اللّٰهُ ؛	11	اور یا کسی ایسے معاملے کو خراب ہونے دوں جسے اللہ صحیح اور درست کر چکا ہو ؛
فَدَعْ مَالَا تَعْرِفُ ؛	12	لہٰذا جس بات کو تم نہیں جانتے اُس کے پیچھے نہ پڑو ؛
فَاِنَّ شِرَارَ النَّاسِ طَائِرُوْنَ اِلَیْکَ بِاَقَاوِیْلِ السُّوْءِ . وَالسَّلَامُ .	13	کیونکہ شر اور فساد پھیلانے والے لوگ اپنے فسادی اقوال اور اسکیمیں لے کر بڑی تیزی سے اُڑتے ہوئے تم تک پہنچ جائیں گے۔ والسلام۔

تشریح:۔ یہ جواب تو واضح اور سامنے ہے مگر جس خط کا یہ جواب ہے وہ نہ سامنے آیا ہے نہ ہمیں اس کا مضمون کہیں سے ملا ورنہ ہم اس سے قارئین کو باقاعدہ مطلع کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔یعنی ہمیں تشریح کے لئے اپنی سابقہ معلومات کا اور حضور علیہ السلام کے اس جواب کا سہارا لینا پڑے گا اور قارئین کو عقل وتجربہ سے مدد لینا پڑے گی۔لہٰذا اس جواب سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ابوموسیٰ اشعری نے اپنے چاروں طرف کے پیچیدہ حالات دیکھ کر ہدایات طلب کی ہیں۔تاکہ وہ آئندہ اپنے عمل درآمد میں راہنمائی حاصل کرکے اپنا کام درستی سے کر سکے۔

ابوموسیٰ اشعری کی پوزیشن مقام اور اُس کا کام اور حضورؑ سے تعلق

اِس عنوان کو سمجھنے کے لئے قارئین کو چاہئے کہ وہ اُس خطبے کو پڑھیں جسے مفتی جعفر نے اپنے ترجمے میں پینتیس ویں (35) نمبر پر لکھا ہے اور ہمارے یہاں اس خطبے کو پچاس (50) نمبر دیا ہے۔یہ خطبہ اُن حالات کو پیش کرتا ہے جب جنگِ صفین ختم ہوئی تھی اور حالات یہ تھے کہ جنگ صفین کے آخر میں معاویہ کی افواج اِدھر سے اُدھر بھاگ رہی تھیں۔خود معاویہ جان بچانے کے لئے بھاگنے کے لئے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے کھڑا ہے اور عمرو بن العاص سے تدبیریں دریافت کر رہا تھا۔اُس نے بتایا کہ قرآن کی آڑ لے لو تو لڑائی رک جائے گی۔چنانچہ نیزوں پر قرآن بلند کئے گئے اور فریادیں بلند ہوئیں کہ لڑائی روک دو اور قرآن کے مطابق فیصلہ کرلو۔حضرت علی علیہ السلام نے اعلان کیا کہ جب ہم نے قرآن کے فیصلے کی طرف بلایا تھا تو معاویہ اور اہلِ شام نے انکار کر دیا تھا اب وہ شکست اور قتلِ عام سے بچنے کے لئے یہ چال چل رہے ہیں۔لہٰذا جنگ جاری رکھو یہاں تک کہ باقاعدہ شکست تسلیم کی جائے۔لیکن قرآن کے نام پر حضرت علی علیہ السلام کی فوج کی کثرت نے تلواریں نیام میں رکھ لیں۔اور حضرت علی علیہ السلام کو گھیر لیا اور جنگ بند کرنے کے لئے مجبور کر دیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ اگر آپ نے مالک اشترؓ کو میدانِ جنگ سے واپس نہ بلایا تو ہم تمہیں گرفتار کرکے معاویہ کے حوالے کردیں گے۔مالک اشتر کو واپس بلا لیا گیا جنگ روک دی گئی جنگ کو روکنا ہی معاویہ اور عمرو عاص کا اوّلین مقصد تھا جو قرآن کے نام پر علوی فوج میں اختلاف ڈال کر حاصل کرلیا گیا۔جنگ رکنے اور جان بچنے سے جو اطمینان ہوا تو سازش کی نئی چالیں سوجھیں۔معاویہ اور عمرو عاص نے دیکھا کہ علیؑ نے مجبوراً کثرت کی رائے سے دب کر آپس میں جنگ کو روک دیا ہے اس نے اُن لوگوں کو اُبھارا جو جنگ روکنا نہ چاہتے تھے اور زبردستی روک دئے گئے۔اُنہوں نے حضرت علیؑ پر تقاضہ جاری رکھا کہ جنگ دوبارہ شروع کی جائے جنگ روکنا اور قرآن سے فیصلے کے لئے ثالث مقرر کرنا خود قرآن کے خلاف ہے۔لہٰذا تم نے جان بوجھ کر قرآن کی مخالفت میں صلح منظور کی ہے اور یہ کھلا کفر ہے لہٰذا کفر سے توبہ کرو جنگ جاری کرو۔چونکہ ان لوگوں کی تعداد کم تھی یہ جبراً دوبارہ جنگ نہ کر سکتے تھے اس لئے اپنے ہم خیال لوگوں کی تلاش میں لگ گئے یہی لوگ ہیں جو بعد میں خارجی کہلائے اور قوت حاصل کرکے جنگ

نہروان میں حضرت علی علیہ السلام سے مقابلہ کیا۔ اُدھر جبراً جنگ رکوانے والوں میں معاویہ اور عمرو عاص نے یہ طے کرادیا کہ حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے ثالث ابوموسیٰ اشعری کو مقرر کراؤ اور معاویہ کی طرف کا ثالث عمرو بن العاص ہوگا۔ حضرت علیؑ ہرگز نہ چاہتے تھے کہ اُن کی طرف سے ابوموسیٰ کو ثالث مقرر کیا جائے لیکن کثرت نے مجبور کردیا۔ معاہدہ میں طے ہوا کہ دونوں ثالث چھ ماہ کے اندر اندر جو فیصلہ کریں گے وہ لفظ بلفظ قرآن سے کریں گے اور اس پر دونوں ثالث (یا حکم) متفق ہوں گے اور فیصلہ سنانے کے لئے دونوں دومۃ الجندل کے مقام پر آئیں گے اور فریقین کے دو گروہوں کے سامنے فیصلہ سنائیں گے۔ یہاں تک دومۃ الجندل اور ابوموسیٰ اشعری کی پوزیشن واضح ہوگئی۔ اُدھر دونوں افواج واپس چلی گئیں۔ خارجی بننے والے لوگ حضرت علی علیہ السلام سے جدا ہوگئے اپنا الگ امام مقرر کرلیا اور حضرت علیؑ پر کفر کا فتویٰ عائد کردیا اور برابر تقاضہ جاری رکھا کہ کفر سے توبہ کرو اور معاویہ سے جنگ کریں۔ حضرت علیؑ معاہدہ کی پابندی پر زور دیتے رہے اور دوسرے مخالف گروہ کو معاویہ کی طرف سے شہہ ملتی رہی روپیہ اور سامان ملتا رہا تاکہ علیؑ سے جنگ کرائی جائے اور علیؑ کو اُلجھا کر دور رکھا جائے۔ ابوموسیٰ کو ایسی خبریں پہنچائی جارہی تھیں جن سے گھبرا کر وہ کوئی ایسا فیصلہ کردے جو معاویہ کے حق میں ہو۔ سازشی گروہ کہتا تھا کہ خارجیوں کے دباؤ میں آکر حضرت علیؑ نے معاہدہ منسوخ کردیا ہے۔ لہٰذا ثالثی خود منسوخ ہوگئی ہے۔ کوئی بتاتا تھا کہ حضرت علیؑ نے کفر کا جرم مان کر توبہ کرلی ہے اور وہ شام پر حملہ کرنے کی تیاریاں کررہے ہیں۔ وہ صلح کرنے پر پچھتا رہے ہیں۔ ابوموسیٰ اشعری نے ان افواہوں سے گھبرا کر یہ خط لکھا اور صورت حال کو سمجھنا چاہا ہے۔ اسی لئے حضورؑ نے اپنے جواب میں بتایا ہے کہ ''**<u>میں تو اُس عہد کو وفا کرکے رہوں گا جو میں نے اپنے اوپر لازم کررکھا ہے خواہ تم اپنے اُس نیک خیال میں تبدیلی ہی کیوں نہ کرلو جس پر تم مجھ سے جدا ہوتے وقت قائم تھے (جملہ نمبر 8)</u>**۔ مطلب یہ کہ:۔

(1) مطلب یہ کہ میں کسی کے دباؤ میں نہ آیا ہوں نہ آؤں گا اور جنگ صفین والے معاہدے کو ضرور پورا کروں گا۔ یعنی جو کچھ تمہیں سنایا جارہا ہے وہ سازشی افواہیں ہیں حقیقت نہیں ہے۔

(2) یہ بھی واضح ہوگیا کہ معاہدہ کے بعد جنگ صفین سے رخصت ہوتے وقت ابوموسیٰ اشعری کے خیالات نیک تھے یعنی وہ معاہدہ کے مطابق قرآن سے فیصلے کے لئے تیار تھے۔ اور حضرت علی علیہ السلام ابوموسیٰ اشعری کے بدل جانے کی صورت میں بھی قرآن کے فیصلے اور حکم پر رضامند رہیں گے۔

اسی خط میں ابوموسیٰ کو خبردار کیا ہے کہ سازش بڑے زور سے جاری ہے میرے چاروں طرف بھی کئی ایک اقوام کو پھیلا رکھا ہے تاکہ میں کوئی غلط فیصلہ کرلوں (جملہ نمبر 4) اور ادھر تمہیں تمہاری راہ سے ہٹانے کے لئے شرپسند ماہرین تمہارے چاروں طرف اُڑ اُڑ کر پہنچیں گے اور چکر لگائیں گے اور طرح طرح کے اقوال اور غلط اسکیمیں پیش کریں گے (13۔ آخری جملہ)۔ باقی خط ابوموسیٰ کو تنبیہات اور تاکیدات اور صورت حالات سے واقف کرنے کے لئے واضح ہے۔ بہرحال معاویہ اور عمرو عاص کی سازش سے صفین کی جنگ رک گئی۔ حضرت علی علیہ السلام کی فوج میں ایک مستقل پھوٹ پڑگئی جو آپس میں جنگ نہروان پر ختم نہیں ہوئی۔ میدان جنگ میں موجود تمام خارجی قتل ہوگئے تو اُن کے اعزا و اقربا دشمن ہوگئے۔ پہلے خارجی تھے یا نہیں ضرور وہی عقائد اختیار کرلئے۔ چاروں طرف اپنے ہم خیال بنانے کے لئے پھیل گئے۔ جہاں موقع ملا حضرتؑ کی رعایا اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کو بے دریغ لوٹا قتل و غارت کرنا جاری رکھا۔ ہم نے مکمل تفصیل بیان الامامت کی تشریحات میں جمع کردی ہیں۔ ہر پہلو واضح ہوچکا ہے۔ خطوط کی ذیل میں یہ مختصر تشریحات خانہ پری کے لئے کی گئی ہیں۔ بیان الامامت کو پڑھ چکنے والوں کو ان کی احتیاج نہیں رہتی ہے۔ نہج البلاغہ پر یہ (قلمی) دس ہزار صفحات قارئین کو تمام تواریخ سے نہ صرف مستغنی کردیتے ہیں بلکہ تاریخ پر تنقید کی قوت اور دلائل بھی فراہم کرتے ہیں۔

خط (نمبر79) لَمَّااسۡتُخۡلِفَ اِلٰی اُمَرَاءِ الۡاَجۡنَاد

اپنی ظاہری خلافت کے فوج کے سرداروں کے نام لکھا گیا تھا

قریش اور قریشی خلافتوں کا کردار پیش فرمایا ہے اور اُن کے منصوبہ پر متوجہ کیا ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ O

اَمَّا بَعۡدُ فَاِنَّمَا اَهۡلَکَ مَنۡ کَانَ قَبۡلَکُمۡ اَنَّهُمۡ مَنَعُوۡا النَّاسَ الۡحَقَّ فَاشۡتَرُوۡهُ ؛	1	حمد وثنائے خدا ورسوؐل کے بعد واضح ہو کہ تم سے پہلے کے لوگوں کو اس عمل درآمد نے تباہ کیا تھا کہ اُنہوں نے حاکم ہوتے ہوئے لوگوں کو اُن کے حقوق دینے سے منع کر دیا تھا اور پبلک نے اپنے حقوق کو خریدنا شروع کر دیا تھا؛
وَاَخَذُوۡهُمۡ بِالۡبَاطِلِ فَاقۡتَدَوۡهُ ۔	2	اور انہوں نے ان کو باطل پر لگا دیا تھا چنانچہ انہوں نے پیروی شروع کر دی تھی۔''

تشریح:۔ خط کی بنیادی بات تو اس قدر ہے کہ حاکم کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ پبلک کے کیا کیا حقوق اُن پر لازم ہوتے ہیں اور سب کے حقوق بروقت ادا کئے جانا چاہئیں اور بس۔ انسانی حقوق کیا کیا ہیں؟ اس پر آج تک نہ آخری فیصلہ ہوا ہے نہ تمام حکمرانوں نے اتفاق کیا ہے۔ پہلے بھی اور آج بھی انسانوں کو نظام حکومت کی مصلحتوں کے ماتحت بہت سے حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ مثلاً ملک رُوس میں اس کی آزادی نہیں کہ جو شخص جہاں اور جس ملک میں جا کر آباد ہونا چاہے آباد ہو سکے۔ چنانچہ وہاں کی پبلک اپنے ملک میں قیدی ہے۔ پاکستان میں اس کی آزادی نہیں کہ جو شخص جو عقیدہ یا مذہب رکھنا چاہے رکھ سکے۔ مثال کے طور پر روس میں یہودی قید میں ہیں اور پاکستان میں قادیانی یا احمدی قید میں ہیں۔ رُوس اور پاکستان کی حکومتیں ان پابندیوں کو جائز سمجھتی ہیں اور ہر ملک کی حکومت پبلک پر اپنی مصلحت کے ماتحت پابندیاں لگائے ہوئے ہے اور جب چاہتی ہے قانون خود بنا کر مزید پابندیاں لگا دیتی ہے۔ پبلک شور کرتی رہتی ہے اور اِس وقت ساری دنیا میں تمام ممالک میں ہنگامے ہو رہے ہیں بدامنی پھیلی ہوئی ہے۔ کہیں چین وامن و اطمینان نہیں ہے۔ نہ پبلک چین سے ہے اور نہ حکومتیں چین سے ہیں۔ ایک ہمہ گیر بے چینی ہے جس نے ساری دنیا کو گھیر رکھا ہے اور دنیا تباہی کی طرف بڑھتی جا رہی ہے۔ سب لوگ معذور ہیں سب قصوروار ہیں۔ کسی نہ کسی طرح اور کسی نہ کسی مقدار میں سب مجرم ہیں۔ اگر ان لوگوں کو خدا ورسوؐلوں اور کتبہائے خداوندی کے احکام پر نہیں چلنا تو نہ چلیں۔ مگر ان اقوال واعمال واقدامات پر تو پابندی نہ لگائیں جو انسانی ترقی میں مدومعاون ہوں۔ یہ قانون تو بنایا جا سکتا ہے کہ انسانی ترقی میں رکاوٹ ڈالنا جرم ہے۔ لہٰذا ہر وہ پابندی ہٹالیں جو ترقی میں رکاوٹ بنتی ہو۔ ہر وہ خیال وعمل جائز قرار دے دیں جو انفرادی یا اجتماعی ترقی کا سبب بنتا ہو۔ یہی سبب ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کو سو فیصد آزاد رکھا تھا۔ ہر شخص کو زندہ رہنے پھلنے پھولنے اور لازوال ترقی کرنے کا حق ہے اور ہر شخص کو یہ حق ملنا چاہئے لیکن کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ دوسروں کے اِس حق میں رکاوٹ ڈالے۔ یہ ایسی حقیقت ہے کہ کمیونسٹ بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے اور تمام بامذہب لوگوں کو یہ حق یا حقیقت تسلیم کرنا پڑتی ہے۔ یہ صرف حکومتیں اور حکومتوں کے طرز حکومت ہیں جو اس حق اور حقیقت کے منکر ہیں۔ وہ طرح طرح کی باتیں بنا کر لوگوں کو اس فطری، پیدائشی اور بہترین وہمہ گیر حق سے روکتی ہیں۔ اسی لئے معصومؑ زبان

میں باطل حکومتیں کہلاتی ہیں اور ایک معصوم وخدائی حکومت ہی کو صحیح حکومت مانتی ہیں اور صحیح حکومت کے لئے خدائی طرز حکومت کو لازم قرار دیتی ہیں۔اور انسان کے اپنے ذاتی خیالات یا ذاتی اور قومی یا ملکی مصلحتوں کو ناجائز قرار دیتی ہیں جو اللہ نے کہا ہو یا آئندہ کہے اسی کو حق اور صحیح سمجھتی ہیں۔اس حکومت کا سربراہ اور حکمران خود کو ساری نوع انسان سے پیچھے رکھتا ہے اور ایک ایسا گروہ اپنی پشت پر رکھنا چاہتا ہے جو خود کو تمام انسانوں سے پیچھے رکھے۔اپنی خوراک اور پوشاک کا معیار یہ رکھتا ہے کہ پبلک کا ہر شخص وہ خوراک اور پوشاک باسہولت حاصل کر سکے اور پبلک کے ساتھ ساتھ اپنی ضروریات زندگی کا تعین کرتا رہے۔وہ ایسے لوگوں کو محبت اور قدر کی نظروں سے دیکھتا ہے جو دوسروں کو خود پر ترجیح دیتے ہوں اور جو ساری نوع انسان کی آزادی اور خوشحالی اور خوش خیالی چاہتے ہوں اور اپنی تمام قوتیں اس مقصد پر قربان کر دینے میں لگے رہتے ہوں۔جو دنیا سے تنگی ،تنگ دستی اور تنگ خیالی اور تنگ دامنی اور تنگ دلی کو رخصت کرنے میں اپنے سربراہ یا حکومت کے ممد ومعاون ہوں جو ہر وقت اصلاحی تگ ودَو میں لگے رہتے ہوں جو کبھی ترقی کی گنجائشوں کو نظر انداز نہ کریں جو ترقی کے زینہ کو کہیں ختم ہو جانے والا نہ سمجھ بیٹھیں جو انسانوں کو لامحدود حیات اور لامحدود قدرت فراہم کرنے اور کرانے میں یقین رکھتے ہوں جو اس پوری کائنات کو استعمال کرنے کے قابل ہوں۔اور اپنے حکمران کے قدم بقدم چل کر وہاں تک پہنچیں جہاں تک مکان اور امکان ہو۔اور یہ سب کچھ یہ مصلحت پرست حکومتیں نہیں کر سکتیں وہ دنیا کو ایسا ہی بنائے رکھیں گی جیسی آج ہماری یہ دنیا ہے۔چاروں طرف حکمرانوں کو دَوروں کا دَورہ پڑا ہوا ہے۔تمام دانشوروں کو بے معنی اور آزمودہ میٹنگوں میں اُلجھا رکھا ہے چاروں طرف امن وصلح اور خوشحالی کی باتیں ہوتی ہیں۔مگر امن کے بجائے فساد میں روز افزوں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔صلح کی جگہ جنگ کی مزید راہیں نکلتی ہیں۔خوشحالی کے بجائے بدحالی اور فاقہ کشی اور تنگ حالی پھیلتی جارہی ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ یہ دَورہ ختم ہو۔یہ بیماری فکر وفراست دور ہو۔یہ گاندھی زدہ لوگ چین سے بیٹھ کر کوئی ایسا پلان پیش کریں جس میں انسانی حقوق،انسانی آزادی اور انسانی محبت مجروح ہوتی نظر نہ آئے۔

یاعلیؑ مدد۔

2 جولائی 1985ء بروز منگل بوقت 10 بجے دن

محمد احسن زیدی

فہرست بیان الامامۃ حصہ دوم (خطوط)

نمبر شمار		عنوانات	صفحہ نمبر
	تمہید	چند باتیں بطورِ یاددھانی	01
☆1	خط	مدینہ سے بصرہ جاتے ہوئے اہل کوفہ کو لکھا	05
☆2	خط	بصرہ کی فتح پر اہل کوفہ کو مبارکباد	09
☆3	خط	قاضی شریح کو مکان کی خرید وفروخت پر رسید و بیعنامہ لکھنے کا طریقہ سکھایا	10
☆4	خط	بصرہ کے گورنر حضرت عثمان بن حنیف کے نام	13
☆5	خط	آذربائیجان کے گورنر اشعث بن قیس کے نام	15
☆6	خط	معاویہ کے نام	18
☆7	خط	معاویہ کو جواب میں سبق آموز ریمارکس	22
☆8	خط	جریر بن ابن عبداللہ بجلی کے نام	24
☆9	خط	معاویہ کے نام	25
☆10	خط	معاویہ کے نام	29
☆11	خط	افواج کو ہدایات	31
☆12	خط	اپنی فوج کے دو سرداروں کے نام	33
☆13	خط	اپنی فوج کے ایڈوانس گارڈ معقل بن قیس کو ہدایات	34
☆14	خط	صفین میں دشمن کی ملاقات سے پہلے پہلے اپنی فوج کو ہدایات	35
☆15	شکوہ	دشمن کے سامنے آنے پر اللہ سے دشمن کا شکوہ	41
☆16	خط	جنگ کے وقت علی علیہ السلام اپنے صحابہ سے فرمایا کرتے تھے	42
☆17	خط	معاویہ کو جواب میں لکھا	43
☆18	خط	عبداللہ ابن عباس کے نام جب وہ بصرہ کا گورنر تھا	49
☆19	خط	آپؑ کے بعض گورنروں کے نام	50
☆20	خط	زیادہ بن ابیہ کے نام جسے عبداللہ ابن عباس نے اپنا خلیفہ بنا رکھا تھا	51

نمبرشمار		عنوانات	صفحہ نمبر
☆21	خط	زیاد بن ابی کو دوبارہ لکھا	51
☆22	خط	عبداللہ ابن عباس کو لکھا گیا	63
☆23	وصیت	جب ابن ملجم ملعون نے آپؑ کے سر مبارک پر تلوار ماری تو آپؑ کی وصیت	64
☆24	وصیت	آپ کے اموال پر عمل درآمد کے متعلق وصیت	66
☆25	وصیت	صدقات وزکوۃ کے وصول کرنے والوں کے لئے	68
☆26	خط	اپنے گورنروں میں سے بعض کے نام جنہیں صدقات وصول کرنے پر تعینات کیا ہوا تھا	73
☆27	معاھدہ	ابوبکر کے بیٹے محمد رضی اللہ عنہ سے گورنری کا عہد لینا	74
☆28	خط	معاویہ کے جواب میں لکھا گیا	78
☆29	خط	بصرہ والوں کے نام	87
☆30	خط	معاویہ کے نام	88
☆31	وصیت	جناب حسنؑ ابن علی علیھما السلام کے لئے جو صفین سے واپس آتے ہوئے تحریر فرمائی	90
☆32	خط	معاویہ کے نام	118
☆33	خط	عباس کے بیٹے قثم کے نام جو کہ علی علیہ السلام کی طرف سے مکہ کا گورنر تھا	126
☆34	خط	محمد بن ابی بکر کے نام	127
☆35	خط	عبداللہ ابن عباس کے نام مصر میں محمد بن ابی بکر کے قتل کے بعد	130
☆36	خط	اپنے بھائی عقیلؑ ابن ابی طالبؑ کے جواب میں	136
☆37	خط	معاویہ کے نام	138
☆38	خط	اھل مصر کے نام جب ان پر مالک اشتر کو حاکم بنایا	141
☆39	خط	عمرو ابن العاص کے نام	143
☆40	خط	ایک گورنر کے نام	146
☆41	خط	بعض گورنر کے نام	147
☆42	خط	جناب عمر ابن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ مخزومی بحرین کے گورنر کے نام	150
☆43	خط	صوبہ اردشیر خرہ کے گورنر مصقلہ بن ھبیرہ شیبانی کے نام	151

نمبرشمار		عنوانات	صفحہ نمبر
44☆	خط	زیادہ ابن ابیہ کے نام	152
45☆	خط	جناب عثمان ابن حنیف کے نام	153
46☆	خط	اپنے گورنر کے نام	162
47☆	وصیت	امام حسن وحسین علیہما کو وصیت	163
48☆	خط	معاویہ کے نام	166
49☆	خط	معاویہ کے نام	167
50☆	خط	اپنی فوج کے حکمرانوں کے نام	168
51☆	خط	خراج وصول کرنے والے گورنروں کے نام	170
52☆	خط	شہروں کے حکمرانوں کے نام	172
53☆	عہد	مالک اشتر نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے	176
54☆	خط	عمران ابن حصین کے ہاتھ طلحہ وزبیر کے لئے	215
55☆	خط	معاویہ کے نام	216
56☆	خط	شریح ابن ھانی کے نام	218
57☆	خط	اہل کوفہ کے نام	219
58☆	خط	جنگ صفین کی تفصیلات سے مطلع کرنے کے لئے مختلف شہروں کے لوگوں کے نام	220
59☆	خط	اسود بن قطیبہ حلوان کی فوج کے سردار کے نام	222
60☆	خط	ان گورنروں کے نام جن کا علاقہ گذرتی ہوئی فوجوں کے راستے میں پڑتا ہو	223
61☆	خط	کمیل ابن زیاد نخعی کے نام	224
62☆	خط	اہل مصر کے نام	225
63☆	خط	ابوموسیٰ اشعری کے نام	230
64☆	خط	معاویہ کے جواب میں	231
65☆	خط	معاویہ کے نام	235
66☆	خط	عبداللہ ابن عباس	238

نمبرشمار		عنوانات	صفحہ نمبر
67☆	خط	عباس کے بیٹے قثم کے نام	239
68☆	خط	سلمان فارسی کے نام	240
69☆	خط	حارث ھمدانی رضی اللہ عنہ کے نام	241
70☆	خط	سہل ابن حنیف انصاری کے نام	245
71☆	خط	منذر ابن جارود العبدی کے نام	246
72☆	خط	عبداللہ ابن عباس کے نام	248
73☆	خط	معاویہ کے نام	250
74☆	معاھدہ	قبیلہ ربیعہ اور اھل یمن کے مابین	252
75☆	خط	معاویہ کے نام	253
76☆	وصیت	عبداللہ ابن عباس کے نام	254
77☆	وصیت	عبداللہ ابن عباس کے نام	254
78☆	خط	ابوموسیٰ کے جواب میں	255
79☆	خط	اپنی ظاہری خلافت کے فوجی سرداروں کے نام	258

☆--------☆☆☆--------☆